تیمور

جس نے دُنیا ہلا ڈالی

مصنف

ہیرلڈ لیمب

مترجم

محمد عنایت اللہ

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڑھ چھاپ شد

مُصَنّف کتاب نے یہ تالیف اپنے

والد بزرگوار

کے نام معنون کی ہے

فہرست مضامین

تمہید

پہلا حصہ

صفحہ		باب
۹۰ - ۱۰۴	دو امیر	۱۰
۱۰۵ — ۱۱۳	"بام دنیا" پر تیمور کا پہنچنا،	۱۱
۱۱۴ — ۱۲۴	مولٰنا زین الدین کیا فرماتے ہیں،	۱۲
۱۲۵ — ۱۳۵	والی خوارزم حسین صوفی و یوسف صوفی،	۱۳
	دوسرا حصّہ	
۱۳۶ — ۱۴۵	سمرقند،	۱۴
۱۴۶ — ۱۶۰	سیر آوردہ،	۱۵
۱۶۱ — ۱۷۴	دشت و صحرا سے گذرنا،	۱۶
۱۷۵ — ۱۸۷	سائے اور آسیب کا ملک،	۱۷
۱۸۸ — ۲۰۵	روس کا شہر موسکو،	۱۸
۲۰۶ — ۲۲۱	یارانِ ہم پیالہ،	۱۹
۲۲۲ — ۲۳۴	تیمور کی سلطنت،	۲۰
۲۳۵ — ۲۵۱	گھوڑے کی کاٹھی اور تیمور	۲۱
۲۵۲ — ۲۶۲	سلطان احمد بادشاہِ بغداد،	۲۲
	تیسرا حصّہ	
۲۶۳ — ۲۷۸	سمرقند محفوظ،	۲۳
۲۷۹ — ۲۸۹	بڑی ملکہ اور چھوٹی ملکہ،	۲۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

از مترجم

اصل انگریزی کتاب کی طرح اُسکا یہ اردو ترجمہ بھی دیباچہ کا محتاج نہین ہے، البتہ چند ضروری باتین عرض کرنی ہین،

پہلی بات تو ایک قسم کی معذرت ہے جسے امید ہے کہ ناظرین قبول فرمائین گے، ایشیائی تاریخ نویسی اور یورپین تاریخ نویسی کا طرز جدا ہے، ہمارے پرانے مورخ بادشاہ کو خدا بنا دیتے ہین اور یورپ کے مورخ اگر خدا بھی اتفاق سے مل جائے تو اُسے انسان بنا دین، ہندوستان کے مسلمانون مین اب بھی ایسے لوگ موجود ہین (گو چراغ سحری ہین) جنکے دل مین تیمور اور تیمور کے خاندان کی بے حد عزت ہے، یہ لوگ اُن کے علاوہ ہین جو حضرت صاحبقران کی اولاد سے ہندوستان مین ابتک موجود ہین اور جنکی عزت کرنے پر ہر نیک اور شریف دل مجبور ہے یہ جس قدر اپنے مورث اعلیٰ کی تعظیم و تکریم کرین وہ کم ہے، مغربی طرز مین بادشاہون کا نام لینے اور ان کا ذکر کرنے مین پاس ادب بہت کم ملحوظ رکھا جاتا ہے، جس نام کو ہم اپنی کتابون کی سرخیون مین وہ شہنشاہ اعظم حضرت ابو المنصور محمد قطب الدین امیر تیمور گورگان صاحبقران غازی نور اللہ

سمرقندہ وجبل الجنۃ مثواہ" لکھا دیکھتے ہین مغربی مورخ وہان "تیمور" یا "تمرلین" لکھتا ہے، افسوس ہے کہ مجھے اس بارے مین پوری احتیاط کرتے بن نہ پڑا اور زیادہ تر مصنّف ہی کی تقلید پر مجبور رہا، اسلیے عجب نہین کہ قدامت پرست بزرگ ترجمے کے بعض مقامات کو بے ادبی پر محمول کرین، مگر اُن کی خدمت مین مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مصنف کی کتاب کا ہیرو بجز حضرت امیر تیمور گورگان کے دوسرا کوئی نہین ہے، اور مصنّف کی نیّت مخالفت یا تعصب سے پاک ہے، ایسی صورت مین طرز بیان کا چندان خیال نہ کرنا چاہیے، جب کوئی ایسا بڑا انسان ہو کہ کشورکشائی اور گیتی ستانی کے درجہ کو پہنچا ہوا ور اُسکی قدرتی تصویر کھینچنی اسطرح مقصود ہو کہ وہ ہر دل کے قریب آجائے تو قلم کا بے تکلّف ہو جانا مقتضائے فطرت ہو جاتا ہے،

دوسری بات خاص ترجمے کے متعلق عرض کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ ادبی محاسن جو اصل انگریزی کتاب مین ہین وہ ترجمے مین ادا نہین ہو سکے، پیچیدہ اور طولانی مضامین کو مختصر عبارتون مین جو اپنے جثّے سے کہین زیادہ حامل خیالات ہین سرعت و روا داری کے انداز مین بیان کر جانا اور وہ بھی اسطرح کہ رفتار کی تیزی مین ادبی خوبیان برابر جھلکتی رہین خفیف اشارون سے خیال کے لیے وسیع میدان پیدا کر دینے، مناظرِ قدرت کا بیان واقعی، لشکرون کی نقل و حرکت میدانِ جنگ کے کارنامے، پھر ایسی چیزین جنکی طرف نظر تک نہ جائے اُن کے حسین پہلو سامنے لے آنے، غیرون کی صورت شکل وضع قطع کو اس طرح بیان کرنا کہ اپنون کے لیے ظرافت کا سرمایہ بھی بہم پہنچتا رہے، بعض جگہ بے تکے پن مین بھی حسن گفتار کا سلسلہ ہاتھ سے نہ دینا، حسب ضرورت ہر اسم و فعل کی صفت مین ایک ہی موزون اور پر کیف لفظ سے کام لینا جہان غیر موزون تکتے رہ جائین، بہت سے غیر متعلق واقعات کو ایک ہی سلسلے مین اس طرح کہہ جانا کہ بظاہر

ان مین تعلق معلوم ہونے لگے، نہ نظر اُنکے نہ خیال رُکے، تصویر کے بہت سے خطوط نذار د کر دینا پھر بھی صورت کا پورا نقش پردۂ نظر پر مکمل رکھنا، انگریزی مصنف کے طرز بیان کی وہ دلفریب ادائین ہین جو ایک ارد و زبان رکھنے والے کو خاص طور پر متأثر کرتی ہین اور اسکی قوت سے باہر ہو جاتا ہے کہ ان ادبی خوبیون کی نقل وہ اپنی زبان مین پوری پوری اتار سکے، انگریزی سے اردو مین ترجمہ کرنے کی خدمت کسی کو بھی سلے اکثر یہی دیکھا ہے کہ اردو کی کم مایگی کی شکایت زبان پر بار بار آنے لگتی ہے، مگر کوئی چارہ نہین، کیونکہ دونون زبانون کی قوت کا فرق ایک لاعلاج مجبوری ہے، اگر زیادہ جرأت کیجئے اور غیرون کے حسن بیان کو اپنے باغون سے ڈالیان لگا کر پیش کیجئے تو پھر وہ ترجمہ نہین رہتا، نہ اردو کا مذاق اُسے قبول کرتا ہے نہ انگریزی کا، کیونکہ اصلی ہیئت بدل جاتی ہے، واقعہ نگاری کا نقش ایک زبان سے دوسری زبان مین اتر آنا ممکن ہوتا ہے لیکن جہان تخیل کی نزاکتین اور قوتِ ادا کی خصوصیات ہون وہان غیر زبان وہ بھی ہم انگریزی وان مفلسون کی مفلس اُردو بالکل مجبور و معذور ہو جاتی ہے، بہرکیف ترجمے کی مشکلات کچھ ایسی ہین کہ کتنی ہی محنت اور دماغ سوزی کیجئے نہ مترجم کو اطمینان ہوتا ہے اور نہ پڑھنے والا خوش ہو کر آسانی سے مطلب سمجھتا چلا جاتا ہے، مگر اس محنتِ بلا مزد سے بھی کسی طرح چارہ نہین، دل نہین مانتا کہ کوئی اچھی کتاب ہو خواہ کسی کی ہو اور وہ اپنی زبان مین نہ ہو،

کوئی اچھی کتاب! یہان سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسی کتاب اتنی اچھی ہے کہ ترجمے کیلئے اُسے منتخب کیا جائے، اس خصوص مین مین بہت خوش قسمت رہا، عالیجناب نواب سر امین جنگ بہادر نے مسٹر لیمب کی دونون کتابون یعنی "تمرلین" اور "چنگیز خان" کو اردو مین ترجمہ کرنے کے لیے عالیجناب نواب حیدر نواز جنگ سر اکبر حیدری سے تحریک فرمائی، سر اکبر حیدری نے مجھے

لکھا کہ ان کتابون کے ترجمے کا کیا بندوبست ہوسکتا ہے، کتابون کو پڑھنے کے بعد اور ایسے جوہر شناسانِ علوم و معارف کی تحریک پر مجھے خود دونون کتابون کے ترجمہ کرنے کا شوق ہوا' چنانچہ ان دومین سے تمرلین کا ترجمہ نذرِ ناظرین کرتا ہون، دوسری کتاب یعنی چنگیز خان کا ترجمہ بھی ختم کرلیا ہے اور امید ہے کہ وہ بھی جلد ناظرین کے سامنے پیش ہوگا،

مسٹر لیمب کی دونون کتابین نہایت دلچسپ اور پرلطف ہین، مگر تاریخ کے مبصرون مین ایک معزز گروہ ایسے لوگون کا ہے جو مورخ کو صرف اتنی اجازت دیتے ہین کہ وہ محض خشک وخالص واقعات اُن کے سامنے پیش کرے تاکہ واقعات سے وہ خود ہی نتائج مستنبط کرسکین' اس قسم کے مبصرون کو مسٹر لیمب کی کتاب صرف ایک "افسانہ" معلوم ہوگی، لیکن واقعہ یہ نہین ہے، مصنف نے علاوہ ایسے کارنامون کی صراحت کے جو یورپ کے براعظم پر تیمور سے عمل مین آئے اور جنکا اندازہ فارسی تاریخون سے بہت کم ہوتا ہے، حضرت صاحبقران کے زیادہ تر سوانح وہی لکھے ہین جو مولنا شرف الدین علی یزدی کے ظفرنامے مین بھی بیان ہوئے ہین، اور مولنا شرف الدین کا ظفرنامہ تیمور کے حالات مین ایک مانی ہوئی کتاب ہے، البتہ انگریزی مصنف نے صرف ایسے حالات کو جو اپنے منظر و ماحول کے اعتبار سے چشم خیال کے لیے زیادہ دلکش تھے منتخب کرکے حسن و خوبی سے لکھا ہے باقی حالات پر سرسری نظر ڈالی ہے، غالبًا اسی انتخاب نے معترض کی نظر مین کتاب کو محض ایک افسانہ بنادیا، مگر یہ اعتراض بھی حسین ہے، ہر چیز کی قدر و قیمت پرکھنے کے لیے نظر چاہیے، کونسا افسانہ ہے جس کی بنا حقیقت پر نہین اور کونسی حقیقت ہے جس نے افسانہ بنکر دل پر قابو نہ پایا ہو، مگر جب نظر ہو نہ دل تو پھر شکایت کیا، خشک تاریخی واقعات کو پڑھنا بھی کڑوی دوا کا حلق سے اتارنا ہوتا ہے'

مگر ہمارے مصنف نے اس تلخ معجون مین بھی ایسے جواہرات حل کر دیئے ہین کہ واقعات کی حقیقت اور ان کے اثر مین بغیر فرق آئے ایک نیا لطف اور ذائقہ پیدا ہو گیا ہے، اور امیر تیمور گورگان کا ایک ایسا مرقع تیار کر دیا ہے جسمین وہ پھرتا چلتا زندہ نظر آتا ہے، اور یہ زندہ تصویر وہ ہے، جو ناظر کتاب کو اصلی ماخذون کی طرف بے اختیار رجوع کر کے تاریخ بینی کا شوق بڑھاتی ہے، اور افسوس ہوتا ہے کہ ہم کہان تھے جبکہ ہمارے ہی باغون سے جنکی طرف سے ہماری نظرین پھر چکی ہین دوسرون نے پھول اور پتے چنکر ایسے گلدستے تیار کر دیے جنھین دیکھکر حیرت ہوتی ہے،

مجھے یہان یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ فارسی تاریخون کے حوالے جو ترجمے کے حواشی مین اکثر لکھے گئے ہین وہ مصنف کتاب کی طرف سے نہین ہین، یہ قصور میرا ہے، اور اوسکی وجہ یہ ہوئی کہ ترجمہ کرتے وقت مین فارسی تاریخین بالخصوص ظفرنامہ اور تزک تیمور برابر پڑھتا گیا، جہان جہان مجھے معلوم ہوا کہ انگریزی مصنف کا لکھا ہوا مضمون فارسی کتابون مین زیادہ صراحت اور دلبستگی سے اپنے اصلی رنگ مین پڑھا جا سکتا ہے وہان مین نے فارسی کتاب کی جلد اور صفحون کا حوالہ دیدیا، اور کہین کہین فارسی عبارتین یا ان کے ترجمے مختصر طور پر نقل کر دیئے، اسی طرح کہین کہین عبارت کو کھولنے کے لیے مختصر سا حاشیہ بھی لکھا ہے، افسوس ہے کہ مجھے اتنا وقت نہ مل سکا کہ مین ایک مرتبہ پورے غور سے ترجمہ کا اصل سے مقابلہ کر لیتا، ضرور ہے کہ ترجمہ مین غلطیان رہ گئی ہونگی، جسکا افسوس ہے،

مطبع دار المصنفین اعظم گڈھ کا مین بہت ممنون ہون کہ جہانتک صحت ممکن تھی اس صحت اور خوشنمائی کے ساتھ یہ ترجمہ وہان طبع ہو گیا، اور مجھے کاپیان اور پروف دیکھنے

کی زحمت نہ اٹھانی پڑی،

آخر مین مگر سب سے زیادہ مین مسٹر لیمب کا شکرگذار ہون کہ انھون نے مہربانی فرما کر اپنی نہایت دلچسپ اور شیرین کتاب کا ترجمہ شایع کرنے کی مجھے تحریری اجازت دی اور مجھے امید ہے کہ درخواست پر وہ مجھے اپنی دوسری کتاب "چنگیز خان" کے ترجمہ کو شائع کرنے کی بھی اجازت دیدینگے،

حیدرآباد دکن
یکم دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء

محمد عنایت اللہ
ناظم شعبۂ تالیف و ترجمہ

Martin]

امیر تیمور

یہ تصویر امیر کی زندگی میں رنگین بنائی گئی تھی ۔ اس وقت عمر تقریباً پچاس برس کی تھی ۔

۱۳

پانچسو پچاس برس منقضی ہوتے ہین کہ ایک شخص نے دنیا کا مالک بننا چاہا، جس کام مین ہاتھ ڈالا کامیاب ہوا، اسی شخص کو ہم "ٹیمرلین" (تیمور لنگ) کہتے ہین،

ابتدا مین وہ ایک شریف زادہ قلیل مقدرت کا آدمی تھا، ایشیا وسطی مین جسے فاتحون کا مولد کہنا زیبا ہے کچھ زمین اور چند مویشیون کے سوا اور کچھ نہ رکھتا تھا، سکندر کی طرح کسی بادشاہ کا فرزند نہ تھا اور نہ چنگیز خان کی طرح کسی سرخیل کا وارث، فتحمند سکندر کے پاس مقدونیہ کے لوگ اور چنگیز خان کے پاس مغلون کے گروہ شروع ہی سے موجود تھے، مگر تیمور نے خود اپنے لیے ایک قوم فراہم کی،

نصف دنیا سے زیادہ کے لشکرون کو یکے بعد دیگرے مغلوب کیا، شہرون کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ پھینکا، اور پھر جس طرح چاہا انھین از سر نو تعمیر کیا، سڑکین اور راستے ایسے بنائے کہ دو براعظمون کی تجارت کا مال اُن پر سے گذرنے لگا، اقلیمون اور سلطنتون کی دولت اپنے قبضے مین لایا اور جس طرح دل چاہا اسے صرف کیا، پہاڑون کی چوٹیون کو درست کر کے اُن پر نزہت گاہ

تعمیر کئے اور یہ صرف ایک ماہ کے عرصے مین کسی متنفس نے تیمور سے زیادہ غالباً اس بات کی کوشش نہین کی کہ ایک بگڑے ہوئے نظام اشیا کو قابو مین لاکر اسے ایسے قالب مین ڈھال دے جو اپنے دلی منشا سے قریب تر ہو"

پہلے بھی اہل یورپ اسے "ٹیمرلین" (تیمور لنگ) کہتے تھے اور اب بھی اسی نام سے وہ اُن مین مشہور ہے، ہماری عام تاریخون مین جو ملک اس کے زیر نگین تھے انھین "سلطنت تیمور" لکھا جاتا ہے لیکن پانچسو برس پہلے ہمارے بزرگ تیمور کی قلمرو کو "تاتاری" کہتے تھے، وہ دھندلی سی ایک صورت کسی بڑے جابر و سفاک کی اُن کے ذہن مین تھی جو یورپ کے دروازے سے باہر زرین خیمون اور منارون مین گشت لگاتی نظر آتی تھی اور یہ منارے آدمیون کے کٹے ہوے سرون سے چنے ہوتے تھے جنپر رات کے وقت غیبی شعلون کی روشنی چمکا کرتی تھی"!

۱۴ ایشیا اُس سے خوب واقف تھا، اُس پر ناز بھی کرتا تھا اور افسوس بھی، وہان ایسے دشمن بھی تھے جو اُسے ایک بڑا گرگ سیاہ کہتے تھے، مگر اُس کے ہمراہی و ہوا خواہ اُسے شیر ژیان الوہ گیتی ستان کے لقب سے یاد کرتے،

نابینا ملٹن نے عزازیل کی پُرشکوہ تصویر مین جو مہیب رنگ بھرے ہین معلوم ہوتا ہے کہ تیمور لنگ کے [illegible] ون پر غور کرنے کے بعد قلم مین یہ زور آیا تھا،

شعرا نے خیال آفرینیان کین اور مورخون پر سکوت کا عالم رہا کہ تیمور کو کس زمرہ مین تصور کرین، اس کا جواب آسان نہ تھا، کسی شاہی خاندان کا وہ رکن نہ تھا، اپنی ذات سے البتہ ایک شاہی خاندان کی بنا ڈال گیا، وحشیون مین اٹیلا کی شکل نہ تھا، جس نے روما کو غارت کیا تھا، بلکہ باوجود عالمگیر ابتری کے خود اپنا ایک روما صحرا مین آباد کر گیا، تخت شاہی اپنے لیے

آراستہ کیا، لیکن عمر کا بیشتر حصہ گھوڑے کی پیٹھ پر گذرا، تعمیر کی طرف متوجہ ہوا، تو سابق کی کسی عمارت کو پیش نظر نہ رکھا، چٹانون اور پہاڑون کی چوٹیون اور صرف ایک گنبد کو دیکھ کر جسے دمشق مین اس شہر کو جلانے سے پہلے دیکھا تھا اپنی طبیعت کے موافق فن تعمیر مین ایک طرز نو پیدا کیا، تیمور کے ذہن کا یہ خوشنما گول گنبد روسی عمارتون کے لیے نمونہ ہو گیا، ہندوستان مین "تاج محل" کے سر کا تاج بنا، اور "تاج محل" کا بانی تیمور ہی کے پڑپوتون مین سے ایک مغل بادشاہ تھا،

تاریخ نے اس کے زمانے کے یورپ کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، ہمین معلوم ہے کہ ریاست وینس پر مجلس[1] ارکان عشر کو کیا اقتدار حاصل تھا، رینزی[2] (شاعر[3] دانتی کی وفات کے ایک پشت بعد) کیونکر اپنے وقت کا موسی لونی ہو گیا، یہ زمانہ وہ ہے کہ پٹرارک[4] تصنیف مین مصروف ہے اور فرانس مین جنگ صد سالہ[5] بہزار دشواری اپنا دور بے سود پورا کر رہی ہے، اور لیان اور برگنڈی کے لوگ نیم مجنون بادشاہ فرانس چارلس ششم[6] کی بے پروانگاہون

[1] سنہ ۱۳۱۰ء مین جب وینس کی ریاست مین ایک بغاوت ہوئی تو ریاست کی مجلس عظمیٰ نے اپنے ارکان مین سے دس آدمیون کو منتخب کر کے ان کی ایک مجلس "ارکان عشر" کے نام سے مقرر کی تاکہ رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہو، (دیکھو لاج کی کتاب "عہد وسطی کا اختتام" صفحہ ۳۹،) مترجم

[2] رینزی (کولا دی رینزی) اٹلی کا بڑا سیاسی مصلح تھا، (سنہ ۱۳۱۳، سنہ ۱۳۵۴ء) ۲۰ مئی سنہ ۱۳۴۷ء کو ایک بڑے گروہ کا پیشوا بنا اور ٹرائیبیون کا لقب اختیار کر کے دار الحکومت پر چڑھائی کی اور اپنے بنائے ہوئے قوانین جنمین رعایا کی زیادہ بھلائی مدنظر تھی جاری کیے (دیکھو لاج کی کتاب "عہد وسطی کا اختتام" صفحہ ۱۵۶، ۱۶۱) مترجم

[3] اٹلی کا شاعر بے بدل تھا، ولادت سنہ ۱۲۶۵ وفات سنہ ۱۳۲۱ء، مترجم

[4] یہ بھی اٹلی کا مشہور شاعر تھا، ولادت سنہ ۱۳۰۴ وفات سنہ ۱۳۷۴ء، مترجم

[5] جنگ صد سالہ یہ نام ایک بڑی طول و طویل لڑائی کا ہے جو فرانس اور انگلستان مین سنہ ۱۳۳۷ء سے سنہ ۱۴۵۳ء تک پانچ فرانس کے اور پانچ ہی انگلستان کے بادشاہون کے زمانے مین جاری رہی، بنائے مخاصمت فرانس کے کچھ حصے تھے جنکا مالک انگلستان تھا، مترجم

[6] ولادت سنہ ۱۳۶۸ وفات سنہ ۱۴۲۲ء، مترجم۔

کے سامنے پیرس کے قصابون سے بحث مین سرگرم ہین، یورپ اُس وقت نوعمر تھا، بیدار ہوکر عہد وسطیٰ کی ظلمت سے ابھی باہر آیا تھا، نشاۃ جدیدہ[2] کی روشنی نے ابھی تک اوس مین چمک پیدا نہ کی تھی،

تہذیب وتمدن کی نعمتین، کپڑا، کتان، گرم مسالہ، ریشم، لوہا، فولاد، چینی ظروف ان سب کے لیے یورپ کی نظرین مشرق کی طرف لگی رہتی تھین، چاندی، سونا، جواہرات سب مشرق ہی سے آتے تھے، اس خشکی کی تجارت سے وینس اور جنیوا کی ریاستون کو بڑا عروج حاصل ہوگیا تھا، قرطبہ اور اشبیلیہ کی عمارتین، غرناطہ کے محلات اور قصور عربون انے بنائے تھے، قسطنطنیہ کا طرز آدھا مشرقی تھا،

یورپ سے سائبیریا والی ریل کے ایک جنکشن سے قریب پتھر کا ایک ستون لگا ہے، اس ستون کے ایک رُخ "یورپا" اور دوسرے رُخ "ایشیا" لکھا ہے، تیمور کے زمانہ مین یہ ستون ہوتا تو طول بلد کے پچاس درجے ہٹا ہوا مغرب مین وینس کے قریب کہین نصب ہوتا، اوس وقت یورپ وسعت مین ایشیا کے ایک صوبے سے زیادہ نہ ہوتا، اور یہ صوبہ بھی ادنیٰ درجے کے امرا اور کاشتکار غلامون کا ہوتا، جہان کے شہر گاؤن سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے اور زندگی بقول ایک مورخ کے شکایتون اور مصیبتون کی ایک داستان ہوتی،

یورپ کی حالت سے جو اس صدی مین اُس کی تھی ہم خوب واقف ہین لیکن اس منظر

---

[1] چودھوین صدی مین جبکہ چارلس ششم فرانس مین بادشاہ تھا، تو پیرس کے قصاب علانیہ لیڈر بن گئے اور دو برس تک حکومت کرتے رہے، (دیکھو لاج کی کتاب "عہد وسطیٰ کا اختتام" صفحہ ۱۵۶-۱۶۱) مترجم

[2] عہد وسطیٰ کے ختم ہونے پر جو تغیر یورپ مین پیش آیا یا یہ سمجھئے کہ یورپ مین علوم وفنون نے جس طرح دوبارہ زندگی اختیار کی اُسے نشاۃ جدید کہتے ہین،

مین "اس انسان سے آشنا نہین جو دنیا پر حکومت کرنے اٹھا تھا" اُس زمانے کے اہل یورپ تیمور کی
شان و شوکت کو ایک آسیب اور اُس کی سطوت کو شیطان کی قوت سمجھتے تھے، جس وقت یورپ
کی دہلیز پر قدم رکھنے کو ہوا تو یورپ کے تاجدارون نے اوسے نامے لکھے، اور سفارتین "تیمور اعظم
سلطان تاتاری" کی خدمت مین روانہ کین،

انگلستان کے بادشاہ ہنری چہارم نے جو سرحد پار پرشا کے شہ سوارون سے لڑ چکا تھا
اس نامعلوم فاتح کو اُس کی فتوحات پر مبارک باد دی، چارلس چہارم بادشاہ فرانس نے فاتح ذی
وقار شاہ تیمور کی تعریف لکھ کر بھیجی، ہوشیار اور عقلمند اہل جنیوا نے قسطنطنیہ سے باہر تیمور کا عَلَم بلند
کیا، مانیول قیصر قسطنطنیہ نے مدد کے لیے تیمور سے درخواست کی، لرد دون ہنری سوم بادشاہ قشتالیہ
بہ افضال الہی" نے روے دی گونزالیز کلاویجو کو بطور سفیر تیمور کی خدمت مین بھیجا، اور کلاویجو
تیمور کے پیچھے پیچھے سمرقند تک گیا، اور وہان سے واپس آ کر تیمور کے حالات جو خود دیکھے تھے
اپنے بادشاہ کو پیش کیے،

"تیمور لنگ بادشاہ سمرقند" مغلون کی تمام زمینون اور ہندوستان کو فتح کر کے اور ارض
خورشید" (خراسان) کو جو بہت بڑی قلمرو ہے مسخر اور ملک خوارزم کو مطیع اور منقاد فرما کر اور
تمام فارس اور مغربی ایران کو مع تبریز اور سلطانیہ اپنے تصرف مین لا کر اور "ارض حریر" اور ارض
الابواب پر قبضہ کر کے، نیز آرمینیہ کوچک اور ارض روم اور کردستان پر مستولی ہو کر اور شہر یار
ہند کو جنگ مین مغلوب اور اس کی قلمرو کے ایک حصہ پر مسلط ہو کر اور شہر دمشق کو غارت اور بلاد
حلب، بابل و بغداد کو فتح و تاراج کر کے اور ان کے علاوہ اور بہت سے ممالک و دیار
اور بادشاہون کو زیر کر کے اور بہت سی لڑائیون مین فتح پا کر بایزید ترک کے مقابلے مین

آیا جو دنیا کے عظیم الشان بادشاہون مین تھا، بایزید سے لڑا اور فتح پا کر اُسے قید کر لیا۔

یہ بیان کلاویجو کا ہے جو تیمور کی حضور مین پیش ہوا، دربار سمرقند مین حاضر ہو کر اس سفیر نے دنیا کے اکثر فرمانروا خاندانون کی شہزادیون اور چین و مصر کے سفیرون کو دیکھا، فرنگیون کے سفیر ہونے کی وجہ سے اس کی خاطر و مدارات دربار مین اس بنا پر بھی تھی کہ "سمندر مین چھوٹی سے چھوٹی مچھلی کو بھی جگہ مل جاتی ہے"[1]۔

شاہان یورپ کی بزم محتشم مین تیمور کو کرسی نہین دی گئی، تاریخ کے صفحون مین ایک اُڑا ہوا سا نقش اُس خوف و ہراس کا جو یورپ کے دل پر تیمور نے پیدا کیا تھا ملتا ہے، مگر باشندگانِ ایشیا کی نظر مین تیمور اب تک حضرت صاحبقران امیر تیمور گورگان اعظم ہے،

پانچ صدیون کے بعد آج بھی یہ واقعہ اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کے بڑے فاتحون مین تیمور سب سے آخری فاتح تھا، نپولین اور بسمارک اپنی اپنی جگہ پر ہین، ایک ناکام مرا، دوسرا صرف ایک سلطنت کی سیاسی رہنمائی مین ممتاز ہوا، مگر تیمور نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی، جتنی لڑائیان لڑا سب مین جیتا، صرف ایک بڑی سلطنت جو اس سے مقابلہ کی طاقت رکھتی تھی باقی رہ گئی تھی اور اب اُسی سلطنت سے دست و گریبان ہونے کو چلا تھا کہ پیغام اجل آ پہنچا،

تیمور کے عزم کو سمجھنے کے لیے اُس انسان کی زندگی پر غور کرنا چاہیے جس نے فی نفسہٖ عزم کیا تھا، اس غور کے لیے ضروری ہے کہ یورپ کی تاریخون کو بالائے طاق رکھا جائے

[1] "در آن طوی ایلچیان افرنج حاضر بودند و بہرہ ور، مصرع۔
کہ خس نیز در بحر یابد گذر" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۰۰،

موجودہ تہذیب و تمدن اور اس کے تعصبات کی طرف سے آنکھین بند کر لی جائین اور تیمور کو ان لوگون کی نظر سے دیکھا جائے جو گھوڑون پر سوار اس کے ساتھ ساتھ چلتے تھے،
جس طرح کلاویجو سفیر قشتالیہ سے عمل مین آیا اسی طرح ہمارا بھی فرض ہے کہ خوف کے پردون سے نکل کر اور کٹے ہوے سرون کے منارون سے آگے بڑھ کر اور قسطنطنیہ سے گذر کر سامنے کے سمندر کو عبور کر کے ایشیا مین قدم رکھین اور خراسان کی سڑک پر سمرقند کے قصد سے رہ نورد ہو جائین، زمانہ سنہ ہجری کے اعتبار سے ۷۰۰ اور سنہ عیسوی کے لحاظ سے ۱۳۲۵ ہے،
مقام ایک دریا ہے،

بادشاہ قشتالیہ کا سفیر کلاویجو کہتا ہے کہ "یہان کا دریا ان چار دریاؤن مین سے ایک ہے جو جنت سے نکلے ہین، ملک روشن، فرحت انگیز، دلکش اور خوشنما ہے"

سر پر مطلع صاف ہے، دور پہاڑیون کے نیلگون سلسلے اونچے ہوتے ہوتے اُس برفانی چوٹی تک پہنچے ہین جسے تخت سلیمان کہتے ہین، ہر دامن کوہ پر سبزہ زار ہین، چشمے اوپر سے نیچے اترنے مین بازی لگا کر دوڑتے نظر آتے ہین، ان کا پانی اُن بلندیون کی خنکی سے جہان سے یہ اترے ہین اب تک سرد ہے، میدانون مین بھیڑین چرتی ہین اور چرواہے جھبرے ٹٹوؤن پر بیٹھے ہوئے ان کی گلہ بانی کرتے ہین، نیچے گھاٹیون مین گاؤن کے قریب اونچی اونچی گھاس مین مویشی چر رہے ہین،

دریا چونے کے بڑے بڑے چٹانون مین سے پیچ و خم کھاتا ایک لمبی گھاٹی مین آہستہ آہستہ بہتا ہے، یہان شہتوت کے گھنے درختون اور تاکستانون کی کثرت سے اندھیرا سا رہتا ہے، دریا سے نالیان اور نہرین کاٹ کر جو اور دھان کے کھیتون اور خربوزون کی کیاریون مین پانی پہنچایا ہے، آب رسانی کے لیے تالاب جابجا پانی سے بھرے ہین اور ان کے کنارے

رہٹ چلا کر آہستہ آہستہ پانی اوپر چڑھاتے ہیں، پہیوں کی چر چر چوں چوں دور تک سنائی دیتی ہے
اس دریا کو آمو کہتے ہیں، ایران اور توران یا شمال اور جنوب کے درمیان یہ دریا ایک ازمنۂ رفتہ زمانہ سے حدِ فاصل سمجھا گیا ہے، دریا سے جنوب میں خراسان کا ملک ہے جہاں ایرانی فارسی بولتے اور زراعت کرتے ہیں، یہ دستار پوش عافیت پسند ایشیائے عظمیٰ کے شریف اور فقیر ہیں
دریا پار شمال میں توران کا ملک تھا جس سے خانہ بدوش قومیں برآمد ہوئی تھیں، ان کا کام مویشی اور گھوڑے پالنا تھا، یہاں کے لوگ دستار کی جگہ سر پر خود نما ٹوپی پہنتے تھے، سوائے دریا کے کوئی سرحد ملکوں کے درمیان نہ تھی، دریا سے شمال ہی میں وہ ملک تھا جسے ماوراءالنہر کہتے تھے،

یہاں مسافر سمرقند جانے کے لیے دریا اترتا تھا، خشک نالوں اور شاہ بلوط کے گھنے جنگلوں سے گذرتا ہوا ایک درے میں پہنچتا تھا جس کے دونوں پہلوؤں پر سنگ آہک کے پہاڑ سے چھ سو فٹ بلند دیواروں کی طرح سیدھے کھڑے تھے، یہاں معلوم ہوتا تھا کہ آواز کی گونج بولنے والے کو منھ چڑھا چڑھا کر برا بھلا کہتی ہے، اس سرخ رنگ درے کا نام دربند آہنین (یا باب الحدید) تھا، یہاں تاریکی میں جہاں راستہ اتنا تنگ تھا کہ دو اونٹوں سے زیادہ دوش بدوش نہ گذر سکتے تھے کچھ لوگ سانولی صورتوں کے برچھوں پر سہارا لیے کھڑے تھے اور ہر مسافر کو جو ادھر سے نکلتا غور سے دیکھتے تھے،

یہ بھاری بھرکم آدمی ہوتے تھے، مونچھیں پتلی لکیر سی ہونٹ پر سے ہوتی ہوئی باچھوں کے پاس آتے ہی ٹھوڑی پر جھک پڑی تھیں، بات آہستہ اور بول کھینچ کر نکالتے تھے، باریک لوہے کی کڑیوں کی زرہ پہنتے اور سر کے خود میں گھوڑے کی دم کا طرہ لگاتے، یہ ملک تاتار کے

محافظ تھے،[۵۱]

باب الحدید کے بعد پہلی کاروان سرائے جو آتی تھی وہ ایک پر فضا مقام مین جو ہر طرف پہاڑیون سے گھرا ہوا تھا واقع تھی، اور بیچ مین اس کا دریا اپنا الگ تھا، اس کاروان سرائے کا نام لوگون نے شہر سبز رکھدیا تھا، شہر کے گرد ایک خندق پانی سے بھری تھی، زرد آلو اور خوبانی کے سفید اور گلابی پھولون بھرے درختون سے اوپر مقبرون کے اجلے اجلے گنبد اور مسجدون کے مینار جیسے نیزے علم ہون نظر آتے تھے، یہ گنبد اور مینار اتنے بلند تھے کہ ان پر سے شہر کی نگہبانی ہو سکتی تھی، یہی شہر سبز تیمور کا مولد تھا[۵۲]، اور اس شہر سے اُسے بہت محبت تھی، رہنے کا گھر لکڑی اور کچی اینٹون کا تھا، صحن کے گرد چار دیواری تھی اور اسی مین ایک باغچہ بھی تھا، چھت مسطح تھی، اور اس کی منڈیرین ایسی تھین جہان سے ایک لڑکا سب کی آنکھون سے اوجھل چپکا بیٹھا موذن کی آواز سنا کرے اور یہ وہ وقت ہو جب کھیتون سے بھیڑین اور مویشی اپنے اپنے گھرون کو آتے ہون،

اس شہر مین ایسے لوگ بھی آمد و رفت رکھتے تھے جنکی ڈاڑھیان لمبی اور جبے ریشمین ہوتے تھے، غالیچے بچھا کر بیٹھ جاتے اور قافلون کا ذکر کرتے یا جو کچھ سفر مین پیش آیا اسے بیان کرتے مگر لڑائی کا ذکر ضرور ہوتا، کیونکہ جنگ کا تاریک بادل شہر سبز کی وادی پر چھایا ہوا تھا،

"انسان کے لیے راستہ یا طریقہ ایک ہی ہوا کرتا ہے" یہ جملہ تیمور اکثر لوگون کی زبان سے سنا کرتا تھا،

---

[۵۱] دیکھو تعلیقہ نمبر ۹،

[۵۲] تیمور شب سہ شنبہ ۲۵ شعبان ۷۳۶ ہجری شہر سبز مین پیدا ہوا تھا، ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰،

لیکن وہ ایسی باتون کو سمجھنے کے لیے اپنا دماغ پریشان نہ کرتا تھا، کلام مجید پڑھا تھا لیکن اس کے معنی نہ سمجھنے کی وجہ سے پورا اثر نہ تھا، البتہ بڑے بوڑھون کا کہنا اس کے لیے سب سے بڑا قانون تھا، لڑکون کو اپنے ہتیارون کی حفاظت اور دیکھ بھال کا بڑا خیال ہوا کرتا ہے، بڑے غور طلب سوال ان کے لیے یہی ہوتے ہین کہ نیام مین جو تلوار ہے وہ معلوم نہین اندر سے کیسی ہے یا برچھی کی انی ٹوٹ جانے کے کیا معنی ہوئے،

یہ لڑکے گھوڑون مین پل کر بڑے ہوئے تھے، سمرقند کی سڑک کے کنارے میدانون مین گھوڑ دوڑ کیا کرتے، تیر کمان سے بٹیرون اور لومڑیون کا شکار کرتے، لڑائی اور شکار کی چیزون کو جو بھلی معلوم ہوتین یادگار کے طور پر پہاڑ کے ایک غار مین جمع کرتے، یہ مقام جو پہاڑون مین ایک باہر کو نکلے ہوئے چٹان کی جڑ مین تھا ان لوگون کا گویا قلعہ تھا، ادھر میدان مین گئے تسوتے اور گھوڑے چرتے رہتے اُدھر یہ لڑکے ٹولیان بنا کر اس فرضی قلعہ کا محاصرہ کرتے، تیمور ان جھوٹ موٹ کی لڑائیون مین سب کا سردار بنتا[1] ان نوعمر سپاہیون مین تین چار سے زیادہ اس کے ساتھی نہ تھے،

تیمور بڑی متانت اور تن دہی سے ہر کھیل مین مصروف ہوتا، کبھی ہنستا نہ تھا، گھوڑے بھی اس کے دوسرون سے کچھ اچھے نہ ہوتے تھے لیکن اپنے ساتھیون مین وہ سب سے بہتر سوار تھا، اور جب یہ لڑکے اتنی عمر کے ہوے کہ شکار کھیلنے کے لیے ان کو سچ مچ کی تلوارین ملین تو ہتھیار چلانے مین تیمور سب کا استاد نکلا،

تیمور مین یہ متانت غالباً تنہا بسری نے پیدا کی تھی، ابھی بچہ ہی تھا کہ ماں کا انتقال ہو گیا

---

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحات ۱۴۷-۱۵۱،

اور باپ جو تاتاری قبیلہ برلاس کا سرخیل تھا اپنا وقت اکثر سبز پوش درویشون کی صحبت مین بسر کرتا تھا، یہ بزرگ وہ تھے جو حج اور زیارت کا شرف حاصل کر کے لوگون مین تقدس حاصل کر چکے تھے، تیمور کے ہر وقت کے یارون مین شکرے، کتے اور اس کے ہجولی تھے، گھر مین صرف دو نوکر تھے اور گھوڑے اتنے بھی نہ تھے کہ آدھا اصطبل بھر جاتا، باپ سردار تھا مگر کسی قسم کی حکومت نہ رکھتا تھا، لیکن ایسے بزرگون کا نام لیوا تھا جنھون نے لڑائیون مین بڑا نام پیدا کیا تھا بہر کیف مفلس و تنگدست تھا،

لڑکا گھوڑے پر سوار کھیتون مین چکر لگایا کرتا، اکثر اپنے جھوٹ موٹ کے قلعہ مین جو پہاڑ کی چوٹی پر تھا اکیلا بیٹھا سمرقند کی سڑک کو دیکھا کرتا، یہان ایران کے دولتمند تاجر گھوڑون پر سوار نظر آتے، ایرانی عورتین بھی ساتھ ہوتین، ان کے گرد مسلح سپاہی حفاظت کے لیے ہوتے مگر تاتاری عورتین منھ پر نقاب نہ ڈالتی تھین، دبلے سوکھے عرب سوداگر گھوڑون کی قطارون کیساتھ پیدل ہوتے، ولایت خطا کی زری و زربفت اور بلاد شمال کے کارگاہون کا ابریشم اور غالیچے ان کے ساتھ ہوتے، زرد زرد غبار سے کبھی کبھی بردہ فروشون اور فقیرون کا قافلہ بھی نکلتا نظر آتا، ان کے ساتھ غلام ہوتے، فقیرون کے ہاتھ مین عصا اور کچکول ہوتا، ان مین کچھ پیر و درویش بھی ہین جو لوگون کو مرید بنانے کی تلاش مین نکلے ہین،

کبھی کبھی کوئی یہودی خچر پر سوار یا کوئی دبلا سوکھا ہندو افغانی رہزنون کے قصے سناتا نکلتا، شام ہوتے ہی قافلے والے اپنے خیمے نصب کرتے، وہین جانورون کو باندھتے، کھانا پکانے کے لیے آگ جلاتے اور اس آگ کے دھوئین مین سے گوبر اور لید کی بو آتی تیمور ان مسافرون کے حلقے سے باہر کہین زمین پر آرام سے بیٹھ جاتا اور چند دن کے مول

تول کی باتین اور سمرقند کے حالات جو کچھ ان کی زبان سے نکلتے انھین سنا کرتا، اور جب باپ خفا ہوتا کہ کیون قافلے والون مین جا کر بیٹھا تھا تو یہی جواب دیتا کہ انسان کے لیے راستہ یا طریقہ ایک ہی ہوا کرتا ہے۔"

دوسرا باب

سر پر خود رکھنے والے

شہر سبز کی وادی اور جو کچھ اس وادی مین تھا سب قبیلہ برلاس کی میراث تھا، لیکن یہ نہین کہہ سکتے کہ جو کچھ وہان تھا قبیلہ برلاس اس کا مالک بھی تھا، کھیتی باڑی کرنے اور چوپائے چرانے کے حقوق، فربہ مویشی، علف زار اور تاکستان جب تک ان پر قبضہ رکھ سکین سب انھین کا مال تھے، اور یہ چیزین خان نے جس کی حکومت پہاڑون کے دوسری طرف تھی برلاس کے بزرگون کو مدت سے دے رکھی تھین، برلاس کا حال اسکاٹ لینڈ کے جرگون کا سا تھا کہ محض اپنے سرداد کی لیاقت اور مرتبے کی وجہ سے زمین پر قبضہ رکھتے تھے، برلاس تاتاری تھے، لمبے لمبے ہاتھ پاؤن بھکلا چوڑا ہاڑ، منھ پر ڈاڑھیان، چہرے دھوپ سے جھلسے ہوئے، گھوڑے کی پیٹھ چھوڑ کبھی پیدل چلنا ہوا تو بہت تنتے اکڑتے گردن سیدھی کئے چلتے اور مڑکر جب ہی دیکھتے کہ اپنے سے بڑھکر کوئی تاتاری قریب سے گذرتا،

سب لوگون کے پاس کثرت سے مضبوط و جفاکش گھوڑے، پہاڑی راستون مین چلنے کے مشاق رہا کرتے تھے، ایسے قسمت ور اُن مین کم تھے جن کے پاس تیز رفتار نسل کے جانور یا چوگان مین دوڑنے کی مہارت رکھنے والے یابو موجود ہون، گھوڑون کی راسون

پر چاندی کا بھاری کام ہوتا تھا اور کاٹھیون پر ریشم کے کڑھے ہوئے زین پوش ڈالنے کا انھین شوق تھا۔ ان تاتاریون مین غریب سے غریب آدمی کو بھی یہ گوارا نہ تھا کہ بغیر گھوڑے پر سوار ہوئے اپنے خیمہ سے مسجد تک آئے،

خیمون مین رہنا وہ پسند ہی نہ کرتے تھے بلکہ سکونت کا یہ طریقہ ان کا قدیم تھا۔ ان کا قول تھا کہ برج اور گنبد بزدل بنایا کرتے ہین تا کہ ان مین چھپے بیٹھے رہین۔ تاتاریون کے برج اور گنبد سفید نمدے کے ہوتے تھے یا تنبو اور شامیانے ہوتے تھے جنھین قالینون کا فرش ہوتا تھا۔ برلاس مین ایسے لوگ بھی تھے جن کے پاس شہر مین ایسے مکانات تھے جہان وہ مسلمان بھائیون کو دعوت دے سکین اور جہان اُن کے اہل و عیال خطرے کے وقت حفاظت سے رہ سکین اس زمانے سے سو برس پہلے یہ تاتاری خانہ بدوش رہتے تھے، چراگاہون کی تلاش مین سر بصحرا پھرا کرتے تھے۔ جنگ و پیکار نے ان کے بزرگون کو ایشیا کے زیادہ تر حصون کا مالک بنا دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ لڑائی کے دھنی بلکہ جمکر لڑنے والے تھے، کسی کا قول ان مین چلا آتا تھا کہ "ریت کے ذرے پھونک سے اتنی آسانی سے نہین اُڑتے جتنی آسانی سے انسان کی دولت اڑ جاتی ہے" اس قول کی سچائی سے برلاس بخوبی واقف تھے،

لہ تیمور کے قبیلہ برلاس کو عجیب عجیب نامون سے پکارا گیا ہے۔ کبھی انھین دیو و عفریت اور کبھی قوی ہیکل مردان کارزار لکھا ہے۔ لیکن کثرت رائے اسی پر ہے کہ ان کو تاتاری کہا جاے۔ ان کے پرانے مورخون نے بھی انھین تاتاری لکھا ہے برلاس کا قبیلہ شمالی ایشیا کے ان قبائل مین سے تھا جن کو قدیم زمانہ مین یورپ کے مورخون نے "سیتھین" کے نام سے اور کبھی "ترک" کے نام سے منسوب کیا تھا۔ یہ لوگ شمال کے ملکون سے یہان کی سرسبز و شاداب زمینون مین مظلوم گروہون کے ساتھ آئے تھے، (مصنف)

خوب سیر ہو کر کھاتے تھے اور بہت کھاتے تھے شراب پینے کے وقت آنکھون مین آنسو آجاتے ہون تو آجاتے ہون مگر لڑائی مین وہ ہمیشہ ہنستے ہی رہتے تھے، شاید ہی کوئی ان مین ایسا تھا جس کے جسم پر زخمون کے سفید سفید داغ نہ ہوتے ہون، اور بہت کم ایسے تھے جو گھر کی چھت کے نیچے مرتے ہون، اکثر لوگ ہلکی سی زرہ فولاد کی کڑیون کی اور اس پر ایک ڈھیلا ڈھالا جبہ دھاردار ریشمین کپڑے کا پہنے پھرا کرتے تھے، صحرا کی لڑائیون مین کمال دکھانا اب تک ان کی طبیعت کا سب سے بڑا جوہر تھا،

شکار کھیلنے کا شوق جنون کے درجے کو پہنچا ہوا تھا، لڑائی اور لڑائی کے درمیان جو زمانۂ امن کا آتا تھا اس مین بھیڑون اور مویشیون کی گلہ بانی چھوڑ کر ہاتھون پر باز اور شکرے بٹھا خیمون سے باہر نکل پڑتے تھے، شکرے وہ پہاڑی لوگون سے خریدا کرتے تھے، اچھا شکرہ جس کے پاس ہوا وہ درجہ مین بڑا اور زرین پرون کا عقاب جو بارہ سنگھے پر چھوڑا جائے کسی کے پاس نکلا تو اس کا کل خاندان نہایت واجب التعظیم مانا جاتا تھا، بعض لوگ چیتون سے شکار کھیلتے تھے جن کی آنکھون پر پٹی باندھکر گھوڑے پر سامنے بٹھا لیتے تھے، اور انھین ہرنون پر چھوڑ کر خود تماشا دیکھتے تھے،

لمبی اور بھاری کمان سے تیر چلانے مین کمال رکھتے تھے[1]، وہ ہرے پھل کے تیرون سے پرندون کا شکار کرتے اور شیر کے شکار کو پیدل نکل جاتے، جس وقت دسترخوان پر کھانے بیٹھتے تو ایک ہی قاب سے سب جھک جھک کر نوالے اٹھاتے، کتے ان کے پیچھے پاس ہی بیٹھے ہوتے، باز اور شکرے انگلیون پر بیٹھے چیچیا کرتے، شکار کا گوشت اور گھوڑے

---

[1] دیکھو تعلیقہ نمبر ۲،

گوشت ان کی بڑی پسندیدہ غذا تھی، اور عربون کی طرح اونٹ کے پٹھے کا گوشت بھی بڑی رغبت سے کھاتے تھے،

عربون کی شجاعت و مروّت کی تعریف مین زبان خشک رہتی اور انھی ریگستانی خانہ بدوشون کی طرح وہ بھی جب تک گھوڑون پر سوار ہو کر شکار یا لڑائی کو نہ نکلتے دل تنگ و بے قرار رہتے، زیادہ تر اپنا وقت شاہ سازش کے دربار مین گذارتے تھے،

برلاس کو بھی اپنے اوپر وہی فخر و ناز تھا جو عام جنگجو قومون کو ہوا کرتا ہے، یہ درحقیقت اہل سیف تھے، ایرانی تاجرون اور زمیندارون مین شادی بیاہ کرنے کو نسل کا غارت کرنا سمجھتے تھے، چونکہ کاروبار بنج بیپار جانتے نہ تھے اس لیے جلد تباہ ہو جانے کی راہین اُنکے لیے کھلی ہوئی تھین،

۲۴ فیاضی و سخاوت مین جس طرح عقل سے دور تھے اسی طرح ان کی سرکشی و جفاکاری بھی عقل کے خلاف تھی، ضیافتون مین مال اور جائداد سب اُڑا دیتے تھے، یا سب رہن رکھدیتے تھے، مہمان نوازی کو وہ سب سے بڑا فرض جانتے تھے، اُن کے گھرون کے صحن مین مسافر بھرے رہتے تھے اور گھر کی بھیڑین ایک ایک کرکے دیگ مین پہنچ جاتی تھین،

شہر سبز کی وادی مین جو لوگ اور آباد تھے ان کی حالت تاتاریون سے بہتر تھی، ایرانی کاشتکار تالابون کی درمیانی زمینون مین اپنے کھیتون کے انتظام مین بہت اطمینان سے مصروف رہتے، سرت لوگ یعنی شہرون کے رہنے والے بازارون مین اپنی اپنی دوکانون مین بیٹھے ہوتے، ایرانی امرا قماربازی کرتے یا عیش باغ بناتے، کوئی دین کی باتون مین وقت صرف کرتا، کوئی قاریون کو بلا کر قرآن سنتا، یہ دستارپوش بزرگ بڑے

پابند شرع ہوتے، لیکن سر پر خود رکھنے والے ابتک چنگیز خانی قوانین کے پابند تھے،

قبیلہ برلاس کی حالت اس وجہ سے اور بھی خراب تھی کہ اس وقت کوئی ان کا سردار نہ تھا، طراغائی کچھ زمانہ ہوا کہ ان کی سرداری کرتا تھا، یہ بہت نرم دل مگر خود دار شخص تھا، اپنے زمانہ کے مشائخ کی پند و نصیحت سے ایک خانقاہ مین گوشہ نشینی اختیار کرکے یاد الٰہی مین مصروف ہو گیا تھا، یہی طراغائی تیمور کا باپ تھا، شہر سبز سے باہر مٹی کا قصر سپید جس مین طراغائی رہا کرتا تھا، اب خالی پڑا تھا،

طراغائی نے ایک دن اپنے فرزند سے کہا کہ "دنیا سونے کا ایک برتن ہے جسمین سانپ اور بچھو بھرے ہین مین دنیا سے بیزار ہو چکا ہون"

جس طرح باپ اپنے بیٹون کو نصیحتین کیا کرتے ہین طراغائی بھی تیمور کے سامنے اپنے بزرگون کی ذہانت و لیاقت، شان و عظمت کا ذکر کیا کرتا تھا کہ کس طرح یہ لوگ یہان سے بہت دور شمال مین پہاڑی زمینون کے جو دشت گوبی سے بھی شمال مین واقع ہین مالک تھے، طراغائی کی باتین زمانہ بت پرستی کی دلچسپ کہانیان ہوتی تھین، گو دنیا سے ہاتھ کھینچ چکا تھا مگر ان باتون کو دہرانے مین ایک خاص لطف اُسے حاصل ہوتا تھا، کبھی اپنے قبیلہ کے فوجی امیرون کا ذکر کرتا کہ کس طرح مویشیون اور لشکرون کو ساتھ لیے گشت کیا کرتے تھے، پہاڑون پر جب برف گرتی تو نیچے اُتر آتے اور جب برف پگھلتی تو پھر پہاڑون پر پہنچ جاتے، کاروان کی سڑکون پر کمین گاہون مین بیٹھ جاتے اور اپنے عَلَم کے سایہ مین جس پر سینگھ بنے تھے چلتے چلتے ملک ختا تک پہنچ جاتے، پورا قبیلہ پانچسو میل کی کوہستانی زمین پر دو دو مہینے تک سیر و شکار مین مصروف رہتا، کبھی سپید رنگ گھوڑون کی قربانی کا ذکر

کرتا جو قبیلے کے سردار کی قبر پر ذبح کئے جاتے تھے، اور پھر کہتا کہ آسمان کے دروازے مین جہان شمال کے ستارے روشن ہوتے ہین یہ گھوڑے داخل ہو جاتے تھے تا کہ ان روحون کی خدمت کرین جو آسمانون سے بھی اوپر کسی طبقہ مین رہتی ہین،

کبھی ملک خطا کی اُن شہزادیون کے نام لیتا جو اپنے ملک سے خانانِ تاتار کے پاس بیاہی آئین، اور جہیز مین حریر و کتان اور عاج کی نقشین چیزین گاڑیون مین بھر کر ساتھ لائین، اور کبھی بتاتا کہ ظفر مند خانانِ تاتار جس پیالہ سے منہ لگا کر گھوڑی کا دودھ پیتے تھے وہ دشمن کے کاسۂ سر کا ہوتا تھا اور اس پر سونا منڈھا ہوتا تھا،

۲۵

طراغائی تیمور سے کہتا کہ بس، بیٹا یہ حالت اس وقت تک رہی کہ چنگیز خان اپنے مغلون کو لیکر دنیا کی تسخیر کو اٹھا اور تقدیر مین یونہی اترا تھا، اور جب موت کا فرشتہ سرھانے آیا تو چنگیز نے اس عالم کو الوداع کہا، اور دنیا کو چار سلطنتون مین تقسیم کر کے اپنے تینون پس ماندہ فرزندون اور بڑے فرزند کی اولاد مین جو باپ کی زندگی ہی مین مر گیا تھا بانٹ گیا،

چغتائی کو اپنی سلطنت کا وہ ٹکڑا دے گیا جس مین ہم آباد ہین، لیکن چغتائی کی اولاد شراب و شکار مین مصروف ہو کر تباہ ہونی شروع ہوئی، مگر بالکل تباہ نہ ہونے پائی تھی کہ نقل مکان کر کے شمال کے پہاڑون مین چلی گئی اور اب انھی پہاڑون مین خانِ اعظم جو نسل چنگیز کی یادگار ہونے کی وجہ سے "ترا" کہلاتا ہے عیش و عشرت اور لہو و لعب مین زندگی بسر کر رہا ہے، اور ماوراءالنہر کی حکومت اس نے امیر قرغن کو جس کا لقب شاہ ساز ہے سپرد کر دی ہے، آگے کا حال تم جانتے ہی ہو،

طراغائی نے اپنی گفتگو بہت دل گیر ہو کر اس جملے پر ختم کی کہ

"اے نورِ بصر، مین کبھی گوارا نہ کرون گا کہ تم اللہ کے حکمون سے جس کے رسول پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم ہین کبھی روگردانی کرو، سادات کی عزت کرو، درویشون سے اپنے حق مین دعاے خیر طلب کرو، دین کے چارون ارکان یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے پابند رہو۔"

طراغائی نے تیمورؔ کو اس کے حال پر چھوڑا، لیکن خانقاہ کے لوگون نے اس لڑکے کی طرف توجہ کی اور ایک پیرانہ سال سیّد نے دیکھ کر کہ یہ معصوم ایک گوشہ مین بیٹھا کلام مجید پڑھتا ہے اس کا نام پوچھا،

جواب دیا، "میرا نام تیمور ہے"،

بڈھے سیّد نے جھک کر قرآن شریف مین وہ مقام دیکھا جہان تیمورؔ پڑہ رہا تھا اور اس آیت کریمہ کو دیکھکر آواز سے پڑھا، اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ (تم اللہ کی مدد کرو، تو اللہ تمھاری مدد کریگا اور تمھین ثابت قدم فرمائے گا)

اس آیت کا تیمورؔ نے بیحد خیال کیا، اسے چوگان اور شطرنج کھیلنے کا بہت شوق تھا لیکن اس حکم سے خبردار ہونے کے بعد مدت تک ان کھیلون سے پرہیز کیا، اور جب راہ مین ایک درویش کو بیٹھے دیکھا تو گھوڑے سے اتر پڑا اور درویش کی خدمت مین حاضر ہو کر دعاے خیر کا متمنی ہوا، تیمور حافظِ قرآن نہ تھا، مگر یہ آیت کریمہ اتنی مرتبہ پڑھی کہ برزبان ہوگئی،

---

[1] یورپین زبانون مین تیمور کو "ٹمرلین" کہتے اور لکھتے ہین، ٹمرلین دراصل تیمور لنگ کی خرابی ہے، تیمور کے معنی لوہے کے ہین، جبتک لنگ نہین کرتا تھا نام تیمور رہا، لیکن جب پاؤن مین ایک تیر کے لگنے سے لنگڑا ہوا تو اس کا نام تیمور لنگ مشہور ہوا، ایشیا کے لوگ تیمور کو ہمیشہ امیر تیمور گورگان لکھتے ہین، البتہ جہان اس پر غصہ ظاہر کر کے سخت الفاظ سے یاد کرنا چاہتے ہین تو تیمور لنگ لکھنے لگتے ہین، (مصنف)

۲۶

اس زمانہ مین اس کی عمر سترہ برس کی تھی | مسجد مین اکثر حاضر ہوتا جہان علمار و فقہا کا مجمع رہتا لوگ ان کا درس سننے حاضر ہوتے، تیمور سب کے پیچھے جا بیٹھتا، بیان ہوا ہے کہ ایک بزرگ نے جنکا نام زین الدین تھا تیمور کو اس طرح بیٹھے ہوے دیکھا، لڑکے کو قریب بلایا اور اپنی ٹوپی اور چادر اور ایک انگوٹھی جس مین فیروزہ جڑا تھا اسے عطا کی، مولٰسنا زین الدین بڑے دانشمند تھے، دنیا کی عقل اُن مین بہت تھی، اور قوم کی سرداری کرنی خوب جانتے تھے، تیمور نے ان کی متوجہ نظر اور بھاری آواز کو ہمیشہ یاد رکھا، اور جو چیزین انھون نے عنایت فرمائی تھین وہ بھی اسے ہمیشہ یاد رہین،

اس وقت برلاس کا سردار اگر کوئی تھا تو وہ حاجی برلاس، تیمور کا حقیقی چچا تھا، شہر سبز مین سکونت کم رکھتا تھا، حج بیت اللہ سے مشرف ہو چکا تھا، تیمور سے اُسے کچھ محبت نہ تھی، حاجی برلاس آتش مزاج، شکی اور افسردہ طبیعت کا آدمی تھا، اس کے زمانے مین برلاس کی حالت اور بھی ردی ہو گئی،

نتیجہ یہ ہوا کہ برلاس کے بہت سے بہادر اور امرار امیر قزغن شاہ ساز کے دربار مین حاضر ہو گئے، تیمور بھی اپنے والد کے کہنے سے وہین چلا گیا،

تیسرا باب

شاہ ساز، سالی سرائے

اس وقت تیمور (ہم ابھی اسے تمرلین نہین کہہ سکتے) ایک نوجوان امیرزادہ بیکار و بے روزگار تھا، لیکن تیمور کی بیکاری بھی چستی و ہاکاری سے کم نہ تھی، قوی الجثہ، توانا و تندرست چوڑا سینہ لمبے ہاتھ پاؤن تھے، بڑا سر تھا جو گردن پر خوبصورتی سے رکھا تھا، کشادہ پیشانی تھا، آنکھین بڑی تھین، سیاہ پتلیان حلقۂ چشم مین آہستہ آہستہ گردش کرتی تھین، جس کو دیکھتین براہ راست دیکھتین، رخسارون کی ہڈیان دور دور اور ابھری ہوئی تھین، دہن اپنی قوم والون کی طرح چوڑا تھا جو علامت تھی کہ طبیعت ہر چیز سے جلد متأثر ہوتی ہے، کم گو، آواز بھاری اور تیز، تمسخر یا مزاح طبیعت مین مطلق نہ تھا، تمام عمر کسی لطیفے کی داد نہ دی تھی،

تیمور کی ایک اڑتی سی جھلک اس طرح دیکھنے مین آتی ہے کہ ایک وسیع میدان ہے تیمور اپنے دوستون کے ساتھ ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا سرپٹ ڈالے جا رہا ہے، یکایک راہ مین ایک خشک نالا آتا ہے جو عریض بھی ہے اور عمیق بھی، اتنا دیکھتے ہی راسین کھینچ گھوڑے کو روکنا چاہا، مگر بن نہ پڑا، فوراً کاٹھی پر سنبھل نالا کودنا چاہا، گھوڑے نے

جست کی مگر پورا نالا نہ کود سکا، دوسرے کنارے پر پہنچا تھا کہ پچھلے پاؤن پھسلا، تیمور فوڑا رکابون سے پاؤن نکال اچھل کر دور جا کھڑا ہوا، مگر گھوڑا گرتے ہی بیکار ہوگیا، تیمور نالے مین سے چکر کاٹتا ہوا باہر نکل دوستون سے جاملا، اور ایک نئے مرکب پر سوار ہوا،

اب روشنی کم ہونی شروع ہوئی، سوارون نے گھر کا رخ کیا، مگر تاریکی اور بارش کا زور ایسا بڑھا کہ اس پتھریلے میدان مین سب رستہ بھول گئے، سردی سے برا حال تھا کہ اتنے مین دو تین کالے کالے ڈھیر سے نظر آئے جو دور سے قبے دار خیمے معلوم ہوتے تھے ساتھیون نے کہا کہ یہ ریت کے ٹیلے ہین تیمور نے راسین گھوڑے کی گردن پر ڈال اسکی ایال زور سے پکڑلی، گھوڑا فوڑا گردن سیدھی کرکے ہنہنانے لگا، اس کے بعد تیمور اُن ٹیلون کی طرف بڑھا، کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ایک روشنی نظر آئی اور اب تک جو کالے کالے ڈھیر بارش مین اچھی طرح نظر نہ آتے تھے وہ سیاہ نمدے کے خیمے نکلے۔ آگے چلے تو کتے جھپٹ جھپٹ کر آئے اور خیمے والون نے یہ سمجھ کر کہ لٹیرے آگئے فوڑا ہتیار سنبھالے،

تیمور نے زور سے کہا "خیمے والو گھبراؤ نہین، مین امیر طراغائی کا فرزند ہون"

اتنا سنتے ہی ہتیار ایک طرف کو پھینک خیمہ والون نے مہمان نوازی شروع کی، دیگچیون مین شوربا آگ پر گرم ہونے لگا، خشک سی جگہ دیکھکر مہانون کے آرام کرنے کے لیے گدّے بچھائے گیے مگر اُن مین کھٹمل اتنے تھے کہ تیمور کو نیند نہ آئی، ناچار اٹھکر آگ کے پاس جا بیٹھا اور آگ تیز کرکے قصے کہانیان سنانے لگا، ڈیرون مین سے میزبان نکلکر اس کے پاس کہانیان سننے آن بیٹھے اور اسی شغل مین صبح ہوگئی اور بارش کا طوفان بھی بند ہوا، اس واقعہ کے برسون بعد تیمور نے ان سیاہ خیمے والے خاندانون کو بہت کچھ

۲۸

انعام و اکرام بھیجا،

اسلام کے اس ابتدائی زمانہ مین مہمان نوازی ایک وجوب کے طور پر تسلیم کیگئی تھی، اور اس کا بدل بھی سوائے مہمان نوازی کے اور کسی چیز سے ممکن نہ تھا، تاتاری بڑے بادیہ گرد تھے، اور تیمور کا حال یہ تھا کہ سمرقند سے خراسان تک ہر خیمے اور مکان کے صحن مین اوس کو داخل ہونے کی اجازت ملی ہوئی تھی، معدودے چند دوستون کو ساتھ لیے پہاڑون کے پرخطر راستون مین یا صحرا کے کنارے کنارے پندرہ پندرہ دن مین ایک ایک ہزار میل کا سفر کرلیتا تھا اور سامان سفر مین سوائے ایک تلوار اور ہلکی سی کمان کے اور کچھ نہ ہوتا تھا، منزل گاہون مین جہان قافلے ٹھہرا کرتے تھے گذر ہوتا تو عرب اس سے باتین کرتے اور یہ معلوم کرکے کہ وہ ایک بڑے سردار کا فرزند ہے اس کے آنے کو باعث عزت سمجھتے، پہاڑی لوگ جو سونے کے ذرّے نکالنے کے لیے دریا کا ریت دھویا کرتے تھے تیمور کو طرح طرح کے حالات اپنے گھوڑون اور غیر قبیلون کی عورتون کے سناتے، راہ مین تاتاری جرگون کے سردارون سے ان کے قلعون مین ملاقات کرکے شطرنج کھیلتا، انھی سردارون نے ایک دن تیمور سے کہا کہ "امیر قزغن نے تمھین سالی سرائے مین طلب کیا ہے"۔

تیمور کو اپنے باپ کی جائداد کا جو کچھ بھی وہ باقی تھی بہت خیال رہتا تھا، بھیڑون کو کئی گلون مین تقسیم کرکے چرواہون کے سپرد کیا، ان کے دودھ مکھن اور اون کا چوتھائی حصہ رکھوالی کی اجرت قرار دی، بکریون، گھوڑون اور اونٹون کی حفاظت کا بندوبست بھی اسی طریقہ سے کیا، ان چیزون کے سوا اور کسی مال یا جائداد کا ذکر پڑھنے مین نہین آیا،

گھوڑون مین جو سب سے تیز رفتار تھے تیمور نے اب انھین اپنے ساتھ لیا، ایک لڑکا بھی خدمت کے لیے تھا، یہ خانہ زاد تھا، غرض اس سامان کیساتھ تیمور پہاڑون مین سے ہوتا ہوا جنوب مین دریائے آمو کی طرف چل پڑا، شاید نارمن کی حکومت کے زمانہ مین انگلستان کا کوئی ہتیار بند نوعمر اسکوائر (شریف) بھی اتنے ہی سامان کیساتھ اپنے بادشاہ کی حضور مین حاضر ہوتا ہو مگر اتنا فرق ضرور ہوتا ہوگا کہ انگلستان کا شریف زادہ نہ تو پاؤن پر موٹے دانے دار کیمخت کے موزے چڑھائے ہوگا | اور نہ اس کے سر پر سفید نمدے کی قاقم کی گوٹ لگی اونچی ٹوپی ہوگی اور نہ گلے مین گھوڑے کی کھال کے مداخلون کا نیمہ آستین ہوگا، اور نہ چمڑے کی پیٹی چاندی اور فیروزون کے بھاری کام کی کمر مین لگی ہوگی، اور تیمور کی طرح وہ کس مپرسی کے عالم مین بھی نہ ہوگا، کیونکہ اس وقت تیمور کی مان کا انتقال ہو چکا تھا اور باپ ایک مدت سے خانقاہ نشین تھا، عزیز اور اقارب ایسے تھے کہ ہر وقت دشمنی پر کمر باندھے تھے، غرض تیمور وطن سے نکل ایک آوارہ گرد آفاقی کی طرح ایسے سرکیف لڑنیوالون مین شامل ہوگیا جنکا کوئی بادشاہ نہ تھا،

امیر قزغن نے ایک دن بہ آواز بلند کہا "دین سے قطع نظر کرکے سب بھائی بھائی ہین" بہت سی نگاہین تیمور کی طرف تھین، کوئی اس کی شہسواری کا اندازہ کرتا تھا، کوئی یہ دیکھتا تھا کہ تیغ آزمائی کے معرکون مین جہان ذراسی چوک مین کام تمام ہوتا تھا، تلوار کیسی چلاتا ہے، طراغائی قبیلہ برلاس کا امیر تھا اور اسی امیر کا بیٹا تیمور تھا،

لیکن اس وقت سالی سرائے مین دو ہزار تاتاری جنین بڑے بڑے جنگ آزمادہ قوم کے امرا، اور نوعمر شریف زادے موجود تھے جنگلون مین ڈیرے ڈالے پڑے تھے ان

دو ہزار مین ایک بھی ایسا نہ تھا جو تیمور کو کسی بات کا سبق دیسکے تیمور کسی کے سکھانے بتانے کا محتاج نہ تھا، اسے جو کچھ کرنا ہوتا خود ہی کرتا اور خود ہی سوچتا کہ کیا کرنا ہے،

ایک سوار گھوڑا دوڑاے لشکر گاہ مین آیا اور خبر دی کہ دھاوا کرنے والے سرحد پر آگئے ہین اور دوسرون کے گھوڑے پکڑ کر ہنکائے لیے جاتے ہین قزغن نے اتنا سنتے ہی تیمور کو طلب کیا اور خاندان برلاس کی اس زندہ نشانی سے کہا کہ ایک جماعت اپنے سے بھی کم عمر بہادرون کی ساتھ لیکر جاؤ اور ان لٹیرون سے گھوڑے واپس لاؤ، تیمور جو قزغن کے دربار مین شامل ہو چکا تھا حکم سنتے ہی اٹھا اور روانہ ہوا، یہ کام امیر نے تیمور کو ایسا بتایا تھا کہ اس کا دل باغ باغ ہو گیا تھا، گھوڑون کی سواری اور لٹیرون کے تعاقب مین صبح سے دوپہر تک آندھی بنکر چلنا، اس سے بہتر تیمور کے لیے اور کیا مشغلہ ہو سکتا تھا،

یہ ڈاکہ ڈالنے والے ایرانی نکلے جو مغرب سے ادھر آئے تھے، انھون نے رستہ چلنے والون کا بہت سا مال لوٹ کر جمع کر رکھا تھا اور مسافرون کے گھوڑے پکڑ کر اس مال کو ان پر لادا تھا، تاتاریون کو دیکھتے ہی یہ لٹیرے دو گروہون مین بٹ گئے ایک ان گھوڑون کے ساتھ ہوا جنپر مال لدا ہوا تھا اور دوسرا گروہ تیمور کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا، تیمور کے ساتھیون مین سے ایک نے صلاح دی کہ پہلے مال اور سامان والے گروہ پر حملہ کیا جائے،

تیمور نے کہا نہین۔ جو گروہ لڑنے آرہا ہے اگر اُسے ہم نے مار لیا تو دوسرا گروہ مال چھوڑ کر جان بچانے کو آپ سے آپ بھاگ جائیگا| آخر کار مقابلہ ہوا، اور رہزن اتنے بھے کہ دو دو ہاتھ تلوار کے چل گئے مگر ان ایرانی لٹیرون نے یہ بات پہلے ہی سے سمجھ رکھی تھی کہ تاتاریون سے بازی لیجانا ممکن نہین ہے، غرض وہ جلد پراگندہ ہو کر بھاگے،

۳۰

تیمور نے گھوڑے اور گھوڑون کے ساتھ اور جس قدر مال ان لٹیرون نے جمع کیا تھا وہ سب امیر قزغن کے سامنے لاکر حاضر کر دیا، قزغن نے تیمور کی اس کارکردگی کی تعریف کی اور اس نوجوان برلاس کو اپنی کمان انعام مین دی،

اس واقعہ کے بعد سے امیر قزغن طراغائی کے فرزند کو بہت پسند کرنے لگا اور اس پر لطف وکرم ظاہر کرتا رہا، ایک دن اس نے تیمور سے کہا،

"تم گورگانِ عالی کے خاندان سے ہو لیکن "ترا" یعنی "چنگیز خانی" نہین ہو، تمھاری پیدائش سے بہت پہلے کی بات ہے کہ تمھارے جد قاجولی خان اور چنگیز کے جد قبل خان مین ایک معاہدہ اس مضمون کا ہوا تھا کہ قاجولی خان کی اولاد مین سپہ سالاری اور قبل خان کی اولاد مین خانی رہے، یہ عہد نامہ فولاد کی ایک لوح پر کندہ کر کے خانان چنگیزی کے دفترخانے مین محفوظ کر دیا گیا تھا،[1] یہ کل واقعہ تمھارے باپ طراغائی نے مجھ سے بیان کیا تھا، اور جو کچھ اس نے بیان کیا تھا وہ سب سچ تھا۔"

اس گفتگو کے بعد امیر قزغن نے کسی قدر تامل کے بعد کہا، "یقیناً میرا طریقہ ایک ہی رہا ہے، یعنی جادۂ رزم و پیکار مین اپنا مرکب ڈال کر جد و جہد سے کبھی منھ نہین پھیرا ہے، پس لوگو ہمارا ساتھ دو، ہمارا نام بڑا ہے، اور صرف یہی ایک راہ ہے دوسری کوئی راہ نہین"

تیمور بھی اس حال سے واقف تھا، اسے بھی معلوم تھا، کہ چنگیز خان کے فرزند چغتائی خان نے روے زمین کے اس وسیع شمالی قطعے پر حکومت کی تھی اور اس سے جنوب مین افغانون کا ملک اور پہاڑون کا وہ وسیع سلسلہ جو تخت سلیمان کی پشت پر واقع ہے چغتائی

[1] تزک تیمور صفحہ ۱۳۔ (مترجم)

قاآن کی قلمرو مین شامل تھا، لیکن سو برس کے بعد بزرگون کے ان ملکون پر آل چغتائی کی گرفت کمزور ہوگئی، مختلف تاتاری الوس اپنے اپنے صوبون مین خود مختار بن بیٹھے اور خانان چغتائیہ اور ہت کر شمال کی طرف چلے گیے تاکہ وہان صید و شکار اور مستانہ نوشی مین مصروف رہین ۹۹ اب وہ اس نوبت کو پہنچے ہین کہ شہر سبز کے قریب ملک کو لوٹنے آئے ہین اور حیلہ یہ کیا ہے کہ ایک بغاوت فرو کرنی چاہتے ہین،

انھی خانان چغتائیہ مین سے کسی خان نے قزغن کو امیر اور سپہ سالار مقرر کیا تھا[1]، قزغن نے سمرقند کو مستقر حکومت قرار دیا، مگر ان چغتائیون کی ترک وتاز سے وہ ایسا تنگ آیا کہ آخرکار خان | وقت (غزان خان) سے بغاوت کرنے کی اُسے جرأت ہوگئی[2]، چنانچہ سخت لڑائی ہوئی ۱۳۱ جو بہت دنون جاری رہی، آخرکار خان مارا گیا، اور قزغن ولایت سمرقند اور قبیلہ برلاس اور

[1] قیاس یہ ہے گو بالکل صحیح پتہ نہین چلتا کہ قزغن کو غزان خان نے اپنا سپہ سالار مقرر کیا تھا، ظفرنامہ مین صرف اتنا لکھا ہوا ہے کہ غزان خان کے عہد مین قزغن عظمائے امرا مین سے تھا، ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۸ - (مترجم)

[2] مصنف نے یہان بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے، تاریخی واقعات یہ ہین کہ چغتائی پسر چنگیز کی نسل مین غزان خان ۷۳۳ہ ہجری مین سریر خانی پر بیٹھا، رعایا پر ظلم کرنے لگا، قزغن نے جو سمرقند مین تھا چند الوسات چغتائیہ کو ملا کر بغاوت کر دی، غزان خان فوج لے کر بغاوت فرو کرنے آیا ۷۴۶ھ ہجری مین درہ زنگی کے صحرا مین لڑائی ہوئی، قزغن کی آنکھ مین تیر لگا اور اس کو شکست ہوگئی، شکست دینے کے بعد غزان خان قرشی چلا گیا، وہان جاڑا ایسا سخت پڑا کہ اس کی فوج کے بہت سے گھوڑے مرگئے، قزغن کو جب یہ حال معلوم ہوا تو فوجین لیکر قرشی کی طرف بڑھا اور سنہ ۷۴۷ ہجری مین غزان خان سے پھر لڑا، اس مرتبہ غزان خان کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا، اس کے مرنے پر قزغن اس کے ملکون کا مالک ہوگیا، لیکن قاعدہ کے مطابق چنگیز خان کی اولاد سے کسی کا قاآن مقرر ہونا لازمی تھا، چنانچہ قزغن نے اوگدائی خان پسر چنگیز کی نسل سے ایک شخص کو جسکا نام دانشمند اوغلن تھا خان مقرر کیا، مگر دو برس کے بعد اسے قتل کرکے بیان قلی خان کو سریر خانی پر متمکن کیا، بیان قلی خان دس برس تک تخت خانی پر رہا،
(ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۹، ۲۷) مترجم

دیگر الوسات تاتار کے صوبون اور علاقون کا مالک ہوگیا چنگیز خانی قانون پر عمل کر کے اور سپاہ کے طمینان کے لیے جو پہلے ہی سے متوقع تھی کہ قزغن ان کی سرداری اختیار کرے گا ایک فورنمائی مقصد کی اور چنگیز خان کی اولاد سے ایک شخص کو منتخب کر کے سمرقند کی خانی پر ممتاز کیا، مگر یہ خان قزغن کے ہاتھون کی کٹھ پتلی تھا، اسکی سلامتی اور گذر اوقات کا دار و مدار بالکل قزغن پر تھا، یہ خان طبیعت کا نیک مگر معاملات ملکی کی طرف سے بے پروا تھا غرض اس کاروائی سے قزغن کا لقب شاہ ساز ہوگیا[1]،

تیمور کی طرح قزغن بھی کسی اعلیٰ منزلت یا متمول خاندان کا آدمی نہ تھا اور نہ وہ چنگیز خان کی اولاد سے تھا، مگر طبیعت مین جسارت تھی، بڑے بڑے امراء الوسات سے اتحاد پیدا کر لیا تھا، منصف مزاج اور عادل تھا، تاتاریون کے قبیلے جنھین کبھی سکون و قرار نہ تھا اس کی عزت کرنے لگے، قزغن کی آنکھ مین تیر لگا تھا اور ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی تھی، بغاوت مین کامیابی کے بعد وہ صید و شکار کی طرف متوجہ ہوا اور اب کہین ایسی ہی ضرورت پڑتی تھی تو لڑائی کو نکلتا تھا، تاتاری قبیلون پر اسے اعتماد نہ تھا کہ وہ ہمیشہ اس کے معاون رہین گے، تیمور سے البتہ متوقع رہتا تھا کہ برے وقت مین پہلو تہی نہ کریگا،

تیمور کے علاوہ قزغن کے جتنے امراء دربار تھے وہ سب اپنے ہی نفع نقصان کے خیال مین رہتے تھے، جس چنگیز خانی کو سریر خانی پر بٹھایا گیا تھا اُسے خراج ادا کر دیتے تھے اور بظاہر اس کے خیر خواہ بھی تھے، مگر قزغن کی بغاوت کے وقت یہ سب شریک رہے تھے ان مین بعض امیر ایسے تھے کہ وقت پر دس ہزار سپاہ اپنے عَلَم کے نیچے جمع کر سکتے تھے، یہ صرف قزغن کی لیاقت اور فراست تھی کہ عنان حکومت اپنے ہاتھ مین رکھ سکا،

---

[1] قزغن اس کارروائی کی وجہ سے کہ چنگیز خان کی اولاد سے کبھی کسی کو اور کبھی کسی کو خان بنا کر تخت پر بٹھایا کرتا تھا شاہ ساز مشہور ہوگیا
(مترجم)

امیر قزغن نے دیکھا کہ تاتاری بہادر تیمور کو بہت عزیز رکھتے ہین، قبائل تاتار مین "بہادر" وہ لوگ کہلائے جاتے تھے جو خاص طور پر دلاوری اور شجاعت مین نام پیدا کر چکے تھے، یہ قبیلون کے وہ خونخوار اور دیو ہیکل لوگ تھے جو لڑائی پر ایسے خوش ہو کر جاتے تھے جیسے کہین ضیافت کھانے جاتے ہون، تیمور پسر طراغائی کو ان "بہادرون" مین وہ رتبہ حاصل ہو گیا جس کا وہ فی الواقع مستحق تھا، اور تیمور انھی بہادرون کو ساتھ لے کر دوسرون پر دھاوا کرنے جایا کرتا تھا، یہ دلیر اور شجاع امیر قزغن کے حاشیہ نشین تھے، اور اس کے پاس بیٹھکر اُسے اپنی ہمت و مردانگی کے قصے سنایا کرتے تھے،

تیمور کی طبیعت مین ایک قدرتی مادہ اپنی جان کو خطرے مین ڈال کر بے حد خوش ہوتا تھا، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ تھا کہ سخت سے سخت خطرے اور اندیشے کی حالت مین بھی وہ بالکل خاموش رہتا تھا اور صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی مشکل مسئلہ پر بیحد غور کر رہا ہے، قوم کے "بہادر" تیمور کی طبیعت کو "معرکہ آفرین" کہا کرتے تھے، جسم ایسا قوی اور توانا تھا کہ گھوڑے کی پیٹھ پر بڑی بڑی مسافتین طے کرنی اور راتین جاگ جاگ کر گذار دینی اس کے نزدیک کوئی بات نہ تھی | کارفرمائی اور حکمرانی کے اوصاف موجود تھے، سردار اور ہادی بننے کو بہت پسند کرتا تھا، بدن مین طاقت ایسی کوٹ کوٹ کر بھری تھی کہ ہر کام مین اپنے اوپر بے حد بھروسا کرتا تھا، ایک دن امیر قزغن سے درخواست کی کہ قبیلہ برلاس کے لوگ جو ملک مین متفرق ہین ان سب کی سرداری مجھے تفویض فرمائی جائے،

قزغن کو یہ درخواست کچھ پسند نہ آئی مگر جواب نرمی سے دیا کہ "کیون گھبراتے ہو ایک دن تم ہی برلاس کے سردار ہو جاؤ گے"،

۳۲

اس کے کچھ عرصہ بعد قزعن کو خیال ہوا کہ تیمور کی شادی کر دینی مناسب ہوگی، چنانچہ اوس نے اپنی ایک پوتی سے اس کی شادی کر دی جو ایک دوسرے صاحب حکومت اوس سے خاندانی واسطہ رکھتی تھی،

چوتھا باب

خاتون آغا

تاریخ مین بیان ہوا ہے کہ تیمور کی عروس حسن مین ماہ نو اور قامت مین سرو بستان تھی، سن اس وقت غالباً پندرہ برس کا ہوگا کیونکہ ابھی تک باپ کیساتھ شکار مین جانے کی اسے اجازت ملی ہوئی تھی، شادی کے بعد اس کا نام الجائی خاتون آغا (یعنی آقا کی بیوی الجائی) ہوا

اس زمانہ مین تاتاریون کی عورتین بے نقاب رہتی تھین، ابھی تک پردے کی رسم سے واقف نہ تھین، شوہرون کیساتھ گھوڑون پر سوار ہوکر سفر کرتین، لڑائیون مین شریک ہوتین اور زیارات کے لیے جاتین، چونکہ فاتحون کی بیٹیان تھین اسلیے اپنے بزرگون کے مفاخر مین حصہ رکھتی تھین، تازگی اور قوت حیات ان مین وہی موجود تھی جو کھلے میدانون مین زندگی بسر کرنے والون کو حاصل ہوتی ہے، گھر کے مال واسباب کی نگہداشت بچون کی دادیون نانیون کے سپرد ہوتی تھی اور یہ بڑی بوڑھیان اونٹنیون کا دودھ دہنے سے لیکر چمڑے کے موزے تک سیا کرتی تھین،

تیمور کے زمانے مین تاتاری عورتون کا مال شوہر کے مال سے جدا ہوتا تھا، اس مال مین شادی کے وقت ماں باپ کی دی ہوئی چیزین اور شادی کے بعد شوہر کے دیے ہوئے

تھے شامل ہوتے تھے، امراے عظام کی بیویان اپنا سازو سامان نوکر چاکر سب علحدہ رکھتی تھین، محلون
مین ان کے رہنے کا مقام اور سفر مین ان کے خیمے وخرگاہ جدا ہوتے تھے، یورپ کی بہنون کی
طرح تاتاری عورتین کارچوب پر گل دوزی یا کارگاہ پر گلیم بافی یا دیوار پوشون پر گل بوٹے کاڑھنے
مین اپنا وقت صرف نہ کرتی تھین بلکہ وہ مردون کیساتھ لڑائیون مین جاتین اور یہان اون کی
سب سے بڑی خدمت یہ ہوتی کہ مبارزون کے بچون کو پرورش کرین، جشن فتح مین بیٹھکر خوش
ہوتین لیکن اگر ان کے مردون پر دشمن غالب آجاتا تو فاتح کا مال غنیمت بنجاتین،
شہزادی الجائی سرحد شمال سے جہان اس کا وطن تھا چند اقربا اور غلامون کے ہمراہ
اپنے دادا قزغن کے پاس سمرقند مین آئی، اور یہان پہلی مرتبہ اس نے اُس مرد کی صورت
دیکھی جو اس کا شوہر ہونیوالا تھا، یہ چھریرے جسم کا ٹھوڑی پر داڑھی رکھنے والا نوجوان تیمور
تھا جو اپنے بہادرون کیساتھ کسی مہم پر گیا ہوا تھا مگر اب شادی کی غرض سے واپس چلا آیا تھا
قیافہ شناسون نے الجائی کی صورت دیکھکر کہا تھا "تیری تقدیر تیری جبین پر لکھی ہے اسے
بدلنا چاہے گی بھی تو نہ بدل سکیگی"
امیر قزغن اور اس کے اہل دربار کے لیے اس شادی کے معنی سواے اس کے کچھ نہ
تھے کہ بڑی بڑی ضیافتین جلوس اور سامان ہون گے، لیکن قبیلہ جیلیر کی اس بیٹی کے لیے
آج کے دن سے اس کے مقدر کی ابتدا ہوتی تھی، قاضی نے عروس کی عدم موجودگی مین نکاح
پڑھایا، ایجاب وقبول کے گواہون کے نام لکھ لیے گئے،
عروس نے بھی اس موقع کے لیے تیاریان کین مگر وہ اور قسم کی تھین، عرق گلاب مین نہائی،
لمبے لمبے سیاہ بالون مین پہلے روغن سمسم ملا گیا پھر گرم دودھ سے بال دھوئے گئے، یہان تک

کہ ریشم کے لچھون کی طرح نرم ہو کر ان مین اور بھی چمک پیدا ہو گئی، پھر ایک سرخ قبا جس پر سنہر گل بوٹے تھے اسے پہنائی گئی، یہ قبا بغیر آستینون کی تھی، اس پر ایک لمبا جامہ جس کے کنارون پر بہت بھاری روپہلی کام تھا پہنایا گیا، جامے کے پلیے دامن خواصین اٹھائے ہوئے تھین، نازک شانون پر سیاہ زلفون کی ڈھیریان رکھی تھین اور کانون کے پاس سے کاکل نیچے کو گرے ہوئے تھے، پیشانی کو حسین بنانے کے لیے سر پر کلاہ زربفت اور اس کے چند وے سے ریشمین پھولون کے طرے لٹکے تھے اور انھی طرون کیساتھ بڑے بڑے پر خوب پھیلے ہو زلفون پر سایہ کئے تھے،

اس لباس مین الجائی قالینون پر چلتی ہوئی جہان تاتاری بیٹھے تھے گئی، ایک لمے کے لیے سب کی نگاہین اس کی طرف متوجہ ہوئین، اور جب اٹھکر دوسرے رنگ کا لباس پہنکر آگئی تو پھر وہی نگاہین دوسری مرتبہ اس پر پڑین، صاف گندم گون چہرہ چاولون کے میدے اور سفیدے سے بہت گورا بنا ہوا تھا، دونون بھنوون کے اوپر اور بیچ مین ایک سیاہی مائل نیلا خط کسی درخت کے پتون کے عرق سے کھچا ہوا تھا،

مرد ملکی شرابون مین تیز شرابین ملا کر پیتے تھے کہ نشہ جلد ہو، الجائی ان مردون کی صفون مین سرو قد چہرہ پر سکوت کا عالم مگر خوف کھاتی ہوئی گذری، امیر قزغن نے مٹھیان بھر بھر کر موتی لٹائے حکم سنتے ہی نقارچیون نے طبل اور طاشے جو گھوڑون کی پیٹھ پر رکھے تھے بجانے شروع کئے، شادی ہو یا لڑائی کوس و طبل ضرور بجائے جاتے تھے،

مولانا زین الدین نے نوشہ اور عروس کے حق مین دعا کی،

اب تحائف تقسیم کرنے کا وقت آیا، عروس کو نہین بلکہ ان تاتاریون کو جو تقریب مین شریک

ہوئے تھے، قرغن اٹھا اور تاتاریون کی ایک صف | مین گیا، غلام قیمتی خلعت اور ہیاپے ہاتھون پر
لیے ہوئے ساتھ ساتھ تھے، امیر نے کسی کو تلوار دی، کسی کو کمربند زرین، قرغن کی طبیعت مین
بخل نہ تھا کیونکہ وہ ایک پرانے تاتاری خاندان کی یادگار تھا، اس کے علاوہ جانتا تھا کہ اس
قسم کی نوازشین کسطرح لوگون کے دلون کو اس کی طرف سے خوش رکھ سکتی ہین، مجمع سے قریب
ہی درختون کی چھاؤن مین جہان دھوپ پتون مین سے چھن چھن کر آتی تھی کچھ داستان گو
آنکھون مین ہلکا سا نشہ دل مین خوش بیٹھے تھے، دوتارے چھیڑکر ایسے قصے بنا بنا کر سنانے
لگے جو سننے والون کو پہلے سے یاد تھے، قدردان ان کی آواز کے زیر و بم اور چہرون کی خاص
خاص حرکتون کی داد دیتے تھے، قصون کا مضمون جتنا کہنے والون کو معلوم تھا اتنا ہی سننے
والون کو بھی معلوم تھا، اگر قصے کے پیچ دار سلسلے مین کہین کوئی جملہ چھوٹ جاتا یا اس کو بدلکر
کہا جاتا تو سننے والے ناک بھون چڑھانے لگتے، داستان گو تھوڑی دیر بعد بڑی بڑی پیالیون
سے شراب کے بڑے بڑے گھونٹ پیتے اور آداب محفل کے خیال سے چٹخارے بھی لیتے
جاتے تا کہ میزبانون کو یہ گمان نہ ہو کہ ضیافت کی قدر کرنے مین ان کی طرف سے کچھ کمی ہوتی ہے
انھی جلسون مین شام ہوگئی، دن چھپنے کو ہوا تو غلام مشعلین لیکر آئے، دریا کے کنارے
دور تک قندیلین روشن کیگئین، سینیون مین کھانے چنکر مہمانون کے سامنے رکھے گیے، بھیڑ کے
بچے سالم بھنے ہوے اور گھوڑون کے پٹھون کے گرم گرم کباب جن سے بھاپ اٹھ رہی تھی
اور شہد مین بھیگی ہوئی جو کی موٹی موٹی روٹیان دیکھکر مہمانون کے منھ مین پانی بھر آیا اور تعریف
کرکے سب نے کھانا شروع کیا،

ایک مرتبہ پھر الجائی مہمانون کی صفون مین سے گذری، مگر اب پھر وہ مہمانون کے سامنے

نہ آئے گی، تیمور ایک عربی گھوڑا سبزہ رنگ بڑا سبک رو اور عمدہ نسل کا باہر سے اندر قالین کے فرش تک لایا، گھوڑے پر ایک نہایت پر تکلف ریشمین پوشش گردن اور پشت کو ڈھکتی ہوئی قدمون تک آئی تھی، تیمور نے الجائی کو اٹھا کر گھوڑے پر سوار کیا اور راسین اپنے ہاتھ مین لئے عروس کو اس کے خوشنما خیمے تک پہنچانے گیا،

یہان مہمانون سے بچی بچائی الجائی کی خواصین حاضر ہوئین تاکہ سر کی آرایشی چیزین اور اوپر کا لباس اتارنے مین خاتون کی مدد کرین، ان خواصون کے ساتھ وہ صندوق بھی آئے جو دلہن کے جہیز کے تھے، خواصون نے الجائی کو ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا کہ تمام جسم پر رعشہ ہے، مسکرا کر اس کا اوپر کا لباس اتارنے لگین، اور اب عروس پاؤن مین زرین کفش اور گلے مین بے آستین قبا اور چہرہ پر زلفون کی نقاب مین نظر آئی،

جس وقت نوجوان نوشہ خاموشی سے عروس کے خیمے مین آیا تو خواصون نے اسے سلام کیا، مگر تیمور کی نگاہین اپنی دلہن کے سوا اور کس طرف جا سکتی تھین؟ خواصین دبے پاؤن خیمے سے باہر نکل آئین، تیمور کے چند ہمراہی جو خیمے کے دروازے تک اپنے امیر کی بیوی کو سلام کرنے حاضر ہوئے تھے دروازے کا پردہ گرا کر اپنے اپنے خیمون کو چلے گئے،

اس شب کو الجائی اپنے جوان شوہر کے پہلو مین لیٹی دریا کے زور سے بہنے اور لوگون کی آوازین اور طبل و بوق کا شور سنتی رہی،

تیمور کے سرمایہ عمر کی یہ پہلی دولت تھی جو اسے ملی تھی، الجائی خاتون آغاز یادہ زندہ نہ رہی، لیکن جب تک زندہ رہی تیمور کے پہلو مین کوئی دوسری عورت نہ بیٹھ سکی،

اس مین مطلق شبہ نہین کہ بیس برس کی عمر سے پچیس برس کے سن تک تیمور کو اپنی زندگی بہت ہی پر لطف معلوم ہوتی رہی، شہر سبز مین مٹی کا قصر سپید بزرگون کی نشانی اب تک چلا آتا تھا، مگر مدت سے خالی پڑا تھا، اب اس کے ایک حصّہ کو درست کر کے الجائی کے لیے ادسے آراستہ کیا، یہ آراستگی بھی تیمور نے اپنے مذاق کے مطابق کی تھی، اچھے اچھے قالینون کا فرش کیا، چاندی کے ظروف اور نقشین دیوار پوش سجائے، اور یہ سب چیزین اس نے اپنی شجاعت و سپہ گری سے کبھی حاصل کی تھین، گھر کے مویشی اور چراگاہون مین چوپائے چرانے کے حقوق باپ کی طرف سے بیٹے کو پہلے ہی مل چکے تھے،

امیر قزغن نے تیمور کو مینک باشی یعنی ایک ہزار سوارون کا سردار گویا ہمارے زمانے کا ایک پوری رجمنٹ کا کرنیل مقرر کیا، تیمور اپنے ان ہزار سوارون مین بہت خوش رہتا تھا، ان کو خوراک بہت اچھی دیتا، اور جبتک ان مین سے دس پانچ سوار دستر خوان پر اس کے ساتھ نہ ہون کھانا نہ کھاتا، ان ہزار سوارون کے نامون کی فہرست تیمور کی کمر پیٹی مین ہر وقت موجود رہتی تھی، قزغن نے جو لڑنے والے جوانون کو پرکھنا خوب جانتا تھا تیمور اور اس کے ہزار سوارون کو اجازت دی کہ وہ اس کے لشکر مین فوج قراول (آگے والی فوج) کا کام دین۔

اس زمانے مین جب کبھی تیمور کسی مہم پر جاتا تو ایک دن پہلے سمرقند کی سڑک سے گھوڑے پر سوار لشکر سے آگے بڑھا ہوا چاندنی رات مین ریگ کے سپید سپید ذرّون کے غبار مین الجائی سے ملنے چلا آتا، اور آتے ہی بیوی سے فرمائش ہوتی کہ ساتھ کے سردار جو پیچھے آرہے ہین، ان کے لیے کھانے کا بندوبست کیا جائے، الجائی کھانیکا انتظام کرتی اور شہر سبز کے پرفضا باغ مین تیمور ان صحبتون اور ضیافتون کا لطف اٹھاتا جب الجائی کے ہان بیٹا پیدا ہوا تو

تیمور نے اس کا نام جہانگیر رکھا، اور امیر قزغن کے امراے دربار کی بڑی دھوم سے دعوت کی، جس قدر لوگون کو مدعو کیا تھا سب گھوڑون پر سوار دعوت مین شریک ہونے اور تیمور کو مبارکباد دینے آئے مگر تیمور کا چچا حاجی برلاس اور اسکی بیوی کے قبیلے جلیر کا امیر بایزید دعوت مین شریک نہین ہوا،

اس موقع پر جو مہمان جمع ہوئے سب کہتے تھے کہ تیمور حقیقت مین گورگان اعظم کا فرزند ہے[1] اور الجائی کے بزرگون کی خدمت مین جو وحشی پہاڑی قبیلے رہتے تھے انھون نے تیمور اور اس کی خاتون کی تعریف مین گیت گاکر گانے شروع کئے،

۴۷ تیمور کی دلیری و جوانمردی کی بدولت امیر قزغن نے مغربی صحرا اور جنوب کی وادیون مین نئی نئی فتوحات حاصل کین اور ہرات کا بادشاہ (ملک معزالدین حسین) قید ہو کر سالی سرائے مین آیا[2]، غرض امیر قزغن اس نوجوان برلاس یعنی تیمور کی بیغرض خدمات سے بہت کچھ مستفید ہوا، دونون اپنی قوت بڑھاتے جاتے تھے حتی کہ قزغن کے امراے دربار مین ایک نیا نزاع برپا ہوا، ان امراء نے قزغن سے درخواست کی کہ ہرات کا بادشاہ (ملک معزالدین حسین) جو قید ہو کر آیا ہے اُسے ہلاک کر دیا جائے، اور اس کا تمام مال و متاع ضبط کر کے ان مین تقسیم کر دیا جائے، لیکن قزغن بادشاہ ہرات کو قول دیچکا تھا کہ اسکو کسی قسم کا گزند نہ پہنچایا جائے گا، ملک حسین بڑا متمول تھا اور ان امیرون کا پرانا دشمن بھی تھا، امراء نے جب اس کے قتل پر اصرار کیا تو قزغن نے ان کے ارادے سے ملک حسین کو آگاہ کر دیا، اور ایک دن دریاے آمو کے جنوب مین ہرات کی سڑک پر ملک حسین کو ساتھ لیے شکار کھیل رہا تھا کہ اس کو قید سے آزاد کر دیا، گو یہ امر صاف نہین ہے

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۳۲-۳۷، [2] ظفرنامہ صفحہ ۳۸،

مگر ایک مورخ نے لکھا ہے کہ اس موقع پر قزغن نے تیمور کو بادشاہ ہرات کے ساتھ کر دیا تھا کہ اس کو ہرات تک حفاظت سے پہنچا دے،

بہرکیف جب قزغن کا وقت آیا اور وہ مارا گیا تو تیمور اس کے ساتھ نہ تھا، قزغن شکار مین مصروف ابھی تک دریاے آمو کے جنوب مین تھا، ہمراہی معدودے چند تھے اور بخوبی مسلح بھی نہ تھا، کہ دو سرداروں نے جنکو مدت سے عداوت تھی اس پر حملہ کیا اور تیرون کا نشانہ بنا کر اسے ہلاک کر دیا[1]،

تیمور قزغن کے مرنے کی خبر پاتے ہی موقع پر فوراً پہنچ گیا، اور امیر کے جنازے کو دریا پار پہنچانے اور سالی سرائے کے صحرا مین اسے دفن کرنے مین شریک ہوا[2]،

اپنے مال کی حفاظت کا مطلق خیال نہ کیا اور پھر جنوب کی سمت مین روانہ ہو کر آمو دریا مین گھوڑا ڈال اور پار اتر اُن سرداروں کے ہمراہ ہو گیا جو امیر کے قاتلون کا پہاڑون مین تعاقب کر رہے تھے، تاتاریون کی قدیم روایات مین ایک روایت یہ بھی ہے کہ انسان کو اُس آسمان کے نیچے نہ رہنا چاہیے جس کے نیچے اس کے عزیز کا قاتل موجود ہو، جن دو سردارون نے قزغن کو ہلاک کیا تھا وہ بہت دن زندہ نہ رہ سکے،

پہاڑون سے نشیب مین اور نشیب سے بلندیون پر گاؤن گاؤن گھوڑے بدلتے ہوئے تعاقب کرنے والون کے خوف سے قزغن کے قاتل بھاگتے رہے، مگر تاتاری ان کا کھوج لینے اور بھاگنے کے راستے بند کرنے سے کب باز آتے تھے، یہان تک کہ پہاڑون کے بالائی دامنون پر ان قاتلون کو انھون نے جا پکڑا، کچھ دیر تلوارین چلین اور پھر وہ دونوں مرد

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۳۹، [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۳۹،

ظفر آئے[1]، اس کام سے فارغ ہوتے ہی تیمور شہر سبز مین فوراً واپس آیا یہان آکر دیکھا تو معاملات کی کچھ اور ہی صورت تھی،

وسط ایشیا مین جب کوئی فرمانروا مرتا ہے تو اس کا فرزند صرف اسی حالت مین صاحب تخت ہو سکتا ہے کہ باپ نے ایک مستقل اور مستحکم سلطنت چھوڑی ہو اور خود فرزند مین اتنی قابلیت ہو کہ سلطنت پر قبضہ رکھ سکے، ورنہ ہوتا یہ تھا کہ زبردست سردارون کی ایک مجلس منعقد کیجاتی تھی اور یہ مجلس اپنی رائے سے ایک نیا فرمانروا منتخب کر لیتی تھی، یہ صورت بہترین ہوتی تھی، بدترین شکل یہ ہوتی اور اکثر یہی شکل پیش بھی آتی تھی کہ تخت کے لیے ایک عام جنگ برپا ہو کر جو سب مین زبردست ثابت ہوتا وہ سلطنت پر قابض ہو جاتا، ان خود پوش تاتاریون مین ایک مثل مشہور تھی کہ جو ہاتھ تلوار پکڑنی جانتا ہو وہی عصائے سلطنت کو بھی اپنی گرفت مین رکھ سکتا ہے :

قزغن کے فرزند (عبد اللہ) نے کچھ مدت تک اس بات کی کوشش کی کہ باپ کی جگہ سمرقند مین حکومت کرے، لیکن اس خیال کو جلد چھوڑ کر وہ فرار ہو گیا[2]، حکومت سے جان زیادہ پیاری معلوم ہوئی، اس پر حاجی برلاس اور قبیلہ جلائر کا امیر (بایزید) دونون سمرقند مین داخل ہوئے اور تاتاریون پر سرداری کرنے کے دعویدار ہو گئے،

اس زمانہ مین قزغن کے اور امرا، اپنے اپنے شہرون کو چلے گئے اور اپنے اپنے علم کے نیچے لشکر جمع کرنے لگے جس کی غرض یہ تھی کہ اپنے علاقے کی حفاظت اور دوسرے کے علاقہ کو تاخت وتاراج کرنے کا موقع حاصل رہے، تاتاریون کی یہ بڑی کمزوری تھی کہ ایک قبیلہ دوسرے

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۳۹، [2] ظفر نامہ جلد اول صفحات ۴۰-۴۱ ۔

قبیلے پر غالب آنے کے لیے باہمی جنگ و جدال مین مصروف رہتا تھا، اگر ایک سردار بھی انکو
ایسا مل جاتا جو سب کو اپنے تحت مین لا سکتا تو یقیناً کل تاتاری برضا و رغبت ایسے سردار کو اپنا
امیر مان لیتے، لیکن قزغن کی اولاد قزغن کی مثل نہ تھی اور حاجی برلاس اور بایزید جلائر ایسے
لوگ نہ تھے جو تاتاریون کی مثل ایک بے چین و بے قرار قوم کو اپنے قابو مین لا سکتے،

ادھر یہ آفات برپا تھین ادھر تیمور کے باپ طراغائی نے جس خانقاہ مین وہ عزلت گزین
ہوئے تھے وہین انتقال کیا[1]، الوس برلاس کے اکثر لوگ اس زمانہ مین حاجی برلاس کیساتھ
سمرقند پہنچ چکے تھے اور تیمور ہزار سے بھی کم سپاہ کیساتھ شہر سبز مین تنہا رہ گیا تھا،

اور اب پھر بلاد شمال کے خان اعظم[2] نے پہاڑون کی پشت سے یہ حالات دیکھے اور
وہ فوراً موقع پر ظاہر ہوگیا،

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۶،

[2] تغلق تمور خان،

پانچوان باب

تیمور از تدبیر امور

خان[1] کے وارد ہوتے ہی تاتاری امرا خطرے کو سمجھ گئے جو ان سب کے لیے یکسان تھا تمام امرا سوائے بایزید جلائر کے پیچھے ہٹے، بایزید کا مستقر حکومت خجند[2] تھا، شمال والون کیلئے یہ مقام تاتاریون کے ملک مین داخل ہونے کا تھا، اور خجند کا شہر خان کی فوجون کے بالکل راستے مین پڑتا تھا، بایزید جلائر فوراً اپنے الوس مین آیا اور خان کو تحائف پیش کر کے اسکی اطاعت قبول کرلی،

---

[1] تغلق تمور خان، ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۴۳،

[2] اس زمانہ مین ماوراء النہر کے مختلف حصون پر مختلف امرا، حکومت کرتے تھے، شہر سبز اور اس کے توابع مدت سے تیمور اور اس کے چچا حاجی برلاس سے متعلق تھے خجند امیر بایزید جلائر کے تصرف مین تھا، بعض حصے ماوراء النہر کے امیر حسین ابن مسلا بن قزغن کے قبضہ مین تھے جو دادا کی جگہ حاصل کرنے کی فکر مین تھا، بلخ مین اولجائی بوغائی سلدوز حکمران تھا، شبرغان محمد خواجہ اپردی کے سپرد تھا، بدخشان کے پہاڑون مین وہان کے بادشاہ، ختلان اور ارہنگ مین کیخسرو اولجائتو اپردی اور نواح سمرقند کے علاقہ جات سرپول اور تاشکنت مین امیر خضر یسوری حکومت کرتے تھے، ان سب مین آپس مین رات دن لڑائیان رہتی تھین ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۴۲ اوپر کے کل مقامات کے نام لی اسٹرینج کے جغرافیہ خلافت مشرقی مین (سوائے سرپول ارہنگ اور تاشکنت کے) نقشہ نمبر ۱ اور ۹ مین ملین گے، (مترجم)

حاجی برلاس جیسا پہلے ہرات مین بے باک تھا اب ہرات مین مذبذب ہوگیا، طراغائی کی وفات پر سرداری کا دعویٰ کر کے جسمین کسی کو عذر نہ ہوا وہ قبیلہ برلاس کا سردار ہوگیا تھا اب خان سے لڑنے کے لیے اس نے اپنی فوج کو شہر سبز اور قرشی مین جمع ہونے کا حکم دیا لیکن پھر یہ ارادہ بدل دیا اور تیمور کو کہلا بھیجا کہ مین اپنی قوم اور مویشیون کے ساتھ جنوب مین ہرات کی طرف جانا چاہتا ہون،

تیمور کو منظور نہ ہوا کہ شہر سبز کو بالکل لاوارث چھوڑ کر خود بھی وہان سے چلا جائے بالخصوص ایسی حالت مین کہ فوجکشون کا راستہ اسی طرف سے تھا، تیمور نے چچا کو جواب دیا کہ "آپ کا جہان جی چاہے جائین بندہ توخان کی خدمت مین حاضر ہونے کا قصد رکھتا ہے"[1]

تیمور کو معلوم تھا کہ بلاد شمال کا یہ خان جو مغول جتہ یعنی سرحد والے مغلون کا امیر ہے سمرقند کے شاداب علاقے پر اپنے سابقہ حقوق کو سرسبز کرنے کا حیلہ کر کے واقعی اُسے لوٹنے آیا ہے بہر کیف تیمور نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہوگا ان لٹیرون کو شہر سبز مین داخل نہ ہونے دیگا، اپنی بیوی الجائی اور چھوٹے بچے کو اپنے نسبتی بھائی کے پاس روانہ کیا جو اس زمانہ مین کوہستان کابل سے شمال کی طرف کوچ کر چکا تھا، تیمور اگر چاہتا تو خود بھی اپنے اہل وعیال کیساتھ جا کر اس خطرے سے محفوظ ہو جاتا، لڑنے والے اس کے ساتھ ہزار سے بھی کم تھے ایسی حالت مین جتہ مغلون کی بارہ ہزار فوج کے مقابلے مین آنا سخت نادانی کی بات ہوتی، اس کا باپ طراغائی اور قرغن اُسے تاکید کر چکے تھے کہ خان کی اطاعت کبھی قبول نہ کرنا کیونکہ گمان یہ ہے کہ تاتاری امرا کو قتل کر کے یہ خان اپنے سردارون کو ان کی جگہ مقرر کر دے گا، مگر تیمور نے اس نصیحت کو نہ مانا،

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۴۶، ۴۷،

۴۰ اُسے خیال ہوا کہ خان بہرکیف اس کا بادشاہ ہے جو اس کے بزرگون پر بھی حکومت کر چکا ہے۔[1]
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تیمور کے کرنے کی کوئی بات اس وقت نہ تھی، بقول مورخ اس کا قبیلہ
ایک عقاب بے پر کی مثل ہو رہا تھا، شہر سبز مین تردد اور خوف پھیلا ہوا تھا، کچھ دنون سے لوگ
اپنے اہل و عیال اور اچھے اچھے گھوڑون کو لیے سمرقند کی سڑک سے شہر سبز کو بھاگے چلے آتے
تھے، ایسے لوگ بھی جو اپنے مال و اسباب کے قریب رہ کر اس کی نگہبانی کا مصمم ارادہ کر چکے تھے،
تیمور کو خاموش اور بے پروا دیکھ کر اس کے پاس آئے اور اطاعت قبول کر کے اُسے اپنی حفاظت
کا ذمہ دار بنانا چاہا،

مگر تیمور کا قول تھا کہ "محض ضرورت کے وقت کے دوست دوست نہین ہوا کرتے"
ان لوگون کی بات اس نے نہین مانی، سمجھ گیا کہ اگر مختلف قبیلے رنگ برنگ کے لوگ اس کیساتھ
ہوئے تو خان کو اور بھی اس پر حملہ کرنے کی وجہ مل جائے گی،

مقابلہ کی تیاریون کی جگہ تیمور نے دوسری قسم کی تیاریان شروع کین، سب سے پہلے باپ
کا جنازہ شہر سبز کے اُس گورستان مین دفن کیا جہان بڑے بڑے خدا رسیدہ بزرگ آسودہ تھے،
اس کے بعد اپنے مرشد مولانا زین الدین ابوبکر کی خدمت مین حاضر ہوا، اُن سے تمام شب گفتگو
رہی، نہین معلوم کہ وہ کیا گفتگو تھی، لیکن اتنا دریافت ہوتا ہے کہ تیمور نے اپنا تمام قیمتی سامان،
تیز رفتار گھوڑے، چاندی کے نقشین زین اور کل زر و جواہر جو کچھ رکھتا تھا سب میٹا، مولانا

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۴۶، اسی سال یعنی ۱۳۶۰ء ۷۶۱ ہجری مین تیمور کے باپ طرافائی کا انتقال ہوگیا تھا، باپ کی جگہ اس کا چچا حاجی برلاس سردار ہوا، مگر اب تغلق تمور خان کی فوج کشی سے وہ خراسان چلا گیا، شہر سبز کی حالت خراب تھی، اسی پر مورخ نے شعر کہے ہین،

پدر رفتہ و عم گریزان شدہ | زبیگانہ کشور پریشان شدہ
مخالف مسلط اُلس در خطر | کشادہ عقاب بلا بال و پر

(مترجم)

زین الدین نے خانقاہ کے روپیہ مین سے بھی شاید کچھ دیا ہو کیونکہ شمال کا خان اہل شریعت اور بزرگان اسلام کا موروثی دشمن تھا،

دفعتہً مغلون کا ایک گروہ آن پہنچا، ان کے قراول ٹٹوؤن پر سوار سمرقند کی سڑک سے آتے ہوئے نظر آئے، لمبے لمبے برچھے جنکے پھل چمکتے تھے ان کے کندھون پر تھے، بارکش جانور جس قدر ساتھ تھے ان پر لوٹ کا مال خوب لدا ہوا تھا، قراولون کے بعد سوارون کے دستے گیہون کی تیار فصلون کو روندتے اور ہری بھری کھیتیون مین اپنے گھوڑے چراتے ہوئے آئے مغلون کے قراول کا سردار قصر سپید کی طرف بڑھا، تیمور فوراً ملاقات کو باہر نکلا، سردار اس نوجوان تاتاری کو دیکھکر جس کے چہرے پر پریشانی مطلق نہ تھی اور اس کی زبان سے سنکر کہ وہ سردار کو مہمان کرنا چاہتا ہے سخت متعجب ہوا،

تیمور نے سردار کی ضیافت بڑے اہتمام سے کی، مویشی اور بھیڑین خوب دل کھول کر مہمانون کی دعوت کے لیے ذبح کرائین، مغل سردار اپنے نوجوان میزبان کا مال دیکھتا اور منھ مین پانی بھر لاتا، چونکہ مہمان تھا اس لیے میزبان کا گھر لوٹنے کا حکم اپنے ہمراہیون کو نہ دیسکا، مگر اس کے بجائے نہایت قیمتی تحائف طلب کیے، تیمور نے بڑی بیش بہا چیزین نذر کر کے سردار کی طمع کو سیر کیا،

اب تیمور نے اپنا ارادہ | خان کے دربار مین حاضر ہونے کا ظاہر کیا، اور اپنے ہمراہیون کو درباری لباس پہنا کر اور جس قدر مال و متاع یکجا کیا تھا اُسے ساتھ لے کر سمرقند کی طرف روانہ ہوا، سمرقند کے قریب جتہ مغلون کے دو سردار اُسے اور ملے جو خان کی فوج قراول کے ہمراہ تھے[1]

۴۱

[1] تینون سردارون کے نام جنکو تغلق تمور نے ماوراءالنہر کی فتح کے لیے آگے بھیجا تھا ان مین ایک جانی بیگ ارکنت

یہ دونون شخص گستاخ اور طامع تھے، مگر تیمور نے ان کو بھی اتنا مال دیا جو ان کی توقع سے زیادہ تھا۔ سمرقند سے کچھ دور آگے تیمور کو ایک لشکر ملا اور یہ تغلق تمور کا اردو معلے تھا،

ایک طرف ہزارہا گھوڑے تھے، دوسری طرف صدہا قطارین رسیون مین بندھے ہوے اونٹون کی تھین، بیچ مین سپید نمدون کے خیمے تھے اور ان چیزون سے سارا میدان پٹا پڑا تھا، ہر برق اور پرچم مین گھوڑے کی دم کی صورت کے طرّے ہوا سے ہلتے تھے اور بھیڑون کی خشک مینگنیون کے ذرّے بھی ہوا مین گرد کیساتھ شامل تھے، لشکر کے سردار اور امرا عجیب وحشیانہ شان مین تھے، چینی ریشم کے گل بوٹون کا لباس پہنے تھے، اونچی ایڑی کے موزون پر کارچوب کا کام اور چوبی کاٹھیان نرم سے نرم کیمخت سے منڈھی ہوئی تھین، لمبے برچھے اور خدنگ بدوشون کی کمان ان کے مخصوص ہتیار تھے، اور یہ ہتیار جب مغلون کے ہاتھ مین ہوتے تھے تو قیامت برپا کر ڈالتے تھے،

تغلق تمور خان اپنے علم کے نیچے سپید نمدے کے فرش پر بیٹھا تھا، چوڑے چکلے چہرے کا پورا مغل، رخسارون کی ہڈیان ابھری ہوئی اور ان مین معمول سے زیادہ فصل، آنکھین چھوٹی چھوٹی، حلقون مین جلد جلد گردش کرتی ہوئی، گلے اور ٹھڈی پر چھدری چھدری ڈاڑھی، یہ تو حلیہ تھا، مزاج اور طبیعت کی کیفیت یہ تھی، کہ شدت سے شکی اور بدظن، غارتگری مین عظیم الشان لٹیرا اور لڑنے مین خدا کا قہر، لڑتا تو بس نہ کرتا، دائین بائین جتہ مغلون کے سردار نصف حلقے کی شکل مین بیٹھے تھے، تیمور ان کے قریب آکر گھوڑے سے اترا، آگے بڑھا تو دیکھا کہ اپنے ہی باپ دادا کی ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) دوسرا ایلچک تیسرا تغلق تمور کربیت تھا، زیادہ حالات کے لیے دیکھو تزوک تیمور صفحات ۱۱ ۔ ۱۳۔ نیز ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۲،

شبیہ سامنے ہے، فوراً بڑے ادب سے کرناش (کورنش) جو بادشاہون کو سلام کرنے کا طریقہ تھا بجالایا، اور عرض کیا،

" اے میرے باپ اور اے میرے خان، اس لشکر اور اردو کے مالک، مین تیمور ہون قوم برلاس کا سردار اور شہر سبز کا حاکم "

خان اس نووارد کی جسارت اور بیباکی پر چونک پڑا، تیمور فولادی کڑیون کی زرہ مین چاندی کا کام تھا پہنے تھا، اس زرہ پر نظر گئی تو خان کو اور بھی حیرت ہوئی، یہ تیمور کی تعلّی تھی کہ قبیلہ برلاس کا اپنے کو سردار بتا دیا، کیونکہ یہ قبیلہ اس وقت حاجی برلاس کے تحت مین تھا اور اس وقت اسی کے ساتھ (خراسان کی طرف) بھاگا ہوا تھا،

لیکن یہ موقع اپنی تعریف و تقریب مین کمی کرنے کا نہ تھا، اس کے علاوہ خان کے حضور مین تیمور نے جو تحائف پیش کئے تھے وہ نہایت قیمتی تھے اور اتنے تھے کہ ان بادیہ گرد خانہ بدوشون پر بھی ظاہر ہوگیا کہ اب تیمور نے اپنے لیے کچھ نہین رکھا ہے، غرض تغلق تمور خان تیمور کو پسند کرنے لگا،

تیمور نے بہ ادب عرض کیا " قبلہ من ! اگر میرے پاس کچھ اور ہوتا تو وہ بھی پیش کرتا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ تین کتے جنکا شمار حضور کے امرائے ذی وقار مین ہے میرے زر و مال سے اپنی حرص کی اشتہا سیر کر چکے ہین "

یہ شکایت وقت پر سوجھ جانے کی بات تھی، تغلق تمور اتنا سنتے ہی سوچنے لگا کہ خدا جانے اس طرح کتنی دولت اب تک ہاتھ سے نکل چکی ہوگی، فوراً ان تینون سردارون کی طرف قاصد اس حکم سے دوڑائے کہ تیمور سے جو مال حاصل کیا گیا ہے اسے واپس کیا جائے، یہ سچ ہے کہ حکم

یہ بیان کر دیا گیا تھا کہ کل مال حاجی برلاس کو واپس کیا جانا چاہیے اس میں یہ سوچا تھا کہ حاجی برلاس کے پاس پہلے سب مال جمع ہو جائے تو پھر کل مال بعد کو اس سے لے لیا جائے، تیمور کی حالت یہ تھی کہ اُس سے طلب کر کے کچھ زیادہ حاصل کرنا اب ممکن نہ تھا،

خان نے تیمور سے کہا "کتے وہ ضرور ہیں، لیکن میرے کتے ہیں،" اور دانشدان کی آزو حرص سے ایسی تکلیف پہنچی ہے جیسے آنکھ میں بال پڑ گیا ہو یا جسم میں پھانس چبھ گئی ہو،

اگر میچاولیؔ[1] کو ان کوہستانی لوگوں کا حال معلوم ہوتا تو ایک دوسری کتاب لکھنی بھی وہ ضروری اور مناسب سمجھتا، دھوکا دینا ان لوگوں میں ایک ہنر تھا، اور سازش کرنا فنون لطیفہ میں شامل تھا، یہ ایک جنگ آور اور رزم آزما قوم کے لوگ تھے، لڑتے لڑتے اب ان کا دل ایسا بھر گیا تھا کہ جب تک بالکل مجبور نہ ہوتے ہتیار نہ اٹھاتے، تغلق تمور خان کے لشکر میں تیمور نے جن لوگوں کو اپنا دوست بنایا وہ تعداد میں کم تھے،

جتہ مغلون نے کہا "اس وقت والیان سمرقند اس طرح پراگندہ ہوئے ہیں جیسے شکرے کو دیکھ کر بٹیریں تتر بتر ہو جاتی ہیں ان میں سے صرف ایک تیمور یہاں موجود ہے، وہ عاقل و ہوشیار ہے، مناسب ہے کہ اس سے مصالحت کر کے اس ملک پر اسی کے ذریعہ سے حکومت کی جائے،

مگر اس وقت مغلون نے یہ کچھ بھی نہیں کیا، کیونکہ صورت اور ہی پیش آئی، تینون مغل سرداروں کو جن کی شکایت تیمور نے کی تھی جس وقت شبہ گذرا کہ تغلق تمور بطور سزا کے ان کا

---

[1] میچاولی اٹلی کا مشہور سیاسی مصنف تھا جس نے بادشاہوں کے لیے کہ وہ رعایا پر حکومت کر سکیں بڑے بڑے مکائد اپنی تصنیف میں لکھے ہیں، (مترجم)

و اسباب ضبط کرے گا تو انھون نے آپس مین مشورہ کیا اور فوراً اپنے اپنے علاقون کی طرف راستے مین تاخت و تاراج کرتے ہوئے روانہ ہو گئے، شمالی سرحد پر پہنچکر فوجین جمع کرنی شروع کین اور تغلق تمور کی عدم موجودگی مین وہان نزاعات کا بازار گرم کرنا چاہا، خان نے جب یہ حال دیکھا تو تیمور سے جو بڑا صاحب تدبیر تھا مشورہ کیا کہ ایسی حالت مین کیا کرنا چاہیے،

تیمور نے بہت غور کے بعد خان سے بہ اصرار عرض کیا کہ "حضور اپنے ملک کو واپس چلے جائین واپس جانے مین ایک ضرر ہے اور یہان قیام کرنے مین دو ضرر ہین ایک سامنے ہے اور دوسرا عقب مین[1]"

یہ صلاح سنکر تغلق تمور خان اپنے ملک کو واپس چلا گیا تاکہ وہان کے باغیون کو سزا دے، روانگی سے پہلے اس نے تیمور کو تومان باشی کا منصب عطا فرمایا، یعنی دس ہزار سوارون کا سردار مقرر کیا اور ایک تحریری فرمان اور مہر عنایت فرمائی، یہ مراتب و درجات وہی تھے جو تیمور کے آبا و اجداد کو مغلون کی پرانی حکومت مین حاصل تھے،[2]

تیمور نے شہر سبز کی وادی اور اس کے شہرون کو تباہی سے بچا لیا، اور اب وہ خان کے حکم اور فرمان سے اپنے الوس کا سردار ہو گیا، اور جب تاتاری امرا کو وہ خطرہ پیش نہ رہا جو سب کے لیے ایک عام مصیبت تھا، تو پھر وہ حسب عادت بڑی مستعدی و سرگرمی سے آپس مین لڑنے لگے، اس کے بعد کے تین سال مین بڑے بڑے انقلاب پیش آتے رہے،

۳۴

[1] دیکھو تزک تیمور صفحہ ۲۱، صرف اتنا بیان ہے کہ تغلق تمور جس وقت ماوراء النہر مین تھا تو خبر آئی کہ دشت قبچاق کے امرا نے مخالفت اختیار کی ہے، تغلق تمور خان نے مضطرب ہو کر تیمور سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے، تیمور نے دشت جتہ یعنی جہان تغلق تمور رہتا تھا جانے کی صلاح دی اور تغلق تمور اسی طرف چلا گیا،

[2] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۴، "و تومان امیر قراچار و ایالت و ولایت کش با توابع و لواحق بر او مقرر شد":

حاجی برلاس اور بایزید جلائر نے باہمی سازش کرکے تیمور کا قدم بیچ مین سے ہٹانے کے لیے اُسے ہلاک کرنا چاہا، چنانچہ انھون نے اُسے اپنے خیمے مین مدعو کیا، تیمور آیا مگر یہ دیکھتے ہی کہ چند مسلح سپاہی بھی وہان موجود ہین اسے کچھ شبہ گذرا، اور اس حیلے سے کہ ناک سے دفعتہً خون جاری ہوگیا ہے وہ خیمے کے اندر کے درجون مین سے ہوتا ہوا باہر نکل اپنے ہمراہیون سے جا ملا اور پھر یہ سب فوراً گھوڑون پر سوار ہو وہان سے روانہ ہوگئے، بعد مین بایزید جلائر کو اپنی اس حرکت پر سخت ندامت ہوئی، تیمور سے اس نے اس بارے مین معافی بھی مانگی، لیکن حاجی برلاس بڑا سخت دل تھا، اس نے شہر سبز کی وادی پر قبضہ کرنے کے لیے لشکر کشی کی،

تیمور کی حالت اس وقت ایسی نہ تھی کہ اپنا علاقہ چچا کے حوالے کردیتا، خاصکر ایسی صورت مین کہ تغلق تمور کا فرمان اس کی جیب مین موجود تھا اور ہزار ہا سپاہ اس کی مدد کو تیار رکھی تیمور نے فوراً اپنے ہمراہیون کو یکجا کیا اور اب چچا بھتیجے کے لشکرون مین کچھ مدت کیلئے جنگ ہوتی رہی، مگر حاجی برلاس نے لڑائی چھوڑ دفعتہً سمرقند کی طرف کوچ کیا، تیمور نے زعم مین آکر چچا کا تعاقب کیا، لیکن دوسرے دن تیمور کے تمام ساتھی تیمور کا ساتھ چھوڑ حاجی برلاس سے جا ملے، حاجی برلاس نے پہلے ہی سے ان کو سمجھا دیا تھا کہ قبیلہ برلاس کا بڑا حصہ اس کے زیر فرمان ہے اس لیے وہ بھی آکر اس سے مل جائین،

تیمور اب واپس ہوا تاکہ اپنی بیوی اُلجائی کے بھائی امیر حسین سے اتحاد قائم کرے، امیر حسین اس وقت پہاڑی قبیلون اور کابل کے افغانون کو لیے اس طرف آگیا تھا، قبائل تاتار[1] مین باہمی جنگ کا سلسلہ بدستور قائم رہا، حتی کہ تغلق تمور خان دوسری مرتبہ ماوراءالنہر مین آیا اور

[1] ایشیاے وسطی کے اندرونی حصون مین یہ لڑائیان ایک پرانا قصہ تھین، جو حال اس وقت تھا وہی تقریبًا

اس طرح آیا" جیسے پرندون مین کہین سے پتھر آن گرا ہو"

اس بار تغلق تمور نے زیادہ سخت دل ہو کر لشکر کشی کی، ارادہ کر لیا تھا کہ امراے تاتار کے کل ملکون کو فتح کر لیگا، بایزید جلائر کو اُس نے جلد قتل کرا دیا، حاجی برلاس پھر اپنے ساتھیون کو لے جنوب کی طرف بھاگا، اس حالت فرار مین کسی مقام پر چورون نے اُسے مار ڈالا، امیر حسین نے ہمت کر کے مغلون کا مقابلہ کیا لیکن بری طرح شکست کھائی اور مجبور ہو کر جان بچانے کے لیے اُسے میدان سے بھاگنا پڑا، تیمور شہر سبز کی مسند حکومت پر مضبوطی سے بیٹھا رہا،

۴۴

تغلق تمور نے خوب دل بھر کر فتوحات حاصل کین اور اخیر مین اپنے فرزند الیاس کو تمام ممالک تاتار کا حاکم مقرر کیا اور جتہ مغلون مین سے ایک سپہ سالار کو جس کا نام بیک جک تھا الیاس کی مدد پر رکھا تاکہ رعایا مین الیاس کے احکام کی پابندی ہوتی رہے، اسی طرح دوامرا جتہ کی ماتحتی مین تیمور کو سمرقند کا امیر مقرر کیا، یہ درجہ کافی تھا، اور ایک بیدار مغز آدمی اسمین آیندہ دولت اور حکومت حاصل کرنے کا موقع دیکھ سکتا تھا،

تیمور نے شکایت کی کہ شمالی امراے جتہ کا اُسے زیردست بنایا گیا ہے، لیکن تغلق تمور نے اسے وہ عہدنامہ یاد دلایا جو اس کے اور تیمور کے اجداد مین ہوا تھا، اس عہدنامہ کی رو سے یہ قرار پایا تھا کہ چنگیز خان کی اولاد حکومت کرے اور گورگان کی اولاد اُس کی خدمت کرے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) آجکل ہے، تاتاری امرا کے ملکون کا اندازہ موجودہ جغرافی نقشہ پر اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان مین کابل سے شمال مین افغانستان کے حصہ کو اور ایران کے شمال مشرقی اضلاع کو اور تمام ملک بخارا اور ماوراء النہر کو اور روسی ترکستان کے بہت سے اقطاع کو شامل کر کے دیکھا جائے، کم سے کم ایک لاکھ تاتاری ایسے تھے جو لڑائی کے لیے مسلح تھے، لیکن ان لڑائیون کے حالات لکھنے کیلئے ایک جدا کتاب لکھنے کی ضرورت ہوگی یہان ہمنے صرف تیمور کے حالات اور کارنامون پر بحث رکھی ہے، تاتاریون کی خانہ جنگی مین تیمور سنہ ۱۳۶۲ء/۷۶۲ھ سے سنہ ۱۳۶۹ء/۷۷۱ھ تک مصروف رہا، (مصنف)

تغلق تمور نے کہا۔ بس اسی طرح تمھارے جد قاجولی خان اور میرے جد قبل خان کے درمیان طے پایا تھا، تیمور بھی سمجھتا تھا کہ اپنے جد کے عہد و پیمان کی پابندی اس پر لازمی ہے[1]، دل مین ناخوش رہا، مگر بہرکیف شہر سبز مین اچھی طرح گذر کرتا رہا،

لیکن سردار جتہ بیک جک نے سمرقند کے علاقے کو لوٹنا شروع کیا، جس قدر لوٹ کا مال لاتا الیاس خواجہ (پسر تغلق تمور) اس سے خوش ہوتا، تیمور کو معلوم ہوا کہ بیک جک نے سادات کی لڑکیون کو اسیر کر لیا ہے، مولانا زین الدین نے نہایت غیظ و غضب کیساتھ مغلون کی ان زیادتیون کی شکایت کی، تیمور نے ایک عرض داشت رہزن مغلون کے بارے مین تغلق تمور کی خدمت مین ارسال کی، مگر اس عرضداشت کا کچھ اثر نہ ہوا، تیمور نے لشکر فراہم کر کے شمال کی طرف مراجعت کی اور بہت سے اسیرون کو بزور شمشیر مغلون کے پنجے سے چھڑا لیا، اس کے دشمنون نے تغلق تمور کو اطلاع دی کہ تیمور نے علم بغاوت بلند کیا ہے، تغلق تمور خان نے تیمور کے قتل کا فرمان صادر کیا،

اسکی خبر تیمور کو ہوئی، بحث و مباحث سے خستہ اور اپنے ملک کی تباہی دیکھتے دیکھتے بیزار ہو کر امور مملکت کو بالاے طاق رکھا اور تیمور گھوڑے پر سوار ہو صحرا کو نکل گیا،

زندگی بسر کرنے کے لیے یہ طریقہ سب سے بہتر ثابت ہوا، تیمور کی مثال بھی اسکاٹ لینڈ کے بروس کی سی ہوئی، بروس بھی قانون سے آزاد ہو کر اور اپنا خون مباح کرا کے زندہ رہنے کو ملکی سازشون مین شریک ہو کر جینے سے بہتر سمجھتا تھا،

---

[1] دیکھو تزک تیمور صفحہ ۱۴، قبل خان اور قاجولی خان دونون بھائی بھائی تھے، قبل خان سے تیسری پشت مین چنگیز خان تھا اور قاجولی خان کی آٹھوین پشت مین تیمور ہوا، قبل خان کا لقب ایلخک یعنی رعایا پرور تھا، دونون بھائیون مین اس بات کا عہد نامہ ہوا تھا کہ قبل خان کی اولاد مین سریر خانی بطنا بعد بطن مسلم رہے اور قاجولی خان اور اس کی اولاد مین امر لشکر کشی اور امارت رہے، قاجولی خان کی اولاد اسی وجہ سے قراچار یعنی سپہ سالار کہلائی، دیکھو روضۃ الصفا جلد پنجم صفحہ ۹، نیز حبیب السیر جلد سوم جزو اول صفحہ ۹ سطر ۲۲-۲۱، ۵ ایضاً صفحہ ۱۵ (مترجم)

چھٹا باب

تیمور اور بادیہ گردی

مغرب کی طرف صحرا کی زمین سرخ و شورہ زار نباتات نام کو نہین، کوسون تک چلی گئی تھی، پاؤن کے نیچے کی سرخ مٹی جابجا تڑخی ہوئی شگاف اور درزین پڑی ہوئین گویا دھوپ کی تیزی سے پک اٹھی ہے، چلنے والے کے چہرے تک اپنی تمازت پہونچاتی تھی، گرم ہوا کے جھونکے یکایک اٹھتے اور گرد غبار کے بادل چھا جاتے، اور یہ غبار پرانے بوسیدہ چٹانون کے اوپر اوپر اس طرح پھیلا نظر آتا جیسے صاف مطلع مین سمندر کی لہر کنارے سے ٹکرا کر کف اڑاتی ہو، صرف صبح کے وقت یا شام ہوتے دور کی چیزین صاف نظر آسکتی تھین دن کے باقی اوقات مین نیچے زمین پر گرد اور سر پر آسمان کا چمکتا اور دہکتا تنور قوت بینائی کیلئے موجب مضرت تھا،

لیکن ابھی تک اصلی صحرا نہ آیا تھا، کیونکہ یہان خشک دریاؤن کے گذرگاہ جابجا ملتے تھے، جو بھورے رنگ کے اونچے اونچے چٹانون مین سے چکر کاٹتے ہوئے آمو دریا کی طرف نکل گئے تھے، آمو کا پاٹ بہت بڑا تھا، اس کے زرد پانی نے سالی سرائے کو جو اس صحرا سے چار ہزار فیٹ بلندی پر تھا بہشت کا نمونہ بنا رکھا تھا، دریا کے قریب سبزہ کچھ کچھ نظر آتا

تھا مگر ادنیٰ قسم کا، پھل پھول کچھ نہ ہوتے تھے، دریا کے کنارے نرسلون کے جھنڈ کھڑے تھے یا ناگ پھنی کے درخت کہین ریت مین دبے اور کہین جڑون تک کھلے اونچے اٹھے نظر آتے تھے،

دریا کے علاوہ کنوئین بھی تھے مگر ان کا پانی جانور پی سکتے تھے انسان کے پینے کے قابل نہ تھا، میٹھا پانی جہان ہوتا وہان خانہ بدوش ترکمان اپنے ڈیرے ڈال دیتے، یہ لوگ بھیڑین چرایا کرتے تھے مگر اس تاک مین بھی رہتے تھے کہ اگر کوئی کمزور نہتا قافلہ پاس سے گذرے تو اُسے لوٹ لین، اوران ترکمانون مین ایسے لوگ بھی تھے جو خون کرکے اس دشت بے آب و گیاہ مین جان بچانے چلے آئے تھے،

اس مٹیلے پتھریلے بیابان سے جس کا نام قزل قم (یعنی ریگستان سرخ) تھا تیمور کا گذر ہوا، اس کی بیوی اُلجائی اس کے ساتھ تھی اور بیس سے کچھ زیادہ اور ہمراہی تھے جنہون نے آقا کیساتھ مصائب سفر مین شریک رہنا پسند کیا تھا، کچھ کوتل گھوڑے بار برداری کے، کچھ ہتیار، کسی قدر زروجواہر بھی ساتھ تھا، مشکیزون مین پانی کافی تھا | سفر تیزی سے کرنے لگے کیونکہ قافلہ مضبوط تھا، رات کے وقت گھوڑون کو پہاڑون کی سوکھی گھاس چرنے چھوڑ دیتے تھے اور انکی حفاظت بھی بخوبی کرلیتے تھے، ایک کنوئین سے دوسرے کنوئین تک سفر کرتے ہوئے چلے آخر کار ایک جگہ[1] اُلجائی کے بھائی امیر حسین سے ملاقات ہوگئی، امیر حسین بھی ماوراءالنہر کے اور امرا کی طرح تغلق تیمور کے خوف سے بھاگے ہوئے لوگون مین تھا، دبلا، پتلا، مٹیلی طبیعت کا آدمی تھا ہمت و عزم بہت رکھتا تھا مگر طامع بھی بہت تھا، اس وقت صرف کابل مین بادشاہی کرتا تھا، اور اب

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۲- اس مقام کو ایک کنوان لکھا ہے جو شہر خیوہ کے قریب تھا اور چاہ سلنج کے نام سے مشہور تھا، (مترجم)

بڑی آرزو یہ تھی کہ جو کچھ ہاتھ سے نکل گیا ہے وہ پھر مل جائے،

امیر حسین دل مین اپنے تئین تیمور سے بڑھکر سمجھتا تھا، عمر بھی اس کی تیمور سے کچھ زیادہ تھی، مگر تیمور کی اعلیٰ حربی قابلیتون کی دل سے قدر کرتا تھا، امیر حسین کی طمع وحرص کو تیمور سمجھ نہ سکتا تھا مگر اس وقت تو ایک ساتھی کے مل جانے سے تیمور بہت ہی خوش ہوا،

الجائی ان دونون مین ایک بڑا واسطہ تھی، یہ امیر قزغن کی پوتی تھی، اور حقیقت مین ایسے دادا کی ایسی ہی پوتی ہونی بھی چاہیئے تھی، مصیبتون پر ہنس ہنس کر ان کا علاج سوچتی تھی، کبھی تکلیفون کی شکایت نہ کرتی اور اس کی خوش دلی اور بشاشت سے تیمور کا فکر دور ہوتا رہتا،

امیر حسین کیساتھ اس کی بیوی دلشاد آغا بھی تھی جو حسن مین مشہور تھی اور اب ان چارون نے ایک کنوئین کے قریب خیمے نصب کرائے اور جن مصیبتون مین اس وقت مبتلا تھے اُن سے نکلنے کی تدبیرون پر گفتگو کرنے لگے، اس وقت ان کے ہمراہ ساٹھ آدمی تھے جو مضبوط گھوڑون پر سوار تھے، ان سب نے مغرب کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا جہان امید تھی کہ کاروانون کے راستے اور بڑے بڑے شہر بحر خوارزم کے کنارے (جسے اب بحر آرال کہتے ہین) ملین گے،

غرض یہ لوگ تیمور کی سرگروہی مین (صحرائے قزلقم مین سے ہوتے ہوئے خیوہ پہنچے، حاکم خیوہ (تگل) نے ان ناخواندہ مہمانون کو پہچان لیا اور ارادہ کیا کہ ان کا مال واسباب ضبط کرکے خود ان کو جتہ مغلون کے ہاتھ فروخت کر ڈالے، تیمور اور اس کے ساتھیون کے لیے خیوہ خطرناک مقام تھا، اس لیے وہ شہر سے نکل کر کھلے میدانون مین سفر کرنے لگے، لیکن حاکم خیوہ اور اس کے

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۲،

کئی سو سوارون نے ان کا تعاقب کیا، تیمور اور اس کے ہمراہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے، اور وہان سے تیمور اور امیر حسین نے باوجودیکہ دشمنون کی تعداد زیادہ تھی ان کا مقابلہ کیا، خیوہ کے سوار پہاڑی کے نیچے تھے، تیمور اور امیر حسین نے اوپر سے نیچے کی طرف ان پر دھاوا کیا، دشمن اس یلغار کی تاب نہ لاسکا،

اور اب فریقین کے سوارون مین سخت معرکہ آرائی ہوئی، گھوڑے پر سوار ہوکر لڑنے مین تاتاری پورے استاد تھے، پہاڑی کی اوپر سے نیچے کی طرف ان کے دھاوے نے اہل خیوہ کے حواس باختہ کردیئے، چھوٹی ڈھالین بائین بازوون پر کھسکاکر اور اپنی بل کھائی ہوئی کمانون سے فولادی پھل کے وزنی تیر اس قوت سے چلائے کہ دشمن کی زرہ خود اور چار آئینے چھلنی کردیے | دائین اور بائین دونون ہاتھون سے آگے اور پیچھے تیر چلاتے تھے،

کھلے منہ کے قربان[1] مین زہ چڑھی ہوئی کمان بالکل تیار کر کے ایک طرف اور کھلا ہوا ترکش دوسری طرف ہوتا تھا. کمان کو لوہا اور سینگھ لگاکر مضبوط کرتے تھے، تیر کے پلّے اور صدمے کے اعتبار سے یہ چھوٹی کمانین انگریزی لمبی کمانون کے برابر مہلک تھین، اس ہتیار کے ساتھ جب کہ زہ پر چلّی مین تیر ہوتا تاتاری کی بھی وہی کیفیت ہوتی تھی جیسے آجکل کے سوار کی جس کی کمر پیٹی مین تین نشست بھلے کا پستول لگا ہو، ایک ہاتھ سے کمان کو سامنے لانا اور دوسرے سے ترکش سے تیر نکال کر زہ پر لگانا حرکت واحد ہوتی تھی، اور تیر بڑی تیزی سے لگاتار چلاتے تھے، بندوقچی کی طرح انھین بندوق بھرنے کے لیے دم لینے کی ضرورت نہ تھی، اگر آجکل کے ہتیارون سے مقابلہ کیا جائے تو کھلے ترکش کارتوس کی پیٹی کی جگہ اور کہنیون پر فولادی دستانے آجکل کے رسالہ دار کے چرمی دستانون

---

[1] کمان کا غلاف جو اوپر سے کھلا ہوتا تھا (مترجم)

Martin]

امیر تیمور اپنے قصر کے باغ میں دربار کر رہا ہے

یہ تصویر ایرانی مصور کی ہے جس میں امیر کا رنگ گورا دکھایا ہے اور ڈاڑھی ترشی ہوئی ہے

کی جگہ تھے،

چونکہ چھوٹی ڈھال بازو پر چڑھی ہوتی تھی اور ہاتھ دونون کھلے ہوتے تھے اس لیے چھوٹی کمان سے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے بیٹھے چارون طرف تیر چلانا آسان تھا،

تاتاریون نے اپنے پستہ قد گھوڑون کو خیوہ کے سوارون کی طرف ڈپٹا دیا، اب جہان دشمن زیادہ تعداد مین نظر آتا اس کی صفون مین گھوڑون کو تیز دوڑاتے اور کاٹھیون کے سامنے کے سرون کو پکڑ کر جھکے ہوئے ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف نکل جاتے اور شدت سے شور مچاتے، بارہ بارہ سوارون کا غول ملکر خیوہ والون پر دھاوا کرتا اور ان کو پراگندہ کر کے پھر بہت جلد اپنے غول مین آملتا، صرف ضرورت کے وقت تلوار یا لڑائی کے چھوٹے گرزون سے کام لیتے تھے، تلوار سے خونریزی بھی ان کی ہولناک تھی مگر تیر و کمان ان کا سب سے بڑا ہتھیار تھا[1]

گھوڑون کی کاٹھیان جلد جلد خالی ہونے لگین، جانبین کے سردار اور امیر لڑائی کے مرکز سے دور دور رہے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ مرکز مین پہنچتے ہی لوگ ان کو گھیر کر یقیناً قتل کر دین گے، سوار جنکو گھوڑے کی پیٹھ چھوڑنی پڑی تھی دوسرے گھوڑے کی تلاش مین سرگردان پھرتے، تاتاریون مین سے ایک شخص جسکا نام ایلچی بہادر تھا بے جگر ہو کر دشمن کے مقابلے مین پیدل ڈٹا ہوا تھا، تیمور یہ دیکھکر گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کے قریب آیا، اور اسکی کمان کی زہ کاٹ کر کمان اس کے ہاتھ سے چھین لی تاکہ وہ مجبوراً میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ مقام مین چلا جائے[2]،

امیر حسین اس موقع پر خیوہ کے سوارون کی صفین توڑتا ہوا حاکم خیوہ کی طرف چلا، اس کے علمدار کو قتل کر ڈالا مگر خیوہ کے سوارون نے اسے گھیر لیا، امیر حسین دشمنون کے حلقے مین کبھی

---

[1] دیکھو تعلیقہ نمبر ۲ [2] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۶۲-۶۳،

ادھر لڑتا کبھی ادھر، تیمور یہ حال دیکھکر اس کی مدد کو چلا، تیمور کو آتے دیکھ کر خیوہ کے سوار اوسکی طرف متوجہ ہوئے، امیر حسین کو موقع مل گیا اور وہ دشمنون مین سے صحیح سلامت باہر نکل آئے تیمور نے اپنا گھوڑا پیچھے ہٹایا اور دائین بائین تلوار چلا کر اپنے تئین بچانے لگا اتنے مین اس کے چند سوار قریب آگئے اور خیوہ کی سپاہ پراگندہ ہونی شروع ہوئی،

اب تیمور کو موقع ملا، فوراً للکار کر اپنے سوارون کو یلغار کا حکم دیا، امیر حسین کا گھوڑا تیر سے زخمی ہو کر گر گیا تھا اور امیر حسین پیدل ہو گیا تھا، اس کی بیوی دل شاد آغا شوہر کو گھوڑے سے اترا دیکھتے ہی اپنا گھوڑا دوڑا کر قریب آئی اور شوہر کو اس پر سوار کر کے خود پیادہ ہو گئی[1]، امیر حسین گھوڑے پر سوار ہو پھر اپنی جماعت مین آملا،

تیمور نے اب تکل حاکم خیوہ کو مارنے کا ارادہ کیا اور اس پر تیر چلایا، تیر تکل کے کلہ پر لگا وہ زخم کھاتے ہی زمین پر گرا، تیمور اسکی طرف چلا اور دوڑتے گھوڑے کی پیٹھ سے جھک کر زمین پر سے ایک برچھی اٹھا کر تکل کے جسم مین بھونک دی، اس وار نے اس کا خاتمہ کر دیا، جس وقت خیوہ والون نے دیکھا کہ ان کا سردار مارا گیا تو وہ متفرق ہو گئے، تاتاریون نے ان کا تعاقب کیا اور جب تک سب کے ترکش خالی نہ ہو گئے انھون نے تیر چلانے بند نہ کیے، اب تیمور نے دل شاد آغا کو جو پیدل ہو گئی تھی اپنی بیوی الجائی کے ساتھ ایک ہی گھوڑے پر بٹھا دیا اور پھر ان عورتون اور بقیۃ السیف کو ساتھ لیے پہاڑی کی چوٹی پر واپس آیا،

اب جو دیکھا تو اپنے ساتھیون مین صرف سات آدمی باقی رہ گئے تھے، اور ان مین بھی اکثر کچھ کچھ زخمی تھے، خیوہ والے پہاڑی سے نیچے میدان مین اپنے گھوڑون سے اترے اور

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۳،

کچھ دیر تک آپس مین مشورہ کرتے رہے، سورج چھپنے کو تھا، تیمور نے دشت خوارزم کی طرف نکلجانیکا ارادہ کیا، خیوہ والون نے تعاقب کیا مگر تاریکی نے آگے بڑھنے سے روک دیا،

تیمور نے اپنے ہمراہیون سے ہنسکر کہا، ہم ابھی اپنی منزل تک نہین پہنچے ہین"۔

رات بھر اندھیرے مین ادھر اودھر ٹکراتے پھرے، یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ایک کنوین پر پہنچ گئے، یہان تیمور کے تین ملازم جو بلخ کے رہنے والے تھے اور خیوہ والون کے معرکہ سے بھاگ کر یہان تک پیدل آئے تھے ساتھ ہو گئے، تیمور کے ساتھیون نے کنوئین کا پانی جو میٹھا اور ٹھنڈا تھا پیا اور اس پانی سے انھین ایسی تسکین ہوئی کہ لیٹتے ہی غافل سو گئے، تیمور اور امیر حسین اب تنہا بیٹھکر مشورہ کرنے لگے اور یہ بات قرار پائی کہ اب دونون کو علٰحدہ ہو کر سفر کرنا چاہیے تاکہ آیندہ ان کی شناخت کا موقع لوگون کو کم مل سکے، غرض یہ مشورہ کرکے یہ دونون بھی سو گئے،

جب دن نکلا تو معلوم ہوا کہ تینون بلخی ملازم سات گھوڑون مین سے تین گھوڑے لے کر چلدیئے ہین[۱]، چار گھوڑے جو باقی رہے تھے ان کو تیمور اور امیر حسین نے باہم تقسیم کر لیا، اور دونون نے یہ ارادہ کرکے جدا جدا راستہ اختیار کیا کہ اگر ممکن ہوا تو جنوب کی طرف امیر حسین کے وطن[۲] مین پھر باہم ملاقات کرین گے، تیمور نے امیر حسین کو اپنے سامنے ہی رخصت کیا، اس کے بعد اپنا سامان جو کچھ بچا تھا ایک گھوڑے پر رکھا اور دونون گھوڑون مین جو بہتر تھا وہ اپنی بیوی الجائی خاتون آغا کو دیا، تیمور کے ساتھ اب صرف ایک ملازم تھا، یہ دیکھکر کہ تیمور جو گھر سے کبھی پیدل نہ نکلا تھا آج ریت مین گھسٹتا ہوا پیچھے پیچھے چل رہا ہے مسکرا

۴۹

[۱] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۰۔ [۲] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۹، اس مقام کا نام گرم سیر اہیر من لکھا ہی،

اور کہنے لگی۔

"اب اس سے زیادہ اور کیا بد قسمتی ہوگی کہ آج تم پیدل چل رہے ہو۔"

اب کھانے کو ان کے پاس کچھ نہ رہا تھا، دور سے دیکھا کہ چرواہے بکریاں چرا رہے ہیں، تیمور ان کی طرف گیا اور دو چار بکریاں خریدیں، ایک بکرے کو فوراً کباب لگا کر خوش ہو کر کھائے باقی کو ذبح کر کے ان کا گوشت گرم پتھروں پر بھون مجلس کر سامان کیساتھ رکھ لیا کہ آیندہ سفر میں کام آئے گا، تیمور نے چرواہوں سے پوچھا کہ اس ریگستان سے کہیں باہر نکلنے کا بھی کوئی رستہ ہے، چرواہوں نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ رستہ ترکمانوں کی پورت تک جاتا ہے"۔

اب یہ لوگ اسی رستے ہو لیے اور ترکمانوں کے گاؤں تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ جھونپڑیاں خالی پڑی ہیں، تیمور نے ایک جھونپڑی پر قبضہ کیا ہی تھا کہ اور جھونپڑیوں سے ایک شور برپا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ تیمور اور اس کے ساتھیوں کو چور سمجھ کر ترکمان اپنے گھروں میں چھپ گئے تھے، تیمور نے الجائی کو ایک جھونپڑی میں بٹھایا اور دروازے سے مع ملازم کے باہر نکل ترکمانوں کو ڈرانے کے لیے کمان سے خالی تیر چلانے لگا کیونکہ ترکش میں اب تیر باقی نہ تھے، مگر ترکمان نہ ڈرے اور دوڑ کر ان پر حملہ کرنا چاہا[1]،

تیمور نے کمان زمین پر پھینک دی اور نیام سے تلوار نکال ترکمانوں کی طرف چلا جونہی آگے بڑھا ترکمانوں کے سردار نے اُسے پہچان لیا[2] کیونکہ یہ سردار شہر سبز میں تیمور سے ملاقات کر چکا تھا، سردار فوراً قریب گیا اور تیمور سے بغلگیر ہو کر کہا،

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۵۔ [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۵، اس سردار کا نام حاجی محمود تھا۔

"واللہ، آپ تو ماوراء النہر کے امیر ہیں۔"

ترکمان بھیڑون کی کھالین سخت بدبودار پہنے تھے، جس وقت تیمور کی نسبت ان کا شبہ رفع ہوا تو وہ قدمون پر گرکر معافی کے طلبگار ہوئے، رات جب ہوئی تو انھون نے ایک بھیڑ ذبح کی، مہمانون اور میزبانون نے ملکر ایک ہی رکابی سے کھایا، ترکمانون کے بچے بھی آنکھین پھاڑے جہانتک ہوسکا آگ کے قریب صورتین دیکھنے اور باتین سننے چلے آئے، اور اب ترکمانون نے اپنا ریگستان چھوڑکر باقی تمام دنیا کی خبرین معلوم کرنے کے لیے تیمور سے بیسیون سوال کئے، ان سوالون کی وہ کثرت تھی کہ تیمور تمام شب نہ سوسکا، مگر تیمور ان کے لیے نہ صرف باہر کی خبرین معلوم کرنے کا ذریعہ تھا بلکہ اس کا یہان تک آنا بھی ان لوگون کی عزت کا موجب ہوا، اور وہ اس بات سے بہت خوش تھے،

دوسرے دن تیمور نے ترکمانون کے سردار کو ایک گران بہا لعل اور دو خلعت جنمین موتی ٹکے تھے عطا فرمائے[1]، سردار نے اس کے بدلے مین اپنے قبیلے کے گھوڑون مین سے تین گھوڑے اور ایک رہبر دیا تاکہ ان کو جنوب کا راستہ بتائے،

بارہ دن کے سفر مین وہ صحرا سے نکل کر خراسان کی سڑک پر آگئے، پہلا گاؤن جو انکو ملا وہ آدمیون سے خالی اور شکستہ حال تھا، پانی کے لیے ایک جگہ کنوان کھودنا پڑا، جب پانی نکل آیا تو گاؤن کے ایک کھنڈر مین قیام کیا تاکہ گھوڑون کو کچھ آرام مل جائے،

اور اب ایک دوسری مصیبت کا سامنا ہوا، قریب ہی ایک قبیلہ رہتا تھا، اس کے لوگون نے تیمور اور اس کے ساتھ والون کو دیکھ لیا، فوراً گھوڑون پر سوار ہو ان کے قریب آگئے

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۶،

۵۰

اور سب کو گرفتار کر کے اپنے سردار کے پاس لے گئے، اس سردار کا نام علی بیگ تھا[1]، علی بیگ نے سوچا کہ تیمور کو گرفتار کر لینے سے خوب روپیہ ملیگا، اس خیال سے اس نے تیمور کا کل مال اور اسباب اپنے قبضے مین کیا اور تیمور اور اس کی بیوی کو ایک گاؤ خانے مین بند کر دیا جس مین کثرت سے کیڑے مکوڑے بھرے تھے۔

تیمور کو کب گوارا ہو سکتا تھا کہ الجائی ایسی تکلیف کی جگہ قید ہو، اس نے مقابلہ کرنا چاہا مگر علی بیگ کے سپاہیون نے مجبور کر دیا، غرض باسٹھ دن تک موسم گرما کے اخیر مین جب کہ گرمی کا توڑ تھا تیمور اور اس کی بیوی کو اس قید خانے مین رہنا پڑا، اس کے بعد تیمور نے قسم کھائی کہ کسی شخص کو چاہے وہ خطاوار ہو یا بے خطا قید خانے مین بند نہ کرائیگا،

علی بیگ نے جتہ مغلون سے ان قیدیون کے بارے مین جو معاملہ کرنا چاہا تو اس کا خاتمہ ایک غیر مترقبہ صورت سے اسیرون کی رہائی مین ہوا، علی بیگ کے ایک بھائی نے جو ایران کے شہر طوس کا حاکم تھا جب یہ واقعہ سنا تو تیمور کے لیے بہت سے تحائف اپنے بھائی کے پاس بھیجکر اس کو لکھا کہ شہر سبز کے حاکم اور مغول جتہ کے معاملے مین تمھارا دخل دینا نہایت نادانی کی بات ہوگی؛

علی بیگ نے بہت روز کے بعد اپنے بھائی کی نصیحت پر عمل کر کے اسیرون کو رہا کیا، مگر بری طرح، بھائی نے جو تحائف تیمور کے لیے بھیجے تھے وہ اپنے پاس رکھ لیے اور تیمور اور الجائی کو سفر کرنے کے لیے ایک دُبلا گھوڑا اور مریل اونٹ دیکر رخصت کیا[2]،

لیکن سیاہ زلفون والی الجائی اپنی ان مسلسل مصیبتون پر ہنستی تھی اور کہتی تھی کہ اے امیر یہ حالت بھی آخری نہین ہے، ابھی منزل تک پہنچنا باقی ہے۔

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۶-۶۸ [2] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۸،

ساتوان باب

"اسپ لاغر" اور "شتر ناتوان"

خریف کی بارش شروع ہو گئی تھی، امیر حسین سے تیمور نے جس مقام[1] پر ملنے کا وعدہ کیا تھا، وہ آمو دریا کے دوسری طرف جنوب مین صدہا میل کے فاصلے پر واقع تھا، اب تیمور کے دل نے مجبور کیا کہ وہ ایک بڑا چکر کاٹ کر پہلے وطن جائے اور پھر وہان سے چل کر امیر حسین سے ملاقات کرے مگر امیر حسین سے بے سر و سامان ہو کر ملنے کو دل گوارا نہ کرتا تھا، کچھ جمعیت کا ساتھ ہونا ضروری تھا، آمو سے ادھر ہی ایک امیر کے گھر سے جو پرانا دوست تھا پندرہ سوار اور چند کوتل گھوڑے ساتھ چلنے کو مل گئے، اب اتنا ہو گیا کہ الجائی گھوڑون کی گاڑی مین سفر کر سکے، علی بیگ والا دُبلا گھوڑا اور مَرِیل اونٹ یہان فقیرون کی نذر کر دیا گیا،

بیوی کیساتھ شوہر کی توجہ اور محبت کی چند مثالین یہان نظر آتی ہین، اس سفر مین تیمور کچھ سوارون کو ساتھ لے کر الجائی سے آگے بڑھ گیا تھا[2]، اور ارادہ کر لیا تھا کہ سمرقند مین تنہا داخل ہوگا، لیکن جب آمو دریا کے گھاٹ پر پہنچا تو یہان مسلح گروہون کی آمد و رفت دیکھی، اتنا دیکھتے

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۹، مقام کا نام گرم سیر ہیر من تھا، غالباً سجستان مین دریائے ہلمند کے قریب قندھار کے اعمال سے کوئی مقام تھا، یہ ملک گرم سیر مین شمار ہوتا تھا (مترجم) [2] تیمور نے اپنی بیوی کو ایک مقام پر جس کا نام بخار زندان تھا ٹھہرا دیا تھا اور خود سمرقند کے ارادے سے تھوڑے سے سوارون کیساتھ چل پڑا تھا (دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۰)

بھی دریا سے اسی طرف ہمراہیون کو قیام کا حکم دیا اور وجہ یہ بتائی کہ گرمی زیادہ ہے سفر مین تکلیف ہو گی، چنانچہ دریا سے اسی طرف درختون کی چھاؤن مین ایسی جگہ ٹھہرا جہان سے سڑک اچھی طرح نظر آتی تھی، ایک ہفتے یا اس سے کچھ زیادہ قیام ہوا تھا کہ ایک دن الجائی اور اس کے ہمراہی جو آہستہ سفر کر رہے تھے آن پہنچے،

الجائی شوہر کو دیکھکر تعجب کرنے لگی مگر خوشی کی بھی انتہا نہ تھی، تیمور کو یہ خیال تو پہلے ہی سے تھا کہ بیوی کو حفاظت کی جگہ ٹھہرانا چاہیئے کہ اتنے مین سڑک پر دور سے ایک غبار سا اٹھتا نظر آیا،[1] فورًا اپنے سوارون کو اور بیوی کے ہمراہیون کو حکم دیا کہ بڑھ کر دریا پار ہو جائین، چنانچہ سوار اور ان کے گھوڑے الجائی کی گاڑی سب دریا مین اتر گئے، گھوڑے دریا کی تیز رو مین تیرتے ہوئے کبھی ریت کے ٹاپوؤن اور کبھی پانی مین سے گذرتے ہوئے آخر کار اس خطرے سے دور ہو گئے،[2] اور اس طرح تیمور نے الجائی اور ان سوارون کے درمیان جنکی گرد اڑتی سڑک پر نظر آئی تھی ایک دریا کو حائل کر دیا،

تیمور جس وقت سمرقند کے قریب پہنچا تو مضافات شہر مین آیا یہان بیوی کو ایک مکان

---

[1] ان واقعات کے لیے بھی دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۰،

[2] ظفر نامہ جلد اول صفحات ۷۰-۷۱،

بہ آب اندر افگند مرکب روان	بتائید حق شاہ صاحبقران
ہمان مرکب مہد عصمت پناہ	در آمد بآب از سپے اسپ شاہ
ہمہ بندگان نیز در تاختند	فرس را بہ جیحون در انداختند
چو کشتی ہمی راندند اسپ را	بنیروئے شاہ مظفر لوا
گذشتند مجموع ازان رود بار	باقبال کیخسروئے روزگار

مین پوشیدہ طور پر اتار دیا، ساتھیون کو بھی خبر نہ کی، تن تنہا مغرب کے وقت شہر مین خفیہ طور سے داخل
ہوا، اور اڑتالیس دن تک جتہ مغلون کی آنکھون مین خاک ڈال کر جو اسکی تلاش مین سرگردان
تھے سمرقند مین ٹھہرا رہا،[1] رات ہوتی تو کاروانسراؤن مین جا بیٹھتا تاکہ مسافرون سے راستون کا حال سنے،
دوستون کے گھر چھپ کر اس فکر مین پہنچا کہ صلاح و مشورہ کرکے اگر ممکن ہو تو شہر مین جہان کسی
کو گمان تک نہ ہو سکتا تھا، اپنا رایت بلند کرے | صحن مسجد سے نمازیون کے ہجوم مین کھڑے
ہو کر اکثر بادشاہ جتہ (الیاس پسر تغلق تمور خان) کو دیکھتا کہ اپنے فوجی افسرون کیساتھ گھوڑے
پر سوار سامنے سے گذرتا ہے،

۵۲

تیمور اس وقت بے فائدہ اپنی جان خطرے مین ڈال رہا تھا، کیونکہ یہان اس وقت کوئی
بات اس کے اختیار کی نہ تھی، جتہ مغل بڑی مضبوطی سے ملک پر مستولی تھے، حکومت مین وہ سخت
تھے، رعایا سے روپیہ وصول کرنے مین بھی ظلم کرتے تھے، مگر پھر بھی یہ شمال کے باشندے ہیبت
چنگیز خانی کی زندہ نشانیان تھے، اس کے علاوہ انھین فتوحات بھی حاصل ہو چکی تھین،

سمرقند کے گرد و نواح کے تاتاری شرفا ہمیشہ کسی فوجی سردار و سالار کے تابع رہنے کے
خوگر تھے، یہ متعصب مسلمان نہ تھے، البتہ جنگ و پیکار مین تربیت پائے ہوئے تھے، اور سوائے
مقابلے و مقاتلے کے کوئی بات ان کے ذہن مین نہ رہا کرتی تھی، کوئی شخص جو ان کو لڑنے پر
ابھارتا رہے اور انھین اپنے قابو مین بھی رکھے اور فتوحات کا ذائقہ بھی کبھی کبھی چکھاتا رہے
پھر وہ اس کے دل و جان سے مطیع ہو جاتے تھے، لیکن یہ زمانہ ایسا تھا کہ جلائر نے امیر جتہ الیاس
خواجہ کی اطاعت قبول کر لی تھی، امیر حسین بھاگا ہوا تھا اور کابل کے قصر امارت مین اس کی جگہ

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰۷،

جتہ مغلون مین سے ایک شخص سریر خانی پر متمکن ہو چکا تھا، پس یہ زمانہ ایسا نہ تھا کہ تاتاری امراء تیمور کا ساتھ دینے مین کوئی بات مفید دیکھتے،

انھی تاتاری امراء نے تیمور کو خبردار کیا کہ سمرقند مین اسکی موجودگی کا علم جتہ مغلون کو ہو گیا ہے، اب قوم برلاس کے اس امیرزادے کو پھر گھوڑے کی پیٹھ دیکھنی پڑی، اور ایک رات شہر سے خفیہ طور پر نکل کر چلا گیا،

تیمور اس وقت تنہا نہ تھا، سوارون کی ایک قلیل جمعیت اس کے ساتھ ہو گئی تھی، ان مین کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنا سردار نہ رکھتے تھے، کچھ بادیہ گرد تھے، کچھ ایسے تھے جو لڑائی اور لوٹ پر جان دیتے تھے، کچھ وحشی ترکمان اور آوارہ پھرنے والے عرب تھے، یہ لوگ فوج مرتب کرنے کے لیے اچھے نہ ہون مگر سفر مین ساتھ دینے کے لیے بہت خوب تھے،

تیمور ان لوگون کو شہر سبز کے قریب لے گیا اور وہان اپنے قصر کے سپید گنبد سے بھی زیادہ بلند ایک علف زار مین جہان گرمی کے موسم مین چوپائے چرا کرتے تھے مگر آجکل وہان کوئی نہ تھا یہ سب لوگ ڈیرے ڈال کر رہنے لگے، یہ مقام اس قدر بلند تھا کہ جتہ کے گروہ جو تیمور کی تلاش مین پھرتے تھے یہان سے صاف نظر آ سکتے تھے، امراے برلاس جو شہر سبز مین تھے کچھ پتہ پا کر تیمور سے ملنے آئے، ان مین ایلچی بہادر جس کی کمان کی زہ تیمور نے کاٹ دی تھی اور جاکو برلاس تھا جو ہر بات کا کھوج لینے مین عقاب کی طرح ہوشیار تھا، تیمور کے ہمراہی برلاس کے ان امیرون کے سامنے تیمور کی شجاعت اور مردانگی کی داستانین بڑے فخر سے سنانے لگے،

یہ تاتاری سردار امیر قزغن مرحوم کی فوجون کے پرانے جنگ آزما تیمور کے ساتھ بیٹھکر جس کا خون سلطنت نے مباح کر رکھا تھا اکثر بادہ نوشی مین مصروف ہوئے اور کہنے لگے کہ

جب ملک خدا اتنا وسیع ہے تو شہر کی چار دیواری مین کیون بند ہو کر رہین"

۵۳ تیمور نے کہا "یہ تو سب باتین ہین، کام بتاؤ کیا کرنے ہین کیا تم اب بالکل زاغ و زغن ہو گئے ہو کہ جتہ مغلون کے دسترخوان سے جو ٹکڑا ملے اسی پر قناعت کرو، یا شہباز اور عقاب ہو کہ شکار پر بڑھو اور پنجہ چلاؤ"

ایلچی بہادر اور جاکو برلاس بولے "ہم زاغ و زغن نہین ہین"

جس وقت الجائی خاتون آغا اندر سے آئی تو برلاس کے ان امیرون نے سروقد کھڑے ہو کر اسے سلام کیا، سلام کیون نہ کرتے، کیا یہ وہ خاتون نہ تھی جو اپنے شوہر کے ساتھ لڑائیون مین شریک رہی تھی، خریف کے ختم ہونے پر تیمور نے جب اپنا لشکر شہر سبز سے اٹھایا اور جنوب کی طرف پہاڑون کا رستہ لیا تاکہ حسب وعدہ امیر حسین سے ملاقات کرے تو برلاس کے یہ امراء (ایلچی بہادر اور جاکو برلاس وغیرہ) تیمور کے ہمرکاب ہو گئے[1]،

اب جو رستہ تیمور نے اختیار کیا وہ کمزور آدمیون کے چلنے کا نہ تھا، یہ پانسو میل تک ایسے پہاڑی سلسلون مین سے پیچ و خم کھاتا ہوا گیا تھا جس کی سربفلک چوٹیان آسمان کے قلعے اور برشتے معلوم ہوتے تھے، یہ رستہ بلندیون سے نشیب مین اترتا ہوا اس ملک مین آیا تھا جسے آجکل افغانستان کہتے ہین، اور افغانستان ایسا ملک ہے جس کے جغرافی نقشے نامکمل ہین اور جس کے متعلق تحقیقات ابھی تک جزوی طور پر ہوئی ہے، یہ راستہ ایک دریا کے کنارے کنارے اونچا ہوتا گیا تھا بعض مقامات پر دریا یخ بستہ سطح کی شکل رکھتا تھا، اور سڑک پر بارانی برف اتنی ہوتی تھی کہ گھٹنون تک پاؤن دھنستا تھا،

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۱۷۰

ہندوکوہ سے گذرنے مین برف کے وہ وسیع قطعے اور چٹان نظر آئے جو پہاڑون پر سے نیچے کو کھسکتے تھے، مسافران پہاڑون مین اوپر چڑھتے چڑھتے اس سطح مرتفع پر پہنچے جہان برف مین ڈوبی ہوئی ہوائین بروقت چلتی تھین، اس ہموار زمین پر تیمور کے قافلے نے اپنے مدور خیمے نصب کئے اور پھر یہان سے اٹھکر دن کو برف کی چمک اور روشنی مین سفر کرتے ہوئے اس وادی مین چلنے لگے جہان تیز ہواؤن نے دریا کے خشک رہ گذر کو اس کی کنکریان تک اڑاکر صاف کر دیا تھا،

گھوڑون کی پوششین موٹے اونی نمدون کی تھین اور سوار قاقم اور ذئب کے پوستین پہنے تھے، جس وقت ان کا گذر چوبینے کے جنگلون سے ہوا تو انھون نے لکڑیان کاٹ کر ٹھیلے تیار کئے، ان ٹھیلون مین پہیے نہ تھے، برف پر پھسلتے ہوے چلتے تھے، ان ٹھیلون کو انھون نے سفر مین برابر اپنے ساتھ رکھا، بعض وقت وہ کسی پہاڑی قبیلے کے بلند قلعے کے نیچے سے گذرتے تھے، قلعے کے دربان جو قافلے والون کو نظر آتے تھے، قافلے کے حال زار پر افسوس کرتے تھے اور سر سے ایک ہزار فٹ کی بلندی پر سب کوکتے بھونکتے سنائی دیتے،

کئی مرتبہ افغانون نے ان پر حملہ کیا، مگر افغان یہ نہ سمجھے تھے کہ کس پر حملہ کرتے ہین، نتیجہ یہ ہوا کہ تیمور کے پاس پہلے سے بھی زیادہ سامان اور گھوڑے موجود ہو گئے، اب انھون نے بارہ ہزار فیٹ بلندی والا درہ جس کے دونون طرف ہندوکوہ کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیان نظر آتی ہین عبور کیا، اور وہان سے نشیب کی طرف پہاڑون سے اترتے ہوئے آخرکار وادیِ کابل مین پہنچ گئے،

مگر اس کے معنی یہ نہ تھے کہ سفر ختم ہوا، شہر کے باہر باہر کچھ چکر کاٹکر پھر سفر شروع کیا، کابل کے قرب وجوار کے قریون سے کچھ گھوڑے اور بھیڑین خریدین، پھر کابل سے قندھار والی سڑک پر آ گئے، یہ سڑک صاف تھی کیونکہ یہان برف نہ تھی، آگے بڑھکر وہ اقطاع جنوب کی پست وادیون مین آئے اور دیکھا کہ امیر حسین اسی مقام پر جہان ملاقات کا وعدہ کیا تھا ایک لشکر ساتھ لیے موجود ہے۔ اس لشکر کے آدمی تیمور کے ہمراہیون کی مثل تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ وہ تعداد مین زیادہ تھے،

۵۴

جاڑے کے ختم ہونے تک سب نے آرام کیا، اور جب قریب کے پہاڑی سلسلون کے ایک حاکم[1] نے اپنا سفیر مع تحائف کے ان کے پاس بھیجا تو سب لوگ بہت خوش ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اس حاکم کی حکومت مین سیستان کے لوگ اس سے باغی ہو گئے تھے، اس بغاوت کی وجہ سے بہت سے پہاڑی قلعے اس حاکم کے قبضے سے نکل گئے تھے، اپنے آدمی بھیجکر اس نے تیمور اور امیر حسین سے وعدہ کیا کہ اگر باغیون کو اس کے ملک سے نکالنے مین وہ مدد کرینگے تو اس کے معاوضہ مین ان کو بہت انعام دیا جائے[2] گا، تیمور اور امیر حسین اور ان کے ساتھیون نے مدد دینے کا وعدہ کر لیا، امیر حسین نے اس مین یہ نفع سوچا کہ جنوب کے شہر اپنے قبضے مین آجائینگے اور تیمور اس خیال سے خوش ہوا کہ پھر گھوڑے کی پیٹھ ہوگی، ہم ہون گے اور میدان جنگ ہوگا،

جب راستون کی حالت بہتر ہوئی تو حاکم سیستان کی طرف سے تیمور اور امیر حسین باغیون

---

[1] یہ والی سیستان تھا، ایک بغاوت کو فرو کرنے کے لیے اس نے تیمور اور امیر حسین سے مدد مانگی، دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۲،

[2] مبلغی خطیر از نفایس جواہر و کرایم اموال بشکرانہ در نظر آورد (ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۲)

سے لڑنے گئے، اس وقت یہ دونون ایسے سپاہیون کی حیثیت رکھتے تھے جو قسمت آزمائی کے شوق مین ہمیشہ آوارہ گرد رہنے کے لیے پیدا ہوتے ہین، تیمور کو اس آفاقیت مین ایک خاص لطف حاصل ہوتا تھا اب ان دونون نے باغیون سے بہت سے قلعے جنپر انھون نے قبضہ کر رکھا تھا چھین لیے، کسی قلعے پر یک لخت حملہ کیا اور کسی کی دیوارون پر سیڑھیان لگا کر اندر اتر گئے، غرض جس طرح بن پڑا انھین فتح کر لیا،

امیر حسین نے حماقت سے سیستانیون کے گاؤن لوٹنے شروع کئے اور جو قلعے فتح کئے تھے ان مین اپنی فوجین بٹھا دین، تیمور نے امیر حسین کی ان حرکتون کی پروا نہ کی، مگر سیستانی اس پر سخت برہم ہو گئے، باغیون نے جب دیکھا کہ حاکم سے رعایا بھی ناخوش ہو گئی ہے تو انھون نے بغاوت سے اور زیادہ نفع اٹھایا اور حاکم سیستان کو کہلا بھیجا کہ ہم تمھارے بدخواہ نہین ہین، ذرا غور کرو اگر تاتاریون کو تم نے اپنی جگہ ان قلعون پر مسلط کر دیا تو یہ لوگ تمام ملک پر تصرف کر لین گے،،

نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم سیستان تیمور اور امیر حسین سے بغیر کچھ کہے سنے رات کے وقت تاتاریون کے لشکر سے نکل باغیون کے پاس چلا گیا، دفعۃً بدل جانا پہاڑی قومون کی طبیعت کا خاصہ تھا، یہ بڑے بدگمان لوگ ہوتے تھے اور غیرون کا پورا اعتبار کبھی نہ کرتے تھے، غرض اب سیستانیون نے تیمور پر حملہ کیا، تیمور نے جواب مین ان پر دھاوا کیا اور انھین مار کر پیچھے ہٹا دیا،

اس لڑائی مین ایک موقع پر تیمور کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے، سیستانیون نے تیمور کو اپنے تیرون کا نشانہ بنا لیا، ایک تیر اس کے ہاتھ مین لگا جس سے ہڈی پر زخم آیا، دوسرا تیر پاؤن مین لگا، تیمور نے کچھ خیال نہ کیا، صرف تیر ہاتھ اور پاؤن سے کھینچ کر نکالے

اور انھین توڑ ڈالا لیکن بعد کو یہ زخم بہت خراب ثابت ہوئے اور تیمور انکی وجہ سے مجبور ہوکر اپنے خیمے مین صاحب فراش ہوگیا،

اہل سیستان کو شکست ہوئی اور اس شکست سے تیمور اور امیر حسین نے بہت سامال حاصل کیا | اور اس فتح سے بہت سے سوار اور سپاہی بھی ان کے ساتھ ہوگئے جن سے ایک نیا لشکر بن گیا، ۵۵

امیر حسین نے اب اس نئے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف کوچ کیا اور تیمور کو (گرم سیر کے) پہاڑون مین آرام لینے اور زخمون سے صحت پانے کے لیے پیچھے چھوڑا،

تیمور کا لشکر گاہ پہاڑون مین ایک پرفضا مقام پر تھا، الجائی کی سواری بھی وہان جلد آگئی، اور اب ایک قلیل مدت کے لیے بیوی کو شوہر پر پورا قبضہ حاصل رہا، یہ قیام گاہ ایسا نہ تھا جہان سے اب کوئی تیمور کو لڑنے کے لیے بلاتا، ان کے خیمے اور ڈیرے ایک تاکستان مین نصب تھے، ہوا ہمیشہ ٹھنڈی اور خوشگوار چلتی تھی، گھوڑون کے لیے یہ جگہ جنت تھی ہری ہری گھاس موٹی اور رسیلی ہر وقت چرا کرتے تھے، شوال کا مہینہ تھا، چاندنی راتون مین تیمور اور الجائی کہین پہاڑ پر نرم قالینون پر لیٹے نیچے کی زمینون مین سایے اور روشنی کی بہار دیکھا کرتے تھے، پورے مہینہ بھر الجائی شوہر کی خدمت مین مصروف رہی، تیمور کے سامنے اس کا چھوٹا بچہ جہانگیر بیٹھا رہتا تھا،

(حاشیہ صفحہ ۷۰) لہ ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۰، ظفرنامہ مین پاؤن کے گھائل ہونے کا ذکر نہین ہے، شاید لکھنا گستاخی سمجھا ہو، تزک تیمور صفحہ ۲ مین تیمور خود لکھتا ہے کہ سگزیون (سیستانیون) ہی سے لڑنے مین ہاتھ اور پاؤن دونون مین تیر لگے تھے، (مترجم)

بیوی شوہر کی صحتیابی کے لیے دن گنا کرتی تھی، تیمور قیام گاہ مین خیمون کے سامنے لنگ کرتا ہوا اسلیے ٹہلا کرتا تھا کہ پاؤن سیدھا پڑنے لگے، تکلیف بہت تھی، مگر عادت کے موافق تنکر چلتا تھا، الجائی شوہر کی محبت مین کہتی ہی رہی کہ کیون اتنی جلدی کرتے ہو مگر وہ دن آگیا کہ تیمور نے زرہ اور سواری کا گھوڑا طلب کیا، الجائی خود گئی اور شوہر کی تلوار لاکر اپنے ہاتھ سے اسکی کمر مین باندھی، بڑی بڑی آنکھین اس رنج والم سے بے حس وحرکت رہین جو ایک جوان بی بی اپنے خاوند کے سامنے ظاہر کرنا زیبا نہ سمجھتی تھی، صرف فی امان اللہ کہکر خاموش ہوگئی،

آٹھوان باب

پل سنگین پر لڑائی

اب شمال کی طرف تیمور کو جانا ضروری ہوا، امیر حسین نے جسے اپنے اوپر بہت بھروسا تھا جتہ مغلون کا لشکر کے سامنے آتے ہی اس سے لڑائی شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کھائی اور جس قدر فوج ساتھ تھی وہ پراگندہ ہو گئی، یہ لڑائی اس نے تیمور کے مشورہ کے خلاف کی تھی، تیمور نے جب سنا تو اُسے بہت غصہ آیا، کیونکہ اس شکست کے معنی یہ تھے کہ سپاہ کے جو لوگ متفرق ہو گئے ہین ان کو پھر جمع کرنے کیلئے پہاڑی قبیلون سے التجا کیجائے، اور ان کے سوا اور لوگ بھی سپاہ مین شامل کرنے کے لیے اُن سے مانگے جائین، تیمور کے ہاتھ کا زخم ابھی تک اچھا نہ ہوا تھا، گھوڑے کی راسین پکڑنا اور ہتیار چلانا دونون کام زخمی ہاتھ سے نہ ہو سکتے تھے، اس فکر و تردد کی حالت مین چند ہمراہیون کیساتھ شکار کھیلنے گیا تاکہ کھانے کے لیے گوشت میسر ہو سکے، اس وقت اس کا خیمہ گاہ دریاے آموکے بالائی گذرگاہ کے قریب (وادی ارصف مین) تھا[1]، یہان امیر حسین کا انتظار کرتا تھا کہ تیمور کے دوستون کو اس کا پتہ چل گیا، اس واقعہ

---

[1] دریا کے بالائی حصے سے مراد وہ حصہ ہوتا ہے جو منبع سے قریب ہو اور زیرین حصہ وہ ہوتا ہے جو دہانہ سے نزدیک ہو، وادی ارصف کا ٹھیک موقع جغرافیون مین نہین ملتا، غالباً دریاے آمو کے جنوب مین بلخ سے مشرق مین طالوخان کے علاقے مین ہوگا (مترجم)

کی تصویر مورخون نے بہت واضح طور پر کھینچی ہے[1]،

تیمور کا خیمہ وخرگاہ ایک پہاڑی کے دامن مین ندی کے کنارے نصب تھا، امیر حسین کا کئی دن سے انتظار تھا، اب اس انتظار مین یہ حالت ہوئی کہ ایک شب مطلق نیند نہ آئی، رات کا وقت تھا، مطلع بالکل صاف تھا، چاندنی خوب کھلی تھی، اس حالت مین تیمور ندی کے کنارے ٹہلتا ہوا کچھ دور نکل گیا، پاؤن کا زخم کسی طرح اچھا نہ ہوتا تھا، اب یہ عادت ڈالنی چاہی کہ اسی پاؤن پر زور دیکر چلا کرے، مگر یہ بھی نہ تھا کہ زخم کی تکلیف برداشت کرنے کی بالکل عادت ہوگئی، جب خیمہ گاہ مین واپس آیا تو چاندنی ہلکی ہوگئی تھی، افقِ مشرق سے روشنی کی ایک زرد تحریر نمودار ہوئی، تیمور نے نماز فجر پڑھی[2]، نماز سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ جس پہاڑی پر اپنا خیمہ تھا اس کے دوسری طرف ایک تیر کے فاصلے پر چند مسلح آدمی گھوڑون پر سوار جا رہے ہین، یہ لوگ بلخ کی طرف سے آتے معلوم ہوتے تھے، بلخ اس وقت جتہ مغلون کے قبضے مین تھا، تیمور فوراً اپنے خیمہ کی طرف گیا، لوگون کو جگایا اور سواری کا گھوڑا منگایا،

تیمور گھوڑے پر سوار ہو ان مسلح آدمیون کا حال معلوم کرنے تنہا چلا، جس وقت ان آدمیون نے اسے دیکھا تو وہ چلتے چلتے رکے اور تھوڑی دیر تک اس کی طرف غور سے دیکھتے رہے،

۵۷

تیمور نے پوچھا کہ "تم کون ہو، کہان سے آتے ہو اور کدھر جانے کا قصد ہے"

ان مین سے ایک شخص نے جواب دیا کہ "ہم امیر تیمور کے ملازم ہین اور آقا کی تلاش مین یہان تک آئے ہین، ابھی تک وہ ہمین ملے نہین، حالانکہ ہم نے سنا ہے کہ کمر وہ اس وادی (ارصف) مین آچکے ہین"

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۵، ۷۶، [2] تزک تیمور صفحہ ۲۷-۲۹،

جواب دینے والے کی آواز تیمور پہچانتا نہ تھا، اور نہ وہ ان مسلح سوارون کی صورتون کو پہچان سکا۔ جواب دیا کہ "مین بھی امیر کا نوکر ہون، اگر تم امیر کے پاس جانا چاہتے ہو تو مین تمھین وہان تک پہنچا سکتا ہون" اتنا سنتے ہی ان مین سے ایک سوار علحدہ ہو کر گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے سردارون کے پاس گیا اور تیمور نے اس سوار کو ان سے یہ کہتے سنا کہ "ہم کو ایک رہبر ملا ہے جو ہمین امیر تک پہنچانے کا وعدہ کرتا ہے"۔

تیمور نے اپنا گھوڑا آہستہ قدم آگے بڑھایا یہان تک کہ ان سردارون کے قریب پہنچ گیا اور اب ان کی صورتین دیکھ کر انھین پہچان لیا، یہ قوم برلاس کے تین بڑے سردار تھے اور ان کے ساتھ سوارون کے تین دستے تھے، ان سردارون نے اس عجیب رہبر سے قریب آنے کو کہا، تیمور آگے بڑھا، اب سردارون نے اُسے پہچانا اور پہچانتے ہی گھوڑون سے اتر کر پیادہ ہوئے اور قریب آکر آقا کی رکاب کو بوسہ دیا،

تیمور بھی فوراً گھوڑے سے اتر پڑا، ایک ایک سے بغلگیر ہوا، اور اسی وقت سب کو انعام دیا، ایک کو اپنے سر سے مندیل اتار کر دی دوسرے کو کمربند جو بہت پرکار اور زربافت تھا اور تیسرے کو اپنا جبہ اتار کر پہنا دیا، اور اب وہ سب پاس پاس بیٹھ گئے، شکار حاضر کیا گیا اور جلد ایک ضیافت کا انتظام ہونے لگا، سرداران برلاس نے تیمور کا نمک کھایا اور حق نمک بھی جلد ادا کیا، سردارون کے ساتھ جو سوار تھے ان مین سے ایک آدمی کو اس حکم سے روانہ کیا کہ مغول جتہ کا حال معلوم کرے کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہین، سوار چلا، آمو دریا کو تیر کر پار کرنا چاہا مگر گھوڑا ڈوب گیا خود ریت کے ایک ٹاپو پر پہنچکر صحیح سلامت دوسرے کنارے پہنچ گیا، اور مغلون کا حال معلوم کر کے واپس آیا، تیمور کو اطلاع دی کہ تیس ہزار جتہ مغلون کا

لشکر شہر سبز (کش) کی طرف سے اِدھر آرہا ہے اور رستے مین تمام ملک کو غارت کرتا چلا آتا ہے،

اس سوار کا گذر شہر سبز کے قریب سے ہوا تھا جو اس کا وطن تھا، مگر وہ اپنے گھر جانے کے لیے ٹھہرا نہین گو اس کا گھر غارت گر مغلون کے راستے مین پڑتا تھا،

جب کسی نے پوچھا تو جواب دیا کہ "جب امیر اپنے گھر مین نہ ہو تو مین اپنے گھر مین کیونکر قدم رکھ سکتا ہون[1]"،

اس خبر نے تیمور کو سخت پریشان کیا اور اُسے مطلق صبر نہ رہا، جتہ مغلون نے یہ دیکھکر کہ ایک لشکر ان کے مقابلے کو میدان مین آگیا ہے حسب عادت ہر طرف ملک کو غارت کرنا شروع کیا، تیمور چاہتا اور سمجھتا تھا کہ جو قومین دریائے آمو کے دوسری طرف رہتی ہین مغلون کی اس حرکت پر سخت طیش مین آجائینگی، اور وہ مغلون کی دشمن اور تیمور کی طرفدار ہو جائینگی، اس وقت تیمور کا لشکر جتہ کے سپہ سالار بیک جک کے لشکر سے تعداد مین چوتھائی تھا، یہ پرانا گرگ باران دیدہ مغل سردار لڑائی مین بڑا ہوشیار و مشاق تھا، اس نے دریا[2] کے شمالی کنارے پر اپنی فوجین اس غرض سے دوڑا دین کہ دریا اترنے کے جس قدر مقامات ہون ان پر قبضہ کرلیا جائے، ان گھاٹون سے جہان مغل مقابلہ کے لیے آن موجود ہوئے تھے، فوج کو صحیح سلامت دریا پار اتار دینا ایسا کام تھا جو تیمور جیسے دلاور کے بھی بس کا نہ تھا، مگر تیمور پھر تیمور تھا، موقع پاتے

۵۸

---

[1] چون مخدوم از خانہ دور است خدمتگار را نشاید کہ بخانہ خود رود، ظفر نامہ جلد اول ص ۸۷،

[2] اس دریا سے مراد آمو نہین ہے بلکہ دریائے وخش ہے جس پر پل سنگین تھا، پل سنگین کے نسبت دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مغربی انگریزی صفحات ۴۳۵ - ۴۳۹ ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۸۳ پر بیان ہوا ہے کہ بیکجک کی تیس ہزار فوجین سرحالا سے پل سنگین تک پھیلی تھین، پل سنگین ایک مشہور مقام دریائے وخش پر ہے، مصنف نے یہان تفصیل سے حسب عادت بہت پرہیز کیا ہے، پل سنگین سے دریا اتر کر شہر سبز شمال مغرب مین پڑتا تھا، (مترجم)

ہی آخرکار اپنی فوج کو دریا پار پہنچا ہی دیا، جیسا کہ آگے معلوم ہوگا،

دریا کے چڑھاؤ کے رخ کنارے کنارے ایک ماہ تک اپنی فوج کو بڑھا کر بیلجک کو مجبور کیا کہ وہ بھی دریا پار اس سمت مین اپنی فوج کو بڑھائے، دریا بیچ مین حائل تھا، ایک کنارے ایک فریق کی فوج اور دوسرے کنارے دوسرے فریق کی فوج چل رہی تھی، دونون فوجین چلتے چلتے ایسے مقام پر پہنچین جہان دریا کا پاٹ تنگ تھا اور گہرائی بھی کم تھی، یہان ایک پل کے قریب جسے پل سنگین کہتے تھے، تیمور نے قیام کیا[1] جتہ کی فوجین اس وقت تک ہر اعتبار سے فائدے مین رہی تھین، مگر پل اترکر دوسری طرف جانے کی ہمت نہ تھی کیونکہ ادھر تیمور نے اپنا لشکر ڈال رکھا تھا، اور اب رات کے وقت تیمور نے پانچسو سوارون کو موید ارلات اور امیر موسیٰ کی سرکردگی مین خاص اس پل کی حفاظت کے لیے متعین کر دیا، موید ارلات بڑے بھروسے کا آدمی تھا اور امیر موسیٰ امیر حسین کے بہترین سپہ سالارون مین تھا،

ان پانچ سو سوارون کو لشکرگاہ اور پل کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر باقی فوج کو تیمور اپنے ساتھ لے کر چلا، اور دریا کو اس مقام سے نزدیک ایک جگہ سے عبور کیا جس کے سامنے دوسری طرف مغلون کی فوج پڑی تھی، تیمور مغلون سے راستہ کترا کر سیدھا پہاڑون مین پہنچا جو یہان دریا کے سامنے نصف دائرہ کی شکل مین واقع تھے،

دوسرے دن جتہ مغلون کو فوج کے گذرنے کے نشانات معلوم ہوئے، بیلجک سمجھ گیا کہ تیمور کی فوج کا کوئی حصہ ادھر سے گذرا ہے، مگر بظاہر یہی نظر آتا تھا کہ پل پر جو لشکر پڑا ہے اس کی تعداد مین کمی نہین ہوئی ہے، اگر بیلجک نے پل پر حملہ کیا تو موید ارلات اور

---

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۸۴-۸۵،

امیر موسی مقابلہ کر کے پل پر قبضہ نہ ہونے دینگے اور مغلون کے عقب سے تیمور ان پر حملہ کر دیگا، بیک جک بڑا ہوشیار آدمی تھا اس خطرے کو سمجھ گیا، اور دن بھر کسی قسم کی نقل و حرکت اس نے نہین کی، تیمور نے یہ کیا کہ اپنے آدمیون کو پہاڑون مین بھیجا اور حکم دیا کہ دشمن کے لشکر کے تین طرف جہان تک ہو سکے جابجا آگ روشن کر دین[1]،

شمال کے رہنے والے ہوشیار مغلون کے لیے لشکر مخالف مین آگ کا اس طرح جابجا روشن ہونا بہت کچھ معنی رکھتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ صبح ہونے تک مغلون نے بہت جلد وہان سے لشکر اٹھا دیا، تیمور نے فوراً فوج جمع کر کے بیکجک کے کوچ کرتے ہی اسکی فوج پر عقب سے حملہ کر دیا، مغلون کی صفین ٹوٹ گئین اور وہ بھاگے، تیمور نے سختی سے ان کا تعاقب کیا[2]،

۵۹ امیر حسین اس دریا والی لڑائی مین شریک نہ تھا | مگر ایک جمعیت لیکر وہ تیمور سے آملا، اور صلاح و مشورہ دینے کی بجائے حکم دینے کو تیار ہو گیا،

تیمور سے کہنے لگا "شکست کھائی ہوئی فوج کا تعاقب اچھی تدبیر نہین ہے"

تیمور نے جواب دیا "ابھی انھون نے شکست کھائی کہان ہے" تیمور یہ کہتا ہوا دشمن کے تعاقب مین بدستور مصروف رہا، ادھر اُدھر کے ایل و اولوسات جو مغلون کے خوف سے چھپ گئے تھے اب باہر نکل کر تیمور کے پاس آئے، تیمور نے ان کی خاطر کی، سوارون نے خوشی مین گھوڑون کو ایڑین دوڑانا شروع کیا، عورتون نے اپنی لمبی لمبی آستینین ہلائین، اب رات ہو گئی تھی، تیمور سویا نہین کیونکہ اسے ایک نیا لشکر مرتب اور اس کے لیے سردار نامزد کرنے تھے، اور ایک بڑا ضروری کام یہ تھا کہ سپاہ کے مختلف قبیلون اور جرگون مین جو نزاع مدت سے چلی آتی تھی اسے رفع

---

[1] تزک تیمور صفحہ ۱۱۸، [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۸۶،

کرے، اور مغلون سے جو مال غنیمت حاصل ہوا تھا اسے درستی سے تقسیم کرے اور جن کے وارث اِس لڑائی مین مارے گئے تھے ان کے اہل وعیال کو گذارہ دے اور زخمیون کی تنخواہین مقرر کرے، رات بھر گھوڑے پر سوار رسالون کے جوانون کو شمال کی طرف بڑھنے کی تدبیرین بتاتا رہا اور انھین ہدایت کی کہ جہان کہین ان کی ضرورت ہو وہان جلد سے جلد پہنچ جائین،

تیمور کا سخت وشدید تعاقب دیکھکر مغلون کی فوجون نے دریائے آموسے سیردریا تک جس قدر ملک تھا خالی کر دیا، الیاس خواجہ نے شمال کے میدانون مین اپنی فوجین جمع کین مگر اسی دن الیاس کے وطن سے جو پہاڑون سے دوسری طرف تھا دو شخص آئے، اور گھوڑون سے اتر کر الیاس خواجہ کے سامنے اس قدر تعظیم سے آداب بجالائے کہ گویا اب وہ خان کا درجہ رکھتا ہے، اور عرض کیا کہ حضور کے والد تغلق تمور خان اس عالم زندگانی سے رخصت ہو کر عالم جاودانی مین آسودہ ہو گئے ہین، اب لوگون نے الیاس خواجہ کے گھوڑے کی باگین پکڑین اور اسے اس کے خیمے مین واپس لے آئے،

الیاس خواجہ خان اب سوار ہو کر مجبورًا شہر المالیق کو چلا گیا جو ختن جانے والی سڑک پر واقع تھا، اس اثنا مین تیمور کو یکایک اور مغلون کے دو اور سردارون سے خود تیغ آزمائی کرنی پڑی، کچھ گھوڑے دوڑے کچھ تلوارین چلین غرض تینون مغل سردارون کو تیمور نے گرفتار کر لیا، اور اب یہ نوجوان سورما ماوراء النہر کا امیر بنکر بہت خوش ہوا، اور حکم دیا کہ اس کے خیمے مین تو گرفتار مغل سردارون کو ضیافت دیجائے، ضیافت کے موقع پر مغل سردارون کی تیمور نے تعریف کی کہ انھون نے اپنے آقا کی خیر خواہی کی اور حق نمک ادا کیا، پھر کسی قدر متحیر ہو کر ان سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہین،

مغل سرداروں نے جواب دیا: "اس کا فیصلہ کرنا تمھارا کام ہے، اگر تم نے ہمیں مار ڈالا تو ہمارے خون کا بدلہ لینے والے بہت پیدا ہو جائیں گے، اور اگر زندہ رہنے دیا تو بہت لوگ تمھاری وفاداری کا دم بھرنے لگیں گے، رہے ہم تو ہمارے لیے جینا مرنا ایک بات ہے، کیونکہ ہمیں تو موت کا انتظار اس وقت سے ہے جب سے ہم نے کمر میں تلوار لگائی اور زرہ پہنی،

امیر حسین نے تیمور کو ہوشیار کر کے کہا کہ جب دشمن اپنے قبضے میں ہو تو اُسے زندہ چھوڑنا سخت نادانی ہے، لیکن نوجوان | مظفر و منصور تیمور نے ان سرداروں کو خود لڑکر گرفتار کیا تھا ۶۰ اور ان کو ضیافت دی تھی اس لیے اس نے یہی پسند کیا کہ انھیں گھوڑے دیکر رہا کر دے،

اسی اثنا میں تیمور نے شہر سبز پر پھر قبضہ کیا اور یہ قبضہ ایک خاص ترکیب سے کیا جو اس نے صحرا کے لوگوں سے سیکھی تھی، جس وقت شہر پناہ کے سامنے آیا تو بہت سے سواروں کو حکم دیا کہ شہر کے باہر باہر چاروں طرف خوب گھوڑے دوڑائیں، ان میں بعض سواروں کو ایسا جوش آیا کہ انھوں نے درختوں سے بڑی بڑی شاخیں کاٹیں اور ان کو گھسیٹتے ہوئے گھوڑے دوڑائے، شاخوں اور پتوں کے اس طرح گھسٹنے سے گرد بہت اڑنے لگی، ہر طرف غبار کے بادل چھا گئے، مغلوں کی فوج جو شہر میں مقیم تھی اس گرد و غبار کو دیکھکر سمجھی کہ اصلی لشکر کے آنے سے پہلے دشمن کا ہراول آن پہنچا ہے، اس خوف سے کہ اب پورا غارتگر لشکر بھی جلد آجائیگا مغلوں کی فوج شہر سے نکلکر بھاگی اور اس طرح شہر سبز کو ایک محاصرے کی مصیبتوں سے نجات مل گئی[1]

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۸۰ "صاحبقران فرمود کہ چہار تو شون شوند و ہر سوارے دو بند شاخ بسیار برگ از ہر دو پہلوے اسپ درآویزد تا غبار انگیزد و گرد فراوان برخیزد"

تیمور کے مورخون مین سے ایک مورخ لکھتا ہے "امیر تیمور جو لڑائی مین ہمیشہ فتحمند رہتا تھا اس سال اس نے ایک لشکر کو آگ سے شکست دی اور ایک شہر پر گرد سے قبضہ کیا۔"[1]

ان بیقرار تاتاریون کے حق مین فتح شکست سے بھی زیادہ موجب آزار ہوتی تھی، تیمور کی جلادت و سخت گیری سے امیر حسین ناراض رہتا تھا، اور اس غصہ مین خود روپیہ اور طرح طرح کی رعاتین حاصل کرنی چاہتا تھا، تیمور رنجیدہ خاطر ہو کر اسکی طرف سے بدظن رہتا تھا، آخر کار ایک روز وہ امیر حسین کو ایک بزرگ[2] کے مزار پر لے گیا اور وہان اس سے قسم لی کہ ہمیشہ دوستی پر ثابت قدم رہیگا، امیر حسین نے مزار پر اس وقت تو قسم کھالی لیکن بعد کو اُسے افسوس ہوا کہ کیون قسم کھائی، حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ مین دونون اپنی اپنی ذمہ داریون اور قبائل کے باہمی نزاعات سے تنگ آ گئے تھے یہانتک کہ دونون بیمار ہو گئے،

مورخ لکھتا ہے کہ ان کے لشکر مین الجائی خاتون آغا آئی اور اس نے دونون کی تیمارداری کی[3]،

---

[1] زہے عنایت بے نہایت الٰہی در بارۂ آن مشیدارکان پادشاہی گاہ از افروختن اخگرے لشکرے شکستہ میشود و گاہ از انگیختن غبارے دیارے مسخر می گردد" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۸۷،

[2] وچون بروے اعتماد نداشتم ویرا بہ مزار خواجہ شمس الدین بردہ بر دوستی خود قسم دادم و بمن عہد و قول کرد کہ خلاف دوستی نکند، تزک تیمور صفحہ ۲۸۔ [3] مقابلہ کرو ظفرنامہ کی عبارت سے " وحضرت صاحبقران و امیر حسین را ہریک محلے کہ بودند اندک مرضے طاری گشت و عنقریب از شفاخانہ و ننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمۃ للمؤمنین مبدل گشت و مہد علیا الجائی ترکانی بسعادت و کامرانی از گرسیر آمدہ، مصراع "بلقیس عہد سوے سلیمان سید باز" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۹۴،

۶۱

نوان باب

جنگ لائی[1] (مینھ اور کیچڑ والی لڑائی)

الیاس خواجہ خان دگو باپ کے مرنے سے جتہ کے دار السلطنت المالیق کو چلا گیا تھا مگر ماوراء النہر مین اس کا واپس آنا لازمی تھا، تیمور بھی آدمی دوراس کے مقابلہ کے لیے بڑھا، اور سیر دریا کے شمال مین جو بڑا میدان تھا[2] وہان پہنچ گیا، یہ وہ زمین تھی جہان تاتاریون کے ملک پر یورشین کرنے سے پہلے مغول جتہ اپنے گھوڑے چرایا کرتے تھے یا ان کو آرام دیکر لڑائی کے لیے تیار کرتے تھے، الیاس خواجہ بلاد شمال کی زبردست سے زبردست فوجون سے ایک لشکر مرتب کرکے یہان لایا تھا، اس لشکر مین قواعد دان اور آزمودہ کار لوگ ایشیا کے بہترین مرکبون پر سوار لائق سردارون کی سرکردگی مین بہتر سے بہتر ہتیار لگائے موجود تھے، چرم پوش سوارون کے گنجان دستون پر ان کے سینگھون والے پھریرے اور پرچم اڑ رہے تھے.

---

[1] جنگ لائی کے حالات ظفرنامے کی جلد اوّل مین صفحہ ۹۹ سے شروع ہوتے ہین، یہ لڑائی ۷۶۶ھ مین ماہ [illegible] کے شروع مین ہوئی تھی دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۷،

[2] اس میدان کا نام قبی متن لکھا ہے اور یہ غالباً آب بادام کے شمالی کنارے پر تھا ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۱۰۲، آب بادام کے موقع کے لیے دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی انگریزی صفحہ ۴۸۲۔

مغلون کی تعداد تاتاریون سے زیادہ تھی تیمور مغلون سے خوب واقف تھا، جاسوس بھی دوڑا رکھے تھے کہ ان کے لشکر کا حال معلوم ہوتا رہے، اس اثنا مین امیر حسین پہاڑی قبیلون کو ساتھ لیے موقع پر پہنچ گیا[1]

اب تاتاری اپنی پوری قوت و طاقت کو مجتمع کر کے میدان جنگ مین اترے، ان مین قوم برلاس اور صحرا کے اسپ سوار امراے جلائر مشہور و معروف قوم سلدوز کی افواج سوارہ اور امیر حسین کی سپاہ تھی حسین غور کے قبیلے اور افغانی رضاکار موجود تھے، یہ دور سے لڑائی کی بو سونگھ کر یہان تک پہنچے تھے، سر پر خود پہننے والے اور تاتاری بہادر سب اپنے اپنے عَلَم کے سایہ مین جمع ہو گئے،

تاتاریون کی سپاہ تقریباً کل گھوڑون پر سوار تھی، صرف نوکر اور نیزہ بازون کے دستے یا چرواہے لشکرگاہ کی حفاظت پر جس کے چارون طرف خندقین کھدی تھین پیادہ تھے، یورپ کے لوگ اس تصور مین رہتے ہین کہ ایشیا کے فوجی سوار ہمیشہ ہلکے ہتیار لگائے ہوتے ہین، مگر واقعہ یہ نہین ہے،

کل سپاہ زرہ پوش تھی، زرہ ایران کی ساختہ فولاد کی باریک کڑیون کی تھی، سر پر نوکدار خود تھے، جنمین جھلم ناک یا ٹھوڑی سے لٹکا ہوا گردن کی حفاظت کرتا تھا، دوہری زرہ یا فولاد کی تختیون سے سینے اور شانے ڈھکے ہوئے تھے، گھوڑون کی پوشش بھی زرہ کی ہوتی تھی اور گھوڑون کے سرون پر لوہے کی ٹوپیان چڑھی ہوئی تھین،

تاتاریون کا عام ہتیار تیر و کمان تھا، ہر ایک کے پاس ایک ایک یا دو دو کمانین ہوتی تھین، ان پر سینگھ چڑھا کر یا لوہے کے تارون سے انھین جگہ جگہ باندھکر مضبوط کیا گیا تھا، کمر مین شمشیر

---

[1] امیر حسین دریاے سیحون عبور کر کے لشکر لایا مگر ابھی وہ تیمور کے لشکر کے عقب مین رہا۔ ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۱،

۶۲ یا لمبی تلوار یا ایرانی دوہری باڑہ کی سیف ہوتی تھی، برچھے طول مین دس فیٹ ہلکے بانس کے ہوتے تھے، ان کے پھل چھوٹے ہوتے تھے، کبھی کبھی چھوٹے برچھے رکھتے تھے جن کے سرون پر لوہے کے لٹو زنجیر مین بندھے ہوتے تھے، ان کی ضرب ایسی سخت ہوتی تھی کہ دشمن کی زرہ کے ٹکڑے اڑ جاتے تھے، اکثر سوارون کے پاس لوہے کے گرز بھی رہتے تھے،

فوج کا چھوٹے سا چھوٹا حصہ سو سوارون کا ہوتا تھا، ان کے علاوہ "فوج ہزارہ" یا رجمنٹ ایک مینک باشی یا کرنیل کے تحت مین ہوتی تھی، امراے لشکر تمام صفوف پر تقسیم کر دیئے جاتے تھے، اور لڑائی کے وقت یہی لوگ فوجون کی افسری اور رہبری کے ذمہ دار ہوتے تھے، تیمور اور امیر حسین کے قریب ان کے ذاتی ملازم جنھین تواچی کہتے تھے بطور اے ڈی کانگ کے حاضر رہتے تھے،

تیمور نے اپنی فوج کی صف آرائی تین حصون مین کی تھی، ایک حصہ دست راست پر، دوسرا مرکز مین (جسے قول کہتے تھے) تیسرا دست چپ پر ہوتا تھا، ان مین بھی ہر حصے کی دو دو تقسیمین تھین ایک وہ جو جنگ کے لیے بالکل آگے بطور ہراول کے رہتا اور دوسرا وہ جو اسکی کمک پر عقب مین ہوتا، ہراول دست راست کو خاص طور پر مضبوط کر کے امیر حسین کو اس کا افسر مقرر کیا تھا، ہراول دست چپ جو سب سے زیادہ خطرے مین تھا اس کی سرداری تیمور نے خود اختیار کی تھی، امراے برلاس مین سے امیر جاکو اور اس کے ہمراہی تیمور کے ساتھ تھے،

اس طاقت آزمائی کے معرکہ سے جس مین فریقین کی قسمت کا قطعی فیصلہ ہونے والا تھا تیمور بہت خوش تھا اور اسے کامیابی کی بھی امید تھی، تاتاری اپنی تعداد اور عمدہ صف آرائی دیکھکر اطمینان حاصل کرتے تھے، مگر اب مینھ برسنا شروع ہوا، یہ میدانی زمینون کے وسیع قطعون

مین فصل بہار کا موسلا دھار مینہ تھا جس نے زمین اور انسان کو سیلاب کے کوڑے مار مار کر اور بادلون کی گرج کو بجلیون کے تعاقب مین لگا کر اپنی ایک جنگ آسمان پر علحدہ ہی برپا کر رکھی تھی،

طوفان ازآن دیار برآمد تو گفتنی ابر

آندم شنیدہ بود صدای دعای نوح

زمین پہلے نرم ہوئی پھر دلدل اور کیچڑ کا ایک سمندر بن گئی، گھوڑے سردی سے ٹھٹر کر کمر ور اور پیٹ تک کیچڑ مین لت پت ہو گئے، دریا (آب یا دام) نے بھی اپنی طرف سے کچھ کمی نہ کی، طغیانی پر اگر تمام نالون اور پست میدانون کو پانی سے بھر دیا، سوار بھیگے کپڑے پہنے ہتیارون کو جہان تک ممکن تھا بچائے ہوئے نقل و حرکت مین تھے[1]،

مورخ افسوس کیساتھ لکھتا ہے کہ بارش جتہ مغلون کا ایک افسون تھا، سنگ جدہ کے ذریعہ سے ان کے ساحرون نے یہ طوفان برپا کیا تھا[2]، جتہ مغلون کو چونکہ اس بارش کے آنیکا علم پہلے سے تھا اس لیے انھون نے موٹے موٹے نمدون سے اپنی حفاظت کر لی تھی گھوڑون کے اوپر بھی نمدے پڑے تھے، اور پانی کے بہ جانے کے لیے انھون نے اپنے لشکر مین نالیان کھود رکھی تھین، غرض مورخ نے اپنے طریقہ پر اس مطلب کو بیان کیا ہے کہ کئی دن کے طوفان برق و باران مین فوج کشان جتہ بہ نسبت تیمور کے اس بلا سے زیادہ صحیح و سلامت نکل آئے، بہرکیف مغل تر و تازہ مرکبون پر سوار تیمور کے لشکر کی طرف چلے،

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۲-۱۰۳،

[2] پرانے زمانہ سے مشہور چلا آتا تھا کہ مغلون کو سحر مین بڑی مہارت حاصل ہے، مورخ نے اس بحث کا فیصلہ اپنے اطمینان کے مطابق کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ دوسرے دن جب ایک ساحر کو قتل کیا گیا تو مینہ برسنا بند ہو گیا (مصنف)

تیمور مقابلہ کے لیے بڑھا، پہلے طرفین سے ایک ایک آدمی میدان مین آکر تلوار سے لڑا، پھر تیمور کے داہنے ہراول نے دشمن کے بائین ہراول پر یلغار کیا، مگر تاتاریون کی صفین ٹوٹ گئین اور انھین پسپا ہونا پڑا، جتہ اتنا دیکھتے ہی سب ملکر ایک دم آگے بڑھے، اور اب تیمور کے ہراول کا وہ حصہ جو کمک پر تھا ڈگمگایا،

اس خطرے کو دیکھتے ہی تیمور نے حکم دیا کہ آگے بڑھنے کے لیے طبل و دہل بجائے جائین اور خود برلاس کے سوارون کو لیکر دشمن پر دھاوا کیا، صفین جو پہلے ہی سے بے ترتیب ہو چلی تھین اس کیچڑ کے سمندر مین بالکل ہی ٹوٹ گئین اور تاتاریون کی جماعتین شور و غوغا کرتی ہوئی حالت تذبذب مین دیوانہ وار ایک دوسرے سے جدا ہونے لگین،

اس نمی اور بارش مین تیر و کمان بیکار تھے، چرلغ یا گھوڑے پھسل پھسل کر گھٹنون کے بل زمین پر گرتے تھے، اور زرد پانی کے بہتے ہوئے نالے نالیان آدمیون کے خون سے سرخ تھین، صرف تلوار ہی سے کام لیا جا رہا تھا، تلوارون کی جھنکار، گھوڑون کے ہنہنانے کا شور، لڑنے والون کی چیخین اور تاتاریون کے "دار و گیر" کے نعرے بلند ہوئے اور اس شور و فغان نے میدانِ جنگ کو بیمارستانِ مجانین بنا دیا،

تیمور اب جتہ کے افسر میمنہ (شنگوم نویان[1]) کے عَلَم کی طرف چلا اور افسر کے اس قدر قریب پہنچگیا کہ اپنے تبر سے اس پر ایک ضرب لگائی، افسر نے سپر سے ضرب روکی اور رکابون پر کھڑے ہو کر چاہتا تھا کہ تلوار سے تیمور کا کام تمام کردے مگر جاکو برلاس جو اپنے آقا کے پیچھے تھا گھوڑا ڈپٹا کر آیا اور شنگوم کو اپنے برچھے سے چھید دیا، جتہ کا عَلَم سرنگون ہوا،

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۳،

تیمور نے فوراً اسپ سوار نقارچیون کو طبل و سنج بجانے کا حکم دیا۔ مُغل کے گرتے ہی مغل بے دل ہو چکے تھے جلد پیچھے ہٹنے لگے، کسی قاعدے یا ترتیب سے پسپائی اس وقت ممکن نہ تھی، اس لیے ان مین بھاگڑ پڑی، گھوڑے مضبوط تھے، پوری قوت سے بھاگے اور تھوڑی ہی دیر مین میدان مغلون سے خالی ہو گیا،

تیمور ایک پہاڑی پر چڑھکر دیکھنے لگا کہ اور اطراف مین لڑائی کا کیا حال ہے، امیر حسین کا حال اچھا نہ تھا، مغلون نے اسے اپنی جگہ سے پیچھے ہٹا دیا تھا لیکن فوج کمک نے اُجو عقب مین تھی ایسا جی توڑ کر مقابلہ کیا کہ مغل آگے نہ بڑھ سکے، طرفین کی فوجون کے مرکزی حصے دو لی لڑائی مین بالکل خلط ملط ہو گئے تھے،

۶۸

تیمور نے اپنے لشکر کو پھر صف بندی کا حکم دیا لیکن اب یہ کام جلد انجام پانے کا نہ تھا، تیمور کو اتنا صبر کہان تھا فوراً قریب کے دستون کو جو ترتیب سے تھے ساتھ لیکر مغلون کے میمنہ پر جو امیر حسین سے لڑ رہا تھا حملہ کر دیا، تیمور اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ اب حملہ کے لیے اسے پلٹنا پڑا اور اس نے مغلون پر تقریباً عقب سے دھاوا کیا، مغل اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکے اور اپنی جگہ سے انھین ہٹنا پڑا، الیاس خواجہ خان نے اس وقت اپنی فوج کمک کو اپنے عقب ہی مین رکھا آگے نہ بڑھنے دیا، اور میدان سے ہٹنے کا قصد کر لیا،

دشمن کا خاتمہ کرنے کے لیے یہ موقع بہت اچھا تھا، تیمور نے فوراً اپنا نوکر امیر حسین کے پاس اس پیغام سے بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنی صفین درست کر کے آگے بڑھے،

امیر حسین نے بگڑ کر قاصد سے کہا "کیا مین نامرد ہون کہ میری ہی فوج کے سامنے مجھے آگے بڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے" اتنا کہکر امیر حسین نے نوکر کے منھ پر ایک طمانچہ مارا، ا بسکے

سو اتیمور کے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا،

وقت نکلا جاتا تھا، تیمور نے غصہ کو ضبط کیا اور اپنی فوج کے دو افسرون کو جو امیر حسین کے قرابتدار تھے پھر امیر حسین کے پاس بھیج کر کہلایا کہ الیاس خواجہ لڑائی ہارنے کو ہے، اس وقت ہمارا فرض ہے کہ مل کر اس پر حملہ کرین،

امیر حسین نے ان دونون افسرون سے بھی سخت کلامی کی اور کہا "کیا مین لڑائی سے بھاگ گیا ہون کہ مجھے حملے کے لیے آگے بلایا جاتا ہے، (مگر من گریختہ ام کہ مرا پیش میخواہند[1]) سپاہ کی ترتیب کے لیے مجھے وقت کی ضرورت ہے"

افسرون نے جواب دیا، "یہ درست ہے لیکن حضور غور فرمائین کہ تیمور اس وقت دشمن کی اس فوج سے لڑ رہا ہے جو دشمن نے آخری نوبت مین مقابلہ کرنے کے لیے مخصوص کر رکھی"

امیر حسین نے یا تو دفعۃً غصہ بھڑک اٹھنے کیوجہ سے ایسا جواب دیا تھا، یا فی الحقیقت اس وقت آگے بڑھنا اس کی قدرت مین نہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ تاریکی بڑھنے سے پہلے تیمور کو اپنی جگہ سے ہٹنا پڑا، ہٹکر ایک میدان مین اس نے اپنے خیمے نصب کئے اور اب طبیعت پر افسردگی ایسی غالب ہوئی کہ امیر حسین نے ملاقات کے لیے بار بار قاصد بھیجے مگر تیمور نے نہ قاصدون کی بات سنی اور نہ امیر حسین سے ملنے گیا[2]، اور دل مین ٹھان لی کہ پھر کبھی لشکر کی سالاری مین امیر حسین کا شریک بنکر لڑائی پر نہ جائیگا،

دوسرے دن مینھ پھر برسا، تیمور ابھی تک غصے مین تھا، آگے بڑھکر الیاس خواجہ سے لڑائی چھیڑ دی، مغلون کے متفرق دستون نے ملکر ایسا سخت حملہ کیا کہ تیمور کو پسپا ہونا پڑا، اور

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۵، [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۶،

اب ہوا اور بارش کے طوفان مین کیچڑ اور دلدل کی زمین پر جبکہ ندیان نالے خوب چڑھے ہوئے تھے راستہ طے کرنے کا خیال اور ان نقصانون کا جو اس لڑائی مین پہنچے تھے بار بار یاد آنا تیمور کے لیے سخت باعث رنج و ملال تھا،

اس رنج اور غصّے مین سردی سے ہاتھ پاؤن شل گھوڑے پر سوار بالکل خاموش چلا جاتا تھا، امرائے برلاس کچھ فاصلے سے پیچھے پیچھے گھوڑون پر سوار ہمراہ تھے، تیمور کو اس وقت پوری شکست ہوئی تھی، امیر حسین کی اس حرکت کو کہ اس نے عین وقت پر مدد دینے سے پہلوتہی کیا تھا، تیمور کبھی نہین بھولا،

۶۵

امیر حسین نے اپنے فوجی افسرون کو بہت سی تدبیرین بتا کر کہ اب اس ملک سے نکل کر دونون کو ہندوستان چلنا چاہیئے تیمور کے پاس بھیجا، مگر تیمور نے رنج اور غصّے کی حالت مین امیر حسین کی ایک بات بھی نہ سنی اور جواب کہلا بھیجا کہ "تم چاہے ہندوستان سدھارو چاہے جہنم کے ساتوین طبقے مین جاؤ مجھے اس سے کچھ بحث نہین"

اب تیمور سمرقند کی طرف چلا، وہان پہنچا تو دیکھا کہ شہر والون نے مغلون کے خوف سے قلعہ بند ہونے کا پورا سامان کیا ہے، سمرقند سے تیمور شہر سبز کو روانہ ہوا اس خیال سے کہ جب تک مغل سمرقند کے محاصرے مین مصروف رہین وہ وطن جا کر اپنے لیے ایک نیا لشکر فراہم کرے،

شہر سبز پہنچا تو معلوم ہوا کہ الجائی خاتون آغا کسی مرض مین دفعۃً مبتلا ہو کر گذر گئی ہے اور سپید کفن پہنا کر گھر کے باغ مین ایک جگہ اسے دفن کر دیا گیا ہے[۱]،

[۱] و دران وقت کہ صاحبقران بعزم جمع سپاہ از دولت خانہ روان شد مہد علیا الجائی خاتون آغا بعارضہ مزاجے داشت، و در ین مدت مفارقت جان نازنینش بموافقت آنحضرت از خانۂ تن غیبت نمودہ بود، و بجوار رحمت آمرزگار پیوستہ، بیت

جائے آنست کہ حوران بہشت از دیدہ
پر سر او ہمہ با دام سیاہ انداز ند
چون بہ بینند چنان نازکش اندر تابوت
سنبل زلف پریشان و براہ انداز ند

(ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۱۱۹)

۶۶

دسوان باب

دو امیر

اُلجائی خاتون آغا کے مرنے سے جو تعلق پانچ برس سے تیمور اور امیر حسین مین چلا آتا تھا وہ منقطع ہوگیا[1]، امیر حسین نے اپنی بہن کیساتھ ایسا برتاؤ کیا تھا جس سے کینہ اور بغض ظاہر ہوتا تھا، اور ایک بار نہین بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہی ثابت ہوچکا تھا، تیمور کے دل مین ہمیشہ اس بات کا رنج رہا اور اب تو بیوی کے مرنے سے وہ اور بھی غمگین ہوگیا، اپنے چھوٹے بچے جہانگیر اور قوم برلاس کے لوگون کو ساتھ لیکر جنوب کی طرف چلا اور آمو دریا عبور کرکے اُسی مقام پر ٹھہرا جہان ایک سال پہلے موسم گرما مین الجائی کیساتھ قیام کیا تھا،

اُلجائی کے انتقال کی خبر سنکر مولانا زین الدین نے تعزیت نامہ اس مضمون پر ختم کیا "اِنّا للہ وَاِنّا الیہ راجعون" ہر انسان کے لیے موت کا وقت اور مقام معین ہے"،

لیکن تیمور ان لوگون مین نہ تھا جو تقدیر کے قائل ہوکر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے ہین، ملاؤن کا جوش وخروش اس کے دل مین کچھ گرمی پیدا نہ کرتا تھا، بظاہر اس کی خاموشی ایک سچے مسلمان کے سکونِ قلب پر دلالت کرتی تھی جو تقدیر کا لکھا سامنے آنے کو باور کرتا ہے،

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۲۰،

اور شریعت نبوی پر چلنے کو موجب بخشش سمجھتا ہی مگر باطن مین تیمور کے دل مین بہت سے سوال ایسے پیدا ہوتے تھے جنکا تشفی بخش جواب وہ خود نہ دیسکتا تھا۔ بہت سی وحشیانہ خواہشین بھی اس کے دل مین پیدا ہوتی تھین جو درحقیقت بزرگون کا ترکہ تھین[۱]۔

پانچون وقت کی نماز پڑھتا مسجد مین نہایت مودب بیٹھکر بہت غور سے خطبے اور وعظ سنتا[۲] رات کو گھنٹون شطرنج بھی کھیلتا۔ سوارون اور ہاتھیون کی شکل کے چھوٹے چھوٹے مہرے بساط کے خانون پر رکھے اکثر تنہا بیٹھا انھین چلا کرتا۔ جب کسی مخالف سے کھیلتا تو ہمیشہ بازی جیت لیتا۔ اور یہ اس وجہ سے نہین کہ مخالف مصلحۃً تیمور سے ہار جاتا ہو۔ شطرنج کھیلنے مین وہ فی الحقیقت بڑا استاد تھا۔

اس کھیل پر زیادہ غور کرنے کے لیے ایک بساط دوچند خانون اور مہرون کی بڑے شوق سے تیار کرائی تھی۔ اس پر نئے نئے نقشے پیدا کر کے حل کیا کرتا تھا۔ اور پانچ برس کا معصوم بچہ جہانگیر قالین پر باپ کے پاس بیٹھا آنکھین پھاڑے کبھی ان چمکتے ہوئے مہرون کو کھلونا سمجھکر دیکھتا اور کبھی باپ کے منہ کو تکتا جو مہرون کی نقل و حرکت مین بالکل محو ہوتا۔

تیمور انھین شغلون مین تھا کہ ایک دن بہت سے ملا اور مشائخ اسلام کے چشم و چراغ دین متین کے ناظر و معتمد سمرقند سے دوڑے ہوئے تیمور کے پاس آئے اور یہ واقعہ سنایا۔

"خداے پاک نے ظلم و تعدی کا بار مومنون کے کندھون سے اٹھا دیا۔ واجب التعظیم ارباب ہمت و شریعت بخارا سے سمرقند مین آئے اور شہر کے لوگون کو ہدایت فرمائی کہ جبتک

---

[۱] معلوم نہین کہ مصنف کتاب کو یورپ کے اس عام خیال کی کس حد تک پابندی کرنی پڑی ہے کہ ایک مسلمان جتنا کم مسلمان ہوا اتنا ہی اچھا مسلمان ہوتا ہے۔ یورپین ناظرین کتاب کو کسی ایشیائی کے ساتھ ہمدردی پیدا کرانے کا یہ بہت پرانا نسخہ ہے (مترجم) [۲] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۹۔

اعدائے مومنین کے مقابلہ کی قوت دونون امیرون مین نہ پیدا ہو جائے اہل شہر کو چاہیے کہ ظالمون کے خلاف ہتیار اٹھائے رکھین، اس نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ گو اس وقت عدوے ملعون سمرقند کے مضافات مین قدم جما چکا تھا مگر شہر کے لوگون نے باوجودیکہ دونون امیر وہان موجود نہ تھے شہر پناہ اور کوچون کی ایسی حفاظت کی کہ دشمنان خدا کو شہر کے مضافات سے ہٹنا پڑا:

"پھر خدا کے حکم سے جتہ کے گھوڑون مین وبا پھیلی اور ہر چار سوارون مین تین کے گھوڑے مر گئے، نوبت یہان تک آئی کہ ان کے قاصدون کو بھی سواری نہ مل سکی، اسی حال مین ہمارے ملک سے انھین نکلنا پڑا اور ان مین اکثر اس طرح نکلے کہ پشت پر خالی ترکش اور اسباب کی گٹھریان تھین اور کندھون پر تلوارین، یقیناً اس سے پہلے دنیا مین کسی نے جتہ مغلون کے لشکر کو پیادہ کوچ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوگا"[1]

ملاؤن کے بعد تیمور کے فوجی افسر آئے جو بچشم خود تمام واقعات دیکھ چکے تھے، انھون نے بھی اس بیان کی تصدیق کی کہ سمرقند کے باشندون نے شہر کی حفاظت یہان تک کی کہ جتہ کا لشکر وہان سے کوچ کر گیا، اور ان کے گھوڑون مین وبا ایسی سخت پھیلی کہ جن تاتاری رسالون نے ان کا تعاقب کرنا چاہا وہ بھی ان مقامات سے جہان وبا کا زور تھا بچتے ہوئے مغلون کے پیچھے چلے،

یہ امیر حسین کی خوش قسمتی تھی کہ جتہ کا لشکر سمرقند سے چلا گیا، ورنہ امیر حسین کو سمرقند واپس آنے کا موقع نہ ملتا، چنانچہ جب شہر مین داخل ہوا تو بڑی دھوم دھام ہوئی، شہر والون کو اپنے بڑا ناز تھا کہ انھون نے جتہ کے زبردست لشکر کو اپنے شہر سے دفع کر دیا، چھتون کی منڈیرون

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۱۰،

اور بالاخانون سے خوبصورت قالین لٹکائے گئے مسجدون مین لوگون کا ہجوم ہوا، اور ہر باغ کے دروازے پر امیر حسین کے داخل ہوتے ہی نوبت اور نقارے بجنے لگے،

امیر حسین اور تیمور اب واقعی ہندوستان کی حدود سے لیکر بحر خوارزم تک جس قدر ملک پڑتے تھے ان سب کے فرمانروا ہو گئے، اس ملک رانی مین از روے انصاف و رواج قدیم تیمور کا حق امیر حسین کے حق کے مساوی تھا، تیمور تمام فوجون کا واقعی سپہ سالار تھا اور تیمور کے ہمراہی درجہ مین امیر حسین کے ہمراہیون کے برابر تھے، لیکن امیر حسین امیر قزغن "شاہ ساز" کا پوتا اور ایک والی ملک کا فرزند تھا، اس نے چنگیز خان کی اولاد سے ایک شہزادے کا انتخاب کر کے اس کو سریر خانی پر بٹھایا، اس خان مین (جسکا نام کابل شاہ اوغلن پسر دورچی تھا) سوا اس کے کوئی خوبی نہ تھی کہ چنگیز خانی تھا، جملہ آداب و مراتب چنگیزی ادا کرنے کے بعد اس خان کو اس کے محل مین تخت نشین کیا گیا، مگر حکومت و فرمانروائی امیر حسین نے اپنے دادا قزغن کی جگہ شروع کی،

حالات کی صورت کچھ ایسی پیدا ہوئی کہ تیمور درجہ مین امیر حسین سے کم ہو گیا، امیر حسین ملک کا مالیہ تحصیل کرتا، مقدمات مین تجویزین سناتا، رعایا مین زمینین تقسیم کرتا، تیمور کو ان چیزون سے بحث نہ تھی، صرف ایک بات پر البتہ اسے اصرار رہا اور وہ یہ تھی کہ شہر سبز کے علاقہ پر دریا تک بلا شرکت غیرے اس کا قبضہ و تسلط رہے،

"جہان تک دریا ہے وہان تک کل ملک میرا ہے" یہ جملہ تیمور نے قطعاً فیصلہ کر کے زبان سے نکالا تھا،

تیمور نے اپنے درجے اور مرتبے کو قائم رکھا، طبیعت کا فیاض تھا، مطالبات اور زیادہ

ستانی کے جھگڑون مین نہ پڑتا تھا، جب امیر حسین نے قوم برلاس کے ہر متنفس پر بھاری محصول لگایا تو تیمور نے اتنا عذر ضرور پیش کیا کہ آخری لڑائی مین برلاس کا بہت مال تلف ہو چکا ہے، مگر محصول کی جس قدر رقم برلاس کے ذمہ نکالی گئی تھی وہ اپنی جیب سے ادا کر دی، الجائی مرحومہ کا زیور، کانون کے بندے موتیون کے ہار جو دلھن بننے کے وقت اس نے پہنے تھے سب امیر حسین کو دیدیئے، امیر حسین نے زیور پہچانا بھی مگر اس کے لینے سے انکار نہ کیا[1]،

آخر نزاع جو تیمور اور امیر حسین مین ہوا اس کا باعث چند مفسد امرا، اور ان امرا، کے زیردست لوگ تھے، امیر حسین کا چنگیز خان کی اولاد سے کابل شاہ اوغلن پسر دورجی کو تخت خانی پر بٹھانا ایسا فعل تھا جس سے مغول جتہ کو تاتاریون پر فوج کشی کرنے کا ایک بہانہ اور مل گیا، علاوہ ازین امیر حسین نے تاتاری امیرون کی قوت توڑنی چاہی، اس سے اور بھی نئے نئے دشمن پیدا ہو گئے، جس وقت تیمور سے دوستی کا خاتمہ ہوا جس کا فوری باعث معلوم نہین کہ کون تھا تو نتیجہ سوائے خانہ جنگی اور ملکی سازشون کے اور کیا ہو سکتا تھا، اس خانہ جنگی کے زمانہ مین باہر سے جتہ مغلون کی بار بار فوجکشی نے اور بھی آفتین نازل کین، غرض چھ برس تک تاتاریون کے ملک فوجون کی چھاؤنیان بنے رہے،

کشمکش کے ان تاریک لیل و نہار مین تیمور اس طرح نقل و حرکت مین رہا جیسے لڑائی کی روح جسم کی قید سے آزاد ہو کر سرگردان پھرتی ہو، خطرون سے مطلق بے پروائی، اپنی حفاظت کی طرف سے قطعی غفلت، جود و سخا، کشادہ دستی، یہ باتین تیمور مین وہ تھین جن کے باور کرنے مین

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۱۳،

غلطی کا احتمال نہین ہوسکتا، راتون کو جب مسافر قافلون مین آگ روشن کر کے الاؤ کے گرد بیٹھتے تو
امیر تیمور کے قصے دُہراتے، اور کہتے کہ حقیقت مین تیمور اسم بامسمی ہے، لوہا اس مین موجود ہے اور
لوہا بھی وہ جو کبھی مرنا نہین جانتا"

۷۹ شاید قرشی پر قبضہ کرنے کا قصہ بازارون اور لشکرون مین سب سے زیادہ مشہور اور دلچسپ
ثابت ہوا ہو،

قرشی[1] خراسان کے مشہور نقاب پوش پیغمبر مقنع نامی کا شہر تھا، مقنع کو مرے ہوئے ایک زمانہ
گذرا تھا، یہ ایک مذہبی آدمی تھا جس نے ایک کنوئین کی تہ سے ایسی راتون مین جبکہ آسمان پر
چاند نہ تھا چاند نکال کر ہزارہا لوگون مین حیرت اور مذہبی تعصب پیدا کر دیا تھا، لوگون نے اس کا
نام "ماہ ساز" یا "ماہ سازندہ" رکھا تھا، لیکن تاریخ اس کو "ماہ ساز" اتنا نہین جانتی جتنا "فتنہ ساز" مانتی ہے

قرشی مین تیمور نے ایک قلعہ تعمیر کرایا تھا اور اس قلعے پر اس کو ناز بھی تھا، اس زمانہ مین امیر
حسین کی فوجین قرشی کے قلعے پر قبضہ رکھتی تھین[2]، اور تیمور کے لوگ جانتے تھے کہ شہر پر حملہ کرنا
اس وقت بے سود ہوگا کیونکہ مقابلہ کے لیے وہان ساز و سامان بہت وافر تھا، اور ہر طرح پر
شہر کو مضبوطی و استحکام حاصل تھا، (امیر حسین کی طرف سے) امیر موسیٰ تین چار ہزار سپاہ کیساتھ شہر
پر مستولی تھا، یہ وہی امیر موسیٰ ہے جس نے پل سنگین پر بیلجک کا مقابلہ کر کے اُسے پل اترنے
نہین دیا تھا، موسیٰ بڑا تجربہ کار سپاہی تھا، شراب اور لذیذ کھانون کا بڑا شوقین تھا، بے احتیاط
بہت تھا لیکن نازک وقت مین پورے طور سے بھروسے کا آدمی تھا،

---

[1] قرشی کا پہلا نام نخشب (اور نسف بھی) تھا، دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی انگریزی صفحہ ۴۷۰،
[2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۲۶، اور آگے کے صفحات،

تیمور کے پاس اس وقت سب ملا کر تقریباً دو سو چالیس سوار تھے۔ ان مین امیر جاکو اور موید
ارلات جو موسیٰ کا شریک بنکر پل سنگین پر دشمن سے لڑا تھا اور امیر داؤد بھی تھا، امیر داؤد بڑا بہادر
اور بے جگر آدمی تھا، لیکن جب تیمور نے ان امیرون سے کہا کہ وہ قرشی کو فتح کر کے اس پر قبضہ
کرنا چاہتا ہے تو انھین اس بات کا کچھ یقین نہ آیا اور انھون نے عرض کیا کہ "موسم بہت گرم ہے
ایسے موسم مین ایسی مہم کا ارادہ کرنا مناسب نہین، اس کے علاوہ ہمارے اہل و عیال ساتھ ہین
ان کی حفاظت کا خیال بھی لازمی ہے"۔

تیمور نے جھنجھلا کر کہا، "بڑے کم عقل ہو، کیا مین نے قسم کھا کر تم سے تمھارے اہل و عیال
کی حفاظت کا وعدہ نہین کیا ہے؟"

امیرون مین سے ایک شخص نے کہا، "لیکن ہمارے اہل و عیال سب باہر ہین کسی چار
دیواری کے اندر محفوظ نہین ہین"۔

تیمور نے ہنسکر کہا، "چار دیواری چاہتے ہو تو چار دیواری تو شہر قرشی کے گرد بھی موجود
ہے، ذرا غور تو کرو، قرشی پر قبضہ ہو جانا کیسی چیز ہو گی"۔

امرا نے غور کیا لیکن حالات کچھ ایسے نظر آئے کہ امیر داؤد خاموش رہا اور امیر جاکو نے
گردن ہلا کر کہا، "اے امیر، ہمین پہلے قوت تو کافی حاصل کر لینی چاہیے، ایک کام جلدی کا اور
بے سوچا سمجھا ہوتا ہے اور ایک کام احتیاط اور غور کرنے کے بعد کا ہوتا ہے، موسیٰ اتنی لڑائیون
مین لڑ چکا ہے کہ اس کو ایک اونٹ پر بیٹھی ہوئی عورت کی طرح دھوکا نہین دیا جا سکتا"۔

تیمور نے آواز تیز کر کے کہا، "اچھا تو پھر عورتین جہان ملین انھی سے جا کر سبق پڑھو، مین اپنے
ساتھ صرف انھی آدمیون کو رکھون گا | جنھون نے پل سنگین پر دشمن کا مقابلہ کیا تھا یعنی موید ارلات

۷۰

اور ایلچی بہادر میرے ساتھ رہین گے، کیا اور بھی کوئی ساتھ دینے کو تیار ہے؟
بہت سے لوگ بول اٹھے کہ ہم نے آپ کے ساتھ دریا عبور کیا تھا اور جتہ مغلون کو ایسا بھگایا تھا کہ وہ اپنے گھوڑون کی کاٹھیان تک پیچھے چھوڑ کر بھاگے تھے"
تیمور نے کہا "مگر اس سے کیا ہوتا ہے، اب تو تم وہان جاؤ جہان تمھارے بال بچے ہین، بازارون اور گلیون مین بیٹھکر جو کچھ گذر چکا ہے اس پر شیخیان بگھارو، مین تو باقی آدمیون کیساتھ قرشی کی طرف کوچ کرتا ہون"
لوگ سمجھ گئے کہ اگر ہم نے ساتھ نہ دیا تو بھی تیمور وہی کریگا جو اس کی زبان سے نکلا ہے، اب یہ لوگ علحدہ ہوکر آپس مین مشورہ کرنے لگے، سب جانتے تھے کہ تیمور جب کبھی کسی بات کا ارادہ کر لیتا ہے تو پھر کوئی بشر اسکو اس کے ارادے سے نہین پھیر سکتا، حکم دیکر حکم کو بدلنا تیمور کو نہ آتا تھا، اس کے اسی اصرار اور ارادے کی پختگی سے بعض وقت بکثرت جانین ضائع اور مصیبتین برپا ہو جاتی تھین جن سے بصورت دیگر محفوظ رہنا بالکل ممکن تھا، غرض یہی اصرار تھا جس کی وجہ سے تیمور کا حکم بھی حکم قضا کی طرح نہ ٹل سکتا تھا،
جس وقت امرا مشورہ کرکے تیمور کے سامنے آئے تو جاکو برلاس کے ایک ہاتھ مین قرآن تھا اور دوسرے مین شمشیر، اس صورت سے جاکو نے عرض کیا، ہم نے کتاب اللہ پر قسم کھائی ہے کہ ہر حال مین آپ کا ساتھ دینگے اور یہ ہے وہ مصحف پاک جسپر ہم نے حلف لیا ہے، اور یہ ہے وہ شمشیر کہ اگر حکم کے خلاف ہم سے کوئی بات ہو تو اسی سے ہماری گردن اڑا دی جائے"۔
امرا سب کے سب تیمور کے پاس بیٹھ گئے اور امیر موسیٰ کو قرشی سے بے دخل کرنے کی

تدبیرین سوچنے لگے،

تیمور کچھ دیر تک ان کی باتین سنتا رہا، پھر ہنسکر کہنے لگا "تم کیسے بے عقل ہو، اگر امیر موسیٰ کو اور اسکی تین ہزار فوج کو تم نے قرشی سے باہر نکال بھی دیا تو پھر اس سے ہو گا کیا، ہماری سپاہ کی تعداد ہی کیا ہے، ایک جماعت سٹو کی ہے اور دوسری تقریباً ایک سو چالیس کی"

امیر داؤد یہ دیکھکر کہ سب چپ ہین کہنے لگا "تو پھر اس صورت مین یہ بہتر ہو گا کہ قرشی پر شبخون مارین اور امیر موسیٰ کو اس کے خوابگاہ مین اچانک گرفتار کرلین، اس طرح اس کو اپنا قیدی بنانا ممکن ہے"

تیمور اس پر ہنسا اور کہنے لگا "بہت خوب کہا، واقعی یہی مناسب بھی ہے، لیکن اس کے بعد جو تین ہزار باقی رہین گے ان کے خوابگاہ مین بھی آپ ہی تشریف لیجائیگا"،

داؤد نے معذرت کے طور پر کہا "خدا کی قدرت مین سب کچھ ہے، موسیٰ کو معلوم ہے کہ ہم یہان ہین اور جب تک ہم یہان ہین وہ قرشی سے کیون قدم باہر نکالنے لگا، اس کے آقا امیر حسین کا حکم ہے کہ قرشی کو اپنے قبضے مین رکھے، اور موسیٰ اس حکم کی پابندی کے سوا اور کچھ نکریگا"

اب تیمور دل ہی دل مین باتین کرنے لگا مگر اس طرح کہ اسکی آواز سنائی دیتی تھی، "اگر مین امیر موسیٰ کو دریا کے قریب کے میدانون مین مدعو کرون کہ یہان آکر شراب سے اپنی تشنگی بجھائے اور شہر کی گرمی چھوڑ کر یہان خنکی کا لطف اٹھائے تو کیا میرے کہنے سے وہ چلا آئے گا"[۱]

امیر داؤد ہنسا، کیونکہ گرمی کا موسم تھا اور وہ بھی بیچ کا زمانہ، جب کھلے میدانون مین کم

---

[۱] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۱۳۰،

جہان چاہین خیمے نصب کرین گرمی کے مارے یہ حال تھا کہ قبائین اتار دینے پر بھی پسینے مین ڈوبے رہتے تھے تو قرشی مین جس کے گرد فصیل تھی خدا جانے گرمی کی کیا کیفیت ہوگی، قرشی کا قلعہ زمستان مین رہنے کا مقام تھا، گرمی مین قیام کے لیے نہ تھا، امیر موسیٰ کا حال سب جانتے تھے کہ شراب اور جلسون کا بیحد شوقین ہے، امیر داؤد تیمور کا خیال سنکر بولا کبھی نہین شہر سے نکلنا اُسے پسند ضرور ہوگا مگر نکلے گا نہین۔

تیمور بولا "اگر یہی بات ہے تو پھر مین اُسے نہ بلاؤنگا"

اس کے بعد تیمور نے کسی سے بات نہ کی، اور ایسا معلوم ہوا کہ قرشی کا قصد فسخ کر دیا ہے، کیونکہ جنوب کی طرف ملک معزالدین والی ہرات کے پاس اپنا قاصد پیام و سلام کیساتھ روانہ کر چکا تھا، اور اب خراسان کی سڑک سے وہ ہرات کی طرف اپنے ہمراہیون کے ساتھ چلا، اور ریگستان کے کنارے ایک میدان مین جہان کی مٹی زرد تھی اور دھوپ بہت سخت تھی خیمے نصب کر دیئے، یہ مقام چاہ اسحاق کے نام سے مشہور تھا،

یہان یہ قاعدہ جاری کیا کہ جس قدر قافلے شمال کے جانے والے وہان سے گذرین انکو اس وقت تک آگے نہ جانے دیا جائے جب تک کہ ہرات کو بھیجا ہوا قاصد واپس نہ آجائے، یہ قاعدہ ایک ماہ تک جاری رہا، قاصد حسب توقع واپس آیا، ملک ہرات نے خط کا جواب اور تحائف تیمور کی خدمت مین بھیجے اور اُسے ہرات بلایا، اس زمانے مین چاہ اسحاق پر مسافرون کا بڑا ہجوم ہوگیا، اب قاصد جو خبر لایا تھا اس کا علم سب کو ہوگیا،

دوسرے دن تیمور نے جن قافلون کو روک رکھا تھا ان کو آگے جانے کی اجازت دیدی اور خود بھی کوچ کی تیاری کی، قافلون مین جو سوداگر تھے انھون نے تیمور سے درخواست کی کہ

کچھ سپاہی ان کے ساتھ کر دیئے جائین تاکہ تیمور کے اور لوگون سے جو راستے مین ملین انھین پناہ ملتی رہے، لیکن تیمور نے جواب دیا کہ اس کے ساتھ والون مین ایک شخص بھی قرشی جانے والی سڑک پر نہین ہے، اس کے بعد تیمور اپنے دو سو چالیس ہمراہیون کو لیے تیزی کیساتھ جنوب کی طرف چلا اور قافلے والے جنھین آزاد کیا تھا دریائے آمو عبور کر کے قرشی پہنچنے کے لیے شمال کی طرف روانہ ہوئے،

جب یہ قافلے قرشی پہنچے تو امیر موسیٰ نے ان سے تیمور کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ تیمور نے ملک معز الدین والی ہرات کی پناہ مین رہنے کے لیے ہرات کی طرف کوچ کیا ہے، یہ خبر سنکر امیر موسیٰ قرشی سے نکل کر ان سرسبز ٹھنڈے میدانون مین چلا گیا، جہان تیمور اسے بلانا چاہتا تھا[۱] اور یہان جیسا کہ ایک مورخ نے لکھا ہے[۲]، موسیٰ نے بساط عیش پھیلا کر خم صہبائے سرمستی کی مہر توڑ دین، لیکن موسیٰ نے چلنے سے پہلے اپنے لڑکے (محمد بیگ) کو کئی سو سپاہ کے ساتھ قرشی مین شہر کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ دیا تھا،

تیمور نے چاہ اسحاق سے چلکر دوسری منزل پر ایک ہفتے یا اس سے زیادہ قیام کیا تاکہ جن قافلون کو رہا کیا تھا وہ قرشی پہنچ جائین، اس کے بعد وہ آمو کی طرف ایک ہی مسلسل کوچ مین بغیر کہین قیام کئے آیا، دریا کے کنارے قیام نہین کیا بلکہ آتے ہی پانی مین گھوڑا ڈال دیا، گھوڑا تیرتا ہوا دوسرے کنارے پہنچا اور چالیس سوار جو ساتھ تھے انھون نے کشتیون مین بیٹھکر دریا

(حاشیہ صفحہ ۹۹) [۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ اپر یہ اور آگے کے حالات ملین گے مگر مصنف نے ان کو اپنے طور پر بیان کیا ہے، (مترجم) [۲] کسی مورخ کی تحریر تو ملی نہین البتہ تزوک تیموری مین صفحہ ۵۱ و ۵۲ پر بیان ہوا ہے کہ جب تاجرون سے امیر موسیٰ کو خبر پہنچی کہ تیمور خراسان چلا گیا ہے، تو موسیٰ اور امیر حسین کے لشکر کے لوگ خوش ہوئے، "رحل اقامت انداختہ بساط عیش و عشرت بگسترانیدند" (مترجم)

عبور کیا،

دریا پار ہو کر باقی ہمراہیون کو لانے کے لیے کشتیان واپس کین، اور جب یہ لوگ بھی کشتیون مین کنارے آ لگے تو جو پہلے آ چکے تھے وہ ان پر خوب ہنسے، یہان سڑک سے اوجھل کسی مقام پر سب نے ایک رات بسر کی، اور صبح ہوتے ہی تیمور نے تقریباً بیس آدمیون کو اس غرض سے روانہ کیا کہ جس قدر مسافر قرشی جاتے ملین انھین روک لیا جائے، جب شام ہوئی تو یہ لوگ پھر گھوڑون پر سوار ہوئے اور رات بھر کھلے میدانون مین کوچ کر کے شہر قرشی کے قریب ایک کنوین پر جا اترے، اور یہان دن بھر ایک مقام پر جہان املیون اور اسفنتین کے گھنے درخت بکثرت تھے، چھپے بیٹھے رہے، امیر موسی کے لوگ جو اس کوئین پر آئے ان کو قید کر لیا، اور تیمور نے وہان آکر اپنے آدمیون کو اور ان قیدیون کو حکم دیا کہ رسیون کے یا کسی اور چیز کے نردبان تیار کرین، جب شام ہوئی اور اندھیرا ہو گیا تو تیمور اور اس کے ہمراہی گھوڑون پر سوار ہوئے، نردبان ساتھ لیے لیکن قیدیون کو وہین چھوڑ کر ان پر پہرا بٹھا دیا،

جاکو برلاس نے عرض کیا کہ ہم یہان بہت جلد پہنچے ہین اور ابھی ہمارے ساتھی بھی سب نہین آئے ہین، یہ مہم سخت ہے، بہتر ہے کہ اب ہم آہستہ چلین اور تمام خطرون سے اپنے تئین بچائے رکھین،

تیمور نے کہا "اچھا، ہمراہیون کو اپنے ساتھ آہستہ قدم لاؤ، مین آگے جا کر قرشی کی شہر پناہ کو دیکھکر نردبان لگانے کے لیے کوئی اچھا مقام دیکھتا ہون"

تیمور اب صرف دو سوارون کو ساتھ لیے گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا یہانتک کہ شہر پناہ کے برج کچھ کچھ نظر آنے لگے، تیمور اور اس کے دونون ہمراہی گھوڑون سے اتر پڑے، ایک آدمی گھوڑون

کی حفاظت پر رہا لیکن عبداللہ نے جو خانہ زاد تھا تیمور کا ساتھ نہ چھوڑا، دونون آگے بڑھے یہانتک
کہ خندق کا پانی چمکتا نظر آیا، تیمور کچھ دیر تک غور سے سنتا رہا مگر کوئی آواز کسی طرف سے نہ آئی،

اب خندق کے کنارے چلنا شروع کیا، چلتے چلتے ایک جگہ پہنچے جہان خندق کے اوپر
اوپر ایک ترناؤ (پختہ نہر) سے قلعہ مین پانی پہنچتا تھا، اس ترناؤ مین گھٹنون گھٹنون پانی تھا تیمور
اچھل کر اس نہر کی منڈیر پر چڑھ گیا| عبداللہ بھی اوپر پہنچا، دونون اس نہر سے گذرتے ہوئے ۷۴
فصیل کے نیچے پہنچے اور قلعہ کے دروازے کی سمت مین نہر کی منڈیر پر سے زمین پر کود پڑے، تیمور
یہان سے رستہ نکالتا ہوا قلعے کے دروازے کے سامنے آیا، جس کا پھاٹک لکڑی کا تھا، کچھ دیر دروازے
کو کان لگا کر سنا، پھر دروازے پر ایک ہاتھ مارا، یہ نہین معلوم کہ یہ عجیب حرکت کیون کی تھی، بہر کیف
معلوم ہوا کہ دروازے کو اندر کے رخ چونے اور مٹی سے اتنا لیپا ہے کہ وہان ایک دیوار سی بنگئی ہی
کسی نے اندر سے کچھ جواب نہ دیا،

اب پھر فصیل کے نیچے نیچے دبے پاؤن چلنا شروع کیا یہانتک کہ ایک جگہ دیوار اوپر سے
ٹوٹی ہوئی نظر آئی، یہان سے چڑھ کر دوسری طرف کود جانا آسان تھا، تیمور نے عبداللہ کو یہ جگہ
دکھائی اور کہا کہ اسے اچھی طرح پہچان لے تاکہ پھر بھی اس جگہ کو بتا سکے، جب تک عبداللہ نے یہ
مقام اچھی طرح پہچان نہ لیا تیمور اپنے گھوڑے تک واپس نہ گیا، شہر پناہ سے باہر ہمراہی سوار انتظار
کر رہے تھے، تینتالیس آدمیون کو گھوڑون کی حفاظت پر مقرر کر کے تقریبًا سو سوارون کو دھاوے
کے لیے تیار کیا،

تیمور اپنے سوارون سے رخصت ہو کر پھر اسی ٹوٹی دیوار کی تلاش مین چلا، عبداللہ نے
سوارون کے دستون کو ایک ایک کر کے ترناؤ کے رستے جو خندق کے اوپر تھی گذر کر فصیل کے

نیچے پہنچا دیا، یہاں آکر ان لوگون نے دیکھا کہ تیمور دیوار کے اوپر چڑھا بیٹھا ہے، سوار جب قریب پہنچے تو حکم دیا کہ دیوار پر چڑھکر دوسری طرف اتر جاؤ اور جس قدر دربان و نگہبان ملین انھین قابو مین لے آؤ، اب صبح ہونے کو تھی، دربان سب غافل سو رہے تھے، تھوڑی سی لڑائی بھی ہوئی مگر اس عرصے مین تیمور نے اپنے کل سوارون کو جمع کر لیا تھا، سورج نکلتے ہی تیمور نے ان سب کو برغو بجانے کا حکم دیا،

برغو کی آواز سنتے ہی قرشی کے باشندے اپنے بسترون سے چونک کر اُٹھے[1]، گھر کی چھتون پر چڑھکر دیکھنے لگے کہ یہ کیا ماجرا ہے، تیمور کی سپاہ کا اندازہ کہ وہ کس قدر ہے کسی کو نہ تھا اور داخلہ بالکل اچانک ہوا تھا، امیر موسیٰ کے افسرون کو سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ غنیم کی اطاعت قبول کرین، فوراً تیمور کی خدمت مین حاضر ہوئے، تیمور نے ان سے گفتگو کی تو وہ ساتھ دینے کو آمادہ ہو گئے، موسیٰ کے لڑکے محمد بیگ نے مقابلہ پر آکر اپنے محل کو بچانے کی کسی قدر کوشش کی، لیکن جب تیمور کے سپاہیون نے دیوار پر چڑھکر اندر آگ ڈالنی شروع کی تو محمد بیگ گلے مین تلوار ڈالے اطاعت قبول کرنے حاضر ہوا،

تیمور نے محمد بیگ پسر امیر موسیٰ کی دلیری کی تعریف کی مگر اُسے قرشی مین نظر بند کر دیا، موسیٰ کے باقی اہل خاندان کو موسیٰ کے پاس شاداب میدانون مین بھیجدیا،

امیر جاکو نے اس واقعہ کے بعد ایک موقع پر کہا کہ "ہمارے امیر کی خوش نصیبی سے قرشی فتح ہو گیا اور اس فتح سے ہماری شان و شوکت زیادہ ہو گئی"

بعد کو یہ بات عجائبات سے معلوم ہوتی تھی کہ امیر حسین کی ہزارہا سپاہ کے مقابلے مین قرشی

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۳۲، تزک تیمور کے صفحات ۵۰ تا ۶۴ بھی ملاحظہ ہون (مترجم)

پر تیمور نے اپنا قبضہ کس طرح قائم رکھا، فتح ان لوگون کے نزدیک خدا کا ایک انعام تھی اور یہی کیفیت شکست کی تھی کہ وہ خدا کا ایک عذاب تھی، اور یہ باتین وہ تھین جن کی ہدایت مولانا زین الدین اور انکے ارادتمند لوگون کو بار بار کرتے رہے تھے،

لیکن امراء تاتار ناقابل اصلاح طور پر گمراہ تھے، کبھی وہ گھنٹون تک ایک میلے کچیلے ملا کے سامنے نہایت مودب اور خاموش بیٹھے رہتے تھے، ملا بڑے جوش و خروش سے ان کو نصیحتین کرتا اور جنت کی نعمتون کا ذکر ان کے سامنے کرتا، کبھی یہی تاتاری ملاؤن کی توہین اور استہزا کرتے، کسی نے کہا ہے کہ "دو پادریون کو ملا کر ایک مرد بنتا ہے، اگر صرف ایک پادری کو لیجیے تو وہ عورت کے برابر ہوتا ہے"

واہمہ کی صورتین ان تاتاریون کو پریشان کر دیتی تھین، کبھی کسی برے خواب کو برا شگون سمجھکر ایسے خوف زدہ ہوتے کہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کسی طرف کافور ہو جاتے، کبھی لڑائی مین جہان موت ناگزیر ہوتی سرون سے خود اتار کر پھینک دیتے اور موت کی طرف بڑھنے کے لیے شور مچاتے تاکہ لوگون کو ان کی شجاعت اور مردانگی پر رشک آنے لگے، وہ اپنی ذاتی عزت کے لیے جان دیدیتے تھے، ندامت و خجالت کی تکلیف کو سخت سے سخت عذاب سے بھی بد تر جانتے تھے، عربون کی طرح ان کا بھی یہی قول تھا "جو نفع عزت کھو کر ملے وہ ہیچ ہے"۔

گیارھوان باب

بام دنیا[1] پر تیمور کا پہنچنا

کئی برس کے زمانۂ کارزار مین جب کہ کسی بات کو قرار نہ تھا لوگون کی نظرین تیمور کی طرف متوجہ ہوتی گئین، اس کی شجاعت و مردانگی پر خاص وعام اس کی تعریف و توصیف مین دل سے مصروف رہنے لگے، اس کی شکست و فرار فتح و ظفر کے قصّے زبان زد خلائق ہو گئے حتیٰ کہ جو امرا، اور سردار میدان جنگ مین اس کے مخالف ہو کر لڑے تھے وہ بھی امیر تیمور گورگان کے واقعات سننے کے ہمیشہ مشتاق رہتے تھے، صرف ذاتی شجاعت و شہامت ہی اس کی وہ صفات محکم تھین جو عامۃ الناس کے بیقرار اور مضطرب خیالات مین سمائی رہتی تھین،

چنانچہ امیر حسین کے بعض ہوا خواہ اس سے بیزار اور ناخوش ہو کر تیمور کے پاس چلے آئے، منگلی بوغا جو قدیم خانہ بدوش سردارون مین سے نسل مغل کا ایک عالی سردار تھا، امیر حسین سے بغیر کچھ کہے سنے یا اُسے اطلاع کئے گھوڑے پر سوار آیا اور مرکب سے اتر امرائے تیمور کے حلقے مین بے تکلف جا بیٹھا، یہی منگلی بوغا ایک زمانے مین تیمور کے شدید مخالفون مین تھا، ایک مرتبہ چھ ہزار

[1] کوہ پامیر سے مراد ہی جس کی بلند شاخین بدخشان مین آئی ہوئی ہین، مولوی محمد الولی صدیقی اپنی تالیف "وقائع قسطنطنیہ روسیا بر آسیا" کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہین، "ذکر ہند و کوش میانۂ آمو دریا و کابل و سلسلہ کوہ قریب قندر تا آمو دریا و سلسلہ دیگر کہ آن را پامیر گویند و قرغزان آن را بسبب بلندی آن بام دنیا نامند بہ تفصیل می کند"

سپاہ ملنے کی شرط پر تیمور کو گرفتار کرنے کا بیڑا اٹھا چکا تھا، مگر اب وہ یہ کہتا تھا کہ

"امیر تیمور کا مین نے نمک کھایا ہے، اب مین کسی اور کا منہ تکنے والا نہین"

حقیقت یہ ہے کہ تیمور کی بے خوف و خطر سرداری اور پیشوائی اور اس کے امراء اور سردارون کی خیر خواہی اور وفاداری یہی دو چیزین تھین اور ان سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہ تھی جن پر اس وسیع سلطنت کی جسے تاریخ مین سلطنت تیموریہ کہا جاتا ہے بنیاد قائم ہوئی،

اس زمانہ سے چند سال بعد یہ کام منگلی بوغا ہی کا تھا کہ محض اپنی ہوشیاری اور ذہانت سے امیر تیمور کے لیے ایک لڑائی جیت لی، تاتاریون کا ایک گروہ جو اور تاتاری گروہون سے بالکل علحدہ آباد تھا ترکمانان سفید میش کے سردار قرا یوسف سے اس زمانہ مین برسر جنگ تھا، تیمور کی سپاہ کو ترکمانون نے ہر طرف سے دبایا اور یہ سپاہ سمجھی کہ اب لڑائی سر کرنی ممکن نہین، اس حالت مین منگلی بوغا فوج کے اور سردارون سے علحدہ ہو کر زمین پر کوئی چیز ڈھونڈھنے لگا، یہ چیز اُسے جلد مل گئی مگر وہ کیا تھی، ایک سر منڈے لمبی داڑھی والے ترکمان کا کٹا ہوا سر تھا،

اس کٹے ہوئے سر کو منگلی بوغا نے اپنے نیزے کے پھل پر اٹھا لیا اور مرکب کو مہمیز کر کے تاتاریون کے ہراول مین چلاتا ہوا آیا کہ قرا یوسف مارا گیا، تاتاریون کے دل بڑھے اور ترکمان جو قریب تھے بیدل ہوئے اور اب کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ترکمان میدان سے بھاگے، اور اس فرار مین عجیب بات یہ تھی کہ قرا یوسف زندہ و سلامت مگر دل مین پیچ و تاب کھاتا ان کے ساتھ موجود تھا،

ان ہوشیار اور بہادر تاتاری سردارون نے کئی بار اپنے آقا تیمور کی جان بھی بچائی تھی، اور ایسی حالت مین کہ جان جانے مین کچھ باقی نہ رہا تھا، چنانچہ ایلچی بہادر کا ایک قصہ اسی قسم کا مشہور ہے، یہ تاتاری سردار بھی نپولین کے سردار مرات کی طرح اپنی ٹوپی مین پر لگاتا تھا، اور

موزے زرین پہنتا تھا، ایلچی بہادر یا تو اپنی شاندار وجاہت اور خوش پوش ہونے کی وجہ سے یا شجاعت اور دلیری کے باعث اکثر بادشاہون کے دربارون مین سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا، شاہی دربارون مین تو ایلچی بہادر کا لباس پر تکلف ہوتا ہی تھا مگر میدان جنگ مین بھی پردار کلاہ اور طلاکار موزے نہ چھوٹتے تھے،

اس خاص موقع پر تیمور جتہ مغلون کی ایک یورش کو دفع کر کے واپس آیا تھا، اور کوہ قامر (پامیر) کے بلند سلسلون مین جہان سے آمو دریا نکلا ہے شاہان بدخشان کی فوجون کو تلاش کرتا پھرتا تھا جو اس کے مقابلے کو بدخشان سے نکل چکی تھین،

تیمور کی خبر پاتے ہی بدخشان کے بادشاہون نے مصلحۃً اپنی فوجین پیچھے ہٹائین، اور ایک ایسے مقام مین آئے جہان درخت نام کو نہ تھا، ہر جگہ برف بکثرت تھی، اور پہاڑون مین کالے کالے چٹان صدیون کے طوفان خوردہ بالکل فرسودہ نظر آرہے تھے، اور نشیبون مین برف اور یخ کے بڑے بڑے ٹکڑے پہاڑون مین نیچے کی طرف ایسے آہستہ آہستہ کھسکتے معلوم ہوتے تھے جیسے زمین پر ادھ موا سانپ چلتا ہو، اور اب یہان شاہان بدخشان کی فوجین اور تیمور کا لشکر پہاڑون کی بلند چوٹیون کے گرد آنکھ مچولی کھیلنے لگا، فوجون کا یہ حال تھا کہ کبھی ایک ایک ہزار فٹ کی بلندی سے ڈھلانون کو طے کرتی ہوئی نیچے آتی تھین اور کبھی برف کے طوفان فرو ہونے کے انتظار مین پہاڑون کے گوشون مین بھیڑون کی طرح سکڑ کر بیٹھ جاتی تھین،

اسی حال مین تیمور کے پاس ایک قاصد خبر لایا کہ اسکی فوج ہراول کو شکست ہوگئی ہے اور بدخشانی سپاہی بقیۃ السیف کو دستگیر کئے ایک دوسرے درۂ کوہ کی طرف کوچ کر رہے ہین[1]،

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحات ۱۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲،

تاتاریون کے فوجی مقابلوں میں یک زاعت قاعدہ یہ تھا کہ کوئی سردار اپنی ماتحت سپاہ کو خطرے کی حالت مین چھوڑ کر تا حد امکان اس سے علحدہ نہین ہو سکتا تھا، مگر اس وقت ان گرفتار ساتھیون کو دشمن کی قید سے آزاد کرنے کی کوئی تدبیر تیمور کے سردارون کو نظر نہ آتی تھی، سردارون کی اس بے بسی کی حالت کو دیکھکر تیمور کو جذبہ آیا، فوراً سوارون کو حکم دیا کہ گھوڑون پر سوار ہو جائین، اور ایک قاصد کو رہبر بنا کر اپنے ساتھ اس غرض سے لیا کہ وہ پہاڑون مین اوپر اوپر کے راستون سے اس درۂ کوہ کا پتہ بتاتا چلے جس کی طرف بدخشانی بلندی سے اتر کر نیچے جا رہے تھے | راستہ تمام یخ بستہ تھا، قدم قدم پر یہ نوبت تھی کہ کسی نہ کسی سوار کا گھوڑا بلندی سے پھسل کر غار فنا مین جا گرتا تھا، فوج ان راستون مین آہستہ چلی مگر تیمور درے کی طرف اس تیزی سے بڑھا کہ جب وہان پہنچا اور درے پر قبضہ کرنا چاہا تو صرف تیرہ سوار اس کے ساتھ تھے، باقی سب پیچھے رہ گئے تھے، ان تیرہ مین ایلچی بہادر بھی تھا، اس تنگ درے مین تیمور ایک اونچے پہاڑ پر جا کھڑا ہوا اور بدخشانیون کی فوج جو سامنے پڑتی تھی اس سے تیرون کی لڑائی شروع کر دی،

بدخشانیون کے مقدمۃ الجیش مین اس وقت صرف پچاس سپاہی تھے لیکن ان کے پیچھے دو سو بدخشانی اور تھے جو جلد آکر ان مین ملنے والے تھے، اب یہ جمعیت بھی درے مین آتی نظر آئی، ایلچی بہادر اپنے دستہ فوج کو ساتھ لیے ایک طرف چلا اور سپاہیون کا دفعتہً ساتھ چھوڑ کر ان دو سو بدخشانیون کے سامنے آگیا جو آگے والے پچاس بدخشانیون کے پیچھے آرہے تھے، ایلچی بہادر کو قاقم کا پوستین پہنے اور اُس پر زری کا کمر بند لگائے اور ریچھ کے بالون کی ٹوپی سر پر رکھے دیکھا تو بدخشانی چلتے چلتے ٹھہر گئے، زانو پر قربان مین کمان اور نیام مین تلوار تھی اور یہ نیام ہاتھی دانت کا تھا اور اس پر سونے کا کام تھا، اس صورت سے ایلچی بہادر گھوڑے پر سوار ایک دفعہ ہی للکارا،

"بڑے پتادون کے پوتے۔ دامین میں کھو اور دیکھو وہ پہاڑ پر امیر تیمور گورگان کھڑا ہے"، ایلچی بہادر یہ کہکر بدخشانیون کی طرف ایسا بے تکلف چلا گویا کہ لڑائی کا خیال تک دل مین نہ تھا، اور پھر اشارہ سے سب کو تیمور کی طرف متوجہ کیا جو مغفر کے اوپر تاج لگائے گھوڑے پر سوار پہاڑ پر کھڑا تھا، اور اس کے چارون طرف تیر اڑتے اور چمکتے نظر آرہے تھے،

ایلچی بہادر نے بہت ہی اطمینان کے ساتھ بدخشانیون سے کہا کہ "دیکھو اگر تم مارے گئے تو تمھارے اہل و عیال تمھین بڑا بیوقوف سمجھینگے، اور پھر یہان مرنے سے تمھین حاصل ہی کیا ہوگا، کیا تمھین اتنا نہین سوجھتا کہ امان دینے اور جان بخشی کے لیے تیمور گورگان سامنے موجود ہے، صلح کر لینے مین تمھارا نفع ہے، امیر کے جس قدر لوگ تم نے قید کیے ہین ان سب کو جمع کرو اور پھر انہین تیمور کے سامنے حاضر کر کے اسکی خوشنودی حاصل کرو"،

اس طرح ایلچی بہادر نے بدخشانیون کو خوب ڈانٹا ڈپٹا، اور اپنا مطلب بھی ہاتھ سے نہ دیا، بدخشانی اس کی باتین سنکر بڑے شش و پنج مین ہوئے مگر آخر کار گھوڑون سے اتر پڑے اور ایلچی بہادر کے قریب آکر اُسے سلام کیا، اور دل مین یقین کر لیا کہ جب یہ شخص بغیر کسی ساتھی کے اسطرح بے باک ہوکر ہمارے سامنے آیا ہے تو ضرور ہے کہ قریب ہی کہین تاتاریون کی کوئی بہت بڑی جمعیت موجود ہوگی، ایلچی بہادر بھی اب گھوڑے سے اتر پڑا، مورخ اس موقع پر لکھتا ہے کہ "ایلچی بوغا پیادہ درمیان ایشان دوید و چند تاجیک را سیلے بر گردن زد" بدخشانیون نے اب تیر اندازی بند کی، اور جن تاتاریون کو قید کر لیا تھا ان کو ایلچی بہادر کے سامنے لائے، ایلچی بہادر نے قیدیون کو بغور دیکھکر بدخشانیون سے جھڑک کر کہا "کیا تم ان لوگون کو بغیر ان کی تلوارون کے مویشیون کی طرح تیمور کی حضور مین پیش کروگے، جس وقت تم نے انھین قید کیا تھا اس وقت تو ان سب

کے پاس تلوارین موجود تھین،

یہ سنکر بدخشانی اور بھی گھبرائے، بالائے کوہ امیر تیمور گورگان کی صورت قائم تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ امیر انھین کے انتظار مین وہان کھڑا ہے، درے سے امن وعافیت کے ساتھ دوسری طرف نکلنے کی راہ مسدود ہے، آخرکار بدخشانیون نے وہی کیا جسکی صلاح ایلچی بہادر نے دی تھی یعنی تاتاری قیدیون کے جس قدر ہتیار ضبط کئے تھے وہ ان کو واپس کر دیئے، غرض چھ سو تاتاریون کو جنھین بدخشانیون نے اسیر کرلیا تھا ایلچی بہادر اپنے ساتھ لیے تیمور کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ بدخشانی رکاب بوسی کے لیے حاضر ہین،

تیمور فوراً پہاڑ سے اترا اور بدخشانیون نے جو اس وقت عداوت وخصومت کو بھول کر خوف سے بدحواس تھے اپنے قربانون پر ہاتھ رکھکر آیندہ صلح رکھنے کی قسمین کھائین، تیمور اور ایلچی بہادر نے ان سے اتنی دیر تک باتین کین کہ تاتاریون کی فوج جو پیچھے آرہی تھی اُن تک پہنچگئی،

اب سفیر روشن ضمیر ایلچی بہادر نے بدخشانیون سے کہا کہ "یہ جگہ قیام کرنے کے لایق نہین ہے، برف کے سوا یہان نہ کھانے کو کچھ ہے نہ سونے کو"

بدخشانی سردارون نے کہا کہ "قرب وجوار کے قریون مین چلنا مناسب ہوگا" غرض تاتاری اور بدخشانی "بام دنیا" سے اترکر نیچے میدانون مین آئے،

ایلچی بہادر کے اس قصے کو محض ایک تعلّی وتفاخر کی داستان سمجھنا چاہیے، مگر اسکو پڑھکر نپولین کے مارشل مورات کا قصہ یاد آتا ہے، آسٹریا والون سے وائنا مین لڑائی چھڑی ہوئی تھی مارشل مورات وائنا کے پُل پر پہنچا اور وہان کھڑے ہوکر آسٹریا والون کی طرف رومال ہلایا اور جب فرانس کے سپاہی پل کے نیچے سے جہان سرنگین لگائی تھین آتش گیر چیزین ہٹانے

لگے تو مورات آسٹریا والون کی توپ پر جا بیٹھا،

اس کے بعد ایک سال یا اس کے قریب گذرا تھا کہ ایلچی بہادر گھوڑے پر بیٹھا دریا عبور کرنا چاہتا تھا کہ ڈوب کر مر گیا۔[1]

تاتاری امرا خوب سمجھتے تھے کہ تیمور کی اس قیامت خیز رہبری مین وہ زیادہ دن زندہ نہین رہ سکتے، لیکن تیمور ان کے ساتھ خود بھی خطرون مین پڑتا تھا، جس قدر زخم ان کے زخمون پر تھے اتنے ہی اس کے جسم پر تھے، تیمور کی معیت مین جو وقت ان امیرون کا گذرتا تھا وہ بڑی عزت اور خوشدلی کا زمانہ ہوتا تھا، لڑائی پر یہ لوگ بھی اسی طرح خوش خوش گاتے ہوئے جاتے تھے جیسے یورپ مین وائکنگ کے خونخوار بہادر پرانے وقتون مین جایا کرتے تھے،

ایک مرتبہ تیمور نے ان سردارون سے کہا "لڑنے والون کے لیے یہ زمانہ رقص کرنیکا ہے، رقص کی زمین لڑائی کا میدان ہے | اور نغمہ و سرود نعرۂ جنگ اور چکاچک شمشیر ہین اور شراب جو انڈیلی جاتی ہے وہ دشمنون کا بہتا خون ہے"۔ ۷۹

چھ برس اسی جنگ وجدال مین گذرنے کے بعد تاتاری امرا مین سے اکثر نے تیمور کی اطاعت قبول کر لی، شروع مین تیمور کو لوگ "قزاق" کہا کرتے تھے گویا وہ ایک ایسا آوارہ گرد سپاہی تھا جسے ایک شبانہ روز سے زیادہ کہین قیام نہ تھا، یہ "قزاق" وہی لفظ ہے جسے ہماری زبان مین کیسوک کہتے ہین، کیسوک کا لفظ اب تک بحیرۂ خزر کے شمالی میدانی زمینون کے رہنے والون کے لیے بولا جاتا ہے، اب تیمور خدائے جنگ کی شان اختیار کر کے ایک لشکر جرار کا امیر اور سپہ سالار بنگیا، جس وقت امیر موسیٰ کے لوگ یعنی جلائر تیمور کے مطیع ہو گئے

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۴۰۔

تو تیمور کی تمام آرزوئین پوری ہوگئین جلائرین مغلون کا میل تھا، اور وہ ایک کثیر اور زبردست لشکر ایسا جمع کر سکتے تھے جیسے کہ انگلستان کا وہ لشکر تھا جس نے ایک پشت سے بھی کم زمانہ ہوا تھا کریسی اور پوئیٹرز کی لڑائیاں فتح کی تھین، تیمور کے سب سے بڑے فرزند جہانگیر کی ماں (اولجائی خاتون آغا) بھی قوم جلائر ہی سے تھی،

جب ایک ایسے لشکر بے شمار کو تیمور جیسا سردار ملا تو امیر حسین کی قوت اس طرح زائل ہوگئی جیسے موسم بہار مین بارش سے قبل برف پگھل کر غائب ہو جاتی ہے، امیر حسین دریائے آموسے جنوب کی طرف بھگا دیا گیا، یہان بھی پہاڑون مین اس کا تعاقب کیا گیا، اور آخر کار تیمور کی فوج نے بلخ مین جا کر اسے گھیر لیا، اور اس شہر پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا، امیر حسین نے شہر کے کھنڈرون مین روپوش ہو کر تیمور کو پیغام بھیجا کہ وہ ملک چھوڑ کر مکہ معظمہ جانے کی اجازت چاہتا ہے (درخواست ہمین است کہ مرا راہ دہی تا بیرون روم و بجانب کعبہ معظمہ توجہ نمایم[1])

اس کے بعد امیر حسین پر جو کچھ گذرا اس کے بیان مین اختلاف ہے بعض مورخون نے لکھا ہے کہ تیمور نے امیر حسین سے اس کی جان بخشی کا وعدہ اس شرط سے کیا تھا کہ وہ اس کے سامنے حاضر ہو جائے، امیر حسین نے حاضری کا وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن جب وقت آیا تو وعدہ ایفا نہ کیا اور مسجد کے ایک مینار کی برجی مین جا چھپا، یہان یا تو مسجد کے مؤذن نے یا ایک آدمی نے اُسے پہچان لیا، اس آدمی کا گھوڑا کھو یا گیا تھا اور اس وقت مینار پر چڑھکر دیکھتا تھا کہ نیچے کہین اوس کا پتہ چل جائے[2]،

امیر حسین کس طرح مرا اس کی نسبت بھی بیانات مین اختلاف ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۰۲، [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۰۳،

Schulz]

تیمور کا ایک پہاڑی قلعہ پر حملہ کرنا

اسی زمانے کی رنگین تصویر ہے۔

تاتاری امرا، اس کے بارے مین مشورہ کرنے بیٹھے، تیمور بھی اس مجلس مین شریک تھا، مگر وہ یہ کہہ کر اٹھ گیا کہ مین امیرحسین کی دوستی کا اقرار کرچکا ہون، میرے ہاتھ سے اُسے کوئی گزند نہین پہنچسکتا[1]، دوسرا بیان یہ ہے کہ موید ارلات اور ایک اور سردار تیمور پر بغیر اپنا ارادہ ظاہر کئے مجلس سے اُٹھے اور امیرحسین کے پاس آئے، اور اس سے کہا کہ ہم تمھین بھاگ جانے کا موقع دیتے ہین، لیکن جب امیرحسین باہر نکلا تو ان سردارون نے اسے قتل کر دیا،

واقعہ یہ ہے کہ تیمور نے اس بات کا موقع دیا کہ اس کا حریف مقابل قتل کر دیا جائے، مورخ لکھتا ہے کہ امیرحسین کے مرنے کا وقت اور مقام معین ہو چکا تھا، اپنے مقدر سے انسان بچ نہین سکتا[2]،

[1] مقابلہ کرو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۰۴،

[2] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۲۰۳،

بارہوان باب

مولٰنا زین الدین کیا فرماتے ہین

تیمور بلخ مین قصداً رہ پڑا، بلخ کی گرم وادی مین جہان نیشکر ندیون کے خشک گذرگاہون مین پیدا ہوتا تھا، خراسان سے چلے ہوئے قافلے ہندوستان کی سرحدون کے قریب سے گذرتے ہوئے قیام کیا کرتے تھے، اور کوہستانون کے فرمانروا شکار کی راہون سے اتر کر یہان پہنچتے تھے، یہ وادی قدیم ترین واقعات کی یاد دلاتی تھی گویا اسکی ہوا مین صدیون کی گرد معلق تھی،

یہان مٹی اور بھر بھرے پتھرون کے طبقے کے نیچے ایک آتشکدے کے آثار دبے پڑے تھے جسے کبھی اگلے وقتون مین آتش پرستون نے بنایا تھا، قدمون کے نیچے گوتم بدھ کے اُن سنگین بت کے ٹکڑے جابجا پھیلے تھے جو کبھی ایک عالیشان بت خانہ کی زینت تھا، اس کے سامنے بڑے بڑے جاتری جوگیا کپڑے پہنے نہایت ادب سے حاضر رہا کرتے تھے، ایک زمانے مین لوگون نے اس شہر کو شہرون کی مان کہا تھا، اسکندر مقدونی کو اس کا نام باکتریہ دریافت ہوا تھا، اور جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہین اس وقت یہ شہر قبۃ الاسلام کے نام سے مشہور تھا، چنگیز خان کے لشکر آئے اور اُسے غارت کرکے ایک وسیع ویرانہ بناکر چلتے ہوئے، مگر اب اس کے گرد مسجدین، مزار، مقبرے تعمیر ہوگئے تھے بلکہ یہ سمجھئے کہ شہر شہر نہ رہا تھا گورستان ہوگیا تھا، بعد کو تیمور

نے اُسے ازسرِنو تعمیر کیا،

اس وقت تیمور اس مقام پر تھا جہان امیر حسین کفن پہنے منہ قبلے کی طرف کیے اپنے مدفن مین آسودہ تھا حسین کے مرجانے پر ضروری ہوا کہ تاتاری اپنے لیے ایک نیا خان منتخب کرین قانونِ چنگیز خانی بھی یہی کہتا تھا، اور اس انتخاب مین بڑی شرط یہ تھی کہ جس شخص کو خانی کے لیے منتخب کیا جائے وہ "ترا" یعنی چنگیز خان کی اولاد سے ہو،

اس کام کے لیے ایک قورلتائی منعقد ہوئی جسین تمام قبیلون اور قومون کے رئیس ہندوستان کے پہاڑی درون سے لیکر شمال کی مسطح زمینون کے ملوک الطوائف تک شرکت کے لیے فوراً حاضر ہوئے، اس مجلس مین بڑی مقدس صورتون کے اہل دستار ایران کے شہزادے بخارا کے اہل علم جو بڑی بڑی تعلیم گاہون کے رئیس دین کے خادم اور مناظرے و مجادلے کے ماہر تھے جمع ہوئے، ان مین ائمۂ وقت اور فقہا بھی تھے | اور انھی مین مولانا زین الدین ابوبکر نہایت پاکیزہ سپید لباس پہنے سر پر بزرگ عمامہ رکھے موجود تھے، ضعیفی نے بصارت کمزور کر دی تھی، پھر بھی چہرے سے ذہانت و ذکاوت ظاہر تھی، ان کے مصاحبون مین سے خواجہ بہاء الدین جو اہل دل مین بڑے درویش کامل مانے جاتے تھے ہمراہ تھے، غرض جب ارباب رزم اور اعاظم اسلام مجلس مین آ لئے اور انتخاب خاقان کے مسئلہ پر بحث ہونے لگی تو تیمور مجلس سے باہر اپنے بچے جہانگیر سے کھیلتا رہا،

بعض امرا تیمور کو خاقان منتخب کرنے پر معترض ہوئے، بدخشانیون کی طرف سے ایک مقرر

۸۴

سلہ ظفرنامہ جلد اول مین صفحہ ۲۰۰ سے ۲۱۲ تک تیمور کے جلوس تخت نشینی کے حالات بیان ہوئے ہین انھی کی تلخیص مصنف نے اپنے طور پر کی ہے (مترجم)

نے کہا کہ اب ہمین چاہیئے کہ برادرانہ طریقے سے ملکون کو باہم تقسیم کرلین، ہر امیر اپنے اپنے ملک پر بہ اختیارات کامل حکومت کرے اگر دشمن حملہ کرے تو سب ملکر اس کے مقابلہ مین آئین،

تیمور کے تجربہ کار امرا نے اس خیال کی غلطی ظاہر کی اور کہا کہ بھائی بھائی تو سب ہین لیکن ایک بڑے بھائی کی بھی ضرورت ہے اگر تم نے ملک تقسیم کرلیے اور حکومتین علیحدہ علیحدہ قائم کین تو جتہ مغل لشکرکشی کر کے تمھین قطعی مغلوب کرلین گے،

امرا مین جو زیادہ صاحب اقتدار[1] تھے انھون نے قدیم دستور کی پابندی رکھنی چاہی اور کہا کہ ہم مین سے کسی شخص کا بادشاہ ہونا ہمارے قانون کے خلاف ہے، ہمارا فرض مین یہ ہے کہ چنگیز خان کی اولاد مین سے کسی کو خاقان تسلیم کرین اور تیمور ایسے مقرر کردہ خاقان کا نائب تصور کیا جائے،

اس پر سادات مین سے ایک صاحب جنکا نام ابوالبرکات[2] تھا، کھڑے ہوئے اور علماے دین کے خیال کا اظہار صاف صاف طور پر اس طرح کیا،

"یہ امر شریعت نبوی کے خلاف ہوگا کہ مسلمان تمھارے بندے بنین کیونکہ تم کفار کا طریقہ رکھتے ہو، چنگیز خان ایک صحرائی تھا جس نے جبر اور تلوار سے مسلمانون کو مغلوب کیا تھا، لیکن اب تیمور کی تلوار بھی چنگیز خان کی تلوار سے کم نہین ہے"

خواجہ ابوالبرکات نے ان جنگجو تاتاریون کے سامنے ایسی پرزور تقریر کی کہ پہلے تو وہ چپ ہوگئے

---

[1] یہ جلائر اور سلدوز قبیلون کے سردار تھے جو پرانی وضع اور طریقہ کے تاتاری تھے، اور یہ لوگ چنگیز خانی قانون کے پابند تھے، چنگیز کو مرے ہوئے اس وقت ۱۴۰ برس ہوئے تھے، اور اس کی موت کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اس مجلس مین امراے تاتار نے اپنی مرضی اور خوشی سے ایک قدیم دستور اور قانون کو ترک کیا (مصنف)

[2] ظفرنامہ مین ایک شخص سید برکت کے نام سے بیان ہوئے ہین اور ان کا ذکر ان شیخون اور سردارون کے ساتھ ہوا ہے جو تیمور کی تخت نشینی کے وقت موجود تھے، جلد اول صفحہ ۲۱۰،

مگر پھر ان بزرگ کے اثر بیان سے ان مین ایک جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا،

خواجہ نے فرمایا کہ تم امیر حسین سے بھاگتے پھرے اور صحرا مین روپوش ہوئے جب تک تیمور امیر حسین کے مقابلے کو نہ اٹھا تم چھپے رہے، باہر نہ نکلے، تیمور نے دشمن کو زیر کرنے کے لیے تم سے مدد نہین مانگی تھی اور نہ اب اس کو تمھاری مدد کی ضرورت ہے، اب تک مین نے تم کو محض تاتاری سمجھکر خطاب کیا تھا لیکن مین جانتا ہون کہ تم مسلمان بھی ہو، مین آل رسول ہون اور دیگر سادات عظام اور ہادیان دین سے متفق الرائے ہو کر تیمور گورگان کو ماوراءالنہر اور نہ صرف ماوراءالنہر بلکہ تمام توران کے ملکون کا فرمانروا تسلیم کرتا ہون"

۸۴

غرض ارباب شریعت نے اس طرح اپنا خیال ظاہر کیا، نہ صرف اس وجہ سے کہ تیمور مسلمان تھا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ صرف تیمور ایسا شخص تھا جو بدنظمی دور کر کے ملک مین امن و امان قائم کریگا اور بلاد شمال کے جنگ آور قبائل سے جو اسلام کے دشمن تھے مسلمانون کو محفوظ رکھیگا، فرمانروائی پر تیمور کے انتخاب کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا، کہ تمام اہل رزم کیا پیدل اور کیا سوار اس بات پر مصر تھے کہ تیمور ہی اُن کا فرمانروا ہو دوسرا نہ ہو،

دوسرے دن تمام اعیان دولت اور امراے قبائل ایک بڑے شامیانے کے نیچے جمع ہو کر تیمور کا انتظار کرنے لگے، جس وقت تیمور شامیانے مین داخل ہوا سب سرو قد کھڑے ہوئے اور پھر تعظیم کے لیے جھکے اور تیمور کا بازو پکڑ کر سپید مسند کے قریب لے گئے اور یہان اس کو اپنا بادشاہ اور امیر مانکر سریر حکومت پر اسے بٹھایا، یہ طریقہ پرانے قبائل مغل کا تھا، غرض اسطرح تمام صحرا نشین تاتاریون نے تیمور کی اطاعت قبول کر لی،

علما و مشایخ نے تیمور کی بیعت لینے مین جو ہمارے ہان رسم تاجپوشی کا مترادف ہے بڑا اہتمام

کیا، مولانا زین الدین مصحف پاک ہاتھ پر رکھے ایک ایک امیر کے سامنے گئے اور کتاب اللہ پر ان سے حلف لیا کہ سوائے تیمور کے وہ کسی اور بادشاہ کی اطاعت نہ کرینگے، آج کل کے لوگ ایسے حلف لینے کو محض ایک رسم سمجھینگے کیونکہ تیمور پہلے ہی سے سب کا سردار اور امیر ہوچکا تھا، لیکن تاتاریون کے لیے اس رسم کے معنی بہت کچھ تھے،

اس زمانہ سے تیمور محض ایک سوار اور سپاہی کی حیثیت بدل کر امیر تیمور گورگان ہوگیا، تاتاری بھی اس کے نمک خوار ہوگئے، اس کی اطاعت اور وفاداری کو اپنی عزت کا موجب اور اس کی بدخواہی کو اپنے حق مین قابل شرم اور اپنی اولاد کے حق مین رسوائی اور آفت کا مقدمہ سمجھنے لگے، تیمور انکے نزاعات کا فیصلہ کرنے والا اور ان کی مال وجائداد کا محافظ تھا، اگر وہ ان باتون پر قائم نہ رہا تو پھر تاتاری امراء کو اختیار تھا کہ ایک قورلتائی منعقد کرکے تیمور کی جگہ دوسرا امیر منتخب کرلین،

مسند کے قریب غالیچہ پر کھڑے ہوکر شیخ وقت زین الدین ابوبکر نے تیمور سے خطاب کیا "خدا کا حکم یہی ہے کہ آپ ملک فتح کرین، آپ کی قوت کو ترقی رہے اور آپ کے ذریعہ سے اسلام کا بول بالا ہو"

سپید نمدے کے فرش پر آبنوس کا ایک نیچا سا تخت بچھا تھا، جو شخص اس تخت پر بیٹھا تھا وہ سادات اور علمائے بخارا کی اس بحث پر تبسم کر رہا تھا کہ امیر کے داہنی طرف امیر کے قریب کس کو بیٹھنے کا حق حاصل ہے؟ تیمور کی صورت پر نرمی کی کوئی شان نہ تھی، سر پر بال تھے اور مسلح تھا، فولاد کی چمکتی زرہ پہنے تھا، شانون پر فولاد کی تختیان باہر کو نکلی ہوئی تھین، سر پر سیاہ مغفر اور اس کا جھلم کانون اور گردن تک آیا ہوا تھا، مغفر زرنگار تھا،

جس قدر مال و دولت پاس تھا، اصیل گھوڑے، زرین خلعت، ہتھیار اور قیمتی ظروف امرا کے

دولت کو انعام مین تقسیم کر دیئے، اور جب رات ہوئی تو ان کے خیمون مین لذیذ کھانون اور میوون کی کشتیان بھر بھر کر بھیجین، سادات جو بکثرت امیر کے خیمے مین اظہار موانست و وفاداری کی غرض سے موجود تھے تیمور کی اس سخاوت اور دریا دلی پر معترض ہوئے،

تیمور نے انھین جواب دیا کہ "اگر مین حقیقت مین بادشاہ ہون تو سب کی دولت میری دولت ہے اور اگر مین بادشاہ نہین تو پھر جو کچھ میرے پاس ہے اس کے رکھنے سے کیا حاصل"

دوسرے دن تیمور نے وزیرون اور سردارون اور دیوان کے رکنون کا تقرر کیا جن لوگون کو اس موقع پر منصب اور عہدے دیئے ان مین ایسے لوگ بھی تھے جنسے ہم واقف ہو چکے ہین، امیر داؤد کو ضبط و داروغگی سمرقند کے علاوہ منصب دیوان یعنی مجلس شوریٰ کی افسری بخشی[1]، قبیلہ برلاس کے امیر جاکو کو جسکا سر برف پیری سے اب سپید ہو چلا تھا، لشکر کی امارت اور بادشاہ کے سامنے نقارہ پر چوب لگانے کی خدمت عطا کی اور تواچی گری کا منصب بھی عنایت کیا[2]،

افسران فوج مین دو نام ایسے لوگون کے بھی بیان ہوئے ہین جو تاتاری نہ تھے، ان مین ایک مقبل ختائی بہادر اور دوسرا عرب شیخ علی بہادر تھا[3]،

ایک بات شروع ہی سے ظاہر ہو چلی تھی، تیمور کسی درباری کو منہ لگانا نہ جانتا تھا، مولنا زین الدین کے علاوہ اور بہت سے بزرگ ایسے تھے جنکو تیمور کے سامنے جانے کی ہر وقت اجازت تھی، لیکن ان کا اثر تیمور کی طبیعت پر اور درباریون کے اثر سے زیادہ نہ تھا، حکومت کی باگین ہمیشہ اپنے ہاتھ مین رکھین، دوسرون کی رائے ہمیشہ سنی، لیکن ان کو اپنے اوپر حکومت کرنیکا

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۱۰ [2] ایضاً ایضاً [3] ایضاً ایضاً،

موقع کبھی نہین دیا، طبیعت کی یہ ثابت قدمی ایک ایشیائی بادشاہ مین عدیم المثال تھی، بالخصوص تیمور مین کیونکہ اپنے بچ کے معاملات مین اب تک وہ بہت بے پروا رہا تھا،

مخالف اور دشمن کا قلع قمع کرنے مین بہت عجلت کرتا تھا، بلخ سے ابھی دربار رخصت نہوا تھا کہ امیر حسین کے ساتھیون پر حملہ کیا، اسیرون کو یا تو پابہ زنجیر کیا یا فوراً قتل کر دیا، ان کے مکانات جلا دیئے یا گروا دیئے، اور ان کے قلعون کا نام و نشان تک نہ رکھا، جتہ مغلون پر تیمور کی نظر برابر لگی تھی، اور اب ہر سال ایک مہم شمال کے پہاڑون کی طرف اس حکم سے روانہ ہونے لگی کہ دشمن کے مقابلہ مین تلوار و آتش سے کام لینے مین ہرگز کمی نہ کیجائے، تیمور کو یقین تھا کہ اپنی حدود سلطنت کی حفاظت کے لیے بہترین تدبیر یہی ہے کہ دشمن پر حملہ پہلے اپنی طرف سے کیا جائے، کیونکہ جتہ مغل جب خود حملہ کرتے تھے تو وہ نہایت شدید ہوتا تھا مگر جب دوسرا ان پر حملہ کرتا تھا تو اپنے تئین بچانے مین وہ زیادہ ہوشیار نہ تھے،

۸۵

غرض جتہ کا جب اُسی دوا سے علاج کیا گیا جس دوا سے وہ دوسرون کا علاج کرتے تھے تو انھون نے شمال کی وادیون مین رہنا چھوڑ دیا، اور ان وادیون سے بھی زیادہ شمال کی طرف ان درون مین جا رہے جو حصار المالیق کے قریب تھے، ابھی تیمور نے مغلون کا تعاقب المالیق تک نہین کیا تھا، سیر دریا اور ہندوستان کے درمیان جس قدر ملک تھے تیمور کے قبضے مین آکر ان کی حالت نے ایک نئی شکل اختیار کی، اور سرکش و خود رائے تاتاریون مین ایک نئے ضابطے اور آئین کی پابندی کا خیال پیدا کیا گیا، تیموری امرا مین سے دو شخص شمال کی جانب جتہ مغلون کی گوشمالی کے لیے روانہ کئے گئے، موقع پر پہنچکر جب انھون نے دیکھا کہ مغلون کے چراگاہ خالی پڑے ہین تو یہ سمجھکر کہ جس کام کے لیے آئے تھے وہ ختم ہوا دریا کی طرف واپس چلے

دل مین بہت خوش کہ اس مفت کی فتح کی خوشی مین خوب جلسے اڑین گے جارہے تھے کہ سیر دریا کے کنارے آئے، دریا اترنے لگے تو سوارون کا ایک رسالہ بالکل اسی وضع و قطع کا جیسے اپنا رسالہ تھا ادھر ہی کو آتا نظر آیا، جب یہ لوگ قریب آئے تو ان سے پوچھا کہ تم کہان جاتے ہو، سوارون نے جواب دیا، جو مغل تم کو نہین ملے انھی کی تلاش مین ہم بھی جارہے ہین"

اس جواب پر پہلے تو ان دونون امیرون کو بہت غصہ آیا مگر پھر کچھ سوچ سمجھکر چپ ہو گئے اور دربار مین حاضر ہونے کی بجائے اس نووارد فوج کیساتھ ہوگئے، پہاڑون مین جاڑا بسر کرنے کے بعد پورا ایک سال گذرنے پر یہ دونون فوجین سمرقند واپس آئین، اور اپنے ساتھ جتہ مغلون کے مویشی اور دشمنون کے سر اور یہ خوشخبری لائین کہ جتہ مغلون کے بہت سے گاؤن انھون نے برباد کر دیئے ہین،

تیمور نے دونون فوجون کے سردارون کی تعریف کی، جن امیرون کو تلاش مین ناکامی ہوئی تھی ان کی نسبت ایک حرف بھی شکایت کا زبان پر نہ لایا، اگر ان کو کچھ برا بھلا کہتا تو اس مین وہ اپنی آبروریزی سمجھتے اور اپنی اپنی فوجین لیکر اس سے علحدہ ہو جاتے اور جنگ وجدل کا ایک ہنگامہ برپا کر دیتے،

باقی سردار ایسے نکلے جنکو شکایتین پیدا ہوئین اور خود حکومت کرنے کے شوق مین تیمور سے علحدہ ہو کر اپنے اپنے علاقون کو چلے گئے، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ایک آدہ مہینے کے بعد ہی تیمور کی فوجین ان کے قلعون کے سامنے پہنچکر اتر پڑین اور جہان یہ سردار چھپے تھے ان کو وہان سے نکال کر تیمور کے سامنے لے آئین، تیمور نے ان گرفتار سردارون کو انعام اور خلعت دیئے، ایک سردار جو ایک لڑائی سے بھاگ گیا تھا وہ بھی ڈھونڈکر گرفتار کیا گیا، اور اُسے سزا یہ دیگئی

کہ ہتھیار اتروا کر گدھے پر دم کی طرف منہ کر کے اسے بٹھایا اور کئی دن تک اسی حال مین سمرقند کے گلی کوچون مین اُسے گشت کرایا اور لوگون کی ہنسیان اور طعنے اُسے سننے پڑے،

کیخسرو ختلان کا شہزادہ جو ایران کے ایک بڑے نامی خاندان کا رکن تھا عین لڑائی مین کہ دشمن سامنے تھا تیمور کو چھوڑ کر خیوہ کے صحرا مین چلدیا، تاتاریون نے جو لڑائی سے ہٹنا نہ جانتے تھے لڑائی بدستور جاری رکھی، اسی لڑائی مین ایلچی بہادر اپنی جان سے گیا اور وہ اسطرح کہ گھوڑے پر سوار شیخ علی بہادر اور ختامی بہادر کے ساتھ دریا تیر کر پار جانا چاہتا تھا، اور لوگ تو سلامت نکل گئے یہ ڈوب کر مرگیا، تاتاری برابر لڑتے رہے یہانتک کہ لڑائی جیت لی، کیخسرو ختلانی تلاش کے بعد گرفتار ہوا، امراء کی ایک مجلس کے سامنے اس کا مقدمہ پیش ہوا اور بلا تاخیر قتل کر دیا[1] گیا،

جب نئے امرا امیر تیمور کی اطاعت قبول کرتے تھے تو پرانے امرا، ان سے کہتے تھے کہ "ہمارے امیر کی اطاعت کرنی تمھارے حق مین بہت اچھی ہے، جو لوگ اس بات کے قائل نہین وہ جھوٹے ہین"۔

نوواردون مین جو اطاعت کے لیے آئے ان مین امراے جتہ کے فرزند بھی تھے، تیمور کے مقابلہ مین انھین تاب مقاومت نہ تھی، ان مین ایک بیان پسر بیکچک تھا جسے یاد تھا کہ اس کے باپ کی جان بخشی اسی شخص نے کی تھی جو اس وقت امیر ہے، دوسرا امیر ختائی بہادر تھا، یہ خطا کا مشہور سردار تھا، نہایت خشک اور آتش مزاج، چمڑے کی قبا پہنتا تھا اور شانون تک گھوڑے کی پوری ایال کے بال بکھرے رہتے تھے، کسی عجیب طریقہ سے اسکی دوستی شیخ علی بہادر

[1] مقابلہ کرو ظفرنامہ کی عبارت سے جلد اول صفحہ ۲۴۳۔

سے ہو گئی، شیخ علی بہادر خود بھی نہایت تحت مزاج آدمی تھا،

ایک موقع پر یہ دونون سردار فوج ہراول مین شریک تھے، یہ فوج جتہ مغلون کی تلاش مین نکلی تھی، آخر کار ایک دریا کے دوسری طرف مغلون کی ایک جمعیت مقیم نظر آئی[1]، یہ دونون بہادر مع اپنی فوج کے دریا کے اِسی کنارے ایسے مقام پر جو مغلون سے زیادہ قریب تھا اتر پڑے، چند روز اسی حال مین گذرے پھر مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیئے، ختائی بہادر کی نظر احتیاط پر تھی، اُس نے ایسی تدبیرین بہت سی بتائین کہ دریا بھی عبور کرلین اور مغلون سے لڑائی بھی نہ ہو،

شیخ علی بہادر پہلے تو چپ سنا کیا کیونکہ اس معاملہ پر خود کچھ غور کیا نہ تھا ختائی بہادر اس کے خاموش رہنے سے یہ سمجھا کہ شیخ نے اسکی تدبیرین پسند کرلی ہین یا یہ ہوا کہ شیخ علی بہادر کے چپ رہنے سے ختائی بہادر اس سے بدظن ہوگیا کیونکہ ختائی نسل کا مغل تھا،

آخر کار ختائی نے شیخ سے پوچھا "تمہاری کیا رائے ہے"؟

شیخ علی بہادر بے پروائی سے بولا "واللہ، مغل ایسی ہی چالون کیساتھ لڑا کرتے ہین جیسی کہ تم بتاتے ہو۔"

اتنا سنتے ہی میدانون کے اس لڑنے والے بہادر کا چہرہ سرخ ہوگیا، جہان بیٹھا تھا وہان سے فوراً اٹھا اور کہنے لگا "اچھا تو پھر دیکھ لینا کہ مغل کیسا لڑتا ہے"!

شیخ علی بہادر گھبرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا، ختائی نے فوراً اپنا گھوڑا منگوایا، کاٹھی لگاکر سوار ہوا اور گھوڑا دریا مین ڈالدیا، دریا اترتے ہی جتہ مغلون مین آیا، مغلون کو تعجب ہوا ختائی

---

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۲۸،

نے پہنچتے ہی پہلے جو دو آدمی سامنے آئے اُن کی گردن اڑا دی، پھر جو دیکھا تو یہ دیکھا کہ چاروں طرف سے مغلوں مین گھرا کھڑا ہے،

شیخ علی بہادر کو پہلے تو تعجب ہی ہوا تھا اب وہ بالکل حیرت زدہ ہو گیا، فوراً اُٹھا، آدمیوں کو گھوڑا لانے کا حکم دیا، گھوڑے پر سوار ہوتے ہی دریا مین چلا، ہاتھ مین ننگی تلوار تھی، آتے ہی مغلوں کے حلقے کو جو انھوں نے ختائی کے گرد باندھ لیا تھا توڑتا ہوا ختائی کے قریب پہنچ گیا، اور ختائی سے چلا کر کہا،

"تم دیوانے تھے جو اپنا گھوڑا یہاں لائے، بس واپس چلو"

ختائی بہادر نے کہا "واپس جاؤ تم"

شیخ علی بہادر بولا "لاحول ولا قوۃ" اور اتنا کہتے ہی ختائی بہادر کے قریب دشمن سے لڑنے کو تیار ہو گیا، اب جتنے مغلوں نے ان دونوں کو اور بھی گھیر لیا، مگر ختائی اور شیخ کے سوار اتنے مین موقع پر دوڑ آئے اور اپنے سرداروں کو مغلوں کے حلقے مین سے نکال کر دوسری طرف لے گئے،

اس ورزش و تگ و دو کے بعد دونوں سردار کچھ ٹھنڈے ہوئے اور پھر پاس پاس بیٹھکر جو کچھ گفتگو ہوئی اسمین اتفاقِ رائے ظاہر کرنے لگے،

۸۸

تیرھوان باب

والی خوارزم حسین صوفی اور یوسف صوفی

ایسے ہی سخت اور جابر لوگ تھے جن کو قابو مین لاکر راہ راست پر لانا تیمور کا کام تھا، اس کام مین عقل اور مضبوط ارادے کی ضرورت تھی، لوگ تیمور کی تعریف کیا کرتے تھے کہ وہ بڑا مردم شناس ہے، عدل گستر ہے اور انعام دینے مین بہت فیاض ہے، اسی زمانہ مین متصل ریاستون کے امیرون نے صحرا پار سے اپنے اپنے سفیر تیمور کے سلام کو یا اس کے حالات سے آگاہ ہونے کے لیے بھیج رکھے تھے، لوگ منتظر تھے کہ دیکھئے تیمور ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے،

یہ ہمسایہ امیر بڑی قوت اور قدرت کے فرمانروا تھے، جس زمانہ مین تاتاریون مین بدنظمی پھیلی تھی تو انھون نے یورشین کر کے خوب ان کا مال لوٹا تھا، ان امیرون مین ایک والی خوارزم (حسین) صوفی تھا، اس کی حکومت مین خیوہ اور گنج اور کوہ یورال کے علاقے شامل تھے، صوفی نسل جلائر سے تھا، اور ایک طور پر خانان جتہ کا تابع تھا، (حسین) صوفی کو تیمور کا حال اتنا ہی معلوم تھا کہ وہ ایک آوارہ گرد ہے جو ایک زمانہ مین دشت قزل قم مین ترکمانون سے اپنی جان بچانے کو لڑا تھا، اور گنج (ولایت خوارزم کا دارالحکومت) دریائے آمو کے دہانے پر تجارت کا بہت بڑا مقام تھا، اسکی فصیلین بہت بلند تھین اور والی خوارزم (حسین) صوفی بھی غرور

اور نخوت مین کچھ کم نہ تھا،

صوفی نے تیمور کو بیش بہا تحائف بھیجے، تیمور نے ان سے بھی زیادہ قیمتی تحائف اس کے سفیرون کو دیئے، اور ان کی زبانی کہلا بھیجا کہ صوفی کی لڑکی خان زادہ جس کے حسن کا بہت شہرہ تھا اس کو تیمور کے فرزند اکبر جہانگیر کے عقد نکاح مین دیا جائے، بظاہر یہ پیغام محض دوستانہ تھا مگر اس کے معنی فی الحقیقت یہ تھے کہ تیمور صوفی کو اپنا زیر دست سمجھ رہا ہے اور جو اختیارات خان جتہ کو صوفی پر حاصل تھے ان پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ چنگیز خانی قلمرو کی پرانی سرحدون پر بھی (جسمین ولایت خوارزم شامل تھی) تصرف کرنے کی نیت رکھتا ہے[۱]،

[۱] ظفر نامہ مین جس طرح ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہان لکھنا مناسب ہوگا (دیکھو جلد اول صفحہ ۲۳۲ و صفحات آئندہ) خوارزم پر اس وقت حسین صوفی تصرف رکھتا تھا، تیمور کو اس کا خیال ہوا اور اس نے اپنے ایک سردار علقہ تواچی کو اس پیغام سے حسین صوفی کے پاس بھیجا کہ "ولایت خوارزم کا تعلق الوس جغتائی (پسر چنگیز خان) سے رہا ہے، پانچ چھ برس سے چونکہ یہ ملک بغیر کسی والی اور حاکم کے رہا اس بنا پر تم نے اس پر تصرف کر لیا، اگر دوستی رکھنی منظور ہے تو خوارزم اور اس کے جملہ توابع کو ہمارے گماشتون کے سپرد کرو" حسین صوفی نے یہ پیغام سنکر جواب دیا کہ "من این ولایت را بہ تیغ مسخر کردہ ام ہم تیغ از من توان بستد"،

علقہ تواچی نے یہ جواب تیمور کو اسنایا، تیمور نے خوارزم پر فوجکشی کا قصد کیا، لیکن اہل دربار مین ایک بزرگ مولنا جلال الدین تھے، انھون نے تیمور سے کہا کہ محض ایک سفیر کے بیان پر ہزارہا مخلوق کا خون کرنا مناسب نہین، مین خوارزم جا کر حسین صوفی کو سمجھاتا ہون کہ وہ آپ کی حفاظت مین آنا قبول کرے، تیمور نے یہ بات منظور کی، لیکن جب مولنا جلال الدین حسین صوفی کے پاس پہنچے اور اسے سمجھانا چاہا تو اس نے مولانا کو قید کر دیا، قید کی خبر سنکر تیمور کو صبر نہ رہا اور خوارزم پر حملہ کر دیا، پہلے خیوہ پر قبضہ کیا پھر کات پر، حسین صوفی نے قلعۂ اورگنج مین پناہ لی، یہان آکر چاہا کہ تیمور سے مصالحت کر لے لیکن کیخسرو ختلانی نے جو تیمور سے پہلے ہی باغی ہو چکا تھا صوفی کو لکھا کہ تیمور کی اطاعت قبول نہ کرے، حسین صوفی مقابلہ پر آمادہ رہا، تیمور کے سپاہیون نے بہت سے خوارزمیون کو ہلاک کیا، اس غم مین حسین صوفی قلعہ اورگنج مین بیمار ہو کر مر گیا، اس کے بعد اس کا بھائی یوسف صوفی خوارزم کا والی ہوا، اس نے تیمور سے مصالحت

صوفی نے اس کا یہ جواب دیا کہ مین نے خوارزم کو تلوار سے فتح کیا ہے اور تلوار ہی کے ذریعہ سے وہ مجھ سے لیا جا سکتا ہے۔

تیمور یہ جواب سنکر خوارزم کے قصد سے صحرا کی طرف کوچ کرنے کو تیار ہو جاتا لیکن مشائخ مین سے ایک نے عرض کیا کہ لشکر کشی ابھی ملتوی کیجائے، وہ خود والی خوارزم کو جاکر سمجھاتے ہین کہ وہ تاتاریون سے حفاظت کا معاہدہ کر لے لیکن جب یہ بزرگ (حسین) صوفی کے دربار مین پہنچے تو صوفی نے انھین قید کر دیا[۱]۔ اب تیمور کو لشکر کشی سے روکنے والی کوئی چیز نہ رہی،

فوراً امراے تاتار کو اپنے علم کے نیچے جمع کر کے خوارزم پر چڑھائی کی، اور اس مہم مین بھی وہی تدبیر اختیار کیا جو بادیہ گردی کی حالت مین ایک مرتبہ پہلے اختیار کیا تھا، اس فوجکشی مین کیخسرو ختلانی نے تیمور کا ساتھ چھوڑ دیا، تیمور نے خیوہ پر حملہ کیا، شہر پناہ کو توڑنے مین قلعہ شکن آلات استعمال نہین کیے، شہر کی خندق کو خس و خاشاک سے پاٹ کر نردبان نصب کئے اور ان کے ذریعہ سے سپاہی فصیلون پر چڑھے،

مورخ لکھتا ہے کہ شیخ علی بہادر پہلا شخص تھا جس نے اوپر چڑھکر فصیل کی منڈیر پر اپنا ہاتھ رکھا، اس کے پیچھے ایک سردار تھا جسے شیخ کی اس جرأت پر رشک ہوا اور اس نے شیخ کا پاؤن پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا، شیخ خندق مین گر گیا، اب یہ سردار خود دیوار پر چڑھا[۱]، اور یہان خیوہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶) کرلی مگر پھر ختلانی کے بہکانے سے مخالفت پر آمادہ ہوا، مگر اس حرکت پر نادم ہو کر تیمور سے صلح چاہی، تیمور نے اس شرط پر صلح کی کہ یوسف صوفی اپنے بھائی اق صوفی کی بیٹی سے جس کا نام سوین بیگ عرف خانزادہ تھا جہانگیر پسر تیمور کی شادی کرنی منظور کرے، یوسف صوفی نے یہ بات منظور کی اور خانزادہ بنت اق صوفی جہانگیر کی عروس بنکر سمرقند بھیجی گئی، اس کے بعد یوسف نے پھر تیمور سے سرکشی اختیار کی" (مترجم)

[۱] یہ کل واقعہ ظفرنامہ کی جلد اول صفحہ ۲۲۷ و ۲۳۰ پر شہر کاٹ کی فتح کے متعلق مصنف کے بیان سے کسی قدر مختلف طور

سپاہیون کا اتنی دیر تک مقابلہ کیا کہ پیچھے جس قدر سپاہی فصیل پر چڑھ رہے تھے ان کے پاؤن دیوار پر اچھی طرح جم جائین، اس زبردست حملہ سے خیوہ[۱] پر تیمور کا قبضہ ہو گیا، (حسین) صوفی نے خیوہ چھوڑ کر اورگنج مین پناہ لی، تیمور اورگنج کی طرف بڑھا، یہان قلعہ شکن آلات کی ضرورت ہوئی، چنانچہ پتھر پھینکنے کے بڑے بڑے عرادے اور منجنیق بنانے شروع کر دیئے، یہ آلات تیار ہو ہی رہے تھے کہ صوفی کے پاس سے ایک پیغام اس مضمون کا آیا،

"سپاہ کی جانین بکثرت تلف کرنے سے کیا حاصل، بہتر ہو کہ ہم تم دونون تنہا لڑ کر اس لڑائی کا فیصلہ کر لین، جس کا ہاتھ تلوار پر سے گذرتی ہوئی خون کی دھار سے پہلے رنگین ہو جائے وہی فاتح تصور کیا جائے"

سفیر نے اس لڑائی کے لیے وقت اور مقام بھی بتایا، یہ مقام شہر کے بڑے دروازے کے سامنے کا ہموار میدان تھا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۰) پر بیان ہوا ہے، مصنف کے بیان سے گمان ہو سکتا ہو کہ اس کا تعلق خیوہ کی فتح سے ہے، ظفرنامہ مین لکھا ہے کہ تیمور مع لشکر کے خیوہ فتح کرنے کے بعد جب کاث کے قلعہ پر پہنچا تو "فرمان داد تا لشکریان ہیمۂ و خاشاک جمع آوردہ خندق را بہ پیباشتند و خود بنفس مبارک بکنار خندق آمد و کوچہ ملک را اشارت فرمود تا بخندق درآید و چون آواز غلغلہ ہم نتوانست کہ بآن کار اقدام نماید خمار ی یساول را اشارت فرمود و او بے توقف بخندق درآمد .... و مبشر و تا خواجہ نیز از عقب او برفتند، لشکریان چون این صورت مشاہدہ نمودند روان بخندق درآمدہ رو بفصیل نہادند، اول شیخ علی بہادر دست در دیوار فصیل زدہ خواست کہ برآید، مبشر پائے او را بگرفت تا او نیز برآید و نتوانست و ہر دو بخاک ریز افتادند، شیخ علی دگر بارہ متوجہ شد و بفصیل برآمد و یکے از آن جانب نیزہ بدست او زد، جہان پہلوان نیزہ را بگرفت و بشکست و تیغ بر سر او راند و سپاہ تیمور از ہر طرف راہ کردہ بحصار درآمدند، و کلانتران ایشان را بگرفتند"

کاث کا شہر خیوہ سے شمال مشرق مین تقریباً ۴۰ میل کے فاصلے پر واقع ہو اور کاث سے اورگنج سمت مغرب مین غالباً اس سے دو چند فاصلہ رکھتا ہے، (دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، نقشہ نمبر ۹ (ولایت خوارزم) (مترجم)

[۱] خیوہ پہلے فتح ہو چکا تھا، یہان خیوہ کی جگہ کاث ہونا چاہیئے یا خیوہ سے مطلب ولایت خوارزم لیا جائے (مترجم)،

تیمور کے جس قدر امراء اتنے قریب تھے کہ سفیر کا پیغام سن سکتے تھے انھوں نے فوراً اعتراض کیا۔ بیان پسر بیگ نے آواز سے کہا "اے امیر، لڑنا ہمارا کام ہے، آپ کا مقام تخت سلطنت اور چتر حکومت ہے۔[1] یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ حضور اپنے مقام سے علٰحدہ ہوں"۔

ہر امیر نے تیمور سے التجا کی کہ اپنی جگہ اُسے لڑنے کی اجازت دے۔ تیمور نے جواب دیا کہ حاکم خوارزم نے مجھ سے لڑنے کو کہا ہے نہ کہ میرے کسی امیر سے۔ اب تیمور سفیر سے متوجہ ہو کر بولا کہ "اچھا، ہم ٹھیک وقت پر شہر کے دروازے کے سامنے تنہا آجائینگے"۔

مقررہ وقت جب آیا تو اہل دربار بڑی پریشان نظری سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ تیمور نے خفتان پہنا، اسلحہ بردار نے حاضر ہو کر بائیں بازو پر سپر اونچی کر کے لگائی اور کمر میں تلوار باندھی۔ سیاہ رنگ کا زرنگار مغفر جو ہمیشہ استعمال میں رہتا تھا تیمور نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر سر پر رکھا، مغفر میں جھلم آویزاں تھا، اس سے گردن اور شانے ڈھک گئے، اور اب تیمور لنگ کرتا ہوا گھوڑے کے قریب آکر ایک جست میں اس پر سوار ہو گیا، ہر ادا سے ظاہر تھا کہ بے انتہا خوش ہے،

۹۰ سوار ہو کر چلا تھا کہ پیرانہ سال امیر سیف الدین نے مرکب کی راسیں پکڑلیں اور عرض کیا کہ امیر کو ایک معمولی آدمی کی طرح کسی سے دست بدست لڑنا زیبا نہیں، تیمور منھ سے کچھ نہ بولا، نیام سے تلوار نکالی اور اس کے چپٹے رخ سے اس پرانے نمک خوار وفادار کو مارنا چاہا، امیر سیف الدین تلوار کی ضرب سے بچنے کے لیے راسیں چھوڑ پیچھے ہٹ گئے،

---

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۱۱۔ جہاں امیر بیان سلدوز نے تیمور کو دریا میں گھوڑا ڈالنے سے منع کیا ہے وہاں یہ شعر لکھا ہے،

کزین پس ہمہ نوبت ماست رزم ۔۔۔ ترا جائے تخت است و ہنگام بزم

(مترجم)

تیمور اپنے لشکرگاہ اور اس مقام سے باہر آکر جہان محاصرے کے لیے عرادے اور منجنیق تیار کئے جاتے تھے اور جہان اس وقت لشکر والون کا ایک بڑا مجمع تھا میدان سے گذرتا ہوا ارگنج کے بند دروازے کے سامنے آیا،

دروازے کے اوپر برجون مین صوفی کے سپاہی کھڑے تھے تیمور نے للکار کر ان سے کہا،

"اپنے مالک کو اطلاع کرو، تیمور انتظار کر رہا ہے"

تیمور کی یہ دلیری ایک مجنونانہ مگر قابل تعریف حرکت تھی، گو وہ اس وقت ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک ہو چکا تھا مگر ایک حریف مقابل سے خود تیغ آزما ہونے کا شوق کم نہ ہوا تھا اس شوق اور اپنے ارادے کی پیروی مین ایسی باتون کا مطلق لحاظ نہ تھا جن سے مضر نتائج پیدا ہونے کا احتمال تھا، تیمور ایک سبزے گھوڑے پر سوار تھا جس کا نام "گوراشہزادہ" (خنگ اوغلن) مشہور تھا، اس وقت وہ دشمن کے صدہا تیراندازون کی زد مین تنہا کھڑا تھا، نہایت بیقراری سے صوفی کے انتظار مین تھا، اور لوگ اس وقت تیمور کو اس کی اصلی شان مین دیکھ رہے تھے، عظمت و دلیری کے ظہور مین عقل کا قصور بھی جھلک رہا تھا،

یوسف صوفی باہر نہ نکلا، آخرکار تیمور نے بلند آواز سے کہا "جس شخص نے اپنے قول کا پاس نہین کیا اسے اپنی جان بھی دینی ہو گی"[1]

اتنا کہکر تیمور نے گھوڑے کی باگ پھیری اور آہستہ قدم لشکرگاہ کو واپس آنے لگا[2]، اس وقت وہ کسی قدر شرمندہ اور غصہ مین تھا، لیکن جب اس کے سردارون اور امیرون اور سپا

[1] تیمور کے الفاظ یہ تھے "ہر کہ بقول خود وفا نماید اورا مرگ بہ از زندگانی" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۹۰ (مترجم)
[2] ظفرنامہ جلد اول کے صفحات ۲۹۴-۲۹۶ مین یوسف صوفی اور تیمور کے تنہا لڑنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے (مترجم)

نے جن کی نظرین پہلے ہی سے اس کی طرف لگی تھین آقا کو واپس آتے دیکھا تو خوشی کے نعرون سے زمین و آسمان سر پر اٹھا لیا، نقارے اور سنج زور زور سے بجنے لگے، قرنا اور برغو کی آوازین ایسی بلند ہوئین کہ گھوڑے ہنہنانے اور بے قابو ہو کر چراغ پا ہونے لگے، اہل لشکر کا جوش مسرت سب پر ظاہر تھا،

تیمور کا یہ کہنا کہ جس نے اپنے قول کی پابندی نہین کی اُسے جان بھی دینی ہوگی صحیح نکلا، یوسف صوفی تھوڑے دن بعد بیمار ہو کر مر گیا، اس کے مرتے ہی اور گنج کے لوگون نے اپنا شہر تیمور کے حوالے کر دیا، اور اس بات پر بھی رضامند ہو گئے، کہ شہزادی خانزادہ کو شہزادہ جہانگیر کی عروس بنا کر تیمور کے پاس بھیجدین[1]، چنانچہ ایسا ہی کیا، اور پھر خوارزم اور اس کے دارالحکومت اور گنج کو ایک علٰحدہ ولایت قائم کر کے اس کا کل انتظام تیمور کے فرزند رشید جہانگیر کے سپرد کر دیا گیا، اور اس طرح جس قلمرو پر ایک زمانے مین امیر قزغن حکومت رکھتا تھا اسکی شمالی اور مغربی حدود آگے بڑھ گئین اور مغربی قبائل جلائر اپنے مشرقی جلائر بھائیون سے جو ماوراء النہر مین رہتے تھے مل گئے،

اب زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ تیمور پہلے سے بھی زیادہ لشکر لے کر دریائے آمو عبور کر کے جنوب کی طرف چلا، غرض یہ تھی کہ بادشاہ ہرات سے ملاقات کرے، خوارزم کے علاوہ ہرات دوسری ریاست تھی جو ماوراء النہر سے متصل تھی، راستے مین دربند آہنین پڑتا تھا، اس خوفناک گونجتے اور گرجتے درے مین سے تقریباً پچاس ہزار سوارون کے رسالے اور سامان کی صدہا

91

[1] ظفرنامہ کے صفحات ۲۴۴-۵۲ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف صوفی کے مرنے سے قبل خانزادہ جہانگیر سے عقد کرنے کے لیے خوارزم سے سمرقند روانہ کر دی گئی تھی، چنانچہ یوسف صوفی سے جب اخیر لڑائی ہوئی ہے تو تیمور نے لکھا تھا کہ اس تعلق ہونے کے بعد بھی تم نے بغاوت اختیار کی، دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۹۱،

گاڑیان سنگ سرخ کے دو طرفہ پہاڑون مین سے جو دیوار ون کی طرح سیدھے کھڑے تھے دھمکتی اور شور کرتی گذرین،

چند سیاسی امور اس لشکر کشی کا باعث ہوئے تھے، اور ان کی ابتدا بڑی مصلحت اور ہوشیاری سے کی گئی تھی، واقعہ یہ تھا کہ ایک سال قورلتائی کے موقع پر تیمور نے بادشاہ ہرات ملک غیاث الدین کو سمرقند مین مدعو کیا تھا، غیاث الدین نوجوان آدمی تھا اور معزالدین بادشاہ ہرات کا فرزند تھا جس نے ایک زمانہ مین امیر قزغن کے پاس پناہ لی تھی، اس دعوت کے معنی یہ تھے کہ اگر ملک غیاث الدین قورلتائی مین شریک ہو گیا تو پھر وہ تیمور کے زیر دستون مین شمار ہونے لگیگا،

بادشاہ ہرات نے اس دعوت پر بہت خوشی ظاہر کی اور جواب دیا کہ اگر امیر سیف الدین اس کے استقبال کے لیے ہرات تک بھیجا جائے تو بہت خوشی سے وہ سمرقند مین حاضر ہوگا، تیمور نے یہ جواب سنکر اپنے سب سے بڑے وزیر سیف الدین کو ملک ہرات کے استقبال کے لیے روانہ کیا، لیکن اس واجب التعظیم وزیر نے ہرات سے واپس آکر تیمور کو اطلاع کی کہ بادشاہ ہرات تحائف جمع کرنے کے حیلے حوالے کرتا رہا، در اصل اسکی مرضی سمرقند حاضر ہونے کی نہین ہے، بلکہ اس وقت وہ ہرات کے گرد ایک نئی فصیل تیار کرا رہا ہے،

تیمور نے یہ سنکر ملک غیاث الدین کے پاس سفیر بھیجا، غیاث الدین نے اس سفیر کو روکے رکھا، واپس نہ جانے دیا، اپنی دانست مین یہ اس نے بڑی ہوشیاری کی تھی، مگر انجام یہ ہوا کہ تاتاریون کے علم بلند ہو گئے اور اہل مغر کا لشکر جنوب کی طرف کوچ کرنے لگا، رستے مین آموددیا آتا تھا، اس پر کشتیون کا پل باندھا گیا، سارا لشکر اس خیال سے خوش تھا کہ اب اپنے ملک سے

باہر بھی سرکشائی کا موقع ملنے والا ہے، لشکریون نے اپنے گھوڑون کو ان چراگاہون مین چرایا جو موسم بہار کے لیے مخصوص تھے، اور پہاڑی درون سے گذر کر کسی قدر پھیر کھا کر قلعہ فوشنج کے سامنے آئے اور فوراً اس قلعے کا محاصرہ کر لیا، فوشنج ہرات کا بڑا مضبوط قلعہ تھا اس مین غیاث الدین نے اپنی فوج بٹھا رکھی تھی، تیمور کو صبر کہان تھا فوجون کے پہنچتے ہی حصار پر حملہ کر دیا، بھری خندق کو لکڑی کے تختون سے پاٹ کر تاتاری قلعے کی دیوار کے نیچے آئے، اوپر سے تیر برستے ہی رہے مگر انھون نے دیوارون پر نردبان لگا دیے،

سپاہیون کی ہمت بڑھانے کے لیے تیمور سر سے خود اتارے بغیر زرہ کے ان مین آیا، اس حال مین دشمن کے تیرون سے دو مرتبہ گھائل ہوا، فوج کا جو حصہ قلعہ پر حملہ کرتا تھا وہ شیخ علی بہادر اور مبارک کی سرکردگی مین تھا، یہ مبارک[۱] وہی شخص ہے جس نے اورگنج کی فصیل پر چڑھتے وقت شیخ علی بہادر کا پاؤن پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا تھا، ان سردارون کیساتھ ایلچی بہادر کا فرزند بھی تھا، ان تینون سردارون مین پرانی رقابت چلی آتی تھی، طبل و دہل کے شور مین تاتاری بکثرت قلعے کی دیوارون کے نیچے جمع ہو گئے، ان مین کچھ لوگون نے خندق کے گرد گشت لگایا، ایک جگہ پر تلاش سے یا از خود قلعہ مین نہر کے جانے کا رستہ نظر آیا، یہ دیکھتے ہی تاتاری نہر مین کود پڑے، اور پانی مین چھپکے مارتے، چھینٹے اڑاتے تلوارین علم کئے قلعہ مین داخل ہوئے، اب فوشنج[۲] مین خونریزی کا بازار گرم ہوا، ملک غیاث الدین کی کل فوج جو قلعے مین پہلے سے مقیم تھی قتل کر دی گئی، شہر کے رہنے والے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے،

---

[۱] ظفرنامہ مین اس کا نام بیشر بیان ہوا ہے، دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۲۳۷-۲۳۸،
[۲] فوشنج کی فتح ظفرنامہ جلد اول کے صفحات ۳۱۳، ۳۱۴ مین اور قلعہ ہرات کی فتح کے حالات صفحات ۳۱۵-۳۲۲ مین بیان ہوئے ہین،

92

فوشنج کی شکست سے اہلِ ہرات پر غم کا بادل چھا گیا، تیموری لشکر نے جب ملک ہرات کی سپاہ کو جو مقابلہ پر آئی تھی مار کر پیچھے ہٹا دیا تو قسمت سے ناچار ہو کر غیاث الدین نے تیمور سے امان چاہی، خود ہی تیمور کی خدمت مین حاضر ہوا، تیمور اس کے ساتھ عزت سے پیش آیا مگر اُسے سمرقند روانہ کر دیا، نئی شہر پناہ جو غیاث الدین نے شہر ہرات کے گرد بنوائی تھی اسے گروا دیا، ایک رقم سر بہا وصول کر کے اہل شہر کو آزاد کیا، شہر کے دروازے مین جو لوہے کے کواڑ لگے تھے اور شاہانِ ہرات کا کل خزانہ سونا چاندی یاقوت و جواہر، جلوس شاہی کا سامان، زرنگار تخت وغیرہ وغیرہ ہرات سے اٹھا کر شہر سبز پہنچا دیئے گئے،

ہرات پر قبضہ ہو جانے سے تیمور کی روز افزون سلطنت مین بڑا اضافہ ہوا، ہرات بہت بڑا شہر تھا، اس کا دور نو ہزار قدم کا تھا، آبادی ڈھائی لاکھ تھی فاتحون کی یادداشتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شہر مین کئی سو مدرسے تھے، تین ہزار حمام اور تقریباً دس ہزار دکانین تھین، (اس زمانہ مین لندن اور پیرس مین ساٹھ ساٹھ ہزار سے زیادہ باشندے نہ تھے، پیرس مین مدرسے تھے لیکن حمامون کا ذکر تاریخ مین کہین نہین پڑھا)۔

ہرات مین جس چیز کو دیکھکر تاتاریون کو سب سے زیادہ حیرت ہوئی وہ چکیان تھین جو بجائے پانی کے ہوا سے چلتی تھین،

مورخ لکھتا ہے کہ اس فتح کے بعد تیمور کی سلطنت اس قدر مضبوط و مستحکم ہو گئی کہ بجز عیش و عشرت کے کوئی دوسرا اس کا دشمن نہ ہو سکتا تھا، تیمور کی یہ چھوٹی چھوٹی لڑائیان مثلاً مغول جتہ کو بار بار مار کر پیچھے ہٹانا یا یوسف صوفی والی خوارزم یا بادشاہ ہرات ملک غیاث الدین کو ہزیمت دینی گھر کی لڑائیان تھین جنہین شجاعت اور سیاسی فراست کے جوہر دکھائے گئے تھے،

لیکن معرکۂ جنگ مین ان کمالات کا اظہار جو فوجون کو نقل و حرکت دینے مین ہوا کرتا ہے، مطلق نہین ہوا تھا، ان معرکون مین تیمور نے صرف اتنا ثابت کر دیا تھا کہ وہ قوم تاتار کا ایک غیر معمولی رہبر اور سردار ہے اور قرب و جوار کی ریاستون کو جو کسی وقت مین اس کے حق مین خطرے کا باعث ہو جائین جلد تسخیر کر کے اپنے قبضے مین لے آیا ہے، اگر یہ واقعہ ہے کہ امیر حسین سے بھاگ کر وہ کسی زمانہ مین بجائے قرشی جانے کے بادشاہ ہرات کی پناہ ڈھونڈنی چاہتا تھا تو سمجھنا چاہئے کہ ابتدا مین تیمور قوت کے اعتبار سے ملک ہرات سے کم تھا،

۹۴ لیکن تیمور ایک ایسا سردار اور پیشوا پیدا ہوا تھا جسمین ایک فاتح کی عقل تھی اور جو اس وقت اپنی پوری قوت کیساتھ دنیا مین ظاہر ہوا تھا، جس وقت ۷۶۵ھ ۱۳۶۴ء مین وہ بلخ مین تخت نشین ہوا ہے تو اس کی عمر ۳۴ برس کی تھی اور اس کی قلمرو سے باہر ہر طرف جنگ و پیکار کے شعلے بھڑک رہے تھے، چودھوین صدی عیسوی (آٹھوین صدی ہجری) کی ابتدا مین طاعون کی وبا ایشیا سے یورپ مین پہنچ چکی تھی، ہر طرف بد امنی پھیلی تھی، اور شاہی خاندان سلطنتون سے معزول اور برطرف ہو رہے تھے، تجارت کے کاروان قدیم رستے چھوڑ کر نئے رستون پر چلنے لگے تھے، اور رعایا کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے اپنے شہر چھوڑ کر مسلح لشکر گاہون مین آباد ہوتی جاتی تھی، کھیتیان برباد پڑی تھین، سپاہی گھوڑون پر سوار ہرے بھرے کھیتون مین پھرا کرتے تھے، اور چارون طرف کی ظلمت مین تباہی کے شعلے اونچے اٹھتے نظر آ رہے تھے،

جن وسیع ملکون مین یہ حالات درپیش تھے وہان تیمور کا پہنچنا یقینی تھا،

چودہوان باب

سمرقند

اب تیمور کو سمرقند جانا ضروری ہوا، شہر سبز گو ماوراء النہر مین سب سے زیادہ خوشنما مقام تھا، لیکن جس وقت سے تیمور ایک وسیع سلطنت کا مالک ہوا، سمرقند جسے اقطاعِ شمال کا دروازہ سمجھا جاتا تھا دار السلطنت قرار پایا، اور یہ سلطنت سمرقند کے اطراف مین کم و بیش پانچ سو میل تک پھیلی ہوئی تھی،

سمرقند مین دربار منتقل کرنے سے پہلے امیر تیمور نے اپنے وطن یعنی شہر سبز کو عمدہ عمدہ عمارات سے مزین کیا، اپنے باپ امیر طراغائی کی قبر پر ایک چھوٹا سا مقبرہ بنوایا، باپ دادا کے وقت کے کچی اینٹون کے پرانے محل کو جسین الجائی خاتون آغا کا حسن تیمور کی زندگی کی حلاوت رہ چکا تھا گرا دیا اور اس کی جگہ ایک عالیشان قصر بنوایا جس مین متعدد صحن تھے اور دروازہ بہت رفیع الشان تھا، اس قصر کی تعمیر سپید رنگ کی اینٹون سے کی گئی تھی اور اس رنگ کے باعث تاتاریون مین آق سرائے (سپید محل) مشہور ہوا[۱]، جب کبھی کشور کشائی کی غرض سے لشکر ساتھ لیے دنیا مین گشت لگانے سے مہلت ملتی تو زمستان کا زمانہ اسی آق سرائے مین بسر کرتا، شہر سبز کے دھوپ

---

[۱] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۳۰۰،

کھلے میدانون اور تخت سلیمان کی چوٹی کو دیکھکر جس کی برف کہر کے غبار مین چمکا کرتی تھی تیمور کی بصارت کی ہمیشہ ایک قسم کی راحت محسوس ہوا کرتی تھی،

سمرقند کی گذشتہ روایات نے تیمور کا دل اپنی طرف کھینچ رکھا تھا، بخارا کو دار السلطنت بنانا پسند نہ کیا، سمرقند سے یہ شہر چھوٹا تھا مگر مدرسے خانقاہین کتب خانے اس مین بکثرت تھے، بخارا وہی مقام تھا جہان صدہا برس پہلے سکندر مقدونی نے مغلوب الغضب ہو کر اپنے وفادار و جان نثار خادم کلائیتوس کو قتل کر دیا تھا، اور یہی وہ شہر تھا جہان ڈیڑھ سو برس پہلے چنگیز خان نے اپنی فوجین مقیم کی تھین،

ابن بطوطہ جس نے یورپ کے مشہور سیاح مارکو پولو سے بھی زیادہ دنیا کے سیر و سفر مین عمر بسر کی تھی سمرقند کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ دنیا کے بزرگ اور بارونق شہرون مین ایک شہر ہے اور ایک دریا کے کنارے واقع ہے جسے نہر القصارین (دھوبیون کا دریا) کہتے ہین[1]، اس کے کنارے پن چکیان بکثرت ہین، دریا سے بہت سی نہرین نکالی ہین جو باغون کو شاداب کرتی ہین، نماز عصر کے بعد دریا کے کنارے لوگ سیر و تفریح کے لیے جمع ہوتے تھے، یہان بالاخانون اور مکانون مین مہتابیان ایسی بنی تھین جہان بیٹھکر لوگ چارون طرف کی سیر کرتے تھے، میوہ فروشون کی دکانین بھی بکثرت تھین، اس شہر مین بڑے بڑے محل اور یادگار عمارتین اہل سمرقند کی ہمت اور حمیت کی دلیل اب تک موجود ہین، لیکن ان کا بڑا حصہ شکستہ ہے اور شہر کا ایک حصہ

۹۸

[1] سمرقند دریاے صغد کے جنوبی کنارے سے قریب واقع تھا، مگر اس کے مضافات بالکل ہی دریا کے کنارے تھے اس دریا سے کئی نہرین نکلی تھین جنسے شہر کے باغات سیراب کئے جاتے تھے انھی نہرون مین سے ایک کا نام نہر القصارین تھا، ابن بطوطہ نے اسی نہر کو سمرقند کا دریا سمجھ لیا، مگر فی الواقع سمرقند دریاے صغد پر واقع تھا، ۱۲۲۰ء ۶۱۷ھ مین چنگیز خان کے مغلون نے اس شہر کو تقریباً منہدم کر دیا تھا، ابن بطوطہ نے اسے آٹھوین صدی ہجری مین دیکھا، اس وقت شہر کھنڈر پڑا تھا، تاہم باقی تھا، تیمور کے زمانہ مین یہ شہر پھر آباد اور پر رونق ہو گیا دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، انگریزی صفحہ ۴۶۵ - (مترجم)

بالکل منہدم ہو چکا ہے، شہر پناہ، شہر کے دروازے اور شہر کے باہر باغات بھی نہین ہین"

تیمور نے سمرقند کو تقریباً اسی تباہ حال مین پایا، اس کے گرد باغ اور شہتوت کے درخت موجود تھے، پہاڑون کی بود و باش مین آفتاب سے گرم رہ کر اور صحت آور باد شمال سے تازگی حاصل کر کے سمرقند کے لوگ خوش اور تندرست رہتے تھے، یہان کی زرخیز زمین مین چار فصلین پیدا ہوا کرتی تھین، نہرون مین پاک صاف پانی بہتا تھا، دریا کا بند باندھکر ایک جھیل سطح زمین سے اونچی بنائی تھی، یہان سے سیسے کے نلون کے ذریعہ ہر گھر مین پانی پہنچتا تھا، زیادہ محنت و مشقت کی اہل سمرقند کو ضرورت نہ تھی، قرمزی کپڑا جسے ہم کرموازی کہتے ہین اور جس نے سرخ رنگ اور ایک کپڑے کے لیے ہماری زبان مین ایک لفظ پیدا کر دیا ہے، یہان خوب بُنا جاتا تھا، کارگاہون کی کھٹ کھٹ اور پانی کے گھنٹون سے جو اہل سمرقند کی صنعت کا نمونہ تھے پانی کے قطرون کے گرنے کی آواز ہر وقت سنائی دیتی تھی، کاغذ جو تمام دنیا مین بہترین سمجھا جاتا تھا وہ بھی یہین کی ساخت ہوتا تھا، مشرق اور مغرب کی تجارت کا مال اسی شہر کے دروازون سے گذرتا تھا، شہر مین کسی محراب کے سایہ مین نجومی بھی بیٹھا ہوتا جس کی باتین اور خبرین خالی از لطف نہ ہوتین، کہین سدھے ہوئے بکرے کا ناچ دیکھنے مین بھی کچھ کم لطف نہ آتا، شہر کے کھنڈر تو پھر کھنڈر ہی تھے، مگر لوگ کہتے تھے کہ "خدا نے جو کچھ کیا اچھا کیا"

اہل شہر امیر تیمور گورگان کی خدمت مین حاضر ہو جانے کو اپنے حق مین بہتری سمجھکر حاضر ہو گئے، اور امیر کو "شیر نیستان" "کشور کشا" اور "گورگان" (قسمت کا یاور) کہنے لگے، اسکی شان و شوکت کو دیکھکر اُن کی ہمتین بڑھین، لباس اور پوشاک کے وہ بڑے مبصر تھے، اور انھین یاد تھا کہ دس برس ہوئے یہی شخص ان مین اس طرح سے گذرا تھا جیسے روشنی مین سے پرچھائین

گذر جاتی ہو، اہل سمرقند کو یہ بھی یاد تھا کہ انھون نے سرحد کے مغلون کو جب انھون نے یورش کی تو کس طرح پسپا کیا تھا، گو یہ سچ ہے کہ ان کی کمک پر ایک وبا بھی تھی جو دشمن مین پھیل گئی تھی، حریر پہننے والے امرا اور سردار، زین ساز، کوزہ گر، گھوڑون کے سوداگر اور بردہ فروش سب خوش تھے کہ تیمور نے ان پر سے محصول معاف کر دیئے، لیکن اس کے ساتھ تیمور نے ان لوگون سے پوری مشقت بھی لی،

شہر پناہ جہان جہان سے ٹوٹ گئی تھی تیمور نے اپنے سامنے اُن کی مرمت کرائی، چوڑی چوڑی سڑکین شہر کے دروازون سے لیکر وسط شہر کے بازار (راس الطاق) تک تیار کرائین، سڑکون کا فرش پتھر کی سلین لگا کر سنگین کرا دیا، شہر کے جنوب مین ایک پہاڑی تھی جس پر ادنی قسم کے مکانات بنے ہوئے تھے، امیر کے حکم سے جس پر عمل کرنا ناگزیر تھا یہ مکانات توڑ دیئے گئے اور پہاڑی بالکل صاف کر دی گئی، اس صاف جگہ پر ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی گئی،

۹۹

شہر سے دریا تک جہان تیمور کا لشکر ٹھہرا کرتا تھا سڑکین بنوا دین اور باغون کے گرد دیوارین تعمیر کرائین، جابجا پانی کے پختہ تالاب تیار کرائے، دور کے نیلگون پہاڑون سے سنگ خارا کاٹ کر بیلون کے ٹھیلون پر لادے گئے، اور پھر ان ٹھیلون کو سمرقند پہنچایا گیا، ہرات اور ارگنج کے کاریگر فوجی رسالون کی حراست مین دار السلطنت مین لا کر آباد کئے گئے، غیر ملکون کے سفیرون کی سواریان سڑکون پر جن کے دو طرفہ سر درختیان تھین نکلتی نظر آیا کرتین اور شہر کی سرائین مسافرون سے بھری رہتین،

شہر کا رنگ بھی بدل گیا، تاتاری فیروزی رنگ کو جو آسمان کے گنبد گہرے پانی اور بلند سے بلند پہاڑی سلسلون کا ہوتا ہے، بہت پسند کرتے تھے، تیمور نے ہرات مین نیلے رنگ کا

روغنی کام عمارتون پر دیکھا تھا، اور اب سمرقند مین بجائے خاکی رنگ کے عمارتون کے در و دیوار برج و گنبد سب فیروزی رنگ مین جھکنے لگے، اس لاجوردی زمین پر سپید و سنہری تحریرین اور نقش و نگار عجیب بہار دیتے تھے،

اسی لاجوردی و نیلے رنگ کی وجہ سے سمرقند کو گوک کند یعنی نیلا شہر کہنے لگے،

سمرقند کے لوگ خیال کیا کرتے تھے کہ امیر تیمور اور امیرون کی طرح نہین ہے، پنجۂ تیمور ضرب المثل ہو گیا جس سے مراد پنجۂ فولاد تھا، جس وقت تیمور اپنے مرکب خنگ اوغلن پر جو بڑے چوڑے چکلے ہاڑ اور چمکتے رنگ کا جانور تھا سوار ہوتا تو لوگ اُسے دیکھتے ہی رستہ چھوڑ دیتے، امیر کے جلو مین وزراے شمشیر اور امراے باوقار ہوتے جنکو مختلف ولایات کی حکومت سپرد تھی اور گرد راہ مین قرمزی اور روپہلی رنگ چمکتے نظر آنے لگتے، تیمور جس وقت مسجد کے دروازے سے برآمد ہو کر محراب مین قیام کرتا اور ملا اور مشائخ لمبے لمبے جبے پہنے ہوئے اس کی تعریف کرتے اور فقیر اُسے اَن داتا کہکر صدا لگاتے تو بہت کم لوگون کو اس کے سامنے آنے کی جرات ہوتی، کیونکہ یہ دراز قامت فرمانروا انھی لوگون کی فریاد سنتا تھا جنھون نے لڑائیون مین اس کی خدمت کی تھی، اگر شہر کے دو آدمی ایک دوسرے کو کسی جرم سے متہم کرتے تو تیمور بہت جلد قول فیصل سنا دیتا، اور دونون مین سے ایک کا سر جلاد اشارہ پاتے ہی اڑا دیتا،

شہزادی خانزادہ کا اورگنج سے سمرقند آنا شہر کے لوگون کو مدتون یاد رہا، اس دن شاہراہ کی منزلون مین قالینون کا فرش تھا، بیت

بہر منزلے مجلسے ساختند　　بہشتے نو آئین بہ پرداختند

تیمور کے لشکرگاہ کی زمین پرند ہفت بچھا تھا، ع ہمہ پشت زمین شد ردے دیبا،

۱۰ شہزادی خانزادہ اُشتر سپید پر شنقرف مین بیٹھی چہرہ پر نقاب ڈالے نظر آئی | سواری کے گرد شہ سوارون کے دستے تھے، جلو مین گھوڑون اور اونٹون کی قطارین تھین جنپر دلہن کا جہیز رکھا تھا، تیمور کے امراے عظام اور تواچیان جو عروس کے استقبال کے لیے پہلے ہی روانہ ہوئے تھے اس وقت اپنے پھریرے اور پرچم اڑاتے ہوئے سواری کے ساتھ تھے،

اور اب غروب آفتاب کے بعد جبکہ خنک ہوا کے جھونکے خیمہ و خرگاہ کو ہلا ڈالتے تھے، اکاکیا کے درختون مین جنمین گل ابریشم کھلے ہوئے تھے، زرد قندیلین روشن کی گئین، صندل اور عود کا دھوان سراپردے کی اونچی چوبون کے گرد بل کھا کر اٹھنے لگا، تیمور مہمانون مین آیا، غلامون نے اہل دستار پر زر و گوہر نثار کئے،

مورخ لکھتا ہے کہ ہر جگہ شادی و فرح غالب تھا، رنج کا کہین گذر نہ تھا، نام و نشان غم چنان گم شد کہ بادۂ غم گسار بیکار ماند، سراپردۂ شاہی کی چھت گیری آسمانی رنگ کی تھی اور اسمین جواہرات کے ستارے ٹکے تھے، عروس کی خلوت گاہ پر زربفت کا پردہ پڑا تھا، اور دلہن کی سیج کوہ قاف کی ملکہ کی سیج سے بھی زیادہ حسن و جمال رکھتی تھی،

شہزادی خانزادہ جس قدر جہیز[1] لے کر اپنے نوشہ جہانگیر کے گھر آئی تھی وہ مہمانون کو دکھایا گیا، تیمور نے ایک دوسرے شامیانے کو ان تحائف سے بھر دیا جو اپنے فرزند کی طرف سے عروس کو دیے

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۴۹،

پر از تاج پرمایہ و تخت زر	پر از یارہ و طوق و زرین کمر
ہمہ زیور از گوہر شاہوار	ہمہ خاتم و یارہ و گوشوار
ہمہ درج و صندوق با قفل زر	پر از لعل و یاقوت و در و گہر
ز پوشیدنی و ز گستردنی	ز ہر چیز کان بود آوردنی
کت و خیمہ و خرگہ و گندلان	ز ہر گونہ چندان کہ صد کاروان

تھے، ان مین کمر بند طلائی، سیم وزر، یاقوت والماس، مشک وعنبر، خز وحریر، دیبا وزربفت تھا اور ولایت خطا کے بنے ہوئے ریشمین لباس تھے جن پر زری کا کام تھا، اور ان چیزون کے ساتھ عمدہ گھوڑے اور حسین باندیان بھی تھین[1]، مورخ ان چیزون کے بیان اور تعریف مین کچھ دیر تک مصروف رہا ہے، اور لکھتا ہے کہ شادی کے دنون مین ہر روز ایسی ہی بیش بہا چیزون کا ایک پورا خزانہ خالی کر دیا جاتا تھا، بیت

بدین گونہ چندے بہ بزم شہی ۔۔۔ ہمی کرد ہر روز گنجے تہی

کیا عجب ہے کہ جس وقت تیمور نے اپنے لخت جگر جہانگیر کو نوشہ اور شہزادی خوارزم کو عروس بنے دیکھا ہوگا تو اس کو اپنی وہ رات یاد آئی ہوگی جب کہ الجائی خاتون لشکرگاہ مین دلہن بنکر آئی تھی اور اس کے آتے ہی نقارے اور شادیانے بجنے لگے تھے اور جس وقت الجائی ریگستان مین پیادہ پا تیمور کے ساتھ چل رہی تھی تو ہنس ہنس کر کہتی تھی کہ "اب اس سے زیادہ اور کیا لکھا پورا ہوگا کہ پیدل چلنا پڑ رہا ہے"

مگر خانزادہ کی تقدیر کچھ اور ہی تھی، وہ ایک فاتح کے فرزند اکبر کی پہلی بیوی تھی، جہانگیر اپنا دربار خیل وحشم علحدہ رکھتا تھا، خانزادہ کے حسن وجمال پر اُسے ناز تھا، یہی باتین تھین کہ ایکمرتبہ شہزادی خانزادہ نے امیر تیمور کو کسی قدر برہم کر دیا،

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۴۶،

زدینار ویاقوت ومشک وعبیر ۔۔۔ زدیبائے زربفت وخز وحریر
زچینی نسیج وخطائی پرند ۔۔۔ گذشتہ زاندازۂ چون وچند
زروز یور وگوہر شاہوار ۔۔۔ وزان گونہ چیزے کہ آید بکار
بسے جامہائے گرانمایہ نیز ۔۔۔ پرستندہ واسپ وہر گونہ چیز

لیکن خانزادہ نے فوراً عرض کیا، اے امیر فاتح وہ ہے جو بادشاہ اور فقیر دونون کا قصور معاف کردے، اگر کسی سے خطا ہوئی ہو تو عفو تقصیر کرے، کیونکہ جب دشمن خواستگار معافی ہو تو پھر اس کو دشمن نہین تصور کرنا چاہیے، ایک فاتح جب کوئی چیز کسی کو بخشتا ہے تو اس کے معاوضے کا وہ متوقع نہین ہوتا، | وہ کسی ایک شخص کی دوستی پر حصر نہین کرتا، اور نہ اس کا غضب صرف ایک ہی دشمن پر نازل ہوتا ہے، کیونکہ سب اس سے ادنیٰ ہوتے ہین اور اس کو سب پر قدرت حاصل ہوتی ہے،

۱۰۱

تیمور نے کہا "ہان، میرے خدمت مین بڑے بڑے عظیم الاقتدار امراء، ایل والوس حاضر رہتے ہین، لیکن ایک گدائے بے نوا کے الفاظ نے مجھے اس وقت متردد کردیا ہے"۔

خانزادہ کی ذہانت و فراست سے تیمور خوش ہوتا تھا، گو وہ یہ جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کہتی ہی اپنے عزیزون اور رشتہ دارون کی سفارش مین کہتی ہے، جب جہانگیر کے گھر مین خانزادہ کے بطن سے پہلا بیٹا پیدا ہوا تو تیمور کو اس خبر سے بے انتہا مسرت ہوئی،

تیمور نے خود اپنی پہلی بیوی کے مرنے کے بعد سرائے ملک خانم (دلشاد آغا) سے نکاح کیا تھا، سرائے ملک خانم کا پہلا شوہر امیر حسین پسر قزغن تھا، پرانے مغلون مین یہ دستور تھا، کہ خاندانِ شاہی کی مستورات اگر ان کے شوہر لڑائی مین مارے جاتے تھے تو وہ نئے بادشاہ کے محل مین داخل کرلیجاتی تھین، دلشاد آغا نسلِ چنگیز خان سے تھی،

سرائے خانم (دلشاد آغا) تیمور کی بیوی اور ملکہ تھی، خیمہ و خرگاہ مین گھر کی مالک وہی تھی؛ جس وقت تیمور لڑائی کے میدان مین ہوتا اور سرائے خانم ساتھ ہوتی تو سردارانِ جنگ اسکی تعظیم و تکریم کا فرض ادا کرتے رہتے، شرفائے تاتار کی اور عورتون کی طرح ملکہ سرائے خانم بھی کثیر الاولاد

ثابت ہوئی، اکثر شکار مین تیمور کے ساتھ رہتی تھی، شوہر کی بڑی وفادار بیوی تھی، پوتے پوتیان نواسے نواسیان سب اس عفیفہ کے گرد جمع ہوکر دولت گورگانی کا دم بھرتے تھے،

تیمور سمرقند مین بہت کم نظر آتا تھا، سرحدون سے قاصد یا شتر سوار اس کی خبرین لایا کرتے یا کسی شہر کی فتح کے بعد وہان کا مال غنیمت جب گاڑیون مین بھرا ہوا شہر مین آتا تو لوگون کو معلوم ہوتا کہ امیر کہان اور کس حال مین ہے، ماوراء النہر مین اب بالکل امن ہو گیا تھا، تیمور ہر سال سمرقند سے مغرب کی سمت مین خراسان کی سڑک سے نیشاپور اور مشہد کی زیارت گاہون سے ہوتا ہوا بحر خزر کو جایا کرتا تھا، اہل سمرقند نے سنا کہ قوم سربداری کو جس نے مدت سے تاخت و تاراج کو اپنا شیوہ بنا رکھا تھا تیمور نے نیست و نابود کر دیا،

بلاد شمال کی طرف مراجعت کرنے کے حالات لوگون کو بہت کم دریافت ہوتے تھے لیکن ایک مرتبہ وہ جتہ مغلون کے دار الریاست تک بلکہ اس سے بھی آگے پہنچ گیا تھا، سمرقند کی کاروان سراؤن مین قصے بیان ہوا کرتے تھے کہ دشت گوبی کی ریگ روان مین تیمور گورگان کا کس طرح گذر ہوا، قمر الدین نے جو جتہ کا آخری خان تھا تیمور سے لڑنے کی جرأت کی، مگر شکست کھائی، اس کا گھوڑا پکڑ لیا گیا، اور وہ خود میدان سے تن تنہا فرار ہوا[1]،

تیمور نے اپنے فرزند جہانگیر کو لکھا کہ "پہلے تو ہم نے آگ کے شرارون کو بجھایا تھا، مگر اب آگ ہی کو بالکل سرد کر دیا"

جس وقت تیمور ولایت خطا والی سڑک سے جو طول مین ایک ہزار میل تھی سمرقند پہنچا ہے،

---

[1] اس واقعہ کے حالات کے لیے دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۶۸،

تو شہر کے لوگ شہر کے باہر والے باغون سے بھی آگے بڑھکر استقبال کو حاضر ہوئے، مگر یہ سب لوگ سیاہ پوش اور بالکل خاموش تھے،

امیر سیف الدین جو امرا مین سب سے زیادہ عزت رکھتے تھے چند افسرون کے ساتھ تیمور کی طرف بڑھے، ان سبھون نے سرون پر خاک ڈال رکھی تھی، تیمور نے جب ان کو آتے دیکھا تو گھوڑے کی راسین کھینچین، امیر سیف الدین گھوڑے سے اترے، کچھ دور پیدل چلے اور قریب آکر امیر تیمور کی رکاب پکڑ لی، اوپر نہ دیکھا،

تیمور نے کہا "کہتے کیون نہین، ڈرتے کیون ہو؟"

امیر سیف الدین نے عرض کیا "ڈرتا نہین، مگر ہیہات، عالم جوانی مین کہ ابھی قوی پوری توانائی کو نہ پہنچے تھے حضور کے لخت جگر نے سفر آخرت اختیار کیا"

شہزادہ جہانگیر کی بیماری کا حال امیر تیمور کو کسی نے نہین لکھا تھا، تیمور کی واپسی سے کچھ دن پہلے یہ واقعہ پیش آیا تھا، سیف الدین نے جو شہزادہ کے اتالیق تھے اتنی ہمت کی کہ باپ کو بیٹے کے مرنے کی خبر دی،

تیمور نے سیف الدین سے کہا "جاؤ، اپنے مرکب پر سوار ہو" جب بڈھے سیف الدین گھوڑے پر سوار ہو لیے تو تیمور نے جلو کے سوارون کو آہستہ قدم چلنے کا حکم دیا، اب تمام فوج کو جو تیمور کے ساتھ تھی جہانگیر کی موت کا حال معلوم ہو گیا، فوج آخر کار سمرقند مین داخل ہوئی،

اسی شب کو جہانگیر کے قرنا اور نقارے جو زندگی مین اسکی آمد کی خبر دیا کرتے تھے تیمور کے سامنے لاکر توڑ دیئے گئے تاکہ پھر کوئی ان کو نہ بجا سکے، تھوڑی دیر تک تیمور نے لب بند کر کے اس تکلیف کو ضبط کیا، اپنی چیزون مین جہانگیر سے زیادہ کسی سے اس کو الفت نہ تھی،

پندرھوان باب

سیراوردہ

اب جو کچھ گذرا اس کے سمجھنے کے لیے سو برس پہلے کے واقعات اور قوبلائی پسر تولی پسر چنگیز خان کی طرف یا یہ سمجھئے کہ قوبلائی خان کے زمانے مین جو سلطنتین مغلون کی تھین ان کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے،

چنگیز خان کی فتوحات اس قدر جلد اور وسیع پیمانہ پر ہوئی تھین کہ کل بلاد و امصار مفتوحہ پر کسی شخص واحد کا بڑی مدت تک حکمران رہنا نہایت مشکل تھا، چنگیز خان کا پوتا قوبلائی خان گو آب تک خاقان کا درجہ رکھتا تھا اور چنگیز خان کی جسقدر اولاد اس وقت فرمانروائی کر رہی تھی، ان کا سر خاندان اور افسر بالا تھا، لیکن اپنی ذات سے وہ صرف ولایت خطا[1] کا فرمانروا تھا، یعنی اپنے پایہ تخت خان بالغ (پیکینگ) مین بیٹھکر دشت گوبی کے بلاد اور کوریا کے ملک اور چین خاص پر حکمرانی کرتا تھا، باقی تمام مغلی ممالک مین چنگیز خان کے اور پوتے صاحب حکومت تھے مگر ہمیشہ آپس مین لڑتے رہتے تھے،

ان کی لڑائیان گھر کی لڑائیان تھین، مگر بڑی وحشت ناک اور ناختم جن کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا

---

[1] ولایت خطا سے مراد ملک چین کا معتدبہ شمالی اور وسطی حصہ ہے، (مترجم)

تھا، باوجود اس کے مغلون کی سلطنتین ابھی تک صحیح و سلامت تھین، سفیرون کی آمد و رفت، کاروانون کے راستون سے مال تجارت کا گذرنا بدستور جاری تھا، شمالی سڑک جو یورپ مین روما سے موسکو (مسکو) اور موسکو سے وسیع میدانون مین گذرتی ہوئی المالغ[1] اور المالغ سے دشت گوبی کو طے کرتی ہوئی خان بالغ (پیکنگ چین) تک آئی تھی مسافرون اور قافلون کے لیے کھلی ہوئی تھی؛ اسی طرح دار الخلافت بغداد سے خان بالغ (پیکنگ) تک سڑک جاری تھی، چنانچہ قوبلائی خان کی وفات کے ایک پشت بعد ایک اولوالعزم عرب (افریقہ کے گوشہ شمال مغرب کے شہر طنجہ کا رہنے والا) ابن بطوطہ نامی سیر و سفر کو اٹھا اور اس نے یورپ کے مشہور سیاح مارکوپولو سے بھی زیادہ دنیا کی سیاحت کی، ۱۳۴۲ء میں انھی سڑکون سے راستہ طے کرتے ہوئے پاپائے رومہ بینی دکت دوازدہم کے ایلچی ولایت خطا پہنچکر خاقان کے دربار مین حاضر ہوئے تھے، المالغ خاقان جتہ (یعنی اولاد چغتائی پسر چنگیز) کا پایہ تخت تھا، یہان عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لیے ایک پرانا مشن مدت سے موجود تھا، جو یورپ کے ذہن سے تقریبًا محو ہو چکا تھا،

لیکن اب مغلی سلطنتون کے سلسلہ کی ایک کڑی (باشندگان خطا کی سخاوت کی وجہ سے) غائب ہو چکی تھی، جنوب مغرب مین ایک عرصہ سے ایل خانیون کی سلطنت ایروشلم سے ہندوستان تک قائم چلی آتی تھی، ۱۳۰۵ء تک ان ایلخانی بادشاہون کے دربار مین ایڈورڈ اول بادشاہ انگلستان اور جمیس ثانی بادشاہ ارغون (اسپین) اور قسطنطنیہ کے یونانی قیصر اور بادشاہ آرمینیہ کے ایلچی سفر کی صعوبتین اٹھا کر حاضر ہوتے رہے تاکہ مغلون کے بادشاہ خان اعظم

۱۰۷

[1] المالغ یا المالیغ یا المالیق سلطنت چین مین مغولستان کے شمالی مغربی سرحد کے قریب ایک بڑا شہر مغلون کا بسایا ہوا تھا، اس کے کھنڈر شہر کلجہ کے قریب جو اس سرحد سے نزدیک دریائے ایلہ پر واقع ہے دریافت ہوئے ہین، دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی صفحہ ۴۸۶،

کی خوشنودی کو اپنے حق مین برقرار رکھین،

یہی زمانہ تھا کہ عیش و عشرت کی بلاے بد اور ایرانی ریاستون کے حاکمون کی سازشون، عرب ہور ملوک مصر اور اہل فارس کے حملون اور یورشون نے دولت ایل خانی کو معرض زوال مین ڈالا اور بدعملی پھیل گئی، اسی زمانہ مین خطا کے مغل خاقان سے باشندگان چین نے سرکشی کی اور خاقان نے اپنے مغل قبیلون کو چین سے نکال کر دشت گوبی کی طرف جو ان کا اصلی وطن تھا ہٹا دیا، ان مغل خاقانون کو جو چین پر ملک رانی کرتے تھے چین کے تمدن نے ناکارہ کر دیا تھا، فتح و ظفر کا راز جس سے وہ پہلے خوب آگاہ تھے اب انھین یاد نہ رہا تھا، اپنے حال پر انھین حیرت بھی ہوتی تھی اور غصہ بھی آتا تھا، بہرکیف چینیون نے انھین ہٹاتے ہٹاتے دیوار چین کی پشت تک پہنچا دیا، پھر بھی قبائل مغل گاہے گاہے چین پر یورشین کرتے رہے، مگر فاتح کی حیثیت سے بڑی شاہراہون سے گذرتے ہوے پھر وہ کبھی نظر نہ آئے،

مغلون کی سلطنتون مین سب سے چھوٹی سلطنت جتہ مغلون کی تھی جتہ کے نام سے چغتائی پسر چنگیز خان کی اولاد پکاری جاتی تھی، امیر قزغن شاہ ساز نے جتہ سے ان کی سلطنت کا جنوبی حصہ چھین لیا تھا، ۱۳۷۰ء؁ مین امیر تیمور نے ان کو ان پہاڑون سے جو ان کے دار الحکومت المالیق کے گرد تھے اور جس پر ان کا قبضہ تھا نکال باہر کیا،

تیمور جس وقت اقطاع شمال کی طرف بڑھا تو اس نے پہاڑی سلسلون ہی کو جو سد راہ تھے عبور نہین کیا بلکہ ان سرزمینون پر بھی وہ ایک دیو مہیب کی طرح اس طرح پاکشادہ کھڑا ہو گیا کہ شمال کی شاہراہین (جنھون نے یورپ اور ایشیا کو طے کیا تھا) اس کے قدمون کے نیچے سے گذرتی نظر آنے لگین اور بلا قصد و علم ان وحشی قومون کے گھر تک پہنچ گیا جو ارض جنوب مین تاخت و تاراج کے لیے یورشین

کیا کرتی تھین، یہ قومین سیتھین، آلان، ہونی، ترک اور مغل تھین جو ایشیا کے میدانون اور صحراؤن مین آوارہ گردرہتی تھین، انھی قومون سے تیمور کے آباواجداد تھے اور انھی کی اولاد یعنی اپنے بھائی برادرون کو تیمور اپنے قابو مین لایا، یا یہ سمجھئے کہ ایک صاحب تمدن نے ایسے عزیزون کو جو تمدن نہ رکھتے تھے صحرا کی طرف بھگادیا،

۷۶۲ھ (۱۳۷۰ء) سے ۷۸۲ھ (۱۳۸۰ء) کے دہ سالہ زمانہ مین قدیم (چنگیزخانی) سلطنت مغلیہ کا تین چوتھائی حصہ نقشے پر سے مٹ گیا، بڑی بڑی راہین جنکا گذر ملکون ملکون مین سے ہوا تھا بند ہوگئین، لیکن مغلون کی سلطنت کا سب سے اہم اور مضبوط حصہ سلامت رہا، یہ حصہ تیمور کی قلمرو کے شمال اور مشرق مین تھا اور اس کا نام سلطنت سیراوردہ تھا،

سلطنت سیراوردہ[1] کی ابتدا جوجی خان سے ہوئی جو چنگیزخان کا سب سے بڑا فرزند تھا، سیراوردہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ باتوخان پسر جوجی خان کے سراپردہ کا گنبد زری کا تھا، (سیر تاتاری زبان مین

---

[1] سیرآوردہ مین ذیل کے قبیلے شامل تھے،

(۱) (ایشیا) قبائل جو دریائے سیحون (سیردریا) کے شمال مین پرانی سلطنت قراختائی مین آباد تھے (یہ سلطنت چنگیزخان نے فتح کرکے اپنے سب سے بڑے فرزند جوجی کو تفویض کی تھی، جوجی کا انتقال باپ کی زندگی مین ہوگیا تو اسکا فرزند اوردہ خان ان قبیلون کا خان ہوا)

(۲) (یورپ) قبائل جنکو باتو پسر جوجی نے یورپ مین فوجکشی کرکے اپنی حدود سلطنت کو بڑھانے کے وقت اپنا تابع کیا، نیز وہ قبیلے جنکو ترکی خانات قپچاق سے تعلق تھا،

(۳) (یورپ) قبائل جو باتو پسر جوجی کی حدود حکومت سے بھی شمال مین آباد تھے یہی دریائے والگہ (رود اتل) کے بالائی اقطاع یعنی بلغاریہ عظمی کے قبیلے تھے اور انکو تمو پسر جوجی نے اپنا مطیع بنایا تھا (ان اقطاع کا موقع یورپین روس کے مشرقی اور وسطی اضلاع تھے)

سونے کو کہتے ہین اور اوردہ یا اردو کے معنی خیمے یا سراپردے کے ہین) سیراوردہ کے قبیلے خوب پھولے پھلے کیونکہ مغربی ایشیا اور روس کے وسیع میدان خانہ بدوش قومون کی ضرورتون کیلئے بہت اچھے تھے| قبائل سیراوردہ کی نسل اور ان کے مواشی بڑھتے گئے اور ڈیڑہ سو برس تک انھون نے یورپ کا ناطقہ بند رکھا،

۱۰۵

تیمور کی ولادت کے وقت سلطنت سیراوردہ کی قوت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، کھلے میدانون مین زندگی بسر کرنے کی عادت اور قتل و غارت کا مزہ پڑا ہوا تھا، ان چیزون نے لڑائیون کے لیے قبائل سیراوردہ کو خوب مضبوط و مستعد بنائے رکھا بلکہ جارحانہ حیثیت سے بھی بڑھ کر جابر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۹) (۴) (یورپ ایشیا) قبائل جو اوردہ پسر جوجی کی حدود سلطنت سے شمال مین اس ملک مین بستے تھے جسے آجکل قرغیز قزاق کا ملک کہتے ہین ان اقطاع مین شیبان پسر جوجی حکومت رکھتا تھا،

(۵) (ایشیا) قبائل جو دریاے یورال (یایق یا جایک) اور دریائے ییمبہ کی درمیانی زمینون مین آباد تھے، ان قبائل کا قدیم نام آیچی نیک تھا جو بعد کو نوغائی ہوگیا، ان کا فرمانروا تیول پسر جوجی تھا،

دوسرے الفاظ مین سیراوردہ سے مراد قبائل قپچاق مغربی اور قبائل قپچاق مشرقی تھا مغربی قپچاق کا مسکن وہ ملک تھے جو دریاے نیپر اور دریاے ولگہ (اتل) سے سیراب ہوتے ہین یہ ملک وسعت مین شرقاً غرباً دریائے یورال سے دریائے نیپر تک اور شمالاً جنوباً بحر اسود اور بحر خزر سے لیکر ٹولوگک تک پھیلا تھا، (ہو ورتہ جلد ۲-۳۶-۱۹۴) مشرقی قپچاق کا ملک دریاے سیحون کے زیرین حصون سے لے کر کوہ کوچک تاغ تک تھا، اس قطعہ کے مغرب مین باتو خان کے قبائل کوک اوردہ، شمال مین شیبان کے قبائل، ازبک، مشرق مین خانات چغتائیہ، جنوب مین دشت قزل قسم اور سلسلۂ کوہ اسکندر رہتا تھا، (ہو ورتہ جلد ۲ صفحات ۲۱۶-۲۶۲)

(اس کل نوٹ کے لیے ملاحظہ ہو لین پول کی کتاب اسلامی خاندانہائے شاہی صفحات ۲۲۲-۲۳۱)

خاندان باتو کے تحت مین جس قدر قبائل تھے جن کا نام اوپر لیا گیا ان سب کے لیے ایک عام لفظ سیراوردہ بنا لیا گیا تھا، باتو خان کا پایہ تخت سرائے کا شہر تھا، جو دریاے وولگہ (اتل) کے دہانے سے شمال مین تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر اسی دریا کی ایک شاخ کے کنارے جس کا نام بختبہ تھا واقع تھا، (مترجم)

اور سفاک ثابت کر دیا،

یہ خانہ بدوش قومین برف کے ملکون مین آوارہ گرد رہتی تھین، شمال کے میدانون سے جہان تیز و تند ہوائین چلا کرتی تھین ان کی عورتین اور بچے بند گاڑیون مین گذارا کرتے تھے، گاڑیون مین بیل جُتے ہوتے تھے اور یہ گاڑیان ان کا گھر ہوتی تھین اور انھی گاڑیون کے شہر کے شہر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے تھے، باورچی خانہ بھی گاڑی ہی پر ہوتا تھا، اور خاکی نمدے کی گنبد دار مسجدین بھی گاڑیون ہی پر رکھی ہوتی تھین، کبھی کبھی یہ خانہ بدوش بالکل شمال مین جہان صحرا کے نہایت سبزا و نچے اونچے درختون کی قطارین گھاس اُگنے والی زمینون کی حد قائم کرتے ہین ایسے قلعون مین پناہ لیتے تھے جن کے در و دیوار برج اور آثار سب لکڑیون کے موٹے موٹے کُندون کے ہوتے تھے،

ان لوگون مین بہت سے نیم بت پرست تھے، لمبے لمبے بالون والے شامان جنکی پیٹی مین چھوٹی چھوٹی لوہے کی مورتیان آویزان ہوتی تھین، مسجد کے ملاؤن کے پاس جا بیٹھتے تھے، کہین مسجد والی گاڑیان کھڑی ہوتین اور ان کے سامنے پلے ہوئے ریچھ زمین پر پڑے سوتے ہوتے، گھوڑون کے گلے چراگاہون مین چھٹے چرا کرتے، مگر ان چراگاہون کو بھی قرار نہ تھا، کبھی وہ یہان ہوتے کبھی وہان، گھوڑون کا شمار نہ تھا اور بھیڑون کا تو کچھ کہنا نہین، کتے جو بھیڑون کی رکھوالی کرتے تھے وہی ان کی گنتی بھی کر سکتے ہونگے،

ان قبائل مین جو لوگ صاحبِ حکومت تھے وہ مغل تھے، باقی ان ہی زمینون کے متوطن تھے جنھین ہمارے بزرگ "سایے اور آسیب کا ملک" کہا کرتے تھے، ان کے نام بھی قطب شمالی کی قومون کے نامون کی مثل تھے، مثلاً قبچاق (صحرائی) کنکلی یا قنقلی (اونچی گاڑی) قرمق

قیرغیز، مردوا، بلغار، آلان وغیرہ وغیرہ، انھی مین یورپ کے جنیسی اور جینوی بھی تھے جو پھیری والے تاجر بنکر یورپ مین پھرا کرتے ہین، علاوہ ان کے کچھ آرمینیہ کے لوگ اور بہت سے روسی بھی تھے، مگر سب سے بڑھی ہوئی تعداد ترک وتاتار کی تھی، بہرکیف آسانی اسی مین ہے کہ قومون اور قبیلون کے اس پورے مجموعے کو سیرا وردہ کہین،

یہ قبائل تیمور کے تاتاریون کے بھائی بند تھے، ترچھی آنکھین، چھدری ڈاڑھیان، ہاتھ پاؤن اور چہرے کی رگین ابھری ہوئین، ارادے کے پکے اور بلا کے جفاکش، قاقم اور ریشم کے دگلے پہننے والے لوگ تھے، ہتھیار بھی عمدہ قسم کے رکھتے تھے، اور اس زمانے کے روسیون کے مقابلے مین ان مین وحشت بھی کم تھی، کاریگر بھی اچھے تھے، روسیون کے لیے سکہ بناتے تھے تاکہ روسی خراج مین وہی سکہ انکو واپس کرین، حساب کرنے کی کلین بھی بناکران کے ہاتھ بیچتے تھے تاکہ جس وقت جبرًا ان سے روپیہ وصول کیا جائے تو انھی کلون پر حساب کرکے رقم ادا کرین، کاغذ بھی اچھا بناکر روسیون کے ہاتھ فروخت کرتے تھے اور اسی کاغذ پر روسی شہزادون کے نام حکمنامے اور فرامین لکھکر جاری کرتے تھے،

۱۰۶ خانانِ سیراوردہ اپنے تخت گاہ سرائے یا استراخان مین بیٹھے دور سے ملک روس پر حکومت کا ڈنکا بجاتے تھے، روس کے داعیان ریاست تحائف اور زرِخراج لے کرانکی خدمت مین حاضر ہوا کرتے مگر قبائل سیراوردہ خود روس مین اس وقت وارد ہوتے جب کہ یہ والیانِ ملک خراج دینا بند کردیتے، اوران کے وارد ہونے کی غرض یہ ہوتی کہ روسیون کے شہرجلادین قتل وغارت کا بازار گرم کرین اور جو چیز پسند آئے خرجیون مین بھر کر چلتے بنین،

مشرقی یورپ کے سیاسی توازن کی میزان انھی مغلون کے ہاتھ مین تھی، اس کے کچھ مدت

بعد انھون نے پولستان کے وسطی حصون پر حملہ کر دیا، یہ حملہ ایک خان کی سرکردگی مین ہوا تھا جس نے قیصرِ قسطنطنیہ کی بیٹی سے شادی کی تھی، دار الحکومت سرائے مین تاجران وینس اور جینوا کے گماشتے حاضر ہوتے تھے، ان تاجرون نے سیر آوردہ کی قلمرو مین تجارت کی منڈیان جابجا قائم کر رکھی تھین؛

صرف موسکو کے والی ریاست دیمیتری نے خانِ سرائے کی قوت کو صدمہ پہنچایا، اس نے روس کے تمام والیانِ ریاست کو جمع اور ڈیڑھ لاکھ تلوار چلانے والون کو بھرتی کر کے مامائی کا مقابلہ کیا، اور دریائے دون کے کنارے اس فوج کو لا کر اس سے لڑا، مامائی کو شکست ہو گئی، روسیون کے لیے یہ دن بڑی خوشی کا تھا مگر یہ خوشی کا دن جلد ختم ہو گیا اور روسیون کو کہنا پڑا کہ ہم نے تلوار تو اٹھائی لیکن اپنے باپ دادا سے بھی زیادہ مصیبتون مین گرفتار ہو گئے جنھون نے مغلون کی اطاعت قبول کی تھی؟

اسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ قرم (کرائمیا) کا خان توقتمش اپنے عزیزون یعنی سیر اوردہ سے بھاگ کر تیمور کے دربار مین پناہ لینے[1] آیا، یہان پہنچا ہی تھا کہ ایک سردار گھوڑے پر سوار تیمور کے پاس آیا، یہ سردار سیر اوردہ کا ایلچی تھا،

ایلچی نے تیمور سے عرض کیا "اے امیر! ارس خان بادشاہ مشرق و مغرب، سلطان سرائے و استرا خان و امیر کوک اوردہ و آق آوردہ و خانانِ صبیر نے آپ سے کہا ہے کہ توقتمش نے میرے فرزند کو مار ڈالا ہے اور وہ آپ کے پاس پناہ کے لیے چلا آیا ہے، توقتمش کو فوراً واپس کیجیے ورنہ مین آپ سے جنگ کرون گا اور اس جنگ کے لیے بہت جلد ایک میدان تجویز کیا جائے گا،"[2]

تیمور کے لیے لڑائی سے بہتر کیا چیز تھی، سیر اوردہ نے جن زمینون اور قبیلون پر اپنی حکومت کا

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۹۶، [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۷،

سکہ بٹھایا تھا، ان مین سے بعض کو تیمور تسخیر کر چکا تھا، اس لیے اور بھی ایک دن سیر اوردہ سے مقابلہ ہونا ضروری تھا، توقتمش خاندان چنگیز خان سے تھا، یہ تیمور کی خوش قسمتی تھی کہ ایک چنگیز خانی شہزادہ اس کے دربار مین خود چلا آئے، اگر وہ عالی نسب نہ ہوتا تو بھی تیمور کسی حال مین ایسے شخص کو جس نے اس کے ہان پناہ لی تھی دشمن کے حوالے نہ کرتا،

۱۰۷

تیمور نے ایلچی کو جواب دیا "توقتمش نے میری پناہ ڈھونڈی ہے، مین تمھارے مقابلہ مین اوسکی حمایت کرون گا، ارس خان کے پاس جاؤ اور اس سے کہدو کہ لڑائی کی دھمکی مین نے سنی، مین لڑائی کے لیے تیار ہون[1]"

تیمور نے توقتمش کی ضیافت کی اور اس کو اپنا پسر کہا اور شمالی سرحد پر اس کو دو قلعے عنایت کیے، فوج اور فوج کے افسر بھی مدد کے لیے دیئے، یہ دونون قلعے ایسے تھے جو تیمور نے سیر اوردہ سے فتح کئے تھے، ان مین ہر قسم کا اسباب روپیہ، ہتھیار، اونٹ اور گھوڑے کوس وعلم مہیا تھے[2]،

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۰، تیمور نے کہا "توقتمش پناہ بمن آوردہ است من او را نخواہم داد، اما حکایت جنگ اسباب آن آمادہ و مہیا ست"

برو از من بگو پیش ارس خان — زباران مرغ آبی را چہ ترسان

دلیران مرا جنگ است پیشہ — کہ شیرانند دشت رزم بیشہ

نترسد مرد کار از بیشۂ خود — نہ شیر خشمناک از بیشۂ خود

[2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۵،

"آنحضرت (تیمور) مقدم او (توقتمش) را عزیز و گرامی داشتہ مکارم اخلاق پادشاہانہ در باب ترحیب و تکریم او ہیچ دقیقہ نامرعی نگذاشت و بعد از اقامت رسم طوی چندان مال از زر و جواہر و خلعت و کمر و اسلحہ و تقشہ و اسپ و شتر و خیمہ و خرگاہ و کوس و علم و خیل و حشم و سایر اسباب حشمت و بزرگی باو و اتباع او داد کہ وصفش نگنجد در بیان و او از غایت احترام و اہتمام پسر خواند"

اس کل سامان کے پانے پر توقتمش نے قبائل سیراوردہ پر حملہ کیا مگر شکست کھائی، تیمور نے پھر ویسا ہی سامان جنگ اس کو دیا مگر توقتمش کو پھر ہزیمت ہوئی اور نوبت بہ اینجا رسید کہ تن تنہا امیر تیمور کے مرکب خنگ اوغلن پر سوار سیحون تیر کر دوسرے کنارے پہنچا اور چونکہ زخمی بہت تھا اس لیے ایک جھاڑی کے نیچے جا بیٹھا، یہان خستہ حال پڑا تھا کہ قبیلۂ برلاس کا ایک سردار جو لشکر کی خیر و خبر پر مقرر تھا اس کے قریب آیا اور اُسے اٹھا کر تیمور کے پاس لے گیا، اب قسمت پھر پلٹا کھاتی ہی، ارس خان فوت ہوا، توقتمش نے تختِ سیراوردہ کا دعویٰ کیا، قبائل شمال مین سے نصف قبیلون نے اس کی مدد کی، تیمور کی فوج جو ساتھ تھی اس سے بھی تقویت ہوئی، اب توقتمش کو کشور کشائی کا چسکا پڑا، سرکش، ظالم و بیباک تو تھا ہی ایشیا کے میدانون مین سے اس طرح گذرا جیسے کالی آندھی اٹھکر نکل جائے، اور قپچاق پر حملہ آور ہو کر ممائی کو (جو پایہ تخت سرائے مین شاہ ساز بنا ہوا تھا) شکست دیکر خود سیراوردہ پر حکومت کرنے لگا،[1]

توقتمش شہر سرائے مین تخت خانی پر بیٹھا، سرائے کا شہر دریاے وولگہ (آب اتل) کے کنارے تھا، اب اس نے والیان ریاستہاے روس سے خراج طلب کیا، یہ رئیس دو برس پہلے دریاے دون کے کنارے ممائی پر فتح پا چکے تھے اس زعم مین وہ توقتمش کو خراج دینا کیون قبول کر سکتے، توقتمش نے آخر کاران سے بزور شمشیر اطاعت قبول کروائی اور ان کے گاؤن اور قصبات جلاتا ہوا موسکو پہنچا، موسکو کا محاصرہ کر لیا، اور اسے فتح کر کے ایسا غارت کیا کہ وہان کا بادشاہ بھی جو روسی والیانِ ریاست کا رئیس اعظم تھا سر پکڑ کر بیٹھ گیا، روسی بادشاہون کے لڑکے بطور اول کے تخت گاہ سرائے مین حاضر ہونے لگے وینس اور جنوا کے شرفا نے تجارت کے لیے رعایتون کی درخواست کی،

[1] دیکھو لین پول کی کتاب اسلام خاندانہاے شاہی صفحہ ۲۲۲،

اب قسمت دوسرا پلٹا کھاتی ہے، صاحب تخت و تاج ہو کر توقتمش وہ نہ رہا تھا جو اپنے ملک سے فرار ہونے کے وقت تھا| دارالسلطنت سمرقند کی شان و شوکت دیکھ چکا تھا، تاتاریون کے خیمہ و خرگاہ بھی دیکھے بھالے تھے، یکایک بغیر اطلاع کے اور بغیر اس بات کو سوچے کہ محسن کا احسان گو خیالی چیز سہی مگر پھر بھی کوئی چیز ہے توقتمش نے تیمور پر فوجکشی کر دی،

۱۰۸

توقتمش کے بعض درباریون نے اس حرکت سے اسے روکنا چاہا اور کہا کہ تیمور وہ ہے جس نے ایک وقت مین آپ کی مدد کی تھی، اس کا علم خدا ہی کو ہو سکتا ہے کہ آپ کی قسمت مین پھر کوئی تغیر نہ لکھا ہو اور آپ کو تیمور کی مدد کی ضرورت نہ رہے "

لیکن توقتمش کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا، تیمور سے اس کو ایک شکایت کی وجہ یہ ہوئی کہ اُس نے اورگنج (خوارزم) پر قبضہ کر لیا تھا جو کسی زمانہ مین سیراوردہ کے قبضہ مین تھا، توقتمش نے بڑی تیاری اور پوری احتیاط سے جو اس کی طبیعت مین اپنی قومی روایات سے پیدا ہوئی تھی تیمور پر سمت شمال سے لشکر کشی کر دی، سیراوردہ کی کچھ فوجین اصلی لشکر سے علٰحدہ ہو کر بحر خزر کے قریب نمودار ہوئین جہان اس وقت تیمور لڑ رہا تھا، اس کے ساتھ ہی ایک قاصد گھوڑا دوڑاتا ہوا تیمور کے پاس آیا، یہ سوار سات دن مین سمرقند سے نو سو میل طے کر کے یہان پہنچا تھا، آتے ہی تیمور کو اطلاع کی کہ سیراوردہ کے لشکر کا بڑا حصہ سیحون عبور کر کے سمرقند سے چند منزلون کے فاصلے سے حضور کے وطن پر حملہ کے لیے آیا ہے، اور حملہ کر دیا ہے،

اتنا سنتے ہی تیمور خراسان کی سڑک سے چلا اور اس تیزی سے چلا کہ نقش کاروان کا پتہ دینے کے لیے تمام راستے مین زخمی اور مردہ گھوڑون کی لاشون کے سوا اور کچھ نہ تھا، توقتمش ابھی سمرقند پہنچا بھی نہ تھا کہ تیمور اپنے تخت گاہ مین آن دھمکا،

تیمور کے بعض سرحدی قلعون نے شمال کے ان فوجکشون کو لڑکر روکا، تیمور کے بڑے فرزند عمر شیخ مرزا نے ان سے جنگ کی اور شجاعت کے جوہر خوب خوب دکھائے مگر آخر مین اسکی فوج شکست کھاکر پہاڑون مین پراگندہ ہوگئی، جس وقت تیمور کے آنے کی خبر ہوئی تو توقتمش کی فوجین متفرق مقامات مین جمع کر لڑنے مین مصروف تھین مگر کام ادھورا چھوڑنا پڑا تھا، بخارا کے قریب ایک آبادی کو جلاکر یہ فوجین شمال کی طرف چلین یہانتک کہ سیر دریا کے پار ہوگئین،

لیکن تیمور کے مرزبوم پر توقتمش حملہ کرچکا تھا اور اسکی فوجون نے اس حملہ مین اُسے بہت کچھ تباہ بھی کر دیا تھا، کھیتیان جلادی تھین، گھوڑے پکڑکر اور آدمیون کو قید کرکے اپنے ساتھ لے لیا تھا، جب توقتمش کا عَلَم تیمور کے خلاف بلند ہوا تو بعض اور بادشاہون نے بھی تیمور پر حملہ کرنا چاہا، تیمور کے دست چپ پر یوسف صوفی والی خوارزم اور شہزادہ جہانگیر کی بیوی خانزادہ کے اور رشتہ دار تیمور کے خلاف میدان کارزار مین اتر آئے | دست راست پر بلند پہاڑون کی گھاٹیون مین جتیہ کے قبیلے گھوڑون پر سوار ہو ترک و تازیہ آمادہ ہوگئے،

اب تیمور اور توقتمش مین اس بات کا فیصلہ ہونے کو ہوا کہ تمام ملکون کا مالک کون بنے، توقتمش چنگیز خان کی اولاد سے تھا، خانہ بدوش قومون کا امیر تھا اور تمام مغل تاجدار اس کے معاون تھے، تیمور ایک چھوٹے سے قبیلے کے سردار کا فرزند تھا، اور اس کی مدد پر سوا اسکی قوم کے کوئی اسکی وفاداری پر ثابت قدم نہ تھا،

لیکن اسی زمانہ مین توقتمش دفعتہً اس پھرتی سے اپنی سرزمین کی طرف غائب ہوا جیسے لومڑی دیکھتے دیکھتے کہین جھاڑی مین غائب ہو جائے، اور اب اس کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا کہ وہ آیندہ کہان تیمور پر حملہ کرے گا،

۱۰۹

تیمور نے ان تمام امیرون کو سامنے بلوایا جو اس کی طرف سے فوجون کے سردار تھے اور جنکو سیراوردہ نے شکست دی تھی، جن سردارون نے اس لڑائی مین ہمت اور جوانمردی سے کام کیا تھا ان کو انعام اور جائزے دیئے اور جو میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے انھین اپنے دستور کے مطابق خاص طریقہ پر سزائین دین، مجرمون کے بال اس طرح تراشے گئے جیسے عورتون کے ہوتے تھے، چہرے پر سرخ و سپید رنگ پھیرا گیا اور پاپوش پہنا کر کے عورتون کے کپڑے پہنائے گئے اور حکم ہوا کہ سمرقند کی گلی کوچون مین انھین تشہیر کیا جائے،

اور اب ایک سال جبکہ جاڑا نہایت سخت تھا توقتمش ایک بڑا لشکر لیے سیردریا کی طرف آیا، تیمور کی جگہ اگر کوئی یورپ کا بادشاہ ہوتا تو اس موقع پر سمرقند کی فصیلون کے اندر چلا آتا اور سمرقند کے گرد و نواح کو ان کی قسمت پر چھوڑ دیتا، لیکن تیمور نے کبھی حتی کہ جس وقت وہ قرشی پر لڑ رہا تھا یہ گوارا نہ کیا تھا کہ وہ کسی شہر کی چہار دیواری مین بند ہو کر بیٹھ جائے،

لشکر کا صرف ایک حصہ اس وقت اس کے ساتھ تھا، باقی لشکر مشرقی وادیون مین جتہ مغلون سے ملک کو پاک صاف کرنے مین مصروف تھا، بہتر تدبیر یہی تھی کہ خود سمرقند مین قلعہ نشین ہو جاتا اور سیراوردہ کی فوجون کو کھلے میدانون مین جاڑے سے ٹھٹھر نے دیتا، لیکن توقتمش جیسے لڑنے والے کو ملک مین تھوڑی دیر کے لیے بھی تصرف کا موقع دینے کے یہ معنی تھے کہ دیدہ و دانستہ اپنے ملک پر تباہی لائی گئی، شمال کے لوگ جاڑے مین نقل و حرکت کے بالکل خوگر تھے، پھر یوسف صوفی والی خوارزم اور خانانِ جتہ توقتمش کا ساتھ دینے کو حاضر ہو جاتے، تیمور کے امراء نے صلاح دی کہ جنوب کی طرف ہٹ چلیئے، اور لڑائی کو اس وقت تک ملتوی رکھیے کہ اپنی فوجین جو مختلف اطراف مین گئی ہوئی ہین وہ سب آکر آپ کے پاس جمع ہو جائین، اسوقت

تک انتظار فرمائیے:

تیمور نے کہا- انتظار کس کا فرمائے، کیا آج کا یہ وقت کل کے انتظار کرنے کا ہے،

۱۱۰ خود لشکر کے سامنے آکر فوجون کو تقسیم کیا اور سب سے کہا کہ سیر دریا کے کنارے پہنچ جاؤ،
مینھ برسنا شروع ہوا اور برف گرنے لگی، گھوڑے کیچڑ مین کمر تک لت پت ہوئے، مگر تیمور
نے سیر اور دہ کے سرحدی قلعون پر حملہ کر ہی دیا، تیموری سوارون کے رسالے توقمش کی فوجون
مین سے رستہ نکالتے ہوئے آگے بڑھے اور اسکی فوجون کے دستے جس قدر لوٹ مار کرتے ملے انھین
مار کر بھگا دیا، تیمور کی سرکردگی مین جس قدر فوج اس کے ساتھ تھی اسکی نقل و حرکت کو دیکھکر دشمن
سمجھتا تھا کہ کوئی اور بڑا لشکر بھی ضرور پیچھے آتا ہوگا،

جس وقت توقمش نے دیکھا کہ تیمور کی فوج چکر کاٹ کر اسکی پشت کی طرف آرہی ہے تو اس
کو یقین ہوگیا کہ واقعی کوئی زبردست لشکر اس فوج کی کمک پر موجود ہے، توقمش ہوشیار تھا،
اس کو یہ کسی طرح منظور نہ تھا کہ شمال والی بڑی شاہراہ سے اس کا تعلق قطع ہو جائے، مگر صورت
ایسی ہی پیدا ہو چلی تھی، پس اس نے بہت جلد اپنے لشکر کو لڑائی کے موقع سے ہٹا لیا، توقمش کی
فوج کا ہٹنا تھا کہ تیمور نے فوجون کو اس کے تعاقب مین دوڑایا اور حکم دیا کہ دشمن کو نظر سے ہٹنے
نہ دین،

جب موسم بہار آیا، سڑکین خشک ہوگئین تو تیمور لشکر لے کر خود بڑھا، اب اس کا رخ مغرب
کا تھا، خوارزم پہنچکر اورگنج کا محاصرہ کیا، جانون کے ضائع ہونے کی مطلق پروانہ کی اور اورگنج فتح
کر لیا، اس مرتبہ والیِ خوارزم کی طرف سے کوئی پیغام تنہا لڑنے کا نہین آیا، تیمور نے شہر پناہ کو کہین
سرنگ لگا کر اور کہین ویسے ہی منہدم کرا دیا، محل اور بیمارستان جلا دیئے اور تمام شہر کھنڈر کر دیا"

اوراب اس ویرانے مین سے جابجا دھوان اٹھتا نظر آتا تھا، آدمیون کی جلی ہوئی لاشین مٹی اور پتھرون کے نیچے دبی پڑی تھین، جو لوگ زندہ بچے وہ قید کرکے سمرقند بھیجدیئے گئے،

انھی کیساتھ تیمور نے بھی کوچ کا رخ بدلا اور مشرق کی طرف بڑھ کر جتہ کے قبیلون کو مارتے مارتے ان کے دارالحکومت الما لیق تک بھگا دیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ دور تک ایسا پسپا کیا کہ برسون تک تیمور کی سرحد مین جتہ کوئی فساد برپا نہ کرسکے،

غرض اس طرح بائین طرف والیِ خوارزم کا اور دائین طرف جتہ مغلون کا زور توڑکر تیمور اب توقتمش سے لڑنے پرآمادہ ہوا، اور بجائے اس کے کہ سیراوردہ کی طرف سے لشکرکشی کا انتظار اپنے ملک مین کرے تیمور نے اپنی فوجین جمع کین اور سمرقند کے سامنے کے میدان مین ان کا معائنہ کیا اور ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سیراوردہ کے ملکون مین اپنی فوجین لے جاکر توقتمش سے لڑنے کا قصد ہے،

سولھوان باب

دشت وصحرا سے گذرنا

تیمور کا یہ فیصلہ کرنا کہ توقتمش سے سیراوردہ کے ملک مین جاکر لڑنا چاہیے ایسا فیصلہ تھا جسمین خود تیمور کے تباہ ہو جانے کا قطعی اندیشہ تھا، اس واقعہ سے چار سو برس بعد نپولین نے بھی ایسا ہی فیصلہ کیا تھا جس کا انجام یہ ہوا کہ فرانس کے لشکر کو جو لشکر عظمیٰ کہلاتا تھا روس اور پولستان کی برف مین مردہ چھوڑنا پڑا گو موسکو فتح ہو گیا،

تیمور کو ابھی تک سیراوردہ سے کسی میدان جنگ مین مقابلہ کا اتفاق نہین ہوا تھا، توقتمش کی فوجین اسوقت امیر تیمور کی فوجون سے کہین زیادہ تھین نقل وحرکت مین بھی ان کو تیمور کی فوجون سے کسی قدر زیادہ سہولت تھی، کیونکہ توقتمش بکثرت تازہ دم گھوڑے نہایت آسانی سے بہم پہنچا سکتا تھا، چارے اور پانی کی ملک مین قلت تھی، تیمور کے گھوڑے تنگی سے گذر کر رہے تھے مگر توقتمش کے گھوڑے پشتہا پشت سے اسی تھوڑے چارے اور پانی پر بسر کرتے چلے آئے تھے، ان کے لیے یہ کوئی تنگی نہ تھی،

سیراوردہ کے ملک مین داخلہ کے یہ معنی تھے کہ ریگستانون اور بیابانون اور بنجر پہاڑیون مین سے رستہ نکالتے ہوئے آگے بڑھین، لڑائی کے لیے جب ایسا ملک تجویز کیا گیا ہو تو سامان رسد

بھی دو تین مہینے سے زیادہ کا ساتھ لیجانا ممکن نہ تھا، اور پھر اندیشہ تھا کہ اگر توقتمش سے رستے ہی مین مقابلہ ہوگیا تو لڑنا لازمی ہوگا، اس صورت مین لشکر کے عقب مین سوا سے غیر آباد بنجر زمینون کے اور کچھ نہ ہوگا، اگر شکست ہوگئی تو فوجون کے بڑے حصے کا غارت ہوجانا یقینی امر تھا، بلکہ یہی نہین خود تیمور کے ہلاک ہوجانیکا بھی اندیشہ تھا،

۱۷۱۶ء مین بادشاہ پیٹر اعظم نے ایک روسی لشکر جنوب کی طرف اسی ویران ملک مین سے گذرتا ہوا اہل خیوہ اور ترکمانون سے لڑنے روانہ کیا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ روسی لشکر کا سپہ سالار شہزادہ بیکووچ چرکسی مع اپنے متعدد ہمراہیون کے صحرا مین ختم ہوگیا، جو لوگ مرنے سے بچے وہ غلام بنائے گئے، اس واقعہ کے سو برس بعد ایک دوسرا لشکر کاونٹ پیروسکی کی سرکردگی مین پانی کا پورا بندوبست کرکے موسم زمستان مین روانہ ہوا، اس لشکر کے بقیۃ السیف دوسرے سال واپس آئے، مگر دس ہزار گاڑیان اسباب کی اور اتنے ہی : ونٹ اور سپاہ کا بیشتر حصہ برفستانی میدانون مین مرنے کو پیچھے چھوڑ آئے،

حقیقت یہ ہے کہ ایشیا کے ان صحراؤن مین لشکر کشی کرنا خواہ لشکر کتنا ہی کثیر ہو از روئے قواعد جنگ اب تک ممنوع سمجھا گیا ہے، مگر تیمور | کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرسکتا تھا، اگر سیدھا مغرب کی طرف بحر خزر کے جنوبی دور کو طے کرتا ہوا بڑھتا تو اس مین شک نہین کہ سیرا اوردہ کے شہرون تک پہنچ جاتا، لیکن اس صورت مین تیمور ابھی کوہستان قفقاز کی وادیون ہی مین سے رستہ نکالتا ہوتا اور توقتمش سمت شمال سے بڑھ کر سمرقند پر قبضہ کرلیتا، اس کے علاوہ تیمور کو اس کا اندازہ بھی نہ ہوسکتا تھا کہ توقتمش کس سرحد یا مقام پر اُس سے مقابلہ کرنا تجویز کریگا، ممکن تھا کہ سرحدی صحراؤن کے کنارے کہین مقابلہ پر آجاتا، ممکن تھا کہ پندرہ سو میل دور بحر اسود کے ساحل پر مقابلہ کرتا، اور بالکل ممکن تھا کہ مشرق بعید مین

۱۱۲

جہان دشت گوبی واقع ہے لڑائی ٹھان دیتا، لیکن توقتمش نے جو کچھ سوچا تھا اس کا پتہ اس وقت تک کسی کو نہ چل سکا جبتک کہ سیراوردہ کے رایت و عَلَم نظر نہ آلئے، اس سے قبل تیمور کا صیغۂ خبر رسانی دشمن کی نقل وحرکت کے متعلق کوئی اطلاع فراہم نہ کر سکا، رسد کا سامان بھی جس قدر ساتھ تھا وہ اس معرکۂ عظیم مین ختم ہو لیا تھا، اور خود تیمور اور اس کا لشکر صحرا مین بالکل گم کردہ راہ ہو چکا تھا، مکائدِ حرب کے قاعدے اور قوانین صاف بتا رہے تھے کہ اس مہم مین تیمور اپنے ہی ہاتھون اپنے اوپر تباہی لا رہا ہے، مگر تیمور خطا پر نہ تھا، اس سے جو کچھ عمل مین آرہا تھا وہ قواعد جنگ کی بنا پر نہ تھا بلکہ فطرتِ انسانی کا علم رکھنے کی بنیاد پر تھا، تھوڑے سے غور کے بعد یاد آسکتا ہے کہ توقتمش تیمور کے دربار مین کئی برس تک حاضر رہا تھا، اور اسی زمانے مین اسے دو مرتبہ ایسی لڑائیون مین جو میدان جنگ مین باقاعدہ صف بندی کے ساتھ ہوئی تھین راہ فرار اختیار کرنی پڑی تھی، تیمور کو مغلون کی تدبیر اور طبیعت دونون کی قوت یا کمزوری کا حال بخوبی معلوم تھا،

تیمور اس بات کو خوب سمجھتا ہو گا کہ مغلون کے خان توقتمش سے جو افواجِ سوارہ کی سپہ سالاری مین حدِ کمال کو پہنچا ہوا ہے کسی مدافعانہ جنگ مین بازی لیجانا یعنی ایسی لڑائی مین جیت جانا جس مین دشمن حملہ کرے اور اپنا کام صرف اس حملے کو دفع کرنا ہو ممکن نہین، تیمور اس بات کو بھی جانتا تھا کہ جب تک اقطاع شمال مین توقتمش کو قوت حاصل ہے سمرقند ہمیشہ خطرے کی حالت مین رہیگا، پس تیمور نے ایک ایسی لڑائی کے لیے جس کا نتیجہ قطعی طور پر یہ ہو کہ ہم نہین یا تم نہین جس قدر نقصانون کا احتمال ہو سکتا تھا سب گوارا کئے، اور سیراوردہ ہی کے ملک مین توقتمش سے لڑنا پسند کیا، توقتمش کے فرشتون کو بھی خبر نہ تھی کہ تیمور اتنے فاصلۂ دراز پر آکر اس سے لڑیگا،

حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ تیمور نے تمام عمر ان تین مسلمہ اصول کی پابندی کی تھی، ایک یہ

لڑائی مین اپنی فوجون کی نقل وحرکت کے لیے اپنے ہی ملک کو جولانگاہ نہ بنایا جائے، دوسرے یہ کہ اس کا موقع کبھی نہ دیا جائے کہ دشمن پہلے چڑھ آئے اور خود اپنا بچاؤ کرنا پڑے، تیسرے یہ کہ نہایت سرعت سے جہانتک سوار اپنے گھوڑون کو تیز رفتار کرسکین دشمن پر پہلے خود ہی دھاوا کردینا ضروری ہی،

تیمور کا قول تھا کہ دشمن سے لڑنے مین اگر ٹھیک موقع پر دس آدمی بھی ساتھ ہون تو یہ بہتر ہے اس سے کہ دس ہزار سپاہ ساتھ ہو اور صحیح موقع سے انسان غیر حاضر ہو، دوسرا قول یہ تھا کہ تیزی سے حملہ کرکے دشمن کے زور کو توڑ دینا بیشتر اس سے کہ وہ اپنی پوری قوت مجتمع کرسکے ہمیشہ مفید ہوتا ہی، تیسرا قول یہ تھا کہ لڑائی پر جاتے وقت صرف اتنی فوج ساتھ ہونی چاہیے جس کے زاد راہ کے لیے کافی سامان رسد مہیا کرنا ممکن ہو،

شروع مین سیر دریا عبور کرنے تک زمین ایسی تھی جس سے تیمور کا لشکر بخوبی واقف تھا، لشکر ایک سرحدی قلعے سے دوسرے سرحدی قلعے تک کوچ کرتا رہا، کوہ قراتاغ کا سلسلہ جو حائل ہوا اُسین سے لشکر آہستہ رفتار سے گذرا، اب فروری کے مہینے کا آخر تھا، برف وباران کی شدت ہوئی، فوجین لشکر گاہ مین مقید رہین، یہان توقتمش کے ایلچی تیمور کے پاس آئے، نو عمدہ گھوڑے اور ایک شنقار (شکرہ) جس کی آنکھون کی اندھیریون پر یاقوت ٹکے تھے پیش کیا،

تیمور نے شکرہ کو ہاتھ پر بٹھالیا اور ایلچیون کی گفتگو سننے لگا، توقتمش نے امیر سمرقند کے سابقہ احسانات کا اعتراف کیا اور اس غلطی کو بھی تسلیم کیا کہ اس نے اپنے محسن کے خلاف ہتھیار اٹھائے، مگر اب اس کی خواہش تھی کہ تیمور سے مراسم آشتی پیدا کرے، لیکن یہ پیغام وسلام محض ایک سیاسی فریب تھا، اس کے سوا اُسے اور کچھ نہ سمجھنا چاہیئے،

۱۱۳

لہ ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۰۰،

تیمور نے ایلچیون کو جواب دیا۔ "جب تمھارا آقا دشمنون کا ستایا ہوا زخمی پڑا تھا تو سب کو معلوم ہے کہ مین نے اس کی ہر طرح سے مدد کی اور اس کو اپنا فرزند کہا۔ اُرس خان جب مقابلہ پر آیا تو مین نے توقتمش کی طرفداری کی، اس طرفداری مین میرے بہت سے سوار مارے گئے لیکن جب توقتمش کو قوت اور اقتدار حاصل ہوا تو کل احسان اس نے فراموش کر دیئے، جس وقت مین تسخیر فارس مین مصروف تھا تو اس نے مجھے دغا دی اور میرے شہرون کو برباد کیا، اس پر بھی قناعت نہ کی اور بعد کو ایک بڑا لشکر میرے ملک پر حملہ کرنے کو بھیجدیا، اور اب جب ہم اس کے مقابلے کو اٹھے ہین تو سزا سے بچنا چاہتا ہے، قسمین اس نے بہت کھائین اور توڑی ہین، لیکن اگر فی الحقیقت امان چاہتا ہے تو علی بیگ کو ہمارے دربار مین روانہ کرے تاکہ ہمارے امرا سے وہ اس بارے مین گفتگو کرے۔"

علی بیگ، سیراوردہ کا وزیر اعظم تھا، وہ تیمور کے دربار مین نہ آیا، تیمور نے بھی شمال کی طرف لشکر کشی کرنے مین تاخیر نہ کی، تیمور کیساتھ جس قدر مستورات تھین ان کو ایسے سردارون کی معیت مین سمرقند روانہ کر دیا جو سمرقند کی حفاظت پر مقرر ہوئے تھے، اس کے بعد تیمور کا لشکر پہاڑون سے نکل کر "دشت سپید ریگ" (آق قم) مین آیا،

تین ہفتے تک لشکر نے ایسے میدانون کو طے کیا جس مین ہوا بہت تیز چلتی تھی، جاڑا نکل چکا تھا مگر سب چیزین ابھی تک بے رونق تھین، صبح کی سردی مین کرنائے جو کچھ کم پانچ ہاتھ کا لمبا نفیر ہوتا تھا، فوج کے تیار ہونے کے لیے بجایا گیا، رسالون کے جوانون نے فوراً گھوڑون پر زین ڈالے اور سوار ہو گئے، خیمے اکھاڑ کر بڑی بڑی بھاری گاڑیون مین جن کے پہیے آدمی

لہ دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۵۰۱-۵۰۲،

کے سر سے بھی اونچے تھے بار کئے گئے، گاڑیون کے ساتھ بلبلاتے اور بڑبڑاتے اونٹون کی قطارین حرکت مین آئین، گاڑیون مین فوجیون کا سامان تھا، ہر دس[1] سپاہی پیچھے ایک خیمہ اور ہر خیمہ کے سامان مین دو پھاوڑے ایک آری، ایک تبر | ایک درانتی، ایک کلہاڑی اور ایک رسیون کا بنڈل، ایک دیگچہ اور ایک نمدہ ذیل کا چمڑا تھا خوراک کے لیے ہلکی اور مختصر جنس، آٹا، جو، خشک میوے اور ایسی ہی اور چیزین تھین، جس وقت "دشت سپید ریگ" مین پہنچے ہین تو فی شخص آٹھ سیر آٹا ایک ماہ کے صرف کے لیے دیا جانے لگا،

ہر سوار کو علاوہ سواری کے گھوڑے کے ایک کوتل گھوڑا بھی دیا گیا تھا، تمام فوج اسپ سوار تھی، پوشاک مین ہر سوار زرہ، خود، سپر اور دو دو کمانین رکھتا تھا، ایک کمان دور کا تیر چلانے کی اور دوسری کمان جلد جلد تیر چلانے کی ہوتی تھی، ہر سوار کے ترکش مین تیس تیر ہوتے تھے، اور ایک شمشیر یعنی دو بارہ والی تلوار اور چھوٹے ہتھیارون مین جو کچھ وہ پسند کرے دیا جاتا تھا، بہت سے دستے فوجون کے ایسے تھے جن کے پاس لمبے نیزے تھے، نیزے کے نیچے کا سرا رکاب پر ٹکا ہوتا تھا اور اوپر کی طرف ایک جگہ تسمے سے سوار کے شانے مین اٹکا رہتا تھا، بعض سوارون کے پاس زیادہ وزنی برچھیان یا لمبے برچھے ہوتے تھے جنسے دشمن کو چھید ڈالتے تھے،

فوجون کے دستے (اؤن - یوزِ - اور مینگ) صف آرائی کے قواعد کے مطابق حرکت کرتے تھے، ترتیب فوج کو بگاڑنے کے معنی خودکشی کے تھے، لشکرگاہ مین جب فوجین اترتی تھین تو

---

[1] مصنف نے تعداد دس لکھی ہے لیکن تزوک تیمور مین لکھا ہے "امر نمودم کہ سایر سپاہ در یساق ہر ہژدہ نفر یک خیمہ بردارند، و ہر یک نفر دو اسپ و کمانے و ترکشے و شمشیرے وارہ و دہفتے و چوال و چوال دوزے و تبر تیشہ، و دہ سوزن و یک چرم پست بگیرد" تزوک تیمور صفحہ ۱۵۱-۱۵۲،

ترتیب صفوف کو ملحوظ رکھتی تھین، امیر کے رایت سے خاص خاص فاصلون پر ہر فوجی افسر کی ایک جگہ مقرر ہوتی تھی جہان وہ موجود رہتا تھا اور یہ اہتمام ایسا تھا کہ رات کی تاریکی مین بھی کسی قسم کا خلط ملط پیدا نہ ہو سکتا تھا، جس وقت سوار کوچ کرتے ہوتے تو آرام سے گھوڑون پر بیٹھے بات چیت کرتے چلتے لیکن ان کے سردار امرا و نوئینان اپنی اپنی فوجون کو ایسا ہوشیار رکھتے کہ حکم سنتے ہی فوراً کل سپاہ ترتیب جنگ اختیار کر لیتی، لشکر کی صفین طول مین میلون تک پھیلی ہوتین، دور تک صف آرائی کرنے مین ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ گھوڑون کو چرائی کیلئے زمین زیادہ مل جاتی تھی، ریت مین جہان کہین سبزہ ہوتا تھا وہان گھوڑے کچھ دیر آسانی سے چر لیتے تھے،

دوپہر سے ایک گھنٹہ قبل یا اس سے کچھ کم و بیش کرنائے بجایا جاتا تھا، لشکر چلتے چلتے آرام کرنے کے لیے ٹھہر جاتا تھا، اب کمزور گھوڑے پانی کی قلت کی وجہ سے مرنے لگے تھے،

فوج کے قراول لشکر کا قیام گاہ تجویز کرنے کے لیے پہلے ہی سے روانہ ہو جاتے تھے، شام ہونے سے کچھ دیر پہلے جہان یہ لوگ قیام کرنا تجویز کرتے وہان فوجین اتر کر لشکر گاہ قائم کرتین، امیر کا عَلم جس مین دمِ اسپ کی شکل کا ایک لمبا طرہ اور اس کے اوپر سونے کا ہلال لگا ہوتا تھا سراپردۂ امیر کی بلند چوبون کے سامنے نصب کیا جاتا تھا، شاہی خیمہ و خرگاہ اسی عَلم کے گرد آراستہ ہوتے،

جب لشکر گاہ قائم ہو لیتا تو فوج کے معائنہ کی ہل چل پڑتی، تاتاریون مین معائنہ فوج بڑے اہتمام سے ہوتا تھا، تمام سرداران تومانات و ہزارجات، صدجات اپنی اپنی فوجین اتار دیتے جن جن مقامات پر وہ اترتین وہان کے نقارے اور کوس بجنے لگتے، فوج کے سردار کچھ وقفہ کے بعد پھر گھوڑون پر سوار ہوتے اور اپنے ماتحت افسرون کو ساتھ لیے رایت شاہی جہان نصب ہوتا وہان جاتے، نقارچی جو ان کے آگے ہوتے سنج اور بوق بجاتے چلتے،

۱۱۵ سوارون کے گھوڑے | بوق ونفیر کی سمع خراش آوازون سے جنھین نہ سُر کا پتہ چلتا تھا نہ لَے کا
بدکتے اور بھڑکتے تھے، سوار سختی سے راسین کھینچ کر ان کو شایستہ بناتے، جھانج زور زور سے بجتے
رہتے اور رجز خوانون کا ایک گروہ سَرون کو پیچھے ڈالے آنکھین بند کئے لڑائیون مین شجاعت
اور جوانمردی کے قصے ساز و سرود کے ساتھ سناتے،

شام کی شفق مین سیاہ ریت پر امراء فوج گھوڑون کو دُلکی ڈالے سرون پر قاقم لگی ٹوپیان
گھوڑون کی ایالون سے اوپر کو اچھلتی ہوئی رایت خسروی کے قریب پہنچ جاتے، سرخ اور سیاہ
قباؤن پر ہتھیار چمکتے نظر آتے، سرود کی آوازین سم ستوران کی صدا سے ہم نوا ہوتین، اس شان
سے وہ امیر تیمور گورگان کے سامنے سے گذرتے اور جب بالکل مقابل ہوتے تو چاندی کی رکابون
کی چھَن چھَن مین "سوُرن"[1] کے نعرے لگاتے،

اس معائنہ مین جب سب سے آخری تومان کا سردار اپنے درجے اور منزلت کو بہت کچھ
سمجھتا ہوا اور اپنے آقا کی شان وسطوت پر نازان سامنے سے گذر لیتا تو تیمور مرکب سے اتر کر
سراپردے مین اپنے امراء و نوئینان کے ساتھ خاصہ تناول فرمانے وارد ہوتا، اس صحرائے
بے آب وگیاہ مین بھی تیمور دیبا و حریر کا مرصع لباس پہنتا تھا،

رات کو فوج کے نظراء و پاسبانان قندیلین روشن کئے بارگاہ امیر مین حاضر ہوتے
اور قراولون سے جو کچھ حالات دریافت ہوتے وہ امیر کی خدمت مین عرض کرتے، یہ قراول
لشکر کے دست راست اور دست چپ (برنغار و جرنغار) سے آگے میلون دور تک دشمن
کی خبر معلوم کرنے گئے ہوتے تھے، گھوڑون کی حالت اور بیمارون کی تعداد سے بھی امیر کو مطلع

[1] سورن کے معنی "اللہ اکبر" یا اسی قسم کے جملے کے ہین، جو فوج کے لوگ دشمن پر حملہ کرتے وقت کہتے تھے۔ (مترجم)
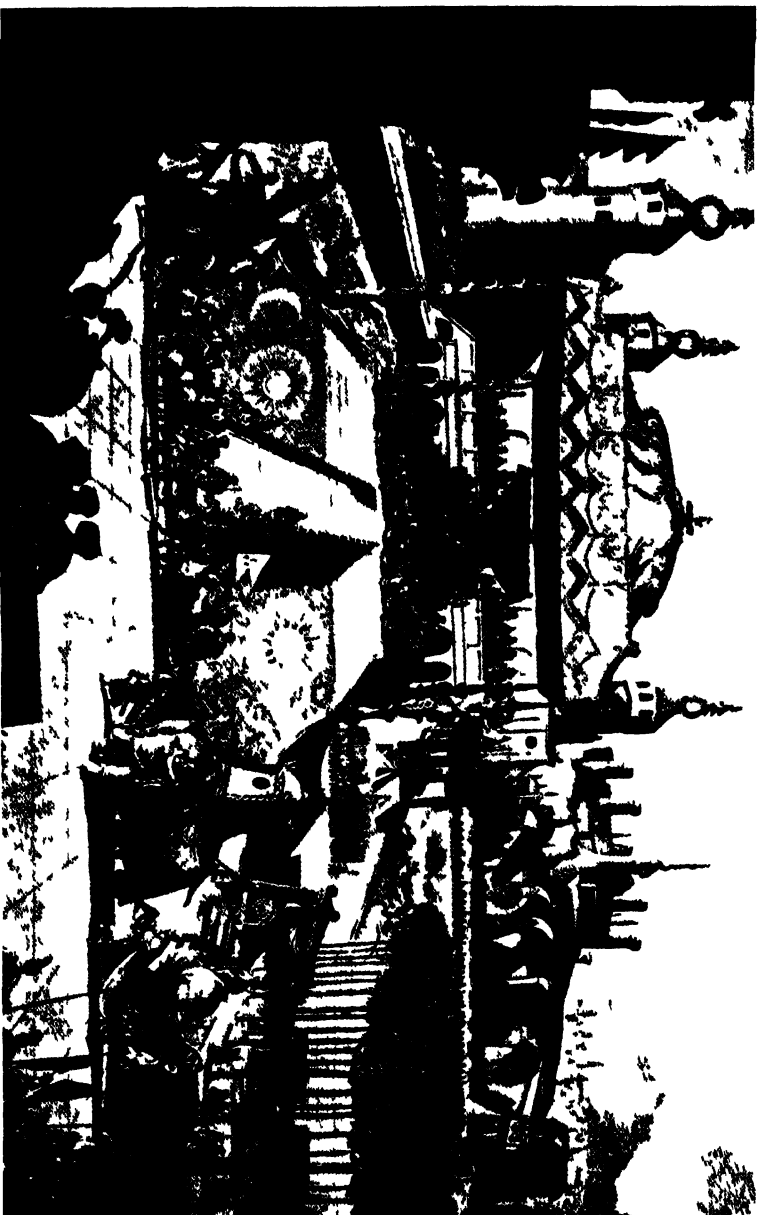
"شاہی زیب و زینت" خاندان تیموریہ، اورنگ زیب کا دربار

یہ تصویر یورپ کے ایک مصور کی بنائی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۹ء تک ایشیائی تکلفات شاہی کا خیال مسیحی یورپ کے ذہن میں کیا تھا۔

کیا جاتا،

اب تیمور نے صحرا مین سے نہایت تیزی سے گذرنا شروع کیا، کسی بات مین تاخیر یا کسی کے پیچھے رہ جانے کو گوارا نہ کیا، ایک سوار جو پیچھے رہ گیا تھا جب وہ آیا تو اس کے موزے ریت بھر کر اس کے گلے مین لٹکا دیئے گئے اور حکم ہوا کہ دوسرے دن لشکر کے ساتھ پیدل چلے، اگر پھر پیچھے رہا تو جان سے مارا جائے گا،

تین ہفتے کے بعد لشکر ایک ایسی زمین مین وارد ہوا جس مین میلون تک اونچی اونچی گھاس تھی اور پہاڑیون کی گھاٹیون مین کہر بھرا تھا، یہان ایک دریا کے کنارے جو اس وقت طغیانی پر تھا لشکر نے کچھ دیر قیام کیا تاکہ گھوڑون کو کچھ آرام ملجائے، پھر فوج کے دستے ایک ایک کر کے تیرتے ہوئے دریا کے پار اتر گئے، اس دریا کو تاتاری ساری سو کہتے تھے جس کے معنی زرد پانی کے ہین[1]،

اس گھاس کے جنگل کو جسمین سبزے کی لمبی لمبی لہرین سمندر کی موجون کی طرح اٹھکر ختم ہونا نہ جانتی تھین دیکھکر سب کو حیرت ہوئی، اور جب چلتے چلتے وہ دو پہاڑون[2] کے قریب پہنچے جنکا نام انھون نے بڑا اور چھوٹا پہاڑ رکھا تو لشکر یہان اتر پڑا، تیمور بڑے پہاڑ پر چڑھا اور اپنے افسرون کے ساتھ

۱۱۶

[1] اس زمانہ مین جغرافی نقشے نہ تھے، آج کل کے نقشون مین بھی یہان کے صحرا اور بیابان کی حدود بہت غیر واضح طور پر مرتسم کی جاتی ہین، دریائے ساری سو کو عبور کرنے کے بعد تیمور نے کونسا راستہ اختیار کیا تھا اس کا جواب بالکل قیاس پر مبنی ہے، زیادہ قیاس یہ ہے کہ اس دریا کے اترنے کے بعد تیمور نے اپنا رخ مغرب کیطرف کوہ یورال کا کیا تھا جو ایشیا اور یورپ مین حد فاصل ہے (مصنف)

[2] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۵۰۱-۵۰۳،

"در روز چہار شنبہ بست و یکم ماہ ربیع الاول ۷۹۳ھ بکوہے رسیدند کہ بکچک تاغ مشہور است و از آن جا کوچ کردہ در شب درمیان جمعہ موضع الق تاق نعیم نزول ہمایون گشت، صاحبقران بہ نشاط نظارہ آن دشت بالائے کوہ برآمد، صحرا در صحرا سبزہ بود"

دور تک جنگل کے سبزے کو دیکھنے لگا، جس کی صدا دے اُدے پہاڑون کے خطاب ہی دو اُفق سے ملی نظر آتی تھی، یہ زمانہ شروع ماہ اپریل کا تھا، گھاس مین آسمانی رنگ کے پھول خوب کھلے تھے خود رو گیہون کے تختون مین تیز کثرت سے تھے اور آسمان پر چیلین منڈلا رہی تھین، کہر کا بادل جہان سے ہٹ جاتا وہان سے دور کی جھیلون کا پانی جو گھلی ہوئی برف کا پانی تھا آب زر کیطرح جھلکتا نظر آتا، اس تمام زمانے مین مورخ لکھتا ہے کہ وہان نہ کوئی انسان نظر آیا اور نہ کوئی کھیتی[۱] لیکن اب کچھ علامتین ظاہر ہوئین گیلی زمین پر کہین کہین اونٹون کے قدمون کے نشان یا بہت سے دوڑتے ہوئے گھوڑون کی لید یا بجھی ہوئی آگ کی ڈھیریان دکھائی دین، کہین آدمیون کی ہڈیون پر سے سوارون کے گھوڑے گذرے، یہ ہڈیان زمستان کے سیلاب مین ٹوٹی ہوئی قبرون سے بہکر سب طرف پھیل گئی تھین،

اب روز یہ کیفیت رہنے لگی کہ تاتاری سوار لشکر سے آگے بڑھکر جانورون کا شکار کرتے، جنگلی سؤر اور بھیڑیئے خوب مارتے، کبھی کبھی کھانے کے لیے کوئی ہرن بھی مل جاتا، لشکر مین گوشت کی بہت قلت ہو چلی تھی، ایک بھیڑ سو دینار کی مین ملتی تھی، تیمور نے حکم دیدیا کہ لشکر مین نہ گوشت پکایا جائے اور نہ روٹی، سب لوگ ایک ہی قسم کا کھانا جسے بلماق[۲] کہتے تھے کھاتے تھے، یہ گوشت کی یخنی مع بوٹیون کے ہوتی تھی جسمین آٹا ملا دیا جاتا تھا، اور ترکاریان ملانے سے یہ یخنی اور بھی گاڑھی ہو جاتی تھی، ۔

لشکر والون کی دلجوئی کے لیے امراء فوج بھی اسی گاڑھے شوربے پر اپنا گذر کرتے تھے، سب

---

[۱] "واز اطراف آن بیابا نہا پنج ماہہ و ہفت ماہہ آبادانی نیست" ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۵۰۴،
[۲] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۵۰۴،

ایک ہی دیگ کا پکا ہوا ابلاق کھاتے تھے، شکاری جو کچھ شکار لاتے یا جنگل مین کہین اتفاق سے وحشی پرندون کے انڈے یا جنگل کی جڑی بوٹی مل جاتی تو وہ سب کاٹ کوٹ کر اسی شوربے مین ملا دیجاتین، اب نوبت یہانتک پہنچی کہ اس شوربے کا صرف ایک پیالہ فی سپاہی ملنے لگا، لشکر جب کوچ کرتا تھا تو سوارون کی نظرین زمین پر ہوتی تھین کہ کہین کوئی رسیلی جڑ ملجائے تو اٹھالین یا بٹیرین ملین تو انھین پکڑلین، آٹا قریب قریب ختم ہونے کو تھا،

جنگل مین گھاس تر و تازہ تھی، گھوڑون کی حالت اچھی رہی، لشکری کھانے کے لیے گھوڑون کو ذبح نہ کر سکتے تھے، کیونکہ اس ملک مین جو آدمی گھوڑے پر سوار نہ ہو اس کی موت و زیست یکسان تھی، زیادہ تعداد مین گھوڑون کو ضائع کرنا لشکر پر ایک مصیبت لانا تھا، جب حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو فوج کے افسر اس فکر مین ہوئے کہ آخر اس کا انجام کیا ہوگا، اور آگے کیا پیش آنیوالا ہے، پیچھے ہٹنا بہت خطرناک تھا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوتے کہ جن صحراؤن کو مشکل طے کر کے یہانتک پہنچے ہین اب ان کو ایک کمزور لشکر کیساتھ پھر طے کرین، اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی پورا یقین تھا کہ واپسی کی صورت مین سیر اوردہ کے لوگ کہین نہ کہین یکبخت نمودار ہو کر سب کو غارت کر دین گے، اس حالت بیم و ہراس مین تیمور نے | تواچیون کو حکم دیا کہ فوراً فوج برنغار و جرنغار کے افسرون کے پاس جا کر شکار کا حلقہ قائم کرائین[1]،

۱۱۷

[1] "صاحبقران در شنبہ اول جمادی الآخر ۷۹۳ھ شکار اختیار فرمود و تواچیان با امراء جرنغار و برنغار جار رسانیدہ سپاہ بچراگاہ روان شدند و تمام صحراے بے انتہا فرو گرفتہ وحوش و طیور بے شمار راندند و بعد از دو روز قمارشی کردہ، بیت

ملک بر سو کر مرکب راند حالی — زمین از گور و آہو کرد خالی

وسپاہ از گوزن و آہو و بکن و دیگر انواع نخچیر چندان انداختند کہ چنان کثرتے بے قیاس با وجود چنان تنگی کہ دست دادہ بود فربہ را گزین کردہ بر میسرا شتند و لاغر را میگذاشتند، و از جملہ نوعے آہو وران صحرا یافتند از گاؤمیش بزرگتر کہ مثل آن ہرگز مشاہدہ نمودہ بودند و مغول آن را قندگای میگویند و شتیان بکن بسیارے از ان نیز انداختہ بودند، و مدتے قوت لشکریان از گوشت شکارے آمادہ بود" (ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۰۵-۵۰۶)

اب تک جستہ جستہ سوارون کے گروہ لشکر سے آگے بڑھکر جو شکار ملتا تھا مار لاتے تھے، مگر اب ایک لاکھ سوارون نے تیس میل کی ایک لمبی صف باندھی، صف کے بیچ کا حصہ قائم رکھکر دونون سرون کے سوارون نے گھوڑے بڑھاکر نصف دائرہ کی شکل بنانی شروع کی، اس طرح بیچ مین جس قدر جانور آئے ان پر گھیرا پڑ گیا، اور وہ بھاگ بھاگ کر اور بھی حلقے کے بیچ مین آنے لگے، سوارون کی صف کے باہر باہر بھی رسالے حرکت مین تھے تاکہ شمال کی طرف حلقے کے بند ہونے سے پہلے کوئی جانور باہر نہ نکلنے پائے،

جب حلقہ پورا باندھ لیا تو سوارون نے اسے اندر کی طرف تنگ کرنا شروع کیا اور صورت ایسی پیدا کی کہ ایک خرگوش تک ان بھوکے تاتاریون سے بچکر نہ نکل سکے، اب جونہی جانورون کو معلوم ہوا کہ وہ گھر گئے ہین تو سوارون کو دیکھکر اور ان کے شور و غل سے چوکڑیان بھرنے والے آہوون اور سیدھ باندھ کر حملہ کرنے والے خنزیرون اور جھاڑی جھاڑی دبے پاؤن چلنے والے بھیڑیون اور حواس باختہ ریچھون اور بھرنون کیساتھ بازی لگاکر دوڑنے والے بارہ سنگھون مین ایک عجیب دیوانہ وار کشمکش اور مذبوحی کیفیت پیدا ہوئی،

اس بڑے ہانکے مین بعض جانور ایسے تھے جنکو دیکھکر تاتاریون کو بہت حیرت ہوئی، انھین مین مورخ نے ایک قسم کا بارہ سنگھا بیان کیا ہے جو بھینسے سے بھی بڑا تھا، اس چوپائے کو تاتاریون نے پہلے نہ دیکھا تھا، لیکن یقیناً یہ وہی جانور تھا جسے ہم "الک" (قندگاہی) کہتے ہین، قواعد صید و شکار کے مطابق امیر تیمور سب سے پہلے مرکب پر سوار اس حلقے مین داخل ہوا، تیر سے چند گورخر اور آہو شکار کئے، تیر اندازی مین تیمور ایسا کمال رکھتا تھا کہ لوگ دیکھکر حیرت مین رہجاتے تھے، ایسے لوگ بہت تھے جو کمان کی زہ کو سینے تک کھینچ لاتے تھے مگر تیمور کے بازو مین ایسی قوت تھی کہ تیر

لکہ کرزہ کو کان کی نونک کھینچ لاتا تھا،

اب گوشت کھانے کے لیے جانورون کی وہ کثرت ہوئی کہ جو فربہ معلوم ہوا اسے ذبح کرکے کھایا اور ایسا کھایا کہ بہت دنون یاد رکھا، باقی کو چھوڑ دیا،

تیمور لشکر والون کو اتنی مہلت نہ دیتا تھا کہ وہ کاہل بنکر بیٹھین، دوسرے دن تواچی گھوڑون پر سوار ہوکر اس حکم کو گشت دینے اٹھے کہ تمام افواج قاہرہ امیر کے معائنہ کے لیے سامنے حاضر ہون جب معائنہ کا وقت آیا تو تیمور خاص لباس پہنکر برآمد ہوا، سر پر سپید قاقم کی کلاہ تھی جسمین یاقوت چمک رہے تھے، ہاتھ مین ہاتھی دانت کا عصا، تھا جس کی شام پر بیل کا سر بنا تھا، جلو مین امراء وتوئینان تھے،

امیر کے برآمد ہوتے ہی فوجون کے سردار گھوڑون پر سے اتر پڑے، اور گھٹنے زمین پر ٹیک کر امیر کی رکاب کو بوسہ دیا، اور مرکب شاہی کے ساتھ ساتھ پیدل چلکر اپنی اپنی فوجون تک آئے اور ہر ایک نے التماس کیا کہ اسکی سپاہ کی تعداد اور قوت اور اسلحہ کی حالت ملاحظہ فرمائی جائے،

تیمور نے لشکر والون کی کلجھائی صورتون کو جن سے خوب آشنا تھا دیکھا | ان مین الوس برلاس کے لوگ جن کے سرخ چہرے مائل بہ سیاہی ہورہے تھے اور چھریرے بدن کے ترکان سلدوزاو دلا ور قوم جلایر کے جوان اور بدخشان کے وحشی لوگ تھے جن سے تیمور "بام دنیا" پر لڑچکا تھا

۱۱۸

تیمور نے لشکر کے معائنہ ہی پر بس نہین کی، شام کو رایت شاہی کے قریب جو بڑا نقارہ رکھا تھا وہ رعد کی مثل گرجنے لگا، اس نقارے کا برنجی طاس چھ فٹ کے دور کا تھا اور اس پر ایک بیل کی پوری کھال منڈھی تھی، اس نقارے کے بجتے ہی جواب مین لشکر کے اور نقارے بھی بجنے لگے، اور سوارون کے دستے فوراً حرکت مین آئے اور جنگ کے لیے صفین آراستہ

ہوگئین، سائبیریا کے صحراؤن مین شاید اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی کبھی اتنا بڑا لشکر جمع نہ ہوا ہوگا، افسرانِ افواج اپنے اپنے مقامات پر جرنغار سے لے کر برنغار تک جس کا پھیلاؤ میلون مین تھا گھوڑے دوڑاتے ہوئے پہنچے، اور تمام سپاہ نے سورن کے نعرے بلند کئے،

سپاہ اچھی حالت مین تھی اور خوش تھی، دوسرے دن پھر کوچ شروع ہوا،

سترہوان باب

"سائے اور آسیب کا ملک"

کُہر کے بادل سامنے سے ہٹتے جاتے ہین، چشمون اور ندیون کے کنارے بُندق کی جھاڑیان کھڑی ہین، پاؤن کے نیچے موٹی دبتی ہوئی کائی اور دھوکا دینے والی دلدل ہے، کالے کالے چٹانون پر لال لال پتون کی بیلین چڑھی ہین، سارے ملک پر ایک سکوت کا عالم ہے، ہر طرف مردنی سی چھائی ہے، درختون کی چوٹیون پر شکرے اڑ رہے ہین، لیکن وہ طائرانِ خوشنوا جو صبح کے آثار دیکھتے ہی چہچہانے لگتے ہین نام کو نہین، یہان کے آسمان کا رنگ بھی سمرقند کے آسمان کی طرح گہرا نیلی فام نہین، کہین کہین نیچے نیچے مٹی کے ٹیلے کُہر کے غبار مین دھندلے دھندلے نظر آتے ہین، یہ خاک کے تودے یا تو قبرین ہین یا کبھی کسی بے زبان عدم رفتہ قوم کے گھر تھے جو اب مٹی کے ڈھیر ہین،

ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ یہ ملک ظلمات کہلاتا ہے، اگر کوئی تاجر ہمت کرکے یہان تک پہنچ بھی گیا تو وہ اپنا مال یہان چھوڑ کر خود کہین دور چلا جاتا ہے، جب واپس آتا ہے تو اپنے مال کی جگہ سمور اور جانورون کی کھالین رکھی دیکھتا ہے، یہان کے رہنے والے کسی کو نظر نہین آتے"

یہ ملک قوم کیمبری کا وطن اور ہائی پربوری کا مسکن تھا جو شمال کی متوطن قومین بتائی گئی ہین، یہ سب خانہ بدوش لوگ تھے اور اگر واقعی وہ کہین یہان تھے بھی تو اس وقت تیمور کے لشکر کی آہٹ پاتے ہی اور بھی غائب ہوگئے ہونگے، جنوب کی طرف کے قطعے آباد تھے، گو توقتمش نے وہان کے آدمیون اور مویشیون کو اپنا راستہ نکالنے مین بہت کچھ ہلکا کر دیا تھا لیکن ان اقطاع شمال مین تو تیمور کا لشکر فی الواقع ایسے ملک مین داخل ہو رہا تھا جو بظاہر غیر آباد تھا[۱]،

مورخ لکھتا ہے کہ جس قدر قراول آگے بھیجے گئے تھے وہ صحرا مین بھٹکے ہوئے مسافرون کی طرح آوارہ گرد رہے، مگر یہ صحرا بالکل غیر آباد بھی نہ تھا، البتہ تاتاریون کو جو دھوپ مین تپتی بنجر زمینون، نہرون اور چشمون اور ایسے شہرون کو دیکھے ہوئے تھے جو دریا کے کنارے آباد تھے، یہ تاریک اور مرطوب، وسیع سرزمین | جس مین انسان کا پتہ نہ تھا بہت دشوار گذار اور مہیب نظر آئی ہوگی، ملا و مشائخ بالخصوص بہت پریشان تھے، کیونکہ معمولی اوقات نماز کی پابندی یہان ممکن نہ تھی، ۱۴۰

صبح کے آثار بہت جلد ظاہر ہو جاتے تھے حالانکہ سورج کے نکلنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی ہوتے تھے، لوگون کو صبح کی نماز کے لیے ایسے وقت اٹھنا پڑتا تھا کہ ابھی رات کے گھنٹے پورے ختم نہ ہوئے ہوتے تھے، اسی طرح سویرے سے شام کی شفق ظاہر ہو جاتی تھی گو سورج کے

---

[۱] تیمور کا لشکر اس وقت ۵۵ درجے عرض بلد مین جو قارہ یورپ مین جھیل ونی پگ کے شمال مین پڑتا ہے داخل ہونے کو تھا، اس لشکر نے رود توبل (THETOBAL) کے سرچشمون کو ان کی شمالی جانب سے عبور کر لیا تھا، قیاس یہ ہے کہ دریاے توبل سے گذرنے کے بعد جو بڑا دریا ان کو ملا وہ دریائے یورال (THEURAL) تھا جو غالباً ظفرنامے کا آب تیق اور ترکون کا آب یائیق یا ایق ہے) دریائے یورال عبور کر کے وہ بالکل مغرب کی طرف چلا اور اس زمین کو طے کرنے لگا جو آجکل یورپ اور ایشیا کے درمیان سرحد سمجھی جاتی ہے (مصنف)

ڈوبنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی ہوتے تھے، شفق شام کے ظاہر ہونے اور نماز عشار کے وقت مین کئی گھنٹے
کا فصل تھا، عشار اگر پڑھی جاتی تو تاریکی کا زمانہ آتا نہ ملتا تھا کہ لوگ بخوبی آرام کر سکتے،
انھی وجوہ سے اہل شریعت نے حکم دیدیا کہ اوقات نماز مین تبدیلی کیجا سکتی ہے[۱]، اس اثنا مین
تیمور نے پورے لشکر سے بیس ہزار فوج علحدہ کی اور اُسے سیراوردہ کی لشکر کا سراغ لگانے
کے لیے روانہ کیا، امرا مین سے تقریباً ہر متنفس نے اس فوج کیساتھ سردار بنکر جانا چاہا لیکن تیمور نے
اپنے نوجوان فرزند شہزادہ عمر شیخ[۲] کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا، یہ بیس ہزار فوج لشکر سے علحدہ ہوکر
وسیع میدانون مین غائب ہوگئی، کچھ مدت گذرنے کے بعد ایک قراول خبر لایا کہ شہزادہ عمر شیخ
کی فوج ایک بڑے دریا کے کنارے پہنچ گئی ہے، اس کے بعد ہی ایک دوسرے قراول نے

---

[۱] ظفرنامے کی پہلی جلد کے صفحہ ۵۰۳ پر یہ عبارت آئی ہے، "و چون قریب شش ماہ بود کہ رایت نصرت شعار متوجہ جوب شمال گشتہ رفتند بمحلے رسیدند کہ در شب پیش از غروب شفق اثر طلوع صبح ظاہر میشود، چنانچہ در ہنگام بودن آفتاب در برج شمال نماز خفتن در آن موضع بحسب فتوائے شریعت غرائی واجب نمیشود" اس بیان کے پہلے فقرے کے آخری حصے مین مبالغہ ہے، دنیا کے آباد حصون مین جو خط استوا کے قریب ہین اوقات نماز آفتاب کی گردش، طلوع و غروب کے اعتبار سے اسطرح مقرر ہوئے ہین کہ جاگنے سونے کام اور آرام کا وقت انسان کو کافی مل سکے، لیکن خط استوا سے جس قدر شمال مین جائیے رات اور دن کا فرق بڑھتا جاتا ہے حتی کہ قطب شمالی کے قریب جو ملک ہین وہان مہینون تک آفتاب نہین نکلتا، اسی طرح جب نکلتا ہے تو مہینون تک افق کے کنارے کنارے نظر آتا رہتا ہے اور غروب نہین ہوتا، چونکہ نماز کے اوقات مقرر کرنے مین بیداری اور خواب، کام اور آرام کا بھی لحاظ کیا گیا ہے اس لیے روئے زمین کے تمام مقامات پر آفتاب کی گردش، طلوع و غروب کا لحاظ رکھنا ممکن نہین رہتا ہوگا، صرف بیداری اور خواب کے زمانے کا لحاظ کرکے اوقات نماز مقرر کردیے جاتے ہونگے ممکن ہے کہ اس مین نماز پنجگانہ مین سے عشار کی نماز کہین واجب نہ سمجھی گئی ہو، (مترجم)

[۲] ظفرنامہ مین امیرزادہ عمر شیخ کی جگہ امیرزادہ محمد سلطان کا نام لکھا ہے، جلد اول صفحہ ۵۱۶،

خبر دی کہ پانچ یا چھ مقامات پر آگ کی ایسی ڈھیریان نظر آئی ہین جنہین آگ ابھی تک بجھی نہ تھی[1]،
دشمن کا یہ سب سے پہلا سراغ تھا جو دریافت ہوا تھا، تیمور نے ان خبرون کے سنتے ہی بڑے بڑے آزمودہ کار قراولون کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ جہانتک تیز جانا ممکن ہو شہزادہ عمر شیخ کے پاس جائین اور تمام صحرا کو دشمن کا پتہ چلانے مین فوراً چھان ڈالین، تیمور ان قراولون کے روانہ ہونے کے بعد کچھ فوج لے کر ان کے پیچھے چلا، شہزادہ عمر شیخ کی بیس ہزار فوج جہان ٹھہری تھی وہ دریائے توبل کا علاقہ تھا[2]، یہ دریا دریاے اوبی مین شامل ہو کر بحر منجمد مین گرتا ہے، آگ کی ڈھیریان جو نظر آئی تھین وہ دریا کے پاس اُس کے مغربی کنارے کی طرف تھین، تیمور تیز کر دریا اترا اور شہزادہ عمر شیخ کی بیس ہزار فوج سے جاملا[3]، اور فوراً اس فوج کو اپنی سرکردگی مین لے لیا،

اب قراولون نے امیر کی خدمت مین حاضر ہو کر خبر پہنچائی کہ بعض مقامات ایسے ملے ہین جہان ایک یا دو دن پہلے کسی نے آگ جلائی تھی، اور گھوڑون کے گذرنے کے نشان بھی ملے ہین، تیمور نے شیخ داؤد ترکمان کو جو شہسواری مین کامل اور شجاعت کے کامون مین نامور تھا، حکم دیا کہ مغرب کی طرف جا کر دشمن کو تلاش کرے[4]، شیخ داؤد گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا اور دو دن اور دو راتون کے بعد جس چیز کو ڈھونڈنے نکلا تھا اُسے پا لیا، کئی پھونس کی جھونپڑیان ملین، شیخ نے ان کے گرد ایک چکر لگایا اور ایک جگہ رات بھر چھپا ہوا بیٹھا رہا، صبح کو رات کی محنت وصول ہو گئی، دیکھا کہ جھونپڑیون سے ایک سوار نکل کر ادھر ہی آرہا ہے جدھر یہ بیٹھا تھا،

---

[1] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۶ - [2] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۷،
[3] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۵۲۲ - [4] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۸،

جونہی سوار قریب پہنچا شیخ داؤد نے دوڑ کر اسکی مشکین کس لین؟ اور واپس چلا، فوج ہراول کا جو حصہ اس کی طرف آتا ہوا پہلے ملا اس مین اس قیدی کو لیکر پہنچا، لیکن | قیدی کو توقتمش کا حال

کچھ بھی معلوم نہ تھا، اس کا بیان صرف اتنا تھا کہ جھونپڑیون کے قریب اس نے دس سوارون کو جو زرہ بکتر لگائے تھے پڑاؤ ڈالے دیکھا تھا[1]،

تیمور نے ساٹھ[2] تاتاری سوارون کو کوتل گھوڑے دیکر اس حکم سے روانہ کیا کہ جس طرح ہو ان دس سوارون کو ڈھونڈ کر ہمارے سامنے حاضر کیا جائے، تیمور کو آخرکار دشمن کا اتنا سراغ مل گیا کہ جو تدبیرین اس نے سوچ رکھی تھین ان پر عمل شروع کر دیا جائے، دسون سوار گرفتار ہو کر سامنے لائے گئے، انھون نے بیان کیا کہ سیراوردہ کی فوجین یہان سے سمت مغرب مین ایک ہفتے کی راہ پر مقیم ہین،

شمال کی طرف تیمور کا یہ دور دراز کوچ ماہران فنون جنگ کے نزدیک جو قواعد اور قوانین کے بڑے پابند ہین حیرت کے قابل تھا، مگر تیمور کی یہ لشکر کشی بغیر پابندیِ قواعد اور معذرتِ خطاعمل مین آئی تھی، کسی قسم کی کمزوری ظاہر کرنی یا دشمن کو اس بات کا موقع دینا کہ وہ اچانک حملہ کر بیٹھے تیمور اپنے حق مین سم قاتل سمجھتا تھا، وہ جانتا تھا کہ دشمن اس کے بڑھے آنے کو خوب دیکھ رہا ہے، گو دشمن تیمور کو ابھی تک نظر نہ آیا تھا، تو قتمش کو تیمور کی نقل و حرکت کی خبرین برابر پہنچ رہی تھین، تیمور کو اس وقت ایک ایک لمحہ عزیز تھا، سیراوردہ کو مجبور کر کے

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۱۹،

[2] ظفرنامے مین یہ تعداد بیس بیان ہوئی ہے، دیکھو جلد اول صفحہ ۵۱۹،

میدان جنگ مین لانا اور موسم گرما ختم ہونے سے قبل کسی شاداب مزروعہ زمین مین اپنے لشکر کو لانا ضروریات سے تھا، تیمور تعجیل چاہتا تھا، توقمش اس کے برعکس تاخیر کو اپنے حق مین مفید سمجھتا تھا، یعنی جہانتک ممکن ہو لڑائی شروع کرنے مین دیر کیجائے،

سمت شمال مین تیمور کی تیز رفتاری توقمش کی تدابیر مین خلل انداز ہوئی، کیونکہ تیمور کی تیزی دیکھکر توقمش کو سمت مقابل مین فوجین روانہ کرنی ضروری ہوئین، اور یہ اہتمام کرنا پڑا کہ جس مقام پر خود تھا اور جہان تیمور کا لشکر تھا ان دونون کے درمیان اپنی فوجین رکھے، مغرب کے میدانون اور دریاے آتل (دولگہ) اور بحر اسود کے علاقون سے ایسے قبائل جو توقمش کے تابع تھے بکثرت آکر اسکی فوج مین شامل ہوتے جاتے تھے، توقمش کے تابع اس قدر قبائل تھے کہ اگر وہ سب جمع ہو جاتے تو تیمور سے توقمش کی فوج دوچند ہو جاتی،

اب تیمور کی فوجون نے جو دشت وصحرا کی پروردہ تھین نقل وحرکت مین داؤن پیچ دکھانے شروع کئے، احتیاط سب سے بڑی شرط تھی بالخصوص ایسے دشمن کے مقابلہ مین جو ایک دن مین سو میل کی منزل طے کرتا ہو، اور جو مخالف کی نظر سے اس وقت تک غائب رہے جب تک کہ خود لڑائی کا وقت پسند کر کے مقابلہ پر نہ آجائے،

تیمور کے عمل سے ظاہر ہو رہا تھا کہ جتنے خطرے پیش آنے ممکن تھے وہ سب اس کی نظر مین تھے، سپاہ کی نوبت فاقہ کشی کو پہنچ چکی تھی، چھ دن تک مغرب کی جانب فوجون کو تیزی سے لے جاکر آخر کار دریاے یورال (آب یایق یا جایک) کے کنارے پہنچ گیا، سیر اوردہ کے دس سوار جنکو قید کر رکھا تھا ان سے معلوم ہوا کہ اس دریا کے تین گھاٹ ہین جو تھوڑے تھوڑے فاصلے سے واقع ہین، تیمور نے خود بڑھ کر ایک گھاٹ کو دیکھا مگر دیکھکر وہان سے لشکر کا اترنا پسند

نہ کیا، بلکہ حکم دیا کہ لشکر اس وقت جہان ہے اسی کے سامنے سے دریا اتر کر دوسرے کنارے جائے[1]

یہ حکم دیکر خود دریا اترا اور ہراول کی فوج کو ساتھ لئے صحرا مین دشمن کو تلاش کرنے نکل گیا،

۱۲۲ یہان سیر اوردہ کے بعض اور آدمیون کو گرفتار کیا، ان لوگون نے بیان کیا کہ ہم کو دریا کے کنارے حاضر ہوکر توقتمش کے لشکر مین شامل ہونے کا حکم پہنچا تھا، چنانچہ ہم حاضر ہوئے مگر توقتمش کی فوج ہم کو نہ ملی، غرض تیمور کے کل لشکر نے دو دن مین یورال (آب تیق یا یایق) کو عبور کر لیا، جب لشکر دریا اتر لیا تو تیمور کو تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ تینون گھاٹون پر دشمن نے کثرت سے سپاہ بٹھا رکھی تھی، اور خود توقتمش بھی وہین درختون کے جھنڈ مین ایک جگہ چھپا بیٹھا تھا، مگر جب تیمور نے گھاٹون کو چھوڑ کر اپنا لشکر دوسرے مقام سے اتارا تو توقتمش اس کمینگاہ سے ہٹ گیا،

لیکن سیر اوردہ کی فوجین جب کسی مقام سے پیچھے ہٹتی تھین تو وہ سب سے زیادہ خطرناک ہو جاتی تھین،

تیمور نے لشکر کو حکم دیا کہ اپنے اپنے تومانات وصدجات وہزارجات سے کوئی قدم باہر نہ نکالے، رات کے وقت نہ روشنی کرین اور نہ آگ جلائین، شام ہوتے ہی رسالون کو حکم تھا

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۵۱۹ "ومنازل ومراحل بسیار پیمودہ از بسے آبہا وکوہا عبور نمودہ روز دوشنبہ چہارم جمادی الآخرہ ۷۹۳ھ بکنار آب تیق (اورال) رسیدند، غورجی بعز عرض ہمایون رسانید کہ این آب را سہ گذار است یکے را ایغر یالی گویند ودوم را بورگجت وسوم را کہ از ہمہ کوچک تراست چپہ گجت، صاحبقران فرمود کہ ازین گذارہا گذشتن مصلحت نیست چہ شاید کہ دشمن درکمین بود، صلاح آنست کہ بہ بالائے آب روان شویم وبرآب زنیم وبگذریم ہمہ ساعت کوچ کردند وبالائے آب رفتہ سوار وپیادہ از ہرجا خود را برآب زدہ بشناہ می گذشتند وبدوروز آن لشکر بیکران ازان آب گران بسلامت عبور نمودند وشش روز دیگر منازل ومراحل پیمودہ برآب سمور رسیدند وقراول لشکر پیش رفتہ بودند، صدائے غلغلہ دشمنان شنودہ آن معنی را بحضرت اعلیٰ عرضہ داشتند" (مترجم)

کہ لشکرگاہ کے گرد برابر پہرہ دیتے رہیں' ان قواعد کے ساتھ کئی دن تک لشکر نے مغرب کی جانب کوچ جاری رکھا، کوہ یورال کی بہت سی تنگ وادیان طے کین اور اکثر مرطوب زمینون سے گذر ہوتا رہا، آخرکار وہ دن آگیا کہ تمام فوجون مین ایک شور برپا ہوا اور تیمور کے بڑے بڑے رزم آزما زور زور سے گاتے ہوئے آگے بڑھین،

تیمور کی فوج قراول توقتمش کی فوج عقب تک پہنچ گئی تھی لیکن توقتمش تک نہ پہنچی تھی سیر اوردہ کی فوجون کے پاس تازہ دم گھوڑے تھے اور کھانے پینے کا سامان بھی تیمور کے لشکر سے کہین بہتر تھا، اور تیمور کے ساتھ دشمن کی ان فوجون نے ایک سخت چال بھی سوچ رکھی تھی،

امیر تیمور کی فوج قراول توقتمش کی فوج عقب سے چھوٹی چھوٹی لڑائیان لڑتی رہی اب سیراوردہ نے پلٹ کر پھر اپنا رخ شمال کا کیا، یہ ترکیب اچھی تھی لیکن ایسی نہ تھی کہ تاتاریون سے توقتمش اپنا پیچھا چھڑا لیتا، مگر اتنا ضرور ہوتا کہ توقتمش تیمور کی فوج کے آگے آگے رہ کر جنگل کو شکاری جانورون سے خالی کردیتا اور آباد زمینون سے نکلتا ہوا صحرا مین پہنچ جاتا، اس وقت جس زمین پر فوجین کوچ کرنے لگین وہان زان وشاہ بلوط کے جنگل نہ تھے بلکہ برچ کے درخت اور صدا بہار سبزہ زار رنگ مین سیاہی مائل پھیلے پڑے تھے، اور ان کے بعد پانی اور دلدل کے میدان آنے شروع ہوجاتے تھے

تیمور کی فوجین بھوک سے بیتاب تھین اور اپنے تین بڑے امرا، اور بہت سے سوارون کے مارے جانے سے جنھین سیراوردہ کے سوارون نے قتل کردیا تھا رنجیدہ اور غمگین تھے، سب اس خیال مین تھے کہ اب سوائے نیست ونابود ہوجانے کے کوئی دوسری صورت

۱؎ دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۲۰، یہ تین فوجی سردار ہر ملک، رمضان خواجہ اور محمد ارلات تھے، ان کے علاوہ امیر ایکو تمور بھی اس لڑائی مین مارا گیا تھا،

نہین ہے، لیکن تیمور پر ان کو بھروسا تھا،

اب بارش شروع ہوئی اور برف گرنے لگی، حالانکہ ابھی ماہ جون کا وسط تھا، چھ دن تک تیمور کی فوجین خیمون مین بند پڑی رہین، تیمور سب سے پہلے میدان مین نکلا، شہزادہ عمر شیخ کی بیس ہزار | فوج آگے تھی، اس نے سیراوردہ کی سپاہ کو جو اپنے لشکر سے باہر دور دور پہرے پر تھی قتل کر دیا، شہزادہ نے ایلغار کیا اور ساتوین دن کے ختم ہونے پر دور سے توقتمش کا شاخدار عَلَم، قبہ دار خیمے اور دشمن کا پورا لاؤ لشکر نظر آیا، شہزادے کی فوج صفوف جنگ مین ترتیب پائے ہوئے تھی؛ لڑائی شروع کرنے کے لیے صرف حکم کی دیر تھی، شہزادے نے حکم دیا کہ کل فوج گھوڑون سے اتر پڑے، خیمے نصب کرے اور کھانے کی جس قدر جنس موجود ہے اس کو پکا کر خوب شکم سیر ہو کر کھائے،

۱۲۳

شہزادہ عمر شیخ کا اٹھارہ دن کا کوچ جسمین اٹھارہ سو میل طے کئے تھے اب خاتمہ کو پہنچا، نصف میل کے فاصلے پر سیراوردہ کی فوجین لڑائی کے لیے جمع تھین اور ان کی گاڑیان (گردون) لشکر کے عقب کی طرف حرکت مین تھین، جانبین کے لشکر اب اس طرح مقابل ہو گئے تھے کہ لڑائی سے کسی کا بھی ہٹنا ممکن نہ تھا، دونون لشکرون سے ایک ایک سپاہی لڑنے نکلا، تلوار کے دو دو ہاتھ چلنے کے بعد ایک نے منھ موڑ کر بھاگنا چاہا مگر بھاگنے کو جگہ نہ ملی، توقتمش کے آدمیون کو حیرت تھی کہ تاتاریون نے یہان اس طرح ڈیرے ڈالے ہین کہ گویا شمال کی یہ کل سرزمین ہمیشہ سے انھی کی ملک چلی آتی ہے، لیکن واقعہ یہ تھا کہ تیمور اپنے لشکر کے گھوڑون کو آرام اور اپنی سپاہ مین جان پیدا کر رہا تھا،

قراولون کی جماعتین جو دور دور بٹھادی گئی تھین بالکل ہوشیار تھین اور حکم تھا کہ رات

کوکہین روشنی نہ کیجائے، تیمور نے آخری وقت مین امرا کو جمع کر کے کوئی مجلس نہین کی، توا چی اس کے گرد قالینون پر سو گئے، قاصد اور ہرکارے اپنے گھوڑون کے پاس مع اُن سردارون کے جو سراپردہ امیر پر پہرا دے رہے تھے رات بھر بالکل تیار کھڑے رہے امیر تیمور گورگان زرہ پہنے ہتھیار لگائے چراغ کے سامنے بیٹھا شطرنج کی بساط پر کاٹ کے سپاہیون کو لڑاتا رہا، کبھی کبھی نیند کا ایک آدہ جھونکا بھی آجاتا تھا،

کل انتظام ختم ہو چکا تھا، لشکر جس ترتیب مین عموماً کوچ کیا کرتا تھا اسی کے مطابق کل فوجین سات حصون مین تقسیم کر دیگئی تھین[۲]، لشکر کے بائین بازو یعنی جرنغار مین ہراول کی فوج اول اور اس کے پیچھے فوج دوم بطور مددگار کے تھی، یہی ترتیب قلب لشکر (قول) مین تھی، قول کے عقب مین تیمور خود فوج محافظ اور نامی نامی مردان پیکار آزمودہ کار کو ہمراہ لیے موجود تھا، قول یعنی قلب لشکر مین سب سے ادنیٰ قسم کی سپاہ بھری تھی، لیکن دائین بازو یعنی برنغار مین جسکا برائے نام سپہ سالار تیمور کا نوعمر فرزند شہزادہ میران شاہ تھا، بڑے بڑے نامی امرائے جنگ آور جو ذرہ پوش رسالون کے افسر تھے حاضر تھے، یہین اُن جانبازون کا مجمع تھا جو ہر وقت موت کی تلاش مین رہتے تھے، شیخ علی بہادر اور دیگر بہادران تولوچن کی دلاوری درجۂ دیوانگی کو پہنچی ہوئی تھی جمع تھے،

اور اسی برنغار کو جس مین بڑے بڑے ارباب شہامت حاضر تھے تیمور نے حکم دیا کہ صبح ہوتے ہی دشمن پر سب سے پہلے حملہ کرے، چنانچہ امیر سیف الدین نے جس کے زیر فرمان اس وقت

---

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۰۰ [۲] جانبین کے لشکر کے تعبیہ و ترتیب کے متعلق دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحات ۵۳۱-۵۳۵،

پانچہزار سوار تھے دار وگیر کا شور برپا کر کے غنیم پر یلغار بول دیا

مقابل مین توقتمش کا لشکر نصف دائرہ کی شکل مین آراستہ تھا اور اس نصف دائرہ کے دونون سرے اس طرح پھیلے تھے کہ گویا تیموری لشکر کے برنغار اور جرنغار دونون کو انھون نے اپنی کولی مین لے لیا تھا، توقتمش کے لشکر کا بایان بازو حرکت مین آکر امیر سیف الدین پر بڑھا، توقتمش کے لشکر نے جس کا پھیلاؤ طول مین دو میل کا تھا ایسا شور برپا کیا کہ تیموری لشکر کے سات فٹ لمبے بوق ونفیر کی مہیب آوازین بھی اسمین کارگر نہ ہو سکین، تمام جنگ سوائے ان مقامات کے جہان امیر تیمور بذات خود وارد ہو سکتا تھا بالکل امرائے فوج کے ہاتھ مین تھی،

تیمور کے لشکر سے ایک اور فوج نے امیر سیف الدین کو مدد پہنچانے کے لیے دشمن پر دھاوا کیا اور دایان بازو یعنی برنغار کل کا کل گھوڑے سرپٹ ڈال کر تیرون کے مینھ مین آندھی کی طرح غنیم پر چلا، سیراوردہ کی سپاہ تیموری رسالون کے اس سخت حملہ کی تاب نہ لاسکی، تیمور نے اب لشکر کے قول کو حکم دیا کہ شہزادہ میران شاہ کی مدد کو بڑھے،

لہ تیمور نے اپنی فوج کے پرانے تجربہ کار اور مشہور ولاور تاتاریون کو لشکر کے دائین بازو یعنی برنغار پر حسب معمول مقرر کیا تھا، برنغار مین ایک فوج آگے جسے ہراول برنغار کہتے تھے اور ایک فوج اس کے پیچھے بطور مددگار کے رہا کرتی تھی، اور لائق ترین ماہران جنگ ہمیشہ اسی برنغار کے ہراول مین ہوا کرتے تھے، لڑائی کے وقت برنغار دستے قائم کر کے نقل وحرکت کرتا تھا، اور ہمیشہ دشمن کے بائین بازو والی فوج کا بالکل قلع قمع کر دیتا تھا، تیمور لشکر کے بائین بازو یعنی جرنغار کو اس وقت تک کام مین نہ لاتا تھا جب تک کہ برنغار آگے بڑھکر دشمن سے الجھ نہ جائے تیمور خود فوج قلب (قول) کے عقب مین ایک بڑی بہادر اور مضبوط فوج کی جو اس کے قریب ہوتی تھی سرداری کرتا تھا،

اس فوج محفوظ کو لیکر تیمور لشکر کے جرنغار یا برنغار جس کسی کو کمزور دیکھتا مدد پہنچاتا تھا، جب تک لڑائی ختم نہ ہوتی خود حرکت نہ کرتا،

فوج قلب (قول) مین کیا کیا پیش آیا اس کا حال نہین معلوم، جانبین کے سوا اور گھوڑے
تمام میدان جنگ مین گتھے ہوئے نظر آتے تھے، کبھی بڑھکر کبھی ہٹ کر کبھی مڑکر دشمن پر دشمن کی
تلوار تڑپ رہی تھی، گوشت و پوست کے پرخچے اڑ رہے تھے، اور تیرون کی یہ کیفیت تھی کہ ہوا
مین بجلیون کی طرح چمک چمک کر موت کا مینھ برسا رہے تھے، زخمی سوار بھی کاٹھیون سے پلٹے
ہوئے تلوار کا ہاتھ برابر چلاتے تھے، اور ہتھیار اُن کے بھی بیکار نہ تھے جن کی جان لبون پر تھی،
رحم کا نہ کوئی خواہان تھا اور نہ کسی کو کسی پر رحم آتا تھا، جب تک سارے جسم کا خون نکل کر کاٹھی سے
مردہ سوار زمین پر گر کر گھوڑون کے سمون سے نرم مٹی مین نہ کچل جاتا لڑائی سے ہٹنا اُسے نہ آتا،
لڑائی کے میدان مین تاتاریون کے دست چپ یعنی جرنغار مین بمقابلہ دشمن کے برنغار
کے سپاہ کی تعداد کم تھی، اس لیے بار بار ایسا ہوا کہ دشمن کے حملے پر اسے پیچھے ہٹنا پڑا، تیمور کی جانب
سے قبیلہ سلدوز کی صفین ٹوٹ کر بے ترتیب ہوگئین لیکن شہزادہ عمر شیخ نے اپنا علم سرنگون نہ ہونے
دیا، اب توقمش فوج لیکر اس طرف آیا اور تاتاریون کے قلب لشکر مین سے گذرتا ہوا اس کے
عقب مین پہنچا،

۱۲۵ تیمور نے جو اس وقت فوج قلب کے ساتھ آگے تھا توقمش کے رایت کو دیکھا کہ بائین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵) فوج قلب (قول) کے گرد خندق ہوتی تھی، تیمور اس فوج کو اس وقت تک باہر نہ نکالتا جب تک کہ اس کے بہادر سوارون کے رسالے دشمن کو اپنے یلغار کے قیامت خیز تصادم سے بدحواس نہ کر دیتے تھے،
تیمور ایسی جنگ کو جس مین باقاعدہ ترتیب و تعبیہ کے ساتھ کھلے میدان لڑائی ہو سب سے زیادہ پسند کرتا تھا، اس طرز کی لڑائی مین جہان خود فوج محفوظ کو لیے کھڑا ہوتا تھا وہ مقام گویا مرکز ہوتا تھا اور اس مرکز سے سامنے کی فوجون کو پرکار کی طرح ترچھی رخ برغار کی طرف پھرا دیتا تھا، اور جب فوج قلب آگے بڑھتی تو جرنغار اسکی جگہ آجاتا، لشکر کے تزوک صف آرائی مستقل اور مقرر تھے، ہر فوج اپنے مقام اور فرائض منصب سے بخوبی آگاہ تھی، (مصنف)

طرف جہان تیمور کی فوجین لڑ رہی تھین اور جہان خود تیمور اس وقت کھڑا تھا اس کے بیچ مین اُتر رہا ہے،

بہادر اور جانباز فوجین جواب تک محفوظ تھین تیمور انہین لیکر آگے بڑھا اور توقتمش پر یلغار کیا، اس سخت دھاوے کو دیکھکر اور تیمور کے عَلَم کو دیکھکر کہ قریب آرہا ہے اور تاتاری سوارون کے خود بھی چمکتے ہوئے نزدیک آتے معلوم ہو رہے ہین توقتمش سمجھا کہ بس اب موت بھی دور نہین ہے، امراے سیراوردہ کو جو قریب تھے ساتھ لے کر توقتمش میدان سے ہٹ کر اس خون خرابے سے باہر آیا اور مغرب کی طرف گھوڑا دوڑاتا ہوا بھاگا اور اپنے ہزارہا لوگون کا جو میدان جنگ مین لڑ رہے تھے کچھ خیال نہ کیا، توقتمش موت کے سایے سے ڈر کر بھاگا،

خانِ سیراوردہ جب اس طرح میدان سے فرار ہوا تو سیراوردہ کا عَلَم بھی سرنگون ہوا[1]،

---

[1] سیراوردہ پر تیمور کی لشکرکشی اور توقتمش پر فتح پانے کے حالات ظفرنامے کی جلد اول مین ۴۹۹ صفحے سے ۵۰۱ صفحے تک ملین گے، یہ لڑائی ۷۹۲ھ ۱۳۸۹ء مین ہوئی تھی،

اٹھارہوان باب

روس کا شہر موسکو

تاتاری اب آرام سے کوچ کرنے لگے، تو قتمش کے خیمہ و خرگاہ پر تو قبضہ ہو ہی چکا تھا سامان خورد و نوش اور گھوڑون کی کمی اب انھین کیون ہوتی، تیمور نے لشکر کے دس قشونون مین سے سات قشون بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب مین روانہ کئے[1]، کیونکہ تو قتمش کیساتھ جو امراے سیر اوردہ بھاگے تھے ان کے علاوہ بھی لشکر کے بہت سے سردار علم گرگرتے ہی اپنے اپنے الوس لیکر فرار ہوئے تھے، سیر اوردہ کی سپاہ جو مرنے یا بھاگنے سے بچی تھی اس کو تاتاریون نے ہٹاتے ہٹاتے دریاے آتل کی مشرقی دلدل تک پہنچادیا اور وہان اسکے ہزارون آدمیون کو قتل کردیا، مورخ لکھتا ہے کہ اس لڑائی مین اور لڑائی کے بعد بھاگنے مین

---

[1] "صاحبقران تمام لشکر را از دہ نفر ہفت نفر گزین کردہ بیگانشی در عقب گریختگان بفرستاد، و بہادران دلاور از پئے دشمنان چون برق جہندہ شتاب روان شدند، و آن روز برگشتگان را از پیش آب آتل بود و از پس شمشیر قاتل...... نہ از پیش راہ نہ از پس امان.... لاجرم در میان دو سیلاب چناں بیشتر ایشان را آب زندگانی برخاک ہلاکت ریختہ شعلہ حیات شان بباد فنا بر نشست و اندک مردمے از آن گرداب بلا جریدہ بیرون توانستند رفت، و زن و فرزند و مال و اسباب ایشان تمام بدست لشکر منصور افتاد" (ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۴۵،۵۴۶)

دشمن کے ایک لاکھ آدمی مارے گئے،

اب پھر شکار کا حلقہ ڈالا گیا، مگر اس مرتبہ جانوروں کے لیے نہین بلکہ اس غرض سے کہ دریائے آتل سے ملحق علاقون مین جس قدر شہر اور گاؤن ملین ان کو اچھی طرح چھان ڈالین۔ جنوب کی طرف جو مقابلۃً گرم ملک تھا تاتاری روانہ ہوئے، راستے مین جس قدر بھیڑین گائے بیل اور اونٹ ملے انھین پکڑ لیا اور اپنے گھوڑون کی تعداد مین بھی خوب اضافہ کیا، گیہون کی تیار فصلین کھیتون سے کاٹ لین، گاؤن اور قصبات مین مکانات لکڑی کے ہوتے تھے ان مین بے دریغ داخل ہو کر جس قدر حسین لڑکیان اور کمسن لڑکے ملے انھین گرفتار کر کے ساتھ لیا، اسی طرح جب روس کے ملک مین پہنچے[1] تو وہان بھی بڑی دولت لوٹی، سونے اور چاندی کی اینٹین، قاقم اور سنجاب کے پوستین لوٹ کر ان کے انبار لگا دیئے، غرض اتنا مال ملا کہ ہر تاتار سپاہی اور اس کی آل اولاد کی باقی عمر کے لیے کافی تھا،[2]

---

[1] ظفرنامے مین روس پر چڑھائی کے حال مین لکھا ہے "حضرت صاحبقران بجانب مسکو (موسکو) کہ ہم از شہرہائے روس است نہضت فرمودو آنجا رسیدہ سپاہ ظفر پناہ تمام آن ولایت را از شہر و بیرون بتاختند و مجموع امرار آنجا منکوب و مخذول ساختند،

بنیروے بازوے شمشیر تیز	برآوردہ از روسیان رستخیز
زبس روسی برہم انداختہ	شدہ دشت و کوہے برافراختہ

(ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۷۵۸ - ۷۶۲)

[2] "وغنیمت بسیار بدست لشکریان افتاد،

ز رکانی و نقرہ زیبقی	کہ مہتاب را داد بے رونقی
ز کتان و انطاکئے خانہ باف	زدہ کوہ بر کوہ چون کوہ قاف
بہ خروار ہا قند ز تیغ دار	سمور سیہ نیز بیش از شمار
ز قاقم ز چندان فرد بستہ بند	کہ تقریر آن کرد شاید کہ چند
فروزندہ سنجاب و روباہ لعل	ہمان کرہ اسپان نا دیدہ نعل

(سمور، قاقم - سنجاب، روباہ لعل یہ سب جانورون کے نام ہین جن کے پوستین نہایت نرم اور گرم ہوتے تھے) ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۶۱ - ۷۶۲، (مترجم)

ہر سپاہی کے پاس اب قیمتی کپڑون کے تھان، سنجاب اور روباہ لعل کے پوستین ایک ایک خچر کے بوجھ کی برابر ہو گئے، اور غول کے غول ایسے ناکند بچھیرون کے انھون نے پکڑ لیے جن کے ابھی نعل بھی نہ لگے تھے، سب قسم کا مال اس کثرت سے ملا کہ ہر شخص اس کو سنبھال نہ سکا، اور بہت کچھ پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھے، جنوب کے میدانون مین جا کر تاتاری فوجین پھر یکجا ہو گئین اور تیمور نے یہان سب کو ایک ہفتہ تک مقیم رہ کر جشن و طوئی کا حکم دیا،

اس جگہ سے تاتاری بے انتہا خوش تھے، اونچی اونچی گھاس سے گرم ہوا کے جھونکے آتے تھے، دریا کی موجون کا شور ہر وقت کانون مین تھا، اب جاڑا پالا پرانا قصہ ہو چکا تھا، چاندنی کھلتی تھی تو ایسی تیز کھلتی تھی کہ پرکاہ تک نظر آ جاتا، اور آسمان پر جو بادل گذرتے تھے سبزے کے اس لہراتے دریا پر اپنا عکس ڈالتے تھے،

۱۲۷

رات کو جھینگرون کی زفیل، ایکہرے سُر کی لگاتار آواز کبھی کبھی پرندون کے اڑنے کی ہلکی ہلکی صدا، زمین کی سوندھی سوندھی خوشبو سرور کسل و کاہلی مین اور بھی زیادہ موجب نشاط تھی، اس وقت کی سستی و آرام پر تیمور کو کوئی اعتراض نہ تھا، توقتمش کے سراپردے اور بارگاہ مین جنکا مالک اب تیمور تھا اپنے امراء کے ساتھ صاحبقران نے دربار کیا، درون پر حریر کے پردے لٹکے تھے، چوبون پر سونے اور چاندی کے خول چڑھے تھے، فرش پر گلاب چھڑکا جاتا تھا، اسیران جنگ ضیافت کے وقت فاتحون کے سامنے کھانے کی قابین لا کر رکھتے تھے،

ضیافت شروع ہوتے ہی مطرب و مغنی طلب ہوئے، ان کے پاس بانسریان اور دوتارے تھے آتے ہی امیر اور امیر کے بہادرون کی شان مین فردۂ ظفر قبچاق کے عنوان سے ایک ترانہ گایا، لیکن جب دسترخوان بڑھایا گیا اور جام و ساغر سامنے رکھے گئے تو گانا موقوف

نے بھی ٹھاٹھ بدلا،

زلحنِ مغنی و آوازِ ساز ‏ ‏ بچرخ آمدہ زہرۂ دلنواز[1]

اب گرجے گونجتے سازمین دلیری وشجاعت کے قصّے نہ تھے بلکہ صدائین نرم اور دلگداز ہو تی گئین حتیٰ کہ بلبلان اور بانسریون کے میٹھے میٹھے سُر باقی رہ گئے،

جشن مین مصروف فاتحون کے لیے شہد کا شربت، عرق ونبید اور تیز شرابون کے شیشے آنے لگے،

قمر بود و بال ونبید و عرق ‏ ‏ جہان را پر از نقش شادی ورق
ز آمد شدِ ساقیان با قدح ‏ ‏ فلک را دل از جائے جست از فرح

جن کے ہاتھون مین یہ شیشے اور صراحیان تھین وہ صدہا پری چہرہ عورتین تھین جو اپنے حسن کی وجہ سے اسیر ہو کر یہان تک لائی گئی تھین اور اس وقت حسب دستور بے نقاب کردی گئی تھین، لباس کم تھا، شانون پر بال بکھرے تھے، اور اپنی اپنی قوم کے عاشقانہ گیت ان نئے آقاؤن اور مالکون کے سامنے گاتی تھین،

دریائے آتل کے کنارے جشن کے دن جب ختم ہو لیے تو تیمور نے لشکر کو امیر سیف الدین کے سپرد کیا اور خود تیزی سے منزلین طے کرتا ہوا اسمرقند روانہ ہوا، سمرقند کے لوگون کو

(حاشیہ صفحہ ۱۹۰) [1] "نوائے مطربان خوش الحان زمزمۂ طرب وشادمانی در عشرتگاہ ناہید انداختہ ونغمہ سرائی بزم بہجت واہتزاز این ترانۂ دلنواز در پردہ کامرانی ساختہ،

کہ جاوید صاحبقران شاد باد ‏ ‏ ز عدلش جہان یکسر آباد باد
برو آفرین از جہان آفرین ‏ ‏ کہ نازد بفرش زمان وزمین
فلک بندہ واخترش یار باد ‏ ‏ خدائے جہانش نگہدار باد

(ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۵۳) [2] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۵۱،

آٹھ مہینے سے اپنے امیر کا حال کچھ معلوم نہ تھا جب آمد کی خبر سنی تو بڑی دھوم سے استقبال کو اٹھے[1]

اب یہ خوف باقی نہ تھا کہ توقتمش پھر لشکرکشی کریگا، اس لیے سمرقند کو ہر بلا سے محفوظ سمجھکر منزل ارجمند کہنے لگے،

تیمور نے توقتمش کو اس کے حال پر اور سیر اوردہ کی وسیع سلطنت کے شمالی حصہ کو اس کے مقسوم پر چھوڑا، یہ سچ ہے کہ اس ملک مفتوحہ پر حکومت کرنے کے لیے چنگیز خان کی اولاد سے ایک شخص کو تیمور نے سریر خانی پر بٹھادیا تھا، لیکن یہ ایک دکھاوے کی بات تھی، اس سے زیادہ کچھ نہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ توقتمش حملے کی غرض سے پھر نمودار ہوا،

۱۲۸ خلاصہ یہ کہ بڑی لڑائی کے تین برس بعد یعنی ۷۹۷ھ ۱۳۹۴ع مین توقتمش نے تیمور کی سرحد پر جو اب بحر خزر کے شمال تک آگئی تھی پھر ترک وتاز شروع کیا، تیمور کو جب اس حرکت کی خبر ہوئی تو اس نے توقتمش کو لکھا کہ

"یہ تجھ پر کیا بھوت سوار ہوا ہے کہ اپنے ملک مین نچلا نہین بیٹھتا، کیا آخری لڑائی بھول گیا، میری فتوحات کا حال تو خوب جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کسی کا مجھ سے لڑنا یا صلح رکھنا میرے لیے ایک ہی بات ہے، اب پسند کرلے کہ صلح رکھنی چاہتا ہے یا لڑائی، اور جو ارادہ ہو اس سے جلد اطلاع دے[2]"

---

[1] "و دیدہ اہالی مملکت از غبار موکب ہمایونش روشنائی یافت واشعہ آفتاب مسرت وشادمانی بر خواطر وضمائر اکابر واصاغر دیار تافت، شہزادگان وآغایان وامرا، ونوبییان،

برفتند یکسر ہمہ بانثار — ثنا خوان وشادان بر شہریار
فراوان از و گوہر افشاندند — بر و مدحت وآفرین خواندند

(ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۵۶) [2] "وحضرت صاحبقران مکتوبے بتوقتمش خان نوشتہ بود،

کہ اے بردہ دیو غرورت ز راہ — چرا پایۂ خود نداری نگاہ
چہ واری ندانم دگر در دماغ — کہ بر باد صرصر کشائی چراغ
فراموش کردی مگر آن نبرد — کہ از ملک وملت برآورد گرد

توقتمش تیمور سے پھر لڑا اور اس لڑائی مین تیمور جس قدر شکست کے لگ بھگ پہنچا ایسا پہلے کبھی پیش نہ آیا تھا، یہان تیمور کی ایک جھلک اس شکل مین نظر آتی ہے کہ چند بہادرون کے ساتھ لشکر سے علحدہ ہوگیا ہے، تلوار ٹوٹ گئی ہے اور دشمن نے ایسا دبایا ہے کہ ساتھ والون نے گھوڑون سے اتر کر اس کے گرد ایک حلقہ باندھ لیا ہے اور تاتاری سردارون مین سے ایک بہادر امیر نورالدین نے دشمن کے عرابون (گاڑیون) مین سے تین عرابے لاکر تیمور کے سامنے ایک پشتے کے طور پر قائم کردیئے ہین، تاکہ جب تک کمک پہنچے آقا کو دشمن سے محفوظ رکھا جائے، فوج کمک فوراً آئی اور لڑی اس معرکہ مین شہزادہ میران شاہ اور امیر سیف الدین زخمی ہوئے[1]،

لیکن اس لڑائی کے بعد سیر اوردہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا، توقتمش شمال کے صحراؤن کی طرف فرار ہوا، تمام قبائل والوسات جو اس کے تابع تھے پراگندہ ہوئے، ان مین بعض قبیلے پورے کے پورے قرم (کریمیہ، یورپ) چلے گئے، بعض اور نہ (یورپ) کو آباد کیا، اور بعض نے اور آگے بڑھ کر ہنگاریہ (یورپ) مین بود و باش اختیار کی، بہت سے الوس تیمور سے آملے،

سیر اوردہ کے پائے تخت یعنی سرائے کو جو دریائے اتل (وولگہ) کے کنارے آباد تھا تاتاریون نے بری طرح تاراج کیا، اس مرتبہ کئی شہر سیر اوردہ کے ایسے تھے جن کو تیمور نے مطلق

(بقیہ حاشیہ ۱۹۲)

بھر جا کہ نیروے من پے فشرد	مرا بود پیروزی و دست برد
چو کین آوری کین ستانی کنم	شوی مہربان مہربانی کنم
چو نامہ بخوانی نسازی درنگ	نمائی بمن صورت صلح و جنگ

(ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۲۷ - ۴۳۰)

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحات ۴۷۴ - ۵۰۰، تیمور اور توقتمش کی یہ لڑائی ولایت شاش مین دریائے ترک کے کنارے بیان ہوئی ہے، زمانہ ۷۹۶ھ ۱۳۹۴ء (مترجم)

امان نہ دی۔ سرائے کی طرف تیمور پلٹ کر آیا اور اس کے باشندون کو ایسے زمانے مین کہ جاڑا خوب زور پر تھا شہر سے باہر نکال دیا تاکہ سردی سے ہلاک ہو جائین، شہر کی عمارتون کو جو عموماً لکڑی کی تھین جلوا دیا، دریائے آتل کے کنارے شہر استراخان[1] پر حملہ کیا، روایت ہے کہ اس شہر کے حصار کو اس طرح بنایا تھا کہ پہلے پتھرون کی جگہ منجمد برف کے ٹکڑے چنے پھر ان پر پانی ڈالا اس پانی نے یخ بنکر برف کے ان ٹکڑون کو ایسا جوڑ دیا کہ وہ ایک سالم پتھر کی مضبوط دیوار بنگئے استراخان مین جس قدر فوج مغلون کی موجود تھی اُسے یہ بات جتا کر قتل کر دیا گیا کہ ایک مرتبہ بخارا پر یورش کر کے وہان کا ایک محل انھون نے جلایا تھا، اور یہ قتل اب اُسی کی سزا ہے، حاکم استرا خان کو دریا کی یخ بستہ سطح کے ایک سوراخ مین ڈال کر ہلاک کر دیا[2]،

[1] "حاجی ترخان (استراخان) بکنار آب آتل واقع است، حصار او را متصل بآب از کنار آن نہر کشیدہ اند تا باز بر آب رسیدہ، چنانچہ از یک جانب شہر آب بجائے حصار است و چون زمستان در آنجا یخ بنوعی می بندد کہ سطح آب حکم بسیط خاک می گردد، بر لب آب پارہاے یخ بجائے خشت و گِل دیوارے بنیاد می نہند و شب ہنگام آب بر آن می پاشند تا مجموع برہم بر بستہ یک لخت میشود و باین طریقہ بلند ساختہ حصار شہر بر آن دیوار یکپارہ از یخ مکمل می گردانند و دروازہ می نشانند۔۔۔۔۔" (ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۷۴-۷۷۵)

[2] "و صاحبقران بحاجی ترخان (استراخان) در آمد و بعد از حوالۂ مال امانی و تحصیل آن ہر چہ در آنجا بود از صامت و ناطق عرضۂ تاراج گشت و شاہزادہ پیر محمد با امراء از آب آتل بر روئے یخ گذشتند و بموجب فرمان (حاکم استراخان) محمدی را زیر یخ فرستادند، او طعمۂ ماہیان شد، و سپاہ ظفر پناہ سرائے را بگرفتند و آتش زدہ سوختند و احشام و صحرا نشینان آن نواح را مجموع غارت کردہ براندند و بیاوردند، و خراب کردن سرائے انتقام جسارتے بود کہ لشکر دشت (سیر اوردہ) در تخریب زنجیر سرائے (در بخارا) نمودہ بودند چہ در زمانے کہ حضرت صاحبقران بتسخیر فارس و عراق مشغول بود ایشان ماوراء النہر را خالی یافتہ تاخت کردند و سرائے قزان سلطان را کہ بہ زنجیر سرائے مشہور است خراب کردند لاجرم سرائے بدین گونہ زیر و زبر گشت،

(ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۷۵)

جس وقت تیمور کا پرچم دریائے ڈون (یورپ) کے کنارے کنارے آگے بڑھا تو روس کے مشہور شہر موسکو مین سب کو بے حد خوف پیدا ہوا، یہ خوف بے جا نہ تھا، والیان ریاستہائے روس کے رئیس اعظم اور روس کے لشکر نے لڑائی کی تیاری کی لیکن تیمور کے مقابلہ مین کامیاب رہنے کی امید کسی کو نہ تھی، حضرت مریمؑ کا سنگین بت جو موسکو سے وشاہی گورد کو بھیجدیا گیا تھا، واپس لانے کے لیے گاڑیان اور ٹھیلے دوڑائے گئے، اور بڑے جلوس اور اہتمام سے یہ بت پھر موسکو مین لایا گیا، روسی اس مورت کے سامنے زمین پر گھٹنے ٹیک کر بڑی آہ وزاری سے کہتے تھے کہ "اے ام خداوند، روس کو بچالے"۔

۱۲۹

روسی ابتک یہی کہتے ہین کہ اس دعا کی وجہ سے موسکو تیمور کے ہاتھ سے بچ گیا، اور دریائے ڈون کے کنارے کچھ دور بڑھکر وہ اُلٹے قدم واپس چلا گیا، یہ نہین معلوم کہ کیون واپس چلا گیا[1]، لیکن موسکو کی اس جان بخشی سے یورپ کے ان شہرون کو موت کا سامنا ہو گیا جو بحر آصف کے

---

[1] یاد رکھنا چاہیے کہ اس واقعہ سے سات برس پہلے توقتمش (خان سیر اوردہ) نے موسکو کو جلادیا تھا، اب زمانہ یہ آیا کہ تیمور نے توقتمش کو اس کے مقبوضات سیر اوردہ سے محروم کردیا، موسکو جس کی آبادی کچھ اوپر پچاس ہزار تھی تیمور کو ایک معمولی شہر نظر آیا جو اتفاق سے راہ مین آگیا تھا، تاریخ کی اکثر کتابون مین بیان ہوا ہے کہ تیمور نے موسکو پر حملہ کرکے اس کو فتح کرلیا، لیکن روسی مورخون کو اس سے قطعی انکار ہے، (مصنف)

تیمور کے حملے کے چار برس بعد روسیون کی طرف سے اتنا ہوا کہ ولایت لیتھوانیہ (یورپین روس کا شمال مغربی حصہ) کے رئیس دیتوت (ویٹولڈ) نے اُن تاتاریون کے مقابلہ مین ایک قسم کی مجنونانہ جنگ صلیب شروع کردی جو جنوبی اضلاع روس مین آباد ہو گئے تھے، لیکن تیموری سرکار کے دو تاتاری خانون نے لیتھوانیہ، پولستان اور گالیشیہ والون اور ٹیوٹن شہسوارون کے رئیس اعظم کو شکست فاش دی، اس لڑائی کو مورخون نے بہت کم بیان کیا ہے، اس کے حالات ہم نے اس کتاب کے تعلیقہ نمبرہ مین بصراحت بیان کئے ہین، یہ تیمور کی تلوار تھی جس نے روس کو اس قابل کیا کہ سیر اوردہ کے حکمران مغلون کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکین، (مصنف)

کنارے آباد تھے، ان شہرون مین وینس (اٹلی) جنیوا (اٹلی) قیطلونیہ (اسپین) اور بشلتش (اسپین) کے جس قدر لوگ تھے وہ سب تیمور کی تلوار کی نذر ہو گئے، اور مغلون کے ادن بندرگاہون مین جہان بردہ فروش اپنے بازار لگاتے تھے یا اور قسم کی تجارت ہوتی تھی وہان خروس آتش نے اپنی بانگ بلند کی، (یعنی یہ بندرگاہ جلا دیئے گئے)

جاڑے کی دھوپ اور خاکی رنگ آسمان کے سایے مین دولت مغلیہ کے ویرانے پر تیمور چل رہا ہے، ممالک سیرآوردہ آل جوجی پسر چنگیز کی قلمرو تھے، اور اب اُن کا اقبال اور چنگیز خان کے آئین و تزوک پر عملدرآمد دنیا سے رخصت ہوتا ہے، سوائے دشت گوبی اور اقطاع شمال کے اب خانان مغل کے قبضہ مین کچھ باقی نہین رہتا،

شمال کے اضلاع کو آخری مرتبہ چھوڑنے کے بعد تیمور کو شوق ہوا کہ بحر خزر کے گرد جو کوچ تمام کیا ہے اُسے ختم کیا جائے، اور اس دور کو پورا کرنے کے لیے کوہستان قفقاز سے جو بیچ مین آتا ہے کسی طرح راستہ نکالا جائے،

سیراوردہ اور استراخان کی فتح کے بعد تیمور کے لشکر مین قپچاق[1] کے قبیلے اور قارلق[2] کے الوس یعنی برفستانون کے باشندے اور شامل ہو گئے اور اب اس لشکر نے تنگ و دشوار پہاڑی درون اور جنگلون کو جو دیوارون کی طرح کھڑے تھے اور جنہین سے گذشتہ زمانے کے لشکر کشون نے گذرنا غیر ممکن سمجھا تھا طے کرنا شروع کیا، ضرورت اسکی ہوئی کہ سڑک بناتے جاتے مین اور آگے بڑھتے جائین اور گرجستان کی جنگ آور قومون کے قلعون کو جو عقاب کے آشیانون

[1] قپچاق، لفظ قپوق سے مشتق ہے، قپوق کے معنی کھوکلے درخت کے ہین، دیکھو حبیب السیر جزو اول حصہ سوم صفحہ ۶، سطر ۱۰-۱۱، [2] قارلق = خداوند برف، دیکھو حبیب السیر جزو اول حصہ سوم صفحہ ۶، سطر ۱۲-۱۳ (مترجم)

کی طرح پہاڑون کی چوٹیون پر واقع تھے اور تیمور کی راہ مین قدم قدم پر بڑی جسارت اور بیباکی سے مزاحم ہوتے تھے فتح کرتے چلین ؛

گرمیون کی صرف ایک فصل مین یہ سخت مرحلہ طے کر لیا گیا، وجہ یہ تھی کہ تیمور نے اس زمانے مین اپنے لشکر سے وہ وہ کام لیے تھے جنکا انجام دینا انسان کی قدرت سے باہر معلوم ہوتا تھا، جنگل ایک مقام پر اس شکل کا آیا کہ نیچے نیچے درختون کے جھاڑ جھنکاڑ پر اونچے اونچے درخت چھائے ہوئے تھے، بیلون اور جھاڑیون کے ہجوم مین گرے ہوئے درختون کے زبردست تنے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کالے کالے دیو زمین پر لمبی تانے ہین، اور جنگل ایسا گھنا اور گنجان تھا کہ ہوا تک اس کے آر پار نہ ہو سکتی تھی کہین کہین پتون مین سے کچھ کچھ دھوپ چھنتی تھی باقی ہر جگہ تاریکی اور غبار چھایا تھا، یہ مقام ایسا آیا کہ بڑے بڑے درختون کو کاٹ کر راستہ بنانے کی ضرورت ہوئی،

۱۴۰

اس جنگل کے قریب ہی ایک قوم پہاڑون مین آباد تھی ان کا قلعہ اتنا اونچا تھا کہ اسکا تسخیر کرنا غیر ممکن معلوم ہوتا تھا[1]، قلعے کی بلندی کا یہ حال تھا کہ جب تاتاری اس کی طرف دیکھتے تھے تو چکر آنے لگتا تھا، اور ایک تیر پرتاب کی زد سے اس کی چوٹی باہر تھی، تیمور نے اس قلعے سے خالی گذر جانا منظور نہین کیا، اس کو ہرگز گوارا نہ تھا کہ پہاڑون مین جو راستہ وہ بنا رہا ہے اس کے کنارے کا ایک قلعہ بھی صحیح و سلامت چھوڑا جائے،

تیمور نے اپنے لشکر سے بدخشانیون کو طلب کر کے حکم دیا کہ قلعہ تک پہنچنے کا راستہ نکالین،

---

[1] اس قلعے کی فتح کے حالات ظفرنامے کی پہلی جلد مین صفحہ ۷۰۶ سے شروع ہوئے ہین، قلعہ کا نام قلعہ کولا ودلی لکھا ہے، یہ دونون نام ان سرداروں کے تھے جو اس قلعے مین رہتے تھے، (مترجم)

بدخشانی پہاڑون کے رہنے والے تھے جو کوہ روی مین بڑے مشاق تھے، جب اپنے وطن مین تھے تو ایسے ہی پہاڑون مین بزکوہی کا شکار کھیلا کرتے تھے، حکم پاتے ہی پہاڑون پر انھون نے چڑھنا شروع کیا لیکن ہار کر تیمور کے پاس آئے اور عرض کیا کہ بالکل اوپر تک پہنچنا ممکن نہین، لیکن تیمور اپنے ارادہ سے کب ٹلتا تھا، ایک دوسرے پہاڑ پر خود پہنچا اور وہان سے قلعہ والے پہاڑ کا معائنہ کیا، اور حکم دیا کہ چند نردبان تیار کئے جائین اور ایک نردبان کے سرے پر دوسرا نردبان رسیون سے باندھا جائے،

نردبان تیار ہونے پر ان مین رسیان باندھی گئین اور دونون طرف اونچے درختون مین ان رسیون کو ڈال کر اس طرح گھسیٹا کہ ایک نردبان تین سو فٹ بلند چٹان سے جا لگا، اس نردبان کا اوپر کا سرا چٹان مین ایک چھجے کے قریب لگایا، جب سپاہی اس پر چڑھتے ہوئے چھجے پر پہنچے تو اس نردبان کو اوپر گھسیٹ کر پھر چٹان سے لگایا اور اس طرح اور اوپر پہنچکر پھر یہی عمل کیا، تاتاری جو پتھرون کے گرنے یا قلعہ والون کے تیرون سے زخمی ہو کر پہاڑ کے نیچے نہین گرے وہ اوپر چڑھنے مین طنابون کے ذریعہ سے ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے،

لشکر کے بعض لوگ قریب کے ایسے اونچے چٹانون پر چڑھ گئے جہان سے وہ قلعہ پر تیر برسا سکتے تھے، غرض جب بہت سے تاتاری قلعہ تک پہنچ گئے تو گرجستان کی اس قلعہ نشین قوم نے ہتھیار ڈال دیئے،

اس طریقے سے لشکر پہاڑی قلعون کو فتح کرتا ہوا اور بڑے بڑے وادیون سے گذرتا ہوا بحر خزر کے کنارے پہنچا، اب اس لشکر کے سامنے کوہ البرز کا سلسلہ تھا جس سے شمالی ایران کی سرحد قائم ہوئی ہے، یہان کے قلعے بھی گرجستان کے قلعون کی مانند مضبوط تھے، تیمور جس

قلعے پر پہنچا قلعہ والون کو طلب کر کے اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا جس نے اطاعت قبول کر لی، اس کو امان دیگئی،

تیمور کے دو محاصرے تاریخ مین یادگار چلے آتے ہین، ایک محاصرہ کلات[1] کا اور دوسرا محاصرہ تکریت[2] کا، کلات ایک بہت بلند مگر مسطح قلعہ زمین پر واقع تھا جہان پانی کے چشمے اور مویشیون کے لئے چراگاہ موجود تھے، چارون طرف تنگ و تاریک پہاڑی درے تھے اور ان کے بیچ مین یہ حصار بڑی بلندی پر واقع تھا، اور جس پہاڑ پر قلعہ تھا اس کی شکل ایسی تھی کہ قلعہ کی فصیلون کے باہر اتنی زمین نہ تھی کہ کوئی لشکر اس پر اتر سکے، درون مین سے گذرنا مشکل اور چٹان ایسے بلند اور سیدھے اٹھے ہوئے تھے کہ ان پر چڑھنا اور پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنا غیر ممکن تھا | اسی حصار ۱۳۱

[1] کلات جس کو محض قلعہ بھی لکھا جاتا ہے ملک خراسان کے مغربی علاقہ نیشاپور مین شہر نیشاپور سے شمال مشرق مین تقریبًا ۸۰ میل کے فاصلے سے واقع ہے، یہ پہاڑون مین ایک قدرتی حصار ہے جس کا دوسرا نام آجکل قلات نادری ہے، یہ نام اس وقت سے ہوا ہے جب سے کہ ایران کے بادشاہ نادر نے (اٹھارہوین صدی عیسوی، بارہوین صدی ہجری مین) یہان اپنا خزانہ رکھنا شروع کیا، تیمور نے اس قلعہ کو غالبًا ۷۹۸ھ/۱۳۹۶ء کے آخر یا ۷۹۹ھ/۱۳۹۵ء کے شروع مین فتح کیا تھا (دیکھو لی استرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، انگریزی صفحہ ۳۹۵)، حصار کلات کی فتح کے حالات ظفرنامے کی جلد اول مین صفحات ۳۷-۳۴۳ پر بیان ہوئے ہین، (مترجم)

[2] تکریت، ملک عراق مین بغداد سے شمال مغرب اور سامرا سے ۳۰ میل شمال مین دجلے کے مغربی کنارے پر آباد ہے، یہ ملک عراق کا آخری شہر عراق کی سرحد پر شمار کیا جاتا ہے، (دیکھو لی استرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، انگریزی صفحہ ۵۱)، فتح تکریت کے حالات ظفرنامے کی پہلی جلد کے صفحہ ۶۴۳ سے شروع ہوئے ہین، اور اس فتح کی تاریخ ۲۵ محرم ۷۹۶ھ درج ہے، (مترجم)

مصنف کتاب نے کلات اور تکریت کے نام ایسے پاس پاس لکھے ہین کہ خیال ہوتا ہے کہ وہ پاس پاس واقع بھی ہونگے مگر ان دونون مین تقریبًا ساڑھے آٹھ سو میل کا فاصلہ ہے، دونون کے فتح ہونے کے زمانہ مین البتہ زیادہ فصل نہین ہے (مترجم)

مین بعد کو بادشاہ ایران (نادر شاہ) اپنا خزانہ رکھا کرتا تھا،

جب حصار کلات پر حملے کی کوشش کا کچھ نتیجہ نہ نکلا تو تیمور نے تمام درون پر جن سے گذر کر قلعہ پر پہنچتے تھے فوجین بٹھا دین اور اس طرح کلات کا محاصرہ شروع کر دیا۔ تیمور خود وہان سے دوسری طرف روانہ ہوا، کچھ دنون کے بعد قلعے مین وبا پھیلی، قلعہ والے باہر نکلے۔ ان کے باہر نکلتے ہی تیمور کی فوجون نے حصار فتح کر لیا۔ حصار کے دروازے اور دروازون تک پہنچنے کے درے آیندہ کے لیے درست کر کے محفوظ کر دیے گئے،

دوسرا مقام یعنی حصار تکریت دریاے دجلہ کے کنارے ایک بلند پہاڑ پر تھا، دریا اس پہاڑ سے ملا ہوا بہتا تھا، یہ ایک خود مختار قوم کا قلعہ تھا جو قافلون کو بے دریغ لوٹا کرتی تھی۔[۱] تکریت کو پہلے کسی نے فتح نہین کیا تھا،

جس وقت تیمور یہان پہنچا تو قلعہ کے سردارون نے فیصلہ کر لیا کہ قلعہ ہرگز تیمور کے حوالے نہ کرین گے، چنانچہ قلعہ مین آنے کے جس قدر دروازے تھے ان کو پتھر اور چونے سے تیغہ کر دیا۔ اب ایک دن برغو کی آواز اور سورن کے نعرے سنائی دیتے، پہاڑ کے نیچے جس قدر مورچے اور پشتے تھے ان پر تاتاریون نے قبضہ کر لیا، تکریت والون کو مجبورًا قلعہ بند ہونا پڑا، تیمور کے ھندسون نے فورًا پتھر پھینکنے کی کلین یعنی عرادے و منجنیق تیار کیے اور بڑے بڑے شہتیر زمین مین نصب کر کے عرادون کو ان پر جمایا اور جب اس نے پتھر پھینکے تو معلوم

---

[۱] ۔ وجمعے مفسدانِ متمردان (تکریت) را پناہ جستہ اند و سر عصیان برآوردہ پاے از جادہ راستی بیرون نہادہ اند و راہ گذرندگان بستہ دست تعدی و تطاول بنہب و غارت مال مسلمانان برکشودہ اند و پیوستہ کاروان شام و مصر را میزنند۔ ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۴۴،

ہوا کہ قلعہ مین پتھر بخوبی پہنچتے ہین، پھر کیا تھا اتنے پتھر برسائے کہ قلعہ مین جسقدر مکانات تھے اونکی چھتین ایک ایک کرکے بیٹھ گئین،

لیکن اس قسم کی غارتگری سے محصورون کو کچھ زیادہ تردد نہ ہوا، حصار کی دیوارین اتنی بلند تھین کہ عرادون کے پتھرون سے ان دیوارون کو کوئی نقصان نہ پہنچتا تھا، تیسری شب کو تیمور کا ایک فوجی سردار سید خواجہ نامی قلعہ کے ایک باہر والے برج پر چڑھ گیا اور اس پر قبضہ کرلیا، لیکن قلعہ کی فصیل کے قریب قدم نہ جاسکا،

او نچے شہتیر نصب کرکے ان پر عارضی سائبان ڈالے اور ان سائبانون کی آڑ مین تاتاری هندسون اور سرنگ لگانے والون نے اپنا کام شروع کیا، نیچے تین سے پاڑین باندھکر فصیل کی جڑ تلک پہنچ گیے جو پہاڑ پر قائم تھی،

اب فصیل کے مختلف حصے تاتاری سپاہ کے مختلف دستون مین تقسیم کردیئے گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ بہتر ہزار آدمیون نے چھینیان اور کٹنیان بیلچے اور بیرم لیکر پہاڑ مین دیوار کی بنیاد کو کھودنا شروع کیا، یہ کام باری باری سے شبانہ روز جاری رکھا گیا، فوج کے ایک دستہ نے دیوار کے نیچے پہاڑ مین بیس فیٹ کے قریب نقب لگائی جہان نقب لگاکر بنیاد کو کھوکلا کرتے تھے، وہان فوراً موٹی موٹی لکڑیون کے بلّے کھڑے کرتے جاتے تھے تاکہ اوپر سے دیوار نہ گرنے پاوے، سہارون پر تھمی رہے،

اس نقب زنی نے محصورون پر بے حد خوف طاری کیا، اور انھون نے امیر تیمور کی خدمت مین پیشکش حاضر کئے کہ یہ مصیبت کسی طرح ٹل جائے، تیمور نے کہا کہ (قلعہ کے سردار حسن نامی) کو بذات خود حاضر ہوکر اطاعت قبول کرنی چاہیئے، قلعہ کے سردار نے یہ منظور نہین کیا،

۱۳۲

اب پھر بر غوغا کی مہیب صدائین اور سورن کا غلغلہ بلند ہوا، بنیا دین کھودنے مین جہان جہان موٹی موٹی بلّون کے سہارے لگائے تھے اب اُن پر روغن ملا گیا، اور ادھر اودھر سے لکڑیان جمع کر کے اور نفط ڈال کر ان مین آگ لگا دیگئی، جب بلّے بلّیان جل گئین تو دیوار کے اوپر کے حصّے جو انھی کے سہارے کھڑے تھے نیچے آن رہے، اور اس کے ساتھ ہی قلعہ والے جو دیوار کے اوپر کھڑے دشمن کا مقابلہ کرتے تھے وہ بھی باہر کو گرے، تاتاری دیوارون کے ڈھیر پر چڑھ قلعہ والون پر حملہ کرنے لگے، قلعہ والون نے بھی اب جان توڑ کر مقابلہ کیا، تیمور نے جہان جہان نقب لگانے کے لیے شہتیر و سائبان نصب کرائے تھے ان مین آگ لگانے کا حکم دیا، آگ لگتے ہی سارا قلعہ دھوئین سے اٹ گیا،

جب دیوارون مین اور بہت سی جگہ نقب لگا کر راستہ کر لیا تو ایسی فوجین جو وزنی ہتھیار رکھتی تھین قلعہ مین گھُس پڑین، تکریت کے لوگ اس نیم برباد قلعہ سے نکل کر اسکی پشت پر ایک بلند مقام پر چڑھ گئے، تاتاریون نے پیچھا نہ چھوڑا، اور پہنچکر قلعہ کے سردار حسن کو گرفتار کر لیا اور ہاتھ پاؤن باندھ کر اُسے نیچے لائے، اور تیمور کے سامنے پیش کیا، تکریت فتح ہونے پر تیمور کے حکم سے محصورون کے گروہ مین سے سپاہی اور رعایا علٰحدہ علٰحدہ کئے گیے، رعایا کی جان سلامت رکھی گئی اور سپاہی تاتاریون مین تقسیم کر دیے گیے جنھون نے ان کو قتل کر دیا،

مقتولون کے سر کاٹ کر دریا کی مٹی اور پانی سے دو منارے چنے گئے اور ان منارون کے سنگ بنیاد پر لوگون کی عبرت کے لیے ایک کتبہ اس مضمون کا نصب کیا گیا کہ "دیکھو مجرمون اور ظالمون کا کیا انجام ہوتا ہے" لیکن اس سے زیادہ موزون کتبہ یہ ہوتا کہ "دیکھو ان کا انجام جو تیمور کے حکم سے روگردانی کرتے ہین، کیا ہوتا ہے" فصیل کا وہ سالم حصّہ جس کے پاس نقب

لگائی گئی تھی، سلامت رکھا گیا تاکہ دن کے وقت دور دور سے لوگ آکر تیمور کے کامون کو دیکھکر اُس کی سطوت اور قلعہ گیری کی قوت پر گواہی دین[1] لیکن رات کے وقت یہ صورت نہ ہوتی تھی، مشہور تھا کہ اندھیرا ہوتے ہی ان منارون کی چوٹیون پر غیبی شعلے چمکتے نظر آیا کرتے تھے، اور صرف جنگل کے وحشی جانورون کی ہمت ہوتی تھی کہ جھاڑیون مین چارہ تلاش کرتے ہوئے ان منارون تک پہنچین،

تکریت جس کو تسخیر کرنا غیر ممکن سمجھا جاتا تھا تیمور کے ہاتھون سترہ دن مین فتح ہوگیا[2]۔ اب تیمور تمام بلاد شمال بحر خوارزم اور بحر خزر کے وسیع علاقون اور ایران کی کوہستانی ولایات اور قفقاز کا مالک ہوگیا، خراسان کی بڑی سڑک دو ہزار دو سو میل کی مسافت اُسکی قلمرو مین طے کرتی تھی، چودھا بڑے شہر خراسان مین نیشاپور سے لیکر چین مین المالیق کے شہر تک اُسے خراج ادا کرتے تھے،

---

[1] اس مضمون کی جگہ ظفرنامے مین جو عبارت آئی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "تواچیون نے دوسرون کی عبرت کے لیے اہل تکریت کے سرون کے مینار چنے، اور ان کے گھرون کو اس آیت کا مصداق کردیا کہ "یہ ان کے گھر ہین جو برباد ہوئے اپنے ظلمون سے" اور ان کا حال اس کلام کے مطابق ہوگیا کہ "ہم نے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے" اور کیا "ہم ناشکرون کے سوا کسی کو سزا دیتے ہین"۔ یہ فتح دوشنبہ کے روز ۲۵ ماہ (محرم) ۷۹۶ھ کو ہوئی، اور حضرت صاحبقران کے حکم سے قلعہ کی ایک دیوار سالم رکھی گئی تاکہ آیندہ زمانے مین لوگ حیرت اور عبرت سے اس بات کو دیکھین کہ قلعہ کیسا مستحکم اور استوار تھا اور حضرت صاحبقران کے قدرت اور کامگاری سے وہ کس طرح تسخیر کرلیا گیا (ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۵۶)

[2] ۹ محرم ۷۹۶ھ کو تیمور تکریت پہنچا، تین چار دن لشکر کی ترتیب مین صرف ہوئے، اس کے بعد حملہ کرکے ۲۵ محرم ۷۹۶ھ کو قلعہ فتح کرلیا۔ اس حساب سے تقریباً ۱۷ دن مین قلعہ فتح ہوگیا، دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۵۶۔

لیکن اس سلطنت کے پیدا کرنے مین جانین بہت تلف ہوئین، نوئینان اور امراء کا جو جتھا ہر وقت پیش مین رہتا تھا اب وہ چھٹنے لگا، اور ہر کاب بھی اب اتنے بہادر نہ رہتے جتنے پہلے رہتے تھے، ختائی بہادر سیر دریا کی برف مین جان بحق ہوا تھا[1] شیخ علی بہادر جس نے سیر اور دہ کی لڑائی مین سب سے پہلے نیام سے تلوار نکالی تھی ایک ترکمان کے خنجر سے ہلاک ہو چکا تھا[2]، امیرزادہ عمر شیخ تیمور کے منجھلے فرزند کو قفقاز مین ایک نادان شخص کا تیر کھا کر دنیا سے رخصت ہونا پڑا تھا[3]، اسی طرح تیمور کا ایک اور فرزند بھی باپ کے پہلو سے اٹھ چکا تھا، اس کو حسنِ اتفاق سمجھنا چاہئے کہ تیمور ابھی تک موت کے ہاتھون بچا رہا،

امیرزادہ عمر شیخ کی موت کی خبر جب سنائی گئی تو تیمور نے ضبط سے کام لیا اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہکر سمرقند کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا،

راہ مین شہر سبز آیا، یہان آق سرائے مین یعنی قصر سپید مین جسکی تعمیر اب ختم ہو چکی تھی قیام کیا، یہ محل شہر کے قریب ایک سبزہ زار مین تیار کرایا گیا تھا، یہان تیمور نے کچھ دنون آرام کیا، دربار اجلاس کرنا کچھ پسند نہ کیا،

بڑے لڑکے جہانگیر کا مقبرہ تیار کرایا تھا، اسے دیکھنے گیا اور حکم دیا کہ اس مقبرہ کو کچھ بڑھا کر عمر شیخ کو بھی وہین دفن کیا جائے[4]، اخیر زمانے مین تیمور بہت خاموش رہنے لگا تھا، شطرنج کی بساط

---

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحات ۲۸۰ - ۲۷۹، ختائی بہادر اترار کے قریب جو سیر دریا کے کنارے ہے ارس خان سے لڑائی مین مارا گیا تھا، اس زمانے مین شدت سے برف گری تھی،

[2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۵۸۸ - ۵۸۵،

[3] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۶۷، "ناوا سنے از قلعہ تیرے انداخت واز قضا بشاہ رگ او (عمر شیخ) رسید ودرجہ شہادت یافت" صفحہ ۶۶۸ "واین واقعہ در اواسط زمستان در ربیع الاول ۷۹۶ھ دست دادہ"

سامنے رکھے پہرون تک چپ بیٹھا رہنا اوسے اچھا معلوم ہوتا تھا لیکن تدبیرین جو دل مین سوچی تھین وہ کسی سے نہ کہین اور عمر شیخ کے مرنے کے بعد لشکرکشی کا حکم دیا اور یہ تیمور کی دور و دراز کی فوجکشیون مین پہلی فوجکشی تھی ،

(حاشیہ صفحہ ۲۰۴) ؎ مقابلہ کیجئے ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۶۶۹ - ۶۷۰ کی عبارت سے ،

١٣٤

انیسوان باب

یاران ہم پیالہ

اب تک تیمور نے جنوب کے ملکون کی طرف نظر نہ ڈالی تھی، ہندوستان ہندوکوہ کی پشت پر تھا، سوائے تجارت کے اب تک اس سے کچھ واسطہ نہ تھا اور ایران کی طرف کھاری جھیلون کا ایک سلسلہ حائل تھا،

ایران جلوہ گاہ عز و تمکین اکثر جگہ شکستہ حال تھا، ذہین و ذکی مے خوار و مے پرست شہزادے اپنے بزرگون کی سریر سلطنت پر متمکن تھے، سنگ مرمر کے تخت ٹوٹ چکے تھے اور اب انکے ٹکڑون پر یہ تاجدار بیٹھے تھے تخت بھی اُنکے تھے جو اسلام کے اجنا تھے، مگر اب تو اُن کے یہ نام لیوا شیرون کے مسکن مین گیدڑ ہو کر بسے تھے،

زائرین بیت اللہ حج کی نیت باندھے تنگ گلے دھوپ مین بیٹھے نظر آتے، بے نوا اور قلندر ڈھول کی آواز پر تھرکتے دکھائی دیتے مگر کچکول کی طرف سے غافل نہ رہتے، کوئی پیسہ ڈالتا تو نظر ادھر ہی جاتی، رعایا کے مالک امیر و رئیس گھوڑون پر سوار نکلتے، غلام اور نوکر چتر اور آفتاب گردان کا سایا ان پر کئے ہوتے، اکثر حریر اور کتان کی جانمازین شراب

مین تر اور سپید ڈاڑھیان حشیش مین رنگی ہوئی نظر آتین،

زمین ریتیلی تھی، گرد کا اڑنا وبالِ جان تھا، لیکن رات کو جب پورا چاند آسمان سے خانہ باغون پر نور برساتا تو حسن و خوشنمائی کی انتہا نہ رہتی، اس کے ساتھ ہی جب صحرا کی سطح سے تپ ولرزے کی ہوا اٹھکر سایہ دار درختون کے پتون مین سرسراتی تو زندگی دشوار کر دیتی، اسی ایرانی زمین کے شہر اصطخر مین وہ ہزار ہا ستونون والا محل تھا جس کے فرش مرمرین پر کبھی دیبی سیمرا مس[1] کی حسین کنیزین رقص کر چکی تھین،

حافظ شیرازی نے ایران کی نسبت کہا تھا کہ اس مین مطرب و مغنی بے مثل و نایاب موجود ہین کیونکہ جو مطرب ہوشمند اور مست شراب دونون کو اپنی خوش نوائی سے رقص مین لے آئے وہ ضرور نایاب ہوگا،

ایران نے جسے ہم پرشیا کہتے ہین مدتون دولت و ثروت کی مصیبتین جھیلی تھین، زردار بدباطن اور مفلس خودستا تھے، ایک بادشاہ نے اپنے بیٹون کو اندھا کر دیا اور جب بھائی مرا تو ہنسکر فرمایا کہ اب روئے زمین پر ہمارا قبضہ پورا ہوا ہے، بالائے زمین میرا اور زیر زمین بھائی کا" اسی ملک کے ایک ظریف نے کہا تھا کہ تقدیر بے وقوف کو عزیز رکھتی ہے اور عالم وہ ہے جسے روزی پیدا کرنے کا سلیقہ نہ ہو، بیگم وہ ہے جس کے بہت سے عاشق ہون اور گھر کی بیوی وہ ہے جسے کوئی نہ پوچھے،

135

[1] بہت قدیم زمانے مین سیمیرامس ملک شام کی ملکہ تھی، ۴۲ برس حکومت کر کے اپنے بیٹے کو سلطنت سپرد کی اور خود قمری بنکر آسمان کو اڑ گئی، اہل شام نے اُسے دیبی سمجھ کر پوجا، بابل کا شہر اور مغربی ایران مین میدیا کے باغات اسی سے بنائے تھے، چونکہ بہت حسین اور نامور تھی اور ایران مین سلطنت کر چکی تھی اسی رعایت سے مصنف نے اس کا بیان ذکر کیا ہے، (مترجم)

اسی ملک مین صوف پوش مشائخ شاعرون کے جلیس بنکر عرفان بافی مین مشغول ہوتے، یہین یاران ہم کاسہ اور ساقیان مہ پارہ کے جلسے رہا کرتے،

یہین مسخرے بے معنی مگر جذبہ انگیز نظمون کے پڑھنے والے الفاظ کے بازیگر اور شاگری کے بھان متی، دوشالے اوڑھے ٹکر گدا بادشاہون کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہتے تھے، اور انھی مین وہ شاعر بھی ہر وقت کے مصاحب تھے جنکا کلام الہام کے رتبے کو پہنچا ہوا تھا، یہ عیش پرست ایرانی دخت رز کی پرستش کرتے تھے جس کی پرستش حرام کی گئی تھی، شجاعت اور دلاوری کے کارنامے الاپنے پر جان دیتے اور اس رزم سرائی کے شغل کو زرہ پہنکر لڑائی مین جانے سے بہتر سمجھتے، موجودات کو نظر انداز کر کے ہر وقت عالم خیال مین رہتے اور کہتے

آن چرخ فلک کہ ما درو حیرانیم فانوس خیال از و مثالے دانیم
خورشید چراغ دان و عالم فانوس ما چو صوریم کاندرو حیرانیم[1]

(ترجمہ رباعی)

مذہب کی توہین کرنے والے کو سنگسار کرنے پر تیار ہو جاتے لیکن جب شراب کا دور چلتا تو خود مذہب کی ہنسی اڑا کر اوسے بے معنی چیز بتاتے، یہ ایرانی ایشیا کے یونانی تھے کبھی بالکل زنانی طبیعت کے عیش پرست بنجاتے اور کبھی مذہب کے جوش مین مجنون و مجاہد نظر آتے، تاتاریون سے انھین خاص عداوت تھی اور ان کو وہ بے دین سمجھتے تھے،

---

[1] مصنف کتاب نے اس رباعی کا ترجمہ انگریزی مین فٹزجرلڈ کا کیا ہوا نقل کیا ہے جو اصل سے کسی قدر فرق رکھتا ہے لیکن حسن و خوبی مین اپنی ہی مثال ہے، اس انگریزی ترجمہ کا ٹوٹا پھوٹا ترجمہ اردو مین یہ ہو سکتا ہے،

"ہم کچھ نہین ہین فقط پرچھائیان ہین جو آفتاب سے روشن کئے ہوئے فانوس مین گردش کرتی ہوئی کبھی سامنے آتی ہین اور کبھی سامنے سے چلی جاتی ہین، آدھی رات کا اندھیرا چھایا ہے، اور اس کون و مکان کا تماشہ گر فانوس اونچا کیے یہ تماشا دکھا رہا ہے"

حافظ شیراز کا مربی و سرپرست جلال الدین شاہ شجاع جو رو شمع، بادہ و نرد کا بیحد شوقین تھا جب مرنے کا وقت قریب ہوا تو خیال آیا کہ مدت ہوئی امیر تیمور گورگان سے دوستی کا عہد و پیمان کیا تھا [1]، مرنے کا سامان بڑی شان سے کیا، کفن اور تابوت بہت اہتمام سے تیار کرایا، اور امیر تیمور کو جس کی صورت کبھی نہین دیکھی تھی ایک خط بھیجا جسمین موت کے قریب آنے کا حال بڑی خوبی عبارت مین اس طرح بیان کیا،

" اصحاب رائے پر روشن ہے کہ دار دنیا محل حوادث و مکان صوارف ہے، اہل عقول دنیا کی ناپائدار لذات و محاسن پر کبھی التفات نہین کرتے کیونکہ وہ جانتے ہین کہ ہر موجود کو فنا ہے، . . . .

خلوص اور صدق کا جو عہد مجھ مین اور آپ مین ہوا تھا اس کے قائم رکھنے مین مَین ثابت قدم رہا اور آپ کی دوستی کو اپنے حق مین فتوح روزگار سے سمجھتا رہا اور اب میری بڑی تمنا اگر اس کے بیان کرنے کی اجازت ہو | تو یہی ہے کہ ۱۳۶

بقیامت برم آن عہد کہ بستم با تو
تا دران روز نہ گوئی کہ وفائے تو نبود

اب بارگاہ کبریا مین میری طلبی ہوئی ہے، اور مین خدا کا شکر کرتا ہون کہ گو ایسی تقصیرین اور گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ہین جو لازمہ وجود انسانی ہین لیکن کوئی قصور ایسا نہین ہوا جس پر میرا دل اس وقت نادم ہو، کوئی آرزو آرزو ایسی جو تصور بشری مین آسکتی تھی اس ترپن سال کے

---

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۴۷-۲۴۸، یہان شاہ شجاع نے جو تحائف مع ایک خط کے تیمور کو بھیجے ہین وہ سب بیان ہوئے ہین،

نزولِ منزلِ خاک مین ایسی نہ تھی جو خدا کی عنایت سے پوری نہ ہوئی ہو۔ . . . .

مختصر یہ کہ جس طرح زندہ رہا اسی طرح اب دنیا سے چلنے کو ہون، دنیا کی ہوا و ہوس کو اب مین نے ترک کر دیا ہے اور مین خدا سے دعا مانگتا ہون کہ وہ اپنی برکتین اس بادشاہ (تیمور) پر نازل رکھے جو سلیمان منقبت اور سکندر مرتبت ہے، اسکی حاجت نہین کہ مین اپنے فرزند دلبند زین العابدین (طول اللہ عمرہٗ فی ظلال عنایتکم) کی آپ سے سفارش کرون کیونکہ اس کو مین اپنے خدا اور آپ کے سپرد کر چکا ہون،

کورا بخدا و بخداوند سپردم

اور یہ امر وہ ہے جس مین آپ کی طرف سے عہد شکنی کا گمان مجھے نہین ہو سکتا،

اور یہ بھی التماس ہے کہ اس مخلص کو جو حالت وفاداری مین اپنی جان خدا کے سپرد کر رہا ہے آپ فاتحہ اور دعائے خیر سے یاد فرماتے رہینگے، تاکہ آپ جیسے نامور اور خوش قسمت تاجور کی دعا سے خدائے غفور الرحیم میری بخشش فرمائے اور میرا درجہ مکرمین مین ہو، یہی آپ سے میری درخواست تھی اور یہی میری آخری وصیت ہے جس کے ایفا کے لیے آپ قیامت مین ذمہ دار رہین گے۔[1]

معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہی ایک مکتوب شاہ شجاع نے اُسی قسم کے تحائف کے ساتھ جو تیمور کو بھیجے تھے سلطانِ بغداد کو بھی بھیجا، بادشاہ ایران شاہ شجاع نے جب وقت آیا تو رحلت کی اور اب اس کی سلطنت کے ٹکڑون پر دس شہزادے ٹوٹ پڑے، ایک کو اصفہان ملا، دوسرے

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحات ۴۲۵ تا ۴۳۰۔ انگریزی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس مکتوب مین سے صرف وہی جملے جنسے مضمون کا خلاصہ معلوم ہو جائے اپنی زبان مین ترجمہ کئے ہین، وہی جملے مین نے بھی اصل فارسی کو سامنے رکھکر انگریزی سے اردو مین ترجمہ کر دیئے ہین، (مترجم)

کو فارس، تیسرے کو شیراز اور اسی طرح کسی کو کچھ کسی کو کچھ، اور اب یہ شہزادگان بادشاہ ہوتے ہی بادشاہی کی دکان کھول بیٹھے، کسی کسی نے اپنے نام کا سکہ بھی چلایا مگر رعایا پر محصول سب نے بڑھایا اور ایسی چیزون پر لگنے لگے جنکا پہلے دعویٰ نہ کیا تھا، یہ شہزادے تاریخ مین آل مظفر کے نام سے مشہور ہین، اور ان کی آپس کی عداوتون نے آقارب چون عقارب کا نیش اور تیز کر دیا،

۱۳۸۷ع (۷۸۹ھ) مین جب کہ جاڑے کے میلے و مکدر آفتاب نے بساط صحرا کی چمک کو دھندلا کر رکھا تھا تیمور سمت شمال سے وارد ہوا[1]، ستر ہزار | سپاہ ہمرکاب تھی، لشکر کے لوگ اصفہان کی شان و عظمت دیکھکر حیران رہ گئے، اس شہر مین صدہا برج اور مینار اور مسقف بازار تھے پھر بھی بازارون کی سی چہل پہل رہتی تھی، ابن بطوطہ جو اس زمانے سے کچھ پہلے یہان سے گذرا تھا اس بادشاہی شہر کی نسبت لکھتا ہے ہمارا گذر پھلون کے باغون اور آب روان کے چشمون اور پر فضا دیہات مین سے ہوا جہان سڑک کے کنارے کبوترون کی چھتریان دور تک نظر آتی تھین، یہ شہر بہت بڑا اور خوشنما ہے گو مختلف مذہبی فرقون کی وجہ سے آئے دن لڑائیون مین مبتلا رہتا ہے، پھلون مین زردآلو اور خربوزے ہوتے ہین، بہی بھی اچھی ہوتی ہے اور اسی طرح خشک کر کے رکھی جاتی ہے جیسے ہمارے ملک افریقہ مین انجیرون کو سکھا کر کھاتے ہین، یہان کے باشندے قدآور ہین، رنگ گورا ہے، اور منہ پر غازا ملتے ہین، خلیق ہین اور مہمانون کی ضیافت کرنے مین ایک دوسرے پر سبقت لیجانی چاہتا ہے، گو کھلانے کو صرف دودھ اور روٹی کھلاتے ہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ سینیون مین خوان پوشون کے نیچے بڑی بڑی قیمتی مٹھائیان بھی ہوتی ہین "

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۱۳، تیمور اس وقت گیلان سے اصفہان آیا تھا،

تیمور اصفہان میں گو لڑائی کی تیاری کر کے آیا تھا مگر لڑنے کی طرف طبیعت مائل نہ تھی شاہ شجاع کا خط بار بار یاد آتا تھا، لیکن تیمور کو بڑی شکایت یہ تھی کہ مظفریون نے اس کے ایلچی کو بلاوجہ روک رکھا ہے، ان شہزادون کی خانہ جنگی کو بھی تیمور چند سال سے دیکھ رہا تھا، چنانچہ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ خود قبضہ حاصل کرنے کے لیے لشکر کشی کرے گا،

آمد کی خبر سنتے ہی اکابر اصفہان جنکا پیشوا زین العابدین کا خالو (سید مظفر کاشی) تھا سلام کے لیے حاضر ہوا[1] تیمور نے سب کو انعام اور خلعت دیئے اور اپنے غالیچہ پران کو بٹھایا، اس کے بعد گفتگو ہوئی جسمین اصفہان کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا،

تواضع و تعرف کی تقریرون کو قطع کر کے تیمور نے صاف صاف کہا: "تمھاری رعایا کی جان سلامت رکھی جائے گی اور فوج کو حکم دیا جائے گا کہ تمھارے شہر کو نہ لوٹین مگر شرط یہ ہے کہ رقم سربہا ادا کیجائے"؛

جب اس رقم کا تعین ہو گیا تو جانبین نے اُسے منظور کیا، مظفری خوب جانتے تھے کہ اتنا بڑا لاؤ لشکر ایک ہزار میل کی مسافت طے کر کے خالی ہاتھ جانے والا نہین، انھون نے تیمور سے درخواست کی کہ محصول وصول کرنے کے لیے شہر مین محصل بھیجے جائین، چنانچہ ہر فوج ہزار سے ایک ایک افسر شہر کے ایک ایک محلّے مین روپیہ وصول کرنے کے لیے مقرر ہوا، اور ان محصلون پر ایک بڑا فوجی امیر نگرانی کے لیے نامزد ہوا[2]،

دوسرے دن تیمور باضابطہ طریقہ سے شہر مین داخل ہوا، بڑے بازار مین پورے جلوس کیساتھ

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۲۱، تیمور اس وقت گیلان سے اصفہان آیا تھا،

[2] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۲۲،

اُس کی سواری نکلی، شہر مین سے گذرتا ہوا پھر اپنے لشکر مین آیا اور شہر کے دروازون پر ضبط و محافظت کی غرض سے اپنے لشکری بٹھا دیے[1]۔

رات ہونے تک سب خیریت رہی، ستر ہزار سپاہی دو مہینے کا سفر کرکے اصفہان پہنچے تھے، اور اس مشقت کی اب تک کوئی ایسی اجرت نظر نہ آئی تھی جس کی طرف خاص توجہ کرتے، اصفہان کی روشنیون کو حسرت سے دیکھتے تھے، سپاہیون کے دستے جو شہر مین پہرے کیلئے بھیجے گئے تھے وہ بازار کی سیر مین مصروف ہوئے اور ان کے ساتھیون مین سے بھی جو لشکر مین تھے بہت سے سپاہی کسی نہ کسی بہانے سے شہر مین چلے آئے، شراب کی دکانون کے سامنے ان کے ٹھٹ لگ گئے۔

۱۳۸

اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے بیان مین اختلاف ہے، ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ اصفہان کے بعض جاہل اور شریر لوگون نے طہران کے ایک لوہار کو (جس کا نام علی کچہ پا[2] بیان ہوا ہے) اپنا سرگروہ بنالیا اور بہ آواز دہل پکارتے پھرے "مسلمانو اٹھو، یہ معاملہ دین کا ہے"۔

دہل کی آواز سنتے ہی لوگ گھرون سے نکلے، بازارون اور گلیون مین آدمیون کا ہجوم ہوگیا، اور اب ان مین اور تاتاریون مین جو ابھی تک کسی سے نہ بولے تھے لڑائی شروع ہوگئی، شہر کے بعض محلون مین وہان کے شرفا نے جو اس موقع کی ذمہ داری کو سمجھتے تھے تیمور کے محصلون کی جان بچائی، باقی محلون مین یہ کل افسر جان سے مارے گئے۔

جب اس طرح خون بہتے دیکھا تو بلوائیون نے اور زیادہ غارتگری پر کمر باندھی، شہر کے اندر تاتاریون کو قتل کرکے شہر کے دروازون پر پہنچے اور یہان تاتاری فوج کے جس قدر دستے

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۳۲ [2] ایضاً

پہرا دے رہے تھے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے اور دروازون کو اندر سے بند کر لیا،

دوسرے دن علی الصباح جب اس واقعہ کی خبر تیمور کو کیگئی تو وہ غصہ سے تھرا اٹھا تقریباً تین ہزار تاتاری رات کو قتل ہوئے تھے، انھی مین ایک محمد پسر شیخ علی بہادر[1]، اور دوسرا ایک امیر تھا جو تیمور کو بہت ہی عزیز تھا، تیمور نے فوراً سپاہ کو حکم دیا کہ فصیل شہر پر حملہ کرے، ایرانی شرفا اور امرا جو اس وقت لشکر مین حاضر تھے انھون نے سفارش کرنی چاہی، مگر تیمور نے نہ سنا، شہر کے فسادی اب تک تو دوسرون پر حملہ کر رہے تھے، مگر اب ان کو اپنی جان بچانے کی پڑی،

تاتاریون نے شہر کے دروازون پر حملہ کر کے ان پر قبضہ کیا، تیمور نے قتل عام کا حکم دیا، اور لشکر کے ہر ایک سپاہی کو حکم ہوا کہ ایک ایرانی کا سر کاٹ کر حاضر کرے، شہر کے ایسے محلون سے جو اس فساد مین شریک نہ ہوئے تھے کسی قسم کی باز پرس نہ ہوئی، سادات اور واجب التعظیم لوگون کو سلامت رکھنے کی کوشش کیگئی، باقی شہر والون کو مارنا شروع کیا، تمام دن قتل جاری رہا، جو لوگ دن کو قتل ہونے سے بچگئے تھے وہ سمجھتے تھے کہ رات ہونے پر شہر سے صحیح سلامت باہر نکل جائینگے، لیکن جب رات ہوئی تو برف گرنے لگی، بھاگنے مین قدمون کے نشان برف پر بنگئے، ان نشانون کو دیکھکر تاتاریون نے بھاگنے والون کا کھوج لگا لیا اور ان سب کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا،

۱۳۹ بہت سے تاتاریون نے جو اپنے ہاتھ خون سے رنگنے نہین چاہتے تھے | سپاہیون سے اصفہانیون کے کٹے ہوئے سر مول لیکر پیش کر دیے، مورخ لکھتا ہے کہ شروع مین ایک سر کی

[1] ظفرنامہ مین یہ نام محمد پسر خطائی بہادر لکھا ہے، اصفہان مین اس قتل عام کے واقعات ظفرنامے کی جلد اول مین صفحہ ۴۰۳ سے ۴۳۵ تک بیان ہوئے ہین،

قیمت بیس ہزار لگی تھی، لیکن جب سرون کی تعداد پوری ہونے کو ہوئی تو یہ قیمت نصف دینار رہ گئی اور جب تعداد پوری ہوگئی تو پھر مال مفت تھا، مقتولون کے سر پہلے شہر کی فصیل پر چنے گئے، پھر شہر کی بڑی بڑی سڑکون پران کے مینار بنائے گئے،

اس طور پر ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ آدمی اصفہان کے مارے گئے، یہ قتل پہلے سے تجویز نہین کیا گیا تھا، صرف انتقام کی غرض سے اپنے آدمیون کا قتل ہونا سنکر تیمور نے یہ خونریزی کی تھی، لیکن انتقام ایسا ظالمانہ تھا جس کا پہلے کسی کو گمان تک نہ ہوسکتا تھا، (یہ واقعہ دوشنبہ ۶، ذیقعدہ ۷۸۹ھ (۱۳۸۷ء) کا ہے[1]) اصفہان کے علاوہ اور جہان جہان مظفری شہزادے حکومت کر رہے تھے وہ اس قتل عام کے واقعہ کو سنکر ڈر گئے، اور انھون نے بلامزاحمت تیمور کی اطاعت قبول کرلی، صرف منصور نے (جو شوستر کا حاکم تھا) اطاعت قبول نہین کی اور پہاڑون کی طرف بھاگ گیا،

(ذی الحجہ ۷۸۹ھ مین تیمور شیراز آیا[2]) شیراز اور مظفریون کے باقی شہرون نے چپ چاپ سربہا کی رقم ادا کردی، (عید کے دن) شیراز مین تیمور کا نام خطبہ مین پڑھا گیا[3]، اور ہر ایک مظفری شہزادے کو اس کے اختیارات کے متعلق تحریری سند تمغا کے نشان کے ساتھ عطا ہوئی، تمغا ہاتھ کا نشان ہوتا تھا جو سرخی سے کاغذ پر بنا دیا جاتا تھا[4]، یہ مظفری شہزادے اب تیمور کی طرف سے اپنی اپنی ولایت پر حاکم مقرر ہوئے اور تیمور اب اُن کا بادشاہ اور حاکم

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۳۰ - [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۳۲ [3] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۳۷،
[4] تمغا جو ترکی لفظ ہے بہت سے معنون مین آتا ہے، ۱- نشان یا مہر یا داغ جو گھوڑون کی ران پر بنایا جاتا ہے، ۲- محصول جو شہر کے دروازے یا دریا کے گھاٹ پر لیا جائے، ۳- محصول ادا ہونے کے بعد اجناس پر جو نشان بنایا جائے، ۴- فرمان سلطانی، (مترجم)

بالادست ہو گیا، ایران کا ملک ابھی شہزادون کا تھا مگر اُن کا حاکم رہنا نہ رہنا اب تیمور کی مرضی پر تھا، تیمور کو جس وقت معلوم ہوا کہ ایران کے باشندون پر محصول و باج سخت لگائے گئے ہین تو اس سختی کو اُس نے دور کر دیا،

قصہ مشہور ہے کہ تیمور جب شیراز مین تھا تو اس نے خواجہ حافظ کو اپنے دربار مین طلب کیا، ایران کا یہ صاحب کمال بہت سادے کپڑے پہنے ہوئے جن سے افلاس برستا تھا تاتاری فاتح کے سامنے حاضر ہوا،

تیمور نے آواز تیز کر کے پوچھا۔ کیا یہ شعر تمھارا ہے؟

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا

بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را "

حافظ نے جواب دیا۔ "اے امیرون کے امیر یہ شعر میرا ہی ہے"۔

تیمور نے کہا۔ کیون صاحب ہم نے تو برسون کی کوشش سے سمرقند کو اپنی تلوار سے حاصل کیا اور اس وقت تمام بلاد و امصار سے بہترین چیزین اس کی زیب و زینت کے لیے لیجا رہے ہین، پھر یہ کیا بات ہے کہ ہمارے ان تمام نوادر کو آپ ایک "ترک شیراز" کی نذر کرنے کو تیار ہو گئے"!

شاعر نے جواب مین کچھ تامل کے بعد مسکرا کر کہا۔ "اے امیر، انھی فیاضیون کا نتیجہ ہے، کہ آج مجھے آپ اس حالت افلاس مین دیکھ رہے ہین"۔

۱۴۰ اس برجستہ جواب سے تیمور خوش ہوا اور حافظ صاحب کو انعام و اکرام دیکر رخصت کیا، ایران کے چند مطرب تیمور کے ہمراہ سمرقند گئے، جنوب کے ملکون مین جن لوگون کیساتھ

بادہ نوشی کی تھی ان کی مفارقت کا تیمور کو افسوس ہوا، میران شاہ تیمور کا تیسرا فرزند ہمیشہ سے تند خو اور ضدی طبیعت کا آدمی تھا شراب پینے کی عادت ڈال لی تھی، مذہب مین بھی کچھ شکی تھا، بعض موقعون پر بڑے بڑے شجاعت کے کام دکھائے تھے، مگر ظالم انتہا درجے کا تھا، البتہ تیمور کے ساتھ جب لشکر مین رہنے کا اتفاق ہوتا تھا تو کسی بات مین حد سے آگے نہ بڑھتا تھا،

اس زمانہ کے کئی برس بعد تیمور نے بحر خزر کے متصل ملکون کی حکومت امیرزادہ میران شاہ کے سپرد کر دی لیکن جب تیمور ہندوستان کی لشکرکشی مین ایک سال مصروف رہنے کے بعد واپس آیا تو سنا کہ بیٹا تقریباً مجنون ہو گیا ہے، تاتاری حاکمون نے اطلاع کی کہ شہزادے سے بڑے بڑے شہرون مین بالکل مجنونانہ حرکتین ظاہر ہوئی ہین، کبھی جھروکون مین بیٹھ کر لوگون مین خزانے کا خزانہ لٹا دیا، کبھی مسجدون مین شراب نوشی کے جلسے کئے، میران شاہ کی دیوانگی کی وجہ یہ ظاہر کیگئی کہ ایک دن گھوڑے سے گرنے مین اس کے دماغ کو صدمہ پہنچا تھا، شہزادے کا یہ قول بھی نقل کیا گیا کہ "مین اس شخص کا بیٹا ہون جو دنیا پر حکومت کر رہا ہے کیا کوئی کام ایسا نہین ہے جسپر دنیا مجھے بھی یاد رکھے"

میران شاہ نے حکم دیا کہ تبریز اور سلطانیہ کے محل اور بیمارستان منہدم کر دیے جائین پسر تیمور کی زبان کا نکلا ہوا حکم تاتاریون کے لیے فرمانِ قضا سے کم نہ تھا، فوراً دونون شہرون کے محل ڈھانے شروع کر دیے، ایسے ہی اور احکام شہزادے نے جاری کئے اور ان کی تعمیل ہوتی رہی، اسی کے حکم سے ایک مشہور فلسفی کی قبر کھود دی گئی اور اس کی لاش نکالکر یہودیون کے قبرستان مین دفن کیگئی، شراب اور نشی ادویہ کے استعمال سے میران شاہ کے دماغ مین خلل پیدا ہو گیا تھا،

لیکن دربار کے امرا یہی عرض کرتے تھے کہ "دیوانگی منجانب اللہ ہے، کیا شہزادہ جس وقت گھوڑے سے گرا تھا تو اُس کا سر زمین سے نہین ٹکرایا تھا"؟

جب یہ امرا تیمور کے دربار سے رخصت ہوئے تو سراپردے کے دروازے پر ایک عورت آئی منہ پر نقاب تھی، لباس بالکل سیاہ تھا، کوئی ملازم ساتھ نہ تھا، بالکل تنہا تھی، لیکن اس کی زبان کی جنبش پر پاسبان فوراً آداب بجا لائے اور دروازہ کھول دیا، اور ایک تواچی نے تیمور کے سامنے آکر عرض کیا کہ

"شاہزادی صاحبہ حضور کے سلام کو باہر کھڑی ہین اور تنہا ہین"

یہ شاہزادی خانزادہ تھی جو اس شکل مین تیمور کے پاس آئی تھی | پہلے یہ تیمور کے سب سے بڑے فرزند جہانگیر کی بیوی تھی، اس وقت بہت سراسیمہ و پریشان ہو کر تیمور کی خدمت مین حاضر ہوئی تھی، اور کچھ دیر سے منتظر تھی کہ درباری رخصت ہون تو اطلاع کرائے، اس پریشان حالی اور سیاہ لباس نے جونہی وہ نقاب اتار کر تیمور کے قدمون مین گری چہرہ کے حسن کو دوبالا کر دیا، عرض کرنے لگی کہ

"اے امیرون کے امیر مین حضور کے فرزند میران شاہ کے پایۂ تخت سے آرہی ہون"

اور اب خانزادہ نے بڑی جرأت و جسارت سے گفتگو شروع کی یہ وہی بانو ہے جس نے تاتاریون کی یورش پر اپنے عزیزون کی سفارش تیمور سے کی تھی، اداے مطلب کے لیے آواز مین ایک قوت اور فیروزی تھی گو الفاظ مین ان ہی چیزون کو پیدا کرنے کی ہمت نہ ہوئی، خانزادہ نے مع اپنے خدم و حشم کے ایک ایسے شہر مین سکونت اختیار کی تھی جو میران شاہ کی حدود حکومت مین تھا، جس وقت میران شاہ نے غارتگری پر کمر باندھی تو خانزادہ نے اوسے بہت روکنا چاہا، میران

۱۴۱

شاہ خانزادہ کو اپنے محل مین لے آیا۔ شہزادی کے ہولنواہون نے بہت مخالفت کی مگر میران شاہ پر اسکا کچھ اثر نہ ہوا، خانزادہ کے حسن پر فریفتہ ہوا اور اسکو اپنی بیوی بنایا، اس کے بعد اس پر تہمت لگائی [۱]

خانزادہ نے تیمور سے عرض کیا کہ "اے امیر! مین اس وقت پناہ اور انصاف طلب کرنے کے لیے ایک بادشاہ کی حضور مین آئی ہون"

خانزادہ کے پہلے شوہر امیرزادہ جہانگیر کا انتقال ہو چکا تھا، اس فرزند سے تیمور کو بہت محبت تھی اور خیال تھا کہ جہانگیر ہی اس کے بعد وارث سلطنت ہوگا، لیکن اب تاتاری قانون کے مطابق میران شاہ کو جو تیمور کے فرزندون مین اس وقت سب سے بڑا تھا باپ کا تخت پہنچتا تھا، پرانے خانانِ صحرا کے زمانے سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ کسی بادشاہ کے شروع کے چار بیٹے

[۱] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۰۵ و ۲۰۶، خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ "امیرزادہ میران شاہ کے تغیر دماغ کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ اسکی طبیعت عیش و عشرت کی طرف بالکل مائل ہو گئی، اکثر شراب پینے اور نرد کھیلنے مین مشغول رہتا تھا، اس وجہ سے اور بھی امور نامناسب اس سے صادر ہونے لگے، ایک دن اثنائے گفتگو مین اپنی حرم محترم (خانزادہ) کی نسبت تہمت آمیز الفاظ زبان سے نکالے، خانزادہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس تہمت کی تفتیش مین ہر وقت پریشان رہنے لگی، انجام یہ ہوا کہ نہایت غصہ کی حالت مین سمرقند روانہ ہوئی، تیمور اسی زمانہ مین ہندوستان کی فتح کے بعد سمرقند آیا ہوا تھا، واپس آنے پر اہل دربار سے سنا کہ ممالک ایران مین بالخصوص آذربائیجان کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے، آذربائجان کا حاکم امیرزادہ میران شاہ تھا، اس اطلاع کیساتھ ہی خانزادہ تبریز سے سمرقند پہنچی (و قصر باغ چنار مین تیمور سے ملی، اپنے شوہر میران شاہ کی شکایت کی اور کہا کہ اگر حضور اسکی طرف متوجہ نہ ہونگے تو صورت خرابی کی ہوگی، کیونکہ حضور کے یاساق اور احکام کی پابندی ترک کردیگئی ہے، اور تمام اموال اور خزائن لٹائے جا رہے ہین یہ شکایتین سنکر امیر تیمور نے ایران کی طرف مراجعت کی"

خانزادہ کی پہلی شادی امیرزادہ جہانگیر سے ہوئی تھی، جہانگیر کے مرنے کے بعد امیرزادہ میران شاہ سے عقد نکاح ہوا، جہانگیر سے اس شہزادی کے ہان دو لڑکے ہوئے تھے ایک پیر محمد دوسرا محمد سلطان، میران شاہ سے امیرزادہ خلیل پیدا ہوا۔

اُس کے وارث ہو سکتے تھے، جہانگیر اور عمر شیخ سفرِ آخرت اختیار کر چکے تھے، بیٹون مین اب میران
شاہ اور سب سے چھوٹا لڑکا شاہ رخ باقی تھا، شاہ رخ سرائے خانم کے بطن سے تھا جو تیمور کی
بیوی اور محل کی مالک تھی، یہ لڑکا امیرزادہ جہانگیر مرحوم کے لڑکون سے بھی جو خانزادہ کے بطن سے
تھے چھوٹا تھا، شاہ رخ بڑا نیک اور حلیم تھا، سلطنت کے کاروبار سے کہین زیادہ کتاب بینی کا شوق رکھتا تھا

پس تیمور کا جانشین یا تو میران شاہ ہو سکتا تھا یا خانزادہ کا کوئی لڑکا (خواہ جہانگیر سے ہو یا میران
شاہ سے) تیمور نے میران شاہ کو بڑی وسیع قلمرو کا حاکم مقرر کر رکھا تھا، مگر اس شہزادے نے
شراب نوشی اور لہو و لعب سے دنیا درہم برہم کر دی تھی، ممکن ہے کہ خانزادہ کا حسن و جمال ہی جس
کے شعلون نے شہزادے کے دل مین آگ بھڑکائی تھی عقدِ نکاح کا باعث ہوا ہو،

ان واقعات کے سالہا سال بعد نوجوان امیرزادہ خلیل ایک ایسے سیاسی نزاع کا باعث
ہوا جو خانزادہ کے وہم و گمان مین بھی نہ آسکتا تھا،

۱۴۲ مگر اس وقت تیمور کے سامنے خانزادہ کی ہمت قابلِ تعریف تھی، آج وہ صاحبقران گیتی
ستان کی حضور مین کھڑی خاص اس کے فرزند کی شکایت کر رہی تھی، تیمور نے بھی انصاف کرنے
مین دیر نہ کی، خانزادہ کا جس قدر مالی نقصان ہوا تھا اسکی تلافی کر دی، نئے ملازم اسکی خدمت
کے لیے مقرر کیے اور اسکی وہ عزت کی جو اپنے فرزندِ رشید جہانگیر کی بیوہ کی کرنی چاہیئے تھی، تیمور
کو اس وقت ایک بڑے سفرِ دشوار سے سمرقند واپس آیا تھا لیکن اُس نے فوراً امرا کو حکم دیا
کہ سلطانیہ کی طرف چلنے کی تیاری کرین،

سلطانیہ پہنچکر جس وقت وہ تمام خرابیان تحقیق ہو گئین جو میران شاہ کی بد نظمی و غارتگری
سے پیدا ہوئی تھین تو تیمور نے بیٹے کی نسبت سزائے موت کا حکم سنا دیا، امرا نے جنمین بعض ایسے

بھی تھے جن کو میران شاہ کے ہاتھون نقصان پہنچا تھا شہزادے کی سفارش کی، میران شاہ گلے
مین رسی پڑی ہوئی باپ کے سامنے حاضر کیا گیا،

تیمور نے قتل کا حکم منسوخ کیا لیکن اختیارات کل سلب کر لیے، شہزادہ دل شکستہ بے ملک و
بے حکومت ہو کر اسی ولایت مین پڑا رہا جہان اب اسکی جگہ دوسرے بادشاہی کرتے تھے،

اس کے تھوڑے زمانہ کے بعد بادشاہ قستالیہ کا وزیر و سفیر روئے دی گو نزالیز کلاویجو اسپین سے
سمرقند کے سفر مین سلطانیہ سے گذرا، اور جو کچھ اُسنے وہان سنا اسے اس طرح سادگی سے بیان کیا ہے

"جب میران شاہ اس قسم کی حرکتین کر رہا تھا تو اس کے پاس ایک خاتون تھی جسکا نام خانزادہ
تھا، یہ خاتون بھیس بدلکر میران شاہ کے پاس سے چلی گئی اور رات دن سفر کر کے امیر تیمور کے پاس
آئی اور اُسکے بیٹے میران شاہ کی حرکتون سے اسے آگاہ کیا، تیمور نے بیٹے کو حکومت سے معزول
کر دیا، خانزادہ تیمور کے پاس ٹھہری رہی، تیمور نے اسکی بڑی عزت کی اور پھر اسکو واپس جانے کی اجازت
دی، میران شاہ سے خانزادہ کا ایک لڑکا بھی تھا جسکا نام خلیل سلطان تھا"

میران شاہ کے مصاحبون اور درباریون پر تیمور کا ایسا غضب نازل ہوا جسکی انتہا نہ رہی گویے
اور مسخرے اور بعض اچھے شاعر بھی جو شہزادے کیساتھ ہر وقت رنگ رلیون مین رہتے تھے کشان
کشان مقتل مین لائے گئے، اور ان مین سے ایک ظریف نے جب اپنے سے عالی مرتبہ لوگون
کو جلاد کے قریب دیکھا کہ وہ بھی قتل ہونے والے ہین تو اس ہولناک آخری ساعت مین بھی
وہ ظرافت سے نہ چوکا اور ان مین سے ایک شخص سے کہنے لگا، "آپ کو شہزادے کی خدمت مین
مجھپر تقدیم حاصل تھی، اسوقت بھی اس مرتبہ کا خیال رہے، پہلے آپ تشریف لے چلین" [1]

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۱۳-۲۱۴،

بیسوان باب

تیمور کی سلطنت

۱۳۸۹ء (۷۹۱ھ) مین ترپن برس کی عمر مین تیمور روئے زمین کے اس حصہ کا مالک ہو گیا جسے وسط ایشیا کے مرتفع اور ایران کہتے ہین اور جو ہمیشہ بغاوتون اور خانہ جنگیون کا مولد و مسکن رہا ہے، یون تو تیمور ہر اعتبار سے شہنشاہ تھا مگر اس کا لقب شہنشاہ نہ تھا، صرف امیر تیمور گورگان کہلاتا تھا، سریر خانی پر ایک شخص چنگیز خان کی اولاد سے جسے ترا خان کہتے تھے متمکن تھا، یہ تیمور کا بادشاہ تھا مگر برائے نام، اس برائے نام بادشاہ یا خان کے ذمہ کوئی کام نہ تھا، لشکر کے صرف ایک حصہ کا سپہ سالار سمجھا جاتا تھا، اور سمرقند مین ایک محل اس کے رہنے کے لیے مخصوص تھا، بعض رسمون کے ادا ہونے کے وقت اس کا موجود ہونا ضروری تھا، مثلاً جب کبھی کسی ریاست سے اتحاد کا عہد و پیمان ہوتا تھا اور نقرے گھوڑے کی قربانی کیجاتی تھی، یا سالانہ معائنہ فوج ہوتا تھا جسمین دو لاکھ سپاہ تیمور کے علم کے سامنے سے گذرتی تھی تاریخون مین اس ترا خان کا نام شاذ و نادر ہی آتا ہے، اور جو کچھ وقار یا شہرت اس کے ساتھ وابستہ تھی اوسے تیمور کے درخشان کارنامے بالکل ماند کرتے جاتے تھے، مگر خان اپنی مرفہ الحالی، اچھے کھانے پہننے اور فوجی شان سے جسمین اس کا حصہ ہر سال کم ہی ہوجاتا تھا خوش تھا،

جس طرح تیمور شہنشاہ نہ کہلاتا تھا اسی طرح اسکی ارضی حدود شہنشاہی کا بھی کوئی خاص
نام نہ تھا، ماوراء النہر کا امیر اب تک اُسے کہا جاتا تھا اور اسی کے نام کا خطبہ ہر جگہ اوس کی
مملکت مین پڑھا جاتا تھا، اس مملکت کو ابھی تک کسی نام سے موسوم کرنا باقی تھا،

اس وسیع سلطنت کے پیدا ہونے کا باعث ایک بہت سادی سی بات تھی، وسط ایشیا
کے باشندون پر قبیلون کے سردار حکومت کیا کرتے تھے، اگر ایک جگہ کے باشندون کو اپنا
سردار پسند نہ ہوا تو وہ دوسرے سردار کے علاقے مین چلے آتے تھے، اور اپنی جان و مال
سب اسی سردار کے سپرد کردیتے تھے، اگر اُس پر بھی اطمینان نہ ہوا تو اپنے ہی قبیلے مین سے
کسی کو سردار مان کر اس کے نمکخوار بنجاتے تھے، اور پھر اس سردار کی حمایت مین جان پر
کھیل کر لڑا کرتے تھے،

۱۴۴

اپنے نام اور اپنے قبیلے پر انھین بڑا ناز ہوتا تھا، اور شخصی آزادی یا جو مراعات اور
اختیارات ان کو رسم و رواج کی بنا پر حاصل ہوتے تھے انھین وہ بہت عزیز رکھتے تھے،
اور بے حد ہوشیار اور خبردار رہتے تھے کہ کوئی شخص ان کی ان چیزون مین دست اندازی
نہ کرنے پائے، مگر باوجود اس کے ایک مطلق العنان بادشاہ کی حکومت انھین خوشگوار
تھی، اور سوائے اس طرز حکومت کے کسی دوسرے طریقے کو وہ پسند نہ کرتے تھے، خانہ
بدوش قومون کی اولاد تھے، اپنے بادشاہ کی پرستش کرتے تھے، رہزنی مین ایسے تھے جیسے
پہاڑون پر شکاریون کے رستے مین گدھ منتظر بیٹھے ہون، مگر حضرت سلیمان ابن داؤد
کی بزرگی کو تسلیم کرنا اور سکندر ذوالقرنین کی تعریف و توصیف اور محمود غزنوی کے قصے سنانے
انھین خوب آتے تھے، اپنا نسب حضرت نوح تک پہنچاتے تھے اور انبیاے بنی اسرائیل

کی اولاد مین اپنے آپ کو سمجھتے تھے ،

حاجیون کی بڑی سڑکون کے کنارے جتنے مقبرے اور مزار آتے تھے ان کے حالات اور تاریخ سے وہ بخوبی واقف تھے، توریت کے بھی وہ عالم تھے، اور جس قدر نقل واستشہاد کی قابلیت رکھتے تھے اسی قدر رد وقدح کے سلسلہ کو بھی طول دیتے تھے اور اس پر کچھ تعجب نہ ہونا چاہیئے کیونکہ جن قومون کو وہ معرض بحث مین لاتے تھے ان کی ابتدا طوفان نوح کے زمانہ سے تھی، قانون جو ضبط تحریر مین آچکا ہو اسکی انھین مطلق پروانہ تھی، لیکن کمزور سے کمزور روایت پر خون بہانے کو تیار ہو جاتے تھے، سود خواری سے انھین سخت نفرت تھی اور محصول جمع کرنے والون مین جو کوئی ظلم کرکے ان سے روپیہ لے اس کی پشت پر ایک نہ ایک دن خنجر چلا دیتے تھے،

تیمور سے وہ اس وقت بھی لڑتے رہے جب کہ ثابت ہو چکا تھا کہ لڑنا بیکار ہے، اس کے بعد تیمور کے نمک خوار بننے کے لیے اسکے پاس حاضر ہو گئے، ایسے لوگون پر حکومت کرنے کے لیے پنجۂ فولاد کی ضرورت تھی،

کبھی پہلے وہ کسی بات پر متحد ومتفق نہ ہوئے تھے، محمود غزنوی نے ان کے بہت سے قبیلون کو اپنے علم کے نیچے جمع کیا تھا، چنگیز خان بھی ان مین پہنچا تھا اور بہتون کو اپنے ساتھ کر لیا تھا، مگر جب چنگیز خان نے رحلت کی تو پھر متفرق ہو کر انھون نے اپنے لیے نئے نئے سردار نامزد کر لیے،

صرف ایک چیز تھی جس مین فی الواقع وہ متحد ویکجہت ہو گئے اور وہ یہ تھی کہ تیمور کی دل وجان سے فرمانبرداری کرتے رہین، ان قبیلون کو جمع کرکے اپنے تحت مین لانا ایسا ہی تھا

Schul]

تیمور کے زمانہ کا ایرانی سپاہی۔

جیسے کوئی بہت سے بھیڑیون کی گردن مین رسیان ڈال کر سب رسیون کو اپنے ہی ہاتھ مین رکھنا چاہے، کوئی ضابطہ اور قانون ایسا نہ تھا جو گھوڑون پر بیٹھکر شکار کرنے والے کاشغریون اور ہندو کوہ کے خانہ بدوش پہاڑیون اور جتہ مغلون اور سیر اور دہ کے قبیلون کو جو غارت ہونے سے بچگئے تھے اور خراسان کے ایرانی شہسوارون اور عرب کے شجاعون کو اپنا پابند کرلیتا،

ان قومون کو قابو مین لانے کے لیے تیمور بذات خود ضابطہ اور قانون بنگیا، تمام احکام اپنے نئے ماتحت قبائل مین وہ خود جاری کرتا تھا جس کسی مین اتنی ہمت ہوتی تھی کہ سامنے آئے وہ سامنے حاضر ہوسکتا تھا، کسی ایسے شخص کو جو اس کا منھ لگا ہو اپنی طرف سے حکومت نہ کرنے دیتا تھا، جب کسی سلطنت کو فتح کرتا تھا یا کوئی سلطنت خود ہی اسکی اطاعت قبول کرلیتی تھی تو پھر اسی سلطنت کو اپنے کسی فرزند یا اپنے لشکر کے کسی بڑے سپہ سالار کو بطور جاگیر تفویض کردیتا تھا،

۱۴۵

جو حکومت یا سلطنت اس طرح تفویض کیجاتی تھی وہ تیمور کی شہنشاہی کا ایک جزیعنی صوبہ سمجھی جاتی تھی، اس صوبہ کے حاکم کو داروغہ کہا جاتا تھا، اور یہ داروغہ جملہ امور سلطنت کا تیمور کی حضور مین جواب دہ رہتا تھا، داروغہ کے ساتھ ایک قاضی بھی مقرر کیا جاتا تھا، تاتاری جس قدر تیمور کے لشکر مین شامل ہوتے وہ اپنی مرضی اور خوشی سے ہوتے لیکن اور لوگون کو فوج مین جبرًا شامل ہونا پڑتا تھا، اہل حرفہ اور مزدورون سے ضرورت کے وقت بلا اجرت کام لیا جاتا تھا، مفتوح قبائل بادشاہ کے دربار مین حاضر کئے جاتے اور ان کو مختلف مراتب جن مین ان کے اختیارات وسیع ہوتے اور بڑی بڑی خدمات سپرد کی جاتین، اگر اس پر بھی وہ سرکشی اور بغاوت اختیار کرتے تو ان کو قید یا قتل کردیا جاتا،

تیمور کی بیقرار طبیعت کسی بات مین نقص یا خامی دیکھکر صبر سے نہ بیٹھ سکتی تھی، اگر کسی شکستہ

پل پر سے گذر ہوا ہے تو حاکم ضلع کو حکم ہوا کہ فوراً اسکی درستی کیجائے، پرانی کاروان سرائین جوخستہ حال تھین ان کی مرمت کرائی، سڑکون کے کنارے مسافر خانے بنوائے، جاڑے کے موسم مین سڑکین بند نہ ہوتی تھین، کھلی رہتی تھین اور تھوڑے تھوڑے فاصلون پران پر پاسبان خانے تعمیر کرا دیئے تھے، سڑکون کے پاسبانون کے افسر ذمہ دار ہوتے تھے کہ ہر پاسبان خانے پر ڈاک کے گھوڑے مہیا رکھین، اور اپنی حدود مین قافلون کے بخیریت گذرنے کے ذمہ دار رہین، اس حفاظت کے معاوضہ مین قافلے والون کو ایک رقم چاندی کے سکے مین ادا کرنی ہوتی تھی

اسپینی سفیر کلاویجو خراسان والی بڑی سڑک کا حال اس طرح لکھتا ہے۔

"سڑک کے کنارے بڑے بڑے مکانات بنے ہین، ان مین کوئی اور نہین رہتا، صرف مسافر یہان آکر آرام کرتے ہین، ان مکانون مین پانی بڑے فاصلے سے زمین دوز نالیون کے ذریعہ سے پہنچایا گیا ہے،

"(خراسان کی) سڑک بہت ہموار تھی کہین کوئی پتھر اس پر پڑا نظر نہ آتا تھا، جب مسافر منزل پر پہنچتے تو کھانے پینے کی چیزین اور تازہ دم گھوڑے موجود ہوتے،

"دن بھر کا سفر ختم ہونے پر منزل پر امیر تیمور کے گھوڑے حاضر رہتے، کہین ان کی تعداد سو اور کہین دو سو ہوتی، منزل گاہین سمرقند تک برابر ملتی تھین اور ہر منزل گاہ پر گھوڑون کا انتظام تھا،

"تیمور جب کسی کو کسی سمت روانہ کرتا | یا جو کوئی اس کے پاس بھیجا جاتا وہ انھی گھوڑون پر سوار ہو کر رات اور دن جہان تک گھوڑے دوڑ سکتے تھے دوڑاتا ہوا سفر کرتا، صحراؤن مین بھی اسی طرح گھوڑے موجود ملتے تھے اور بالکل غیر آباد مقامات مین بھی مسافرون کے اترنے کے

۱۴۶

لئے بڑے بڑے مکان تھے اور ان مکانون سے جو گاؤن قریب سے قریب ہوتا تھا وہان سے کھانے پینے کی چیزین اور گھوڑے دستیاب ہو جاتے تھے، آدمی جو گھوڑون کی حفاظت اور پرداخت پر مقرر تھے انھین "انجو" کہتے تھے،

"جب کسی ملک کے سفیر آتے ہین تو منزل پر اترتے ہی یہ لوگ ان کے گھوڑون کو تھام لیتے ہین اور ان پر کاٹھیان اتار کر دوسرے گھوڑون پر رکھتے ہین، اور دو چار "انجو" گھوڑون کی نگہداشت کے لیے سفیرون کے ساتھ ہو لیتے ہین، دوسری منزل پر پہنچکر وہ واپس چلے آتے ہین

"اگر سڑک پر کوئی گھوڑا تھک جاتا ہے اور کسی دوسرے آدمی کا گھوڑا جاتا ہوا ملتا ہے تو تھکے ہوئے گھوڑے کے بدلے اس گھوڑے کو لے لیتے ہین، دستور یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے جو امیر کی ملاقات کو جا رہا ہو ہر شخص کا فرض ہے خواہ وہ سوداگر ہو یا رئیس ہو یا سفیر ہو کہ فوراً ضرورت کے وقت اپنا گھوڑا پیش کر دے، اور اگر ایسی حالت مین کوئی گھوڑا دینے سے انکار کرے تو اُسے گھوڑے کے بدلے اپنا سر دینا پڑتا ہے، کیونکہ امیر تیمور کا ایسا ہی حکم اور قانون ہی،

"ایسے لوگ جن کو امیر کے پاس جانا ہوتا ہے ضرورت کے وقت لشکریون سے گھوڑے لے لیتے ہین، بلکہ خود امیر تیمور کے بیٹے یا بیوی کا گھوڑا بھی ہو تو اُسے لے سکتے ہین،

"سڑکون پر ڈاک کے گھوڑے ہی فراہم نہ رہتے تھے بلکہ تمام راستون پر خبر رسان بھی مقرر ہوتے تھے تاکہ سلطنت کے ہر صوبے سے خبرین چند روز مین امیر تک پہنچا دین، اگر کوئی شخص ایک دن اور رات مین گھوڑے پر ۵۰ فرسخ چلے اور اس اثنا مین دو گھوڑے اس کی ران کے نیچے مر جائین تو امیر تیمور ایسے شخص کو بہ نسبت اس شخص کے زیادہ پسند کرتا تھا جو انہی پچاس فرسخون کو تین دن مین طے کرے، امیر نے اس خیال سے کہ اسکی سلطنت مین ہر فرسخ

کا طول زیادہ ہے فرسخ کے دو حصے کردیئے تھے، اور سڑک کے کنارے پتھر کے چھوٹے چھوٹے ستون ہر فرسخ اور نیم فرسخ پر نشان کے طور پر نصب کرا دیئے تھے اور اپنے "زگا تامیون" کو حکم دے رکھا تھا کہ بارہ یا کم سے کم دس ایسے فرسخ دن بھر مین طے کیا کرین[1]، یہان کا ایک فرسخ قشتالیہ کے دو فرسخون کے برابر ہوتا ہے،

"حقیقت یہ ہے کہ جب تک آنکھ سے نہ دیکھا ہو اس بات کا یقین آنا مشکل ہے کہ یہ تاتاری کتنے بڑے بڑے فاصلے رات اور دن مسلسل سفر کر کے طے کیا کرتے ہین، کبھی کبھی یہ لوگ پندرہ اور بیس فرسخ سے بھی زیادہ مسافت ایک رات اور دن مین چلتے ہین، جب ان کے گھوڑے بیکار ہو جاتے ہین تو انھین ذبح کر دیتے ہین یا پھینک ڈالتے ہین، سڑک پر ہم کو بہت سے گھوڑے جو تیز چلانے کی وجہ سے مر گئے تھے پڑے ملے"

۱۴۷

کلاویجو لکھتا ہے کہ گرمیون کے موسم مین بعض منزل گاہون مین ایسے حوض نظر آئے جن مین برف کے ٹکڑے پڑے تھے، اور پیتل کے کوزے وہان رکھے تھے کہ جس کا جی چاہے برف کا پانی ان مین بھر کر پیئے،

ڈاک کی سڑکون پر قاصد اور پیک تیمور کو خبرین پہنچانے کے لیے کبھی ادھر سے اور کبھی ادھر

---

[1] یعنی ایک دن اور رات مین پچاس سے لے کر ستر میل تک طے کرین، کلاویجو کے "زگا تامی" وہی لوگ ہین جنکو تاریخ کی کتابون مین چغتائی یاجتہ لکھا ہے، یہ بیان ہم نے کسی قدر مختصر کر کے کلاویجو کے سفرنامے سے لکھا ہے، اس کتاب کا نام ہے "سمرقند مین امیر تیمور کے دربار مین روی دی گانزو لیز کلاویجو کا سفیر ہو کر جانا اور سفارت کے حالات" (صفحات ۱۴۰۲-۱۴۰۳) یہ کتاب ہیکلوٹ سوسائیٹی نے شایع کی تھی معلوم ہوتا ہے کہ کلاویجو کے اسی بیان کی وجہ سے عام تاریخون مین یہ غلط بات تحریر ہونے لگی کہ تیمور نے اپنے ہر امیر اور سردار کو روزانہ ۶۰ میل گھوڑے پر سوار ہو کر چلنے کا حکم دے رکھا تھا، (مصنف)

سمرقند اور چودھویں صدی کے کاروانی راستے

خراسان کی سڑک ۔ یورپ سے چین کا راستہ کچھ اس سڑک پر پڑتا تھا۔

پیمانہ انگریزی میلوں میں ۰ ۵۰ ۱۰۰ ۱۵۰ ۲۰۰ ۲۵۰ ۳۰۰

سے دوڑتے نظر آتے تھے. کبھی سرحد کی شتر سوار فوجون کی کیفیت سے تیمور کو مطلع کرتے تھے اور کبھی سرحد سے بھی کوسون دور سپہ سالارون کی طرف سے پرچے لے کر حاضر ہوتے تھے، اور شہرون کے داروغہ جو اطلاعین بھیجتے تھے ان کے لانے لیجانے والے بھی یہی تھے[1] سلطنت کی ہر ولایت اور کاروانی شہرون سے جو سلطنت کی حدود کے باہر تھے خبر نویس مقرر تھے جو تمام واقعات کا خلاصہ امیر تیمور کے پاس وقت مقررہ پر ارسال کیا کرتے تھے، مثلاً یہ کہ سڑکون پر کون کون سے قافلے جارہے ہین، لڑائیان کہان کہان ہورہی ہین، ان خبر نویسون کو حکم تھا کہ صحیح بات لکھین، اگر کوئی دیدہ و دانستہ غلط خبر لکھتا تھا تو ... [2] دیا جاتا،

تیمور کا خبر رسانی کا انتظام مکمل تھا، ریلون کی ایجاد سے پہلے رسائل کا کوئی محکمہ اس سے زیادہ زود کار اور تیز دست شاید ہی دنیا مین گذرا ہو،

زمین اور جائداد کے متعلق تیمور کے فیصلے ناطق ہوتے تھے، سپاہ کو لشکر کے خزانچیون اور

---

[1] دیکھو تزوک تیموری، مقالہ دوم صفحہ ۱۸۰، ۱۸۲ - مطبوعہ بمبئی، جس مین ذیل کی عبارت درج ہے :-

"و امر نمودم کہ یک ہزار نفر جازہ سوار و اسپ سوار چیقو نچی روندہ و دوندہ و ہزار نفر پیادہ جلد تعین نمایند کہ اخبار ممالک و سرحد و ارادہ و مقاصد سلاطین جوار را تحقیق نمودہ بحضور آید و خبر رسانند تا آنکہ پیش از وقوع واقع علاج نمایم"

[2] تزوک تیمور مقالہ دوم مطبوعہ بمبئی، صفحہ ۸۰ مین لکھا ہے کہ

"امر نمودم کہ در ہر سرحدے و ولایتے و شہرے و لشکرے خبر نویس متعین نمایند کہ از اعمال و افعال حکام و رعیت و سپاہ و لشکر خود و لشکر بیگانہ و مداخل و مخارج مال و منال و در آمدن و برآمدن مردم بیگانہ و قوافل از ہر مملکت و اخبار ممالک و سلاطین ہمسایہ و اعمال و افعال ایشان و جماعۃ علماء و افاضل کہ از بلاد بعید روے بدرگاہ من آوردہ باشند بتفصیل از روے راستی و درستی بدرگاہ مینوشتہ باشند، و اگر خلاف نمایند و از قرار واقع ننویسند آنگشتان اخبار نویسان را قطع نمایند، و دگر اخبار نویسے کار سپاہے را پوشیدہ دارد و در لباس دیگر بنویسد وے را قطع کنند و اگر دروغے را بربنائے تہمت و غرضے نوشتہ باشد او را بقتل رسانند و امر نمودم کہ اخبار مذکور روز بروز و ہفتہ بہفتہ و ماہ بماہ بعرض رسد"

بخشیون سے تنخواہ ملتی تھی[1]، کسی سپاہی کو کسی قسم کا محصول رعایا سے لینے کا اختیار نہین تھا، اور نہ کوئی سپاہی بلا وجہ کسی رعیت کے مکان مین داخل ہو سکتا تھا[2]۔

بنجر زمین اور جائداد غیر منقولہ جو لاوارثی ہو وہ سرکار کا مال تصور کیجاتی تھی[3]، اگر کسی کسان یا صاحب مقدرت نے کسی صحرائی زمین مین آب پاشی کر کے کھیتی کی ہے یا اس پر مکانات یا پل بنائے ہین تو وہ ایسی زمین پر پہلے سال بلا لگان قبضہ رکھ سکتا تھا، دوسرے سال جو لگان خود مناسب سمجھتا وہ دے سکتا تھا، تیسرے سال قاعدہ کے مطابق اس پر محصول لگایا جاتا تھا[4]، زمین کا محصول فصلین کاٹنے کے بعد لیا جاتا تھا، معمولی شرح لگان پیداوار کا ایک تہائی حصہ یا اتنے ہی حصہ کی قیمت چاندی کے سکے مین مقرر تھی، نہری زمین پر محصول زیادہ تھا، اور بارانی پر کم تھا، بڑے تالابون سے پانی لینے پر زمیندارون کو آبیانہ دینا ہوتا تھا[5]۔

تاجر جو ملک مین آتے تھے وہ تجارت کے مال پر محصول دیتے تھے، اس کے علاوہ ۱۷۹

۱؎ دیکھو تزوک تیمور مقالہ دوم صفحہ ۱۲۳،

۲؎ دیکھو تزوک تیمور مقالہ دوم صفحہ ۱۷۹،

"و امر نمودم کہ سر شماری و خانہ شماری از ہیچ شہر و قصبہ نگیرند و ہیچ کس از سپاہ در خانہ رعیت بزور نزول نکند و چہار پایان و اولاغ رعایا نہ گیرند"

۳؎ دیکھو تزوک تیمور مقالہ دوم صفحہ ۱۹۰،

"امر نمودم کہ اموال اموات را بوارث رسانند و اگر وارث نباشد در ابواب خیرات صرف نمایند"

۴؎ تزوک تیمور ایضاً مقالہ دوم صفحہ ۱۸۸،

"و امر نمودم کہ ہر کس صحرائے آباد کند یا کاریزے احداث نماید یا باغے سبز کند یا موضع ویرانے را نو آباد سازد در سال اول چیزے نگیرند و در دوم آنچہ رعیت برضائے خود دہد بگیرند و در سال سوم موافق تزوک مال بگیرند"

۵؎ تزوک تیمور صفحات ۱۸۶-۱۸۷،

انھین سڑک کا محصول بھی ادا کرنا ہوتا تھا، یہ محصول اس زمانے مین آمدنی کے بڑے ذریعے تھے، کیونکہ مشرق بعید کے تمام کاروان جو یورپ کے قصد سے چلتے تھے وہ مصر سے بچ کر نکلنا چاہتے تھے جہان کے بادشاہ "سلاطین مملوک" عیسائیون کے اور عیسائیون سے جو کچھ متعلق ہو اس کے سخت دشمن تھے،

تجارت کا مال مغربی ملکون کو شمال والی سڑک سے دشت گوبی مین سے ہوتا ہوا المالیق سے گذر کر سمرقند آتا تھا، اور سمرقند سے سلطانیہ اور تبریز ہوتا ہوا بحر اسود اور قسطنطنیہ پہنچتا تھا، یہ راہ خراسان والی سڑک سے طے کیجاتی تھی؛ اس سڑک کی شاخین زیادہ شمال کی سمت مین بھی گئی تھین یعنی اورگنج تک پہنچی تھین، اور گنج سے بحر خزر عبور کرنے پر بعض شاخین جاری رہ کر روسی سرحد پر اہل جینوا کی آبادیون تک گئی تھین، ایک تیسری سڑک جنوب کی سمت مین ایران سے گذرتی ہوئی ہندوستان کے بندرگاہون تک آئی تھی،

سمندر کی راہ سے تجارت بہت کم ہوتی تھی، ایک زمانہ مین عرب کے لوگ ہند کے گرد چکر کاٹ کر "جزیرہ نمائے زرین[۱]" اور چین کو جاتے تھے، اور چین کے جہاز اکثر بنگال کے ساحل تک آتے تھے، لیکن اس قسم کے بحری سفر گاہے گاہے جہازون کے مالکون اور دولتمند سیاحون کی ہمت کا نتیجہ ہوتے تھے، دریاؤن کے رستے البتہ تجارت کا بڑا سلسلہ قائم تھا، دریائے آموکے ذریعہ اورگنج تک اور ہندوستان مین دریائے سندھ کے ذریعہ سمندر تک اور اسی طرح دجلہ اور فرات کے ذریعہ تجارت بہت ہوتی تھی،

ہندوستان پہنچنے کے لیے تیمور نے اب دو رستے کھول دیئے تھے، ایک کابل سے

---

[۱] غالباً جزیرہ نمائے ملایا سے مطلب ہوگا،

چلکر درۂ خیبر والا تھا اور دوسرا قندھار سے شروع ہو کر اُس بے برگ و بار علاقے مین سے گذرا تھا جس کا سلسلہ دریاے سندھ پر ختم ہوتا تھا، بادشاہ سجستان کو تیمور نے صرف ایک لڑائی لڑکر اپنا مطیع کرلیا تھا، یہ وہی بادشاہ تھا جس کی ملازمت ایک زمانے مین تیمور نے ایک رزم آزما کی حیثیت سے اختیار کی تھی اور جس کی خدمت گذاری مین عمر بھر کو لنگڑا ہوا تھا،

ایک دوسری لڑائی مین تیمور کو ایک ویران ملک سے گذر کرنا پڑا تھا جو شیراز سے خلیج فارس کے بندرگاہون تک پھیلا ہوا تھا، ان بندرگاہون سے جہاز بغداد تک اور دریائے سندھ کے دہانے تک جاتے تھے،

مغرب مین تیمور نے ترکمانان سیاہ میش کا قلعہ[1] اور موصل کا شہر جسمین سنگ مرمر کی عمارتین تھین فتح کرلیا تھا، دریاے دجلہ کے قلعون پر جو سمرقند سے ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر تھے تیمور قابض ہوگیا، اور یہان اپنی وسیع سلطنت مین تبریز کے شہر کو اس نے تجارت کا بہت بڑا مقام بنادیا، اس بڑے شہر کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ تھی، اسی شہر مین تجارت کی شمالی اور جنوبی سڑکین خراسان کی بڑی سڑک پر آکر ملی تھین، صرف | تبریز[2] سے جس قدر آمدنی تیمور کو تھی وہ بادشاہ فرانس کی سالانہ واصلات سے زیادہ تھی،

بظاہر اتنے بڑے شہر کے باشندے کوئی ایسا محصول جو ہر فرد پر عاید ہوتا ہو ادا نہ کرتے

---

[1] غالباً قراحصار سے مراد ہے جو صوبہ آذر بائجان مین واقع تھا، (مترجم)

[2] جس قدر شہادت دستیاب ہوتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چین کے ملک سے قطع نظر کرکے تبریز دنیا کا سب سے بڑا شہر تھا، سمرقند، دمشق اور بغداد اس سے چھوٹے تھے، گو ان کی عمارتین زیادہ قابل تعریف تھین، چودھوین صدی عیسوی کی یہ عمارتین ان عمارتون سے جو روما اور وینس مین تھین زیادہ شاندار تھین (مصنف)

ہو نگے، لیکن شہر کی مجلس ایک سالانہ رقم تیمور کے داروغہ کو ادا کیا کرتی تھی، اس کی شکل خراج کی ضرورتھی، کیونکہ جب تک یہ رقم ادا ہوتی رہتی تھی شہر کو کوئی خطرہ نہ تھا،

کاروانی تاجرون کے حق مین تیمور کی سلطنت ایک بڑی برکت تھی، کیونکہ وہ امیر تیمور کے ملکون مین سڑک کے پاسبانون کی حفاظت مین سال مین پانچ مہینے سفر کیا کرتے تھے اور چنگی کا محصول انھین صرف ایک جگہ ادا کرنا ہوتا تھا،

چھوٹے چھوٹے کاشتکارون اور زمیندارون کے حق مین بھی تیمور کی حکومت اس وجہ سے نفع کی چیز تھی کہ وہ امرا و قت کی زیادتیون سے محفوظ ہو گئے تھے، تیمور اس معاملہ مین بہت صاف تھا، جب کوئی انسان تباہ کر دیا جاتا تھا تو پھر وہ کسی مصرف کا نہ رہتا تھا، اسی طرح جب کوئی ریاست غارت کر دیجاتی تھی تو پھر تیمور کے خزانے کو اس سے کوئی نفع نہ پہنچ سکتا تھا، خزانے سے فوج کو قوت پہنچتی تھی اور فوج سلطنت کی بیخ و بنیاد تھی، لشکری جہان اُن کا جی چاہتا تھا اپنے گھوڑون کو پانی پلاتے تھے، کھیتون کو روندتے ہوئے نکل جاتے تھے، جس طرف سے کوچ کرتے تھے اگر ضرورت ہوتی تھی تو تیار فصلین کاٹ لیتے تھے، کاشتکارون کو اس سے بہت نقصان پہنچتا تھا،

تیمور کمزوری پسند نہ کرتا تھا، تمام شہرون مین فقیرون کی کثرت ہو گئی تھی، تیمور نے گداگری کی ممانعت کر دی[1]، اور محتاجون کے لیے وظیفے مقرر ہونے کا حکم جاری کیا اور انھین روٹی اور گوشت تقسیم کرایا، مگر ان فقیرون نے اس آزو قے کو اپنی جاگیر سمجھکر پھر گلی گلی بھیک مانگنی شروع کی، جہان جاؤ یا حق، یا حق۔ اللہ کریم، اللہ رحیم کی صدا زبان پر اور ہاتھ مین بھیک کا پیالہ نظر آتا تھا،

---

[1] تزوک تیمور صفحہ ۱۷۹ ۔ " و امر نمودم کہ گدایان ہر ملک را وظیفہ مقرر گردانند تا رسم گدائی برافتد "

خیرات کرنے والے کھانے کے وقت ان کے پیالہ مین آٹا روٹی کا ٹکڑا کچھ ڈال دیا کرتے تھے، قلندر اور بے نوا، بازارون مین کھڑے ہو کر اپنی کرامات بیان کرنے والے لوگ، بہروپ اور قلاش اب بھی بھیک مانگنے سے باز نہ آئے، کیونکہ فقیر کو روٹی پیسہ دینا مسلمانون کے ہان ایسا رواج تھا جو بدل نہ سکتا تھا، تیمور کے سپاہی اکثر ان فقیرون کو قتل کر دیتے تھے مگر اس سے کچھ حاصل نہ ہوتا تھا

چوری کے بند کرنے مین تیمور کو زیادہ کامیابی ہوئی، شہرون مین وہان کا کوتوال اور سڑکون پر پاسبانون کے افسر جتنی چوریان ان کے علاقے مین ہون سب کے ذمہ دار قرار دیئے گئے تھے، کوئی چیز چوری جاتی تھی تو پاسبانون اور ان کے افسرون کو ویسی ہی چیز اسکی جگہ دینی پڑتی تھی[1]،

۱۵۱ لیکن تیمور کی تزوک و قوانین خود اسکی مرضی اور حکم کے سوا اور کچھ نہ تھے، اسکے خاص ملک کے باہر یہ قوانین ابھی تک نئی بات سمجھے جاتے تھے اور ان پر عمل درآمد بھی ابھی تک شروع نہ ہوا تھا، کہین کہین بغاوت بھی ہوتی تھی، اور تیمور اس قسم کی بدنظمیون کو رفع کرنے کے لیے ہمیشہ نقل و حرکت مین رہتا تھا، تیمور کی قوت اور تدبیر نے اس کے لشکر کو ایک باقاعدہ مشین بنا دیا تھا جس کے چلانے والے بڑے آزمودہ کار سپاہی تھے اور فتح اور ظفر یابی جس کا ایک معمول تھا،

اس لشکر اور فوج پر تیمور کو ناز تھا اور اسی فوج سے اب اس نے کل ایشیا کو فتح کرنا چاہا[2]،

---

[1] تزوک تیمور صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰ وامر نمودم کہ دزدان و اقطاع الطریق (رہزن) ہر ملک را بیاسا رسانند و مفسدان و اشرار و بدنفسان را از ملک اخراج نمایند و ہرزہ کاران را در شہر و ملک نگہدارند، و کوتوالے بہر شہر و قصبہ تعین کنند کہ نگاہبان رعیت و سپاہ باشند و انچہ از کس بدزدی رود در عہدہ کوتوال باشد، و امر نمودم کہ بر سر راہہا ضابطان تعین نمایند کہ حارس و پاسبان راہہا بودہ اموال و اسباب و امتعہ متردین تجار و مسافران را منزل بمنزل برسانند و اگر فوتی و فرو گذاشتی دران بشود از عہدہ جواب آن برآیند۔

[2] دیکھو تعلیقہ شمار ۱۷،

اکیسوان باب

گھوڑے کی کاٹھی اور تیمور

اب ایسا زمانہ آیا کہ اس لنگ کرنے والے کشورستان کو اس مثل کا مصداق بنکر اس کا مزہ چکھنا پڑا کہ "جس نے پاؤن رکاب مین رکھ لیا اُس کو کاٹھی پر پہنچنا ہی پڑتا ہے"

سمرقند مین قیام کرنے یا پہاڑون مین شکار کھیلنے کا اب بہت کم اتفاق ہوتا تھا، تیمور کی (دوسری بیوی یعنی) پہلی ملکہ سرائے ملک خانم سفر و حضر دونون مین بڑے جاہ و حشم سے رہتی تھی، جب برآمد ہوتی تو حبشنین قبا کے دامن اٹھائے اور خوبصورت کنیزین کلاہ کے مرصع پرون کو دائین بائین سہارا دیئے چلتین، نئے نئے کاشی کاری کے محل فیروزی چھتون والے بہت کشادہ اور وسیع اس کے قدم رنجہ فرمانے کے لیے تیار ہو چکے تھے، خود تیمور نے ایرانی ہندسون کی مدد سے ان محلون کے نقشے بنائے تھے، تعمیر کے زمانہ مین کبھی کبھی قلیل مدت کے لیے معمارون اور مزدورون مین کام کی ہل چل ڈالنے یا ملک چین اور ہندوستان کے ایلچیون کو شرف حضوری بخشنے یا پوتون کا سلام قبول کرنے سمرقند چلا آتا اور یہان خوب جشن و طوی کر کے واپس چلا جاتا، ایام سفر مین خیمہ و خرگاہ کا سامان دوہرا ساتھ رہا کرتا تھا، جب ایک خیمہ گاہ مین آرام کرتا تو

اسی رات کو دوسرا خیمہ و سراپردہ باربرداری کے جانوروں پر رکھا ہوا آگے کی منزل پر لیجا کر نصب کر دیا جاتا، جب تیمور دوسرے دن وہان پہنچتا تو کوشک شاہی تیار ملتا، خیمون کی ریشمین طنابین کھنچی ہوتین، اندر قالینون کا فرش ہوتا، چوبون سے اپنی اپنی جگہ پردے لٹکے ہوتے، اور تمازت آفتاب سے پناہ کے لیے بڑا سائبان سامنے لگا ہوتا، اور بارگاہِ دولت کے قریب بارہ ہزار قلچیون کے ڈیرے ہوتے جو بادشاہ کے قریب بطور محافظ کے حاضر رہتے،[1]

قلچیون کے سردار "بہادرون" مین سے منتخب ہو کر مقرر کئے جاتے تھے، یہ سب بڑے دلاور اور طاقتور ہوتے تھے، کوئی مشکل کام ایسا نہ تھا جس مین ان کی آزمائش نہ ہو چکی ہو، اور اتنا انعام نہ دیا گیا ہو جس سے ان کی اور دوسرون کی ہمت افزائی ہوئی ہو،

تیمور نے حکم دیا تھا کہ "ایسا سپاہی جو خدمت کرتے کرتے عمر رسیدہ ہو گیا ہو اس کے درجے اور تنخواہ مین کبھی کمی نہ کیجائے، کیونکہ پرانے سپاہی جو عارضی عزت کے لیے اپنی دائمی خوشی قربان کر دیتے ہین وہ قابلِ انعام ہوتے ہین"[2] تیمور کو اپنے پرانے سپاہیون کی قدر افزائی پر ہمیشہ اصرار رہا، اور جس طرح پہلے ایک ہزار سپاہیون کے نام جنھون نے ایک سخت مہم مین ساتھ چلنے

۱۵۳

[1] تزوک تیمور صفحہ ۱۵۲۔

"دوازدہ ہزار قلچی شمشیر بردار بہ ایراق و سلاح در یمین و یسار و پس و پیش دیوانخانہ در کشک حاضر باشند۔ ...." (مترجم)

[2] تزوک تیمور، صفحہ ۱۴۳:۔

"و حق سپاہی را ضایع نہ سازند و ہر سپاہی کہ بہ پیری رسد وے را از علوفہ و مرتبہ محروم و معزول نہ گردانند، و کار ہر سپاہ را پوشیدہ نہ دارند و مردم سپاہے کہ حیات باقی خود را بمال می فروشند مستحق جلدو باشند و لائق انعام و تربیت اگر وے را از انعام محروم سازند و کارش را پوشیدہ دارند بے انصافی کردہ باشند"

تیمور کہتا ہے کہ سپاہی اپنی باقی زندگی کو مال کے عوض مین بیچتا ہے، انگریزی مصنف نے اس خیال کو اس

پر رضامندی ظاہر کی تھی لکھکر اپنے پاس رکھ لیے تھے، اب اپنے تومانون کے افسرون اور ان کے بیٹون کے نام ایک فہرست مین لکھ لیے، اگر کسی سردار سے کوئی کام شجاعت کا عمل مین آتا تو سرکاری کاتب اُس کے اعمال نامے مین اس کام کو درج کر دیتے،

لشکر مین اگر کوئی سپاہی دلیری کا کام کرتا تو وہ دس سپاہیون کا افسر یعنی اون باشی کر دیا جاتا، اور دس سپاہیون کے افسر کو عمدہ خدمت کے صلہ مین سو سپاہیون کے افسر یعنی یوزباشی کا درجہ ملتا، اور خاص قسم کا نشان اور انعام بھی دیا جاتا، مثلاً کمربند یا مرصع جبہ مع گلوبند، بعض وقت تلوار اور گھوڑا بھی ملتا[1]، ایک ہزار سپاہیون کے سردار یعنی مینک باشی کو علم اور نقارہ دیا جاتا، اور امیر الامرا کو "دہ ہزاری عَلَم" اور "شیر عَلَم" (تومان طوغ اور چر طوغ) اور نقارہ ملتا، ان امیرون مین سے ہر ایک کو سو گھوڑے اپنے ساتھ رکھنے کا حق حاصل تھا،

جب یہ فوجی سردار کوئی لڑائی فتح کرتے تھے تو ان کو اور بھی بھاری انعام دیئے جاتے تھے، مثلاً کسی شہر یا ملک کی حکومت مع اس کی آمدنی کے جاگیر مین ملتی، فوج کے امرا بعض صوبون مین شاہی گھرانے کے لوگ ہوتے تھے مگر ترقی ہمیشہ حسنِ خدمت کے صلہ مین ملتی تھی، لڑائیون

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۶) طرح ادا کیا ہے کہ سپاہی چند روزہ عزت کے لیے دائمی خوشی کو قربان کرتا ہے، قوم پرستی کے اعتبار سے مصنف کے الفاظ تیمور کے الفاظ سے زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہین، زندگی کو مال کے لیے بیچنا اتنا بھلا نہین معلوم ہوتا جتنا کہ عزت کے لیے خوشی کو قربان کرنا، سپاہی کا ہمدرد تیمور بھی ہے اور مصنف بھی، بات کہنے کا فرق ہے (مترجم)

[1] تزوک تیمور، صفحہ ۱۵۰۔

"و امر کردم کہ بہادرے کہ شمشیر زند کلنک یا اتاقہ مرصع و کمر و شمشیر و اسپ بجلدوے وے ارزانی دارند بمرتبہ اون باشی اعتبار دہند تا آنکہ در شمشیر دوم و سوم بمرتبہ یوزباشی و مینک باشی برسد۔۔۔۔۔۔ و امر نمودم کہ ہر یک از امرا دوازدہ گانہ (کذا) یک علم و نقارہ بدہند و با امیر الامرا علم و نقارہ و تومان طوغ و چر طوغ ارزانی دارند وغیرہ وغیرہ (مترجم)

کے بعد جو فوجی سردار زندہ بچے تھے ان مین ایک بڈھا امیر جاکو برلاس تھا جو بڑی عزت و منزلت کے ساتھ امیر الامراء کا درجہ اور بلخ کی حکومت انعام مین پاکر جنگی خدمات سے سبکدوش ہوا تھا۔

تیمور ایسے آدمی کو ناپسند کرتا تھا جو کسی معرکہ مین ناکام رہ کر ناکامی کے متعلق عذرات پیش کرے، یا عین خطرے کے وقت اورون سے پیچھے رہ جائے یا آگے بڑھنے سے پہلے بھاگنے کا راستہ سوچ رکھے، بیوقوفی اور نادانی پر اس کو غصہ آیا کرتا تھا، اور اکثر یہ جملہ کہ "دشمن دانا بہ از دوست نادان" اسکی زبان پر آتے سنا گیا تھا،

ایک مورخ نے جس کا نام ابن عرب شاہ تھا تیمور کی صورت شکل اس زمانے کے بہت صاف اور روشن الفاظ مین اس طرح بیان کی ہے،

"یہ فاتح دراز قد تھا، سر بڑا اور پیشانی چوڑی تھی، جسمانی طاقت اور دلاوری مین نہایت ممتاز تھا، فطرۃً عمدہ قابلیتین اس مین موجود تھین، اسکی جلد سپید تھی، چہرہ کا رنگ صاف تھا، ہاتھ پاؤن بہت مضبوط تھے، سینہ چوڑا تھا، اور انگلیان بہت سخت تھین، ڈاڑھی لمبی تھی، اور ہتیلیان خشک رہتی تھین، داہنی ٹانگ سے لنگ کرتا تھا، آواز بھاری تھی،

"میانہ عمری مین بھی جوش طبیعت اور جسم مین طاقت، دلیری اور عزم وہی تھا جو جوانی مین تھا، اس کی مثال ایک کوہ راسخ کی تھی، جھوٹ بولنا اور مسخرا پن کرنا بہت ناپسند کرتا تھا | ہمیشہ سچی بات سننی چاہتا تھا چاہے تلخ ہی کیون نہ ہو، کسی ناکامی پر افسردگی یا کامیابی پر کوئی خاص خوشی اسے نہ ہوتی تھی،

تیمور کی مہر پر فارسی کے دو لفظ کندہ تھے "راستی روستی" (سچائی طاقت ہے) کم سخن تھا، کبھی آدمیون کو قتل کرنے یا لوٹنے یا عورتون کو ان کے گھرون مین بے عزت کرنے کا

۱۵۴

کوئی جملہ اس کی زبان پر نہ آیا تھا، بہادر سپاہیون سے اُسے بے حد الفت تھی"۔

تیمور کے بال جلد سپید ہونے شروع ہو گئے تھے، بعض مورخون نے اس کے چہرہ کا رنگ گندمی لکھا ہے لیکن ایک عرب کو گندمی رنگ گورا ہی معلوم ہوا ہوگا، تعجب یہ ہے کہ تیمور کا یہ حال ابن عرب شاہ کا لکھا ہوا ہے جسے تیمور خانہ کوچ کر کے سمرقند لایا تھا، ابن عرب شاہ کو تیمور سے خاص عداوت تھی،

تیمور کے لشکر مین بہت کم لوگ ایسے تھے جنکو آق بوغا کی طرح یک لخت ترقی اور درجہ ملا ہو، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاتاری بہادر بہت ہی قوی ہیکل اور مضبوط آدمی تھا، بازو پر آہنی سپر اور ہاتھ مین پانچ فیٹ کا لمبا برچھا رہا کرتا تھا، صرف دس سپاہیون کی افسری یعنی اون باشی کا درجہ رکھتا تھا، گھوڑا فقط ایک ہی پاس تھا، اوراسکی بڑی لیاقت دوستون مین یہ مشہور تھی کہ مینڈھے کا کھوکلا سینگھ دودھ اور شراب سے پورا بھر کر چڑھا جاتا ہے،

بیان ہوا ہے کہ ایران پر دوبارہ فوجکشی کے زمانے مین آق بوغا بغیر کسی ساتھی کے سڑک کے کنارے ایک گاؤن مین بلکہ یہ سمجھئے کہ اس گاؤن کی سرائے مین جا اترا، چونکہ دشمن کے ملک مین تھا اس لیے گھوڑا کسا کسایا بالکل تیار سرائے کے دروازے پر کھڑا رکھتا تھا، ایک دن اس طرح چھپا چھپایا سرائے مین کمر کھولے آرام سے بیٹھا کچھ کھا پی رہا تھا کہ گاؤن کا ایک پاسبان گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ پچاس ایرانی سوار گاؤن کے حوض کے پاس گھوڑون سے اتر رہے ہین،

یہ سنکر آق بوغا بولا: اس مین گھبرانے کی کیا بات ہے، جاؤ اور گاؤن کے سپاہیون

کو جمع کرو، پھر ان ایرانیون پر حملہ کیا جائیگا"

پاسبان نے عذر کیا کہ ایرانی سوار بہت زیادہ ہین، اُن سے لڑنا مشکل ہے، بہتر ہے کہ آپ یہان سے کسی طرف بھاگ جائین، مگر آق بوغا کب بھاگنے والا تھا، پاسبان سے کہنے لگا، "اگر تم نے ان ایرانیون پر حملہ نہ کیا تو پھر ان کے گھوڑے اور گھوڑون کے زین کیونکر ہاتھ آئین گے، واللہ تم مین ذرا عقل نہین، یہ ایرانی سب گیدڑ ہین، جب مجھ بھیڑیے کو اپنی طرف آتے دیکھین گے تو نوک دُم ہو جائین گے، اور ایرانیون کا بھاگنا مین خوب دیکھ چکا ہون، جاؤ اپنے سپاہیون کو جمع کرکے یہان لے آؤ"

155

آق بوغا کھانے مین مصروف رہا، گاؤن والے آپس مین گفتگو کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے، یہ لوگ ایرانی سوارون سے تو ڈرتے ہی تھے مگر اس مسلح تاتاری دیو سے بھی ان کی جان نکل رہی تھی، قصہ مختصر تھوڑی دیر مین گاؤن کے تقریباً دس آدمی ٹٹوون پر سوار سرائے کے دروازے پر آئے، آق بوغا فوراً اٹھا کمر کسی، سر پر خود رکھا، داڑھی ہٹا کر گلے مین چمڑے کا سینہ بند باندھا اور کندھون پر چرمی شانہ پوش لگائے اور ہاتھ مین لمبا برچھا سنبھال گاؤن کے سوارون سے کہنے لگا "دیکھو جس وقت مین سورن کا نعرہ لگاؤن فوراً آندھی کی طرح گھوڑے سرپٹ ڈال دینا، خبردار ذرا توقف نہ ہو، آنکھون مین خاک بھی پڑے تو اُسے نکالنے کو نہ رُکنا"

اب آق بوغا خود آگے آگے ہے اور گاؤن کے سوار پیچھے پیچھے ہین، سرائے والی گلی سے نکل کر مسجد اور مسجد سے آگے سڑک والے حوض کی طرف چلے، ایرانی سوارون کو دیکھتے ہی کہ حوض پر گھوڑون کو پانی پلا رہے ہین آق بوغا نے گھوڑے کو چابک لگا کر

کر سورن کا نعرہ لگایا،

گاؤن والون کے لیے جو گھوڑون پر سوار آق بوغا کے پیچھے تھے ایرانی سوارون کی ننگی تلوارون کی چمک ہی دیکھنی بہت تھی، فوراً پیٹھ پھیر جدھر سے آئے تھے اودھر ہی بھاگے، اب آق بوغا کے ہوش درست ہوئے، مگر وہ بھاگنے والی اسامی نہ تھا، اکیلے نے ایرانی سوارون پر دھاوا کیا، ایرانی یا تو یہ سمجھکر کہ اس تاتاری کے پیچھے کوئی تاتاری لشکر بھی ضرور ہے یا "سورن" کے ہیبت ناک نعرے کو سنکر فوراً اپنے گھوڑون پر سوار ہوگئے، اور سرپٹ بھاگے، آق بوغا نے اپنا گھوڑا ان کے پیچھے ڈالا، ایرانی سوارون مین کوئی ادھر بھاگا کوئی اودھر، کہتے ہین کہ ان کے گھوڑے بہت مضبوط تھے، آق بوغا پکارتا ہی رہا کہ ٹھہرو ٹھہرو، ذرا دو دو ہاتھ تو ہو جائین مگر ایرانی نہ پلٹے، آق بوغا آخر کار مجبور ہو کر واپس آیا، فتح ضرور ہوئی مگر خالی ہاتھ آنا پڑا، آتے ہی گاؤن والون سے کہنے لگا کہ ایرانی تو گیدڑ تھے ہی مگر تم نرے خرگوش نکلے"

اس فوجکشی مین تیمور بہت تیزی سے جنوب کی سمت مین منزلین طے کرتا ہوا ایران مین داخل ہوا تھا، تیمور نے مظفری شہزادون کو مختلف شہرون کی سند حکومت عطا کر دی تھی، مگر اس کے بعد پھر یہ شہزادے آپس مین خانہ جنگیان کرنے لگے، یہان تک کہ ان ہنگامون مین شاہ منصور اصفہان اور شیراز کا مالک ہو گیا، مظفریون مین شاہ منصور اُن شہزادون مین تھا جو تیمور کی اطاعت قبول کرنے حاضر نہین ہوئے تھے، اب وہ اپنے سب بھائی بندون پر حاکم ہو گیا تھا اور ان مین سے زین العابدین پسر شاہ شجاع کو گرفتار کر کے اور آنکھون مین سلائیان پھروا کر قید مین ڈال چکا تھا،

مظفریون کی خانہ جنگی فرو کرنے جس وقت تیمور چلا تھا تو راستے مین ایک مقام پر کوہستان

کے ایک خاص قسم کے قتل پیشہ لوگون کو غارت کرنے کے لیے اُسے ٹھہرنا پڑا تھا،[1] قاتلون کا یہ گروہ حشیش کے استعمال سے اپنی طبیعت مین جوش وخروش پیدا کیا کرتا تھا، ان قاتلون کے خنجر ایسے تھے جن کے خوف سے "ایشیاے قریب" کے تاجدار لرزتے تھے، اس وقت تیمور کے پاس لشکر کے صرف تین قشون تھے، ایک کا سپہ سالار شہزادہ شاہ رُخ تھا اور باقی تیمور کے دو بڑے پوتون کی سرکردگی مین تھے، یہ دونون شہزادے خانزادہ کے بطن سے تھے،

جب تیمور ایران مین داخل ہوا تھا تو شاہ منصور نے اپنے لشکر کا نصف حصہ ایک سردار کے سپرد کر کے قلعہ سپید مین مقیم کر دیا تھا، یہ قلعہ ایران کا ایسا تھا جو رستم داستان کے زمانے سے آج تک کسی کے ہاتھ فتح نہ ہوا تھا، یہین زین العابدین پسر شاہ شجاع نابینا قید مین تھا، غرض تیمور اب اسی قلعہ سپید کی طرف بڑھا،

اس قلعہ کو دراصل ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی سمجھنا چاہیے، مورخ اس کا حال اسطرح لکھتا ہے کہ ایرانی اس مقام پر بہت بھروسا کرتے تھے اور اس سے بہت کچھ امید رکھتے تھے، کیونکہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر تھا، اور اس تک پہنچنے کا راستہ بھی صرف ایک ہی تھا، پہاڑ کی یہ چوٹی ہموار زمین کا ایک بہت ہی خوشنما قطع تھا، جو عرض وطول مین ایک ایک فرسخ تھا، یہان ایک دریا تھا اور چشمے تھے اور میوون کے درخت اور مزروعہ زمینین تھین، اور ہر قسم کے چرند اور پرند بھی وہان موجود تھے،

---

[1] یہ قاتل فرقہ اسماعیلیہ کا ایک گروہ تھا، انھون نے یورپ والون کا جو عیسائی مذہب کی حمایت مین ایشیا مین لڑنے آتے تھے ناک مین دم کر دیا تھا، انھی یورپ کے نووارد عیسائیون نے اس گروہ کا نام حشیشی یعنی بھنگڑ رکھا تھا، مارکو پولو یورپ کا مشہور سیاح ان کے قلعون کی طرف سے گذرا تھا اور اُسنے اس گروہ کے سردار کو شیخ الجبل کے نام سے لکھا ہے، اسی زمانہ مین تیمور عربون اور گردون کے قلعون کو فتح کرنے مین مصروف تھا، دیکھو اس کتاب کا تعلیقہ نمبر ۱- (مصنف)

امیرون نے اس پر تفریح کے لیے مکانات بنائے تھے، ان کو نہ یہان آگ کا ڈر تھا نہ پانی کا نہ سرنگ کا خوف تھا نہ عرادہ اور منجنیق کا، کسی بادشاہ کو اس کی تسخیر کا خیال تک نہ گذرا تھا، کیونکہ یہ قلعہ بہت بلند تھا، اور اس پر حملہ کرنے کے لیے کسی قسم کے آلات حرب نصب نہین کئے جا سکتے تھے، پہاڑ ایسا سخت تھا کہ اُسے کھود کر نقب لگانی بھی ممکن نہ تھی، اس کے اوپر چڑھنا اور اس کو فتح کرنا بھی امکان مین نہ تھا، راستہ جو چوٹی پر جانے کا تھا اس طرح بنایا تھا کہ اگر اس کے کسی تنگ مقام پر تین سپاہی کھڑے ہوجائین تو ایک ہزار دشمن کا مقابلہ کر لین[1]،

اس قدرتی استحکام کو بھی ایرانیون نے کافی نہ سمجھا تھا، اس کے راستے مین جو موڑ آئے تھے وہان گچ اور آہک سے سنگین دیوارین اور مورچے بنا دیئے تھے، چونکہ چوٹی پر کھیتی کی ایسی زمینین موجود تھین جن کی پیداوار قلعہ کے رہنے والون کے لیے کافی ہو اور چوپائے اور پرند

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۰۰-۶۰۱، اس قلعہ کی کیفیت کے متعلق جو اشعار آئے ہین وہ پڑھنے کے قابل ہین:-

دزے بود کش خواندندے سپید	بدان دز بدے ایرانیان را امید
عجب گو نہ کوہے خدا آفرید	کہ مانند آن کس بگیتی ندید
رہش تند و لرزان زہنگ تا فراز	چو زلف بتان پیچ پیچ و دراز
بر آن سر کہ از ابر بالا تر است	یکے دشت ہموار پہنا و راست
ز یک فرسخ افزون بطول و بعرض	زمین دگر بر فلک کن تو فرض
بہر سو روان چشمۂ خوشگوار	درختان پر میوہ و کشت زار
شکار سے پدید در آن پہن دشت	شدہ بار جدی و حمل گاہ کشت
سران بر سرش خانہا ساختہ	بسے مسکن طرفہ پرداختہ
نیا بد گزند از غریق و حریق	نہ از نقب و عرادہ و منجنیق
امید سلاطین گیتی ستان	گسستہ بکلی ز تسخیر آن

۱۵۷

بھی وہان اتنے تھے کہ گوشت ضرورت پر مل سکتا تھا اس لیے یہ بھی نہ ہو سکتا تھا کہ دشمن قلعہ کا محاصرہ کرکے اور اس کی راہین سب طرف سے بند کرکے لوگون کو فاقہ کشی کی مصیبت مین مبتلا کردے، صرف موت ایسی چیز تھی جو ان کے ہلاک کرنے پر قدرت رکھتی تھی، بیت

زسوے زمین ایمن است از خلل　　مگر ز آسمان تیغ بارد اجل

جس دن تیمور کی فوجین اس پہاڑی قلعہ کے نیچے پہنچین اسی دن تیمور نے حملہ کا حکم دیدیا[1]

جس پہاڑ پر قلعہ تھا اس کے قریب ہی ایک اونچے پہاڑ پر تیمور نے اپنا خیمہ نصب کرایا، تاتاری سوار پہاڑ پر چڑھ کر قلعہ کی دیوارون کے نیچے پہنچ گئے، یہان گھوڑون سے اتر کر پہاڑ پر اس طرح پھیلے جیسے مٹی کے ڈھیر پر چیونٹیان پھیلی ہون، اور سڑک کے موڑون پر جہان برج اور مورچے تھے حملہ شروع کردیا،

امیر تیمور نے جس پہاڑ پر اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہان سے وہ دیکھتا تھا کہ جہان جہان دھوپ مین چمکتے تیر زیادہ اڑتے نظر آرہے ہین وہین اس کے سپاہی جن کے خود بہت چھوٹے چھوٹے دکھائی دیتے تھے، کیڑون کی طرح پہاڑون مین اوپر کو رینگتے جارہے ہین اور وادی کے شکم سے بخارات دھوان بنکر اوپر کو اٹھ رہے ہین، تیمور کے قریب ہی نقارے گرج رہے تھے تاتاری سپاہی تیرون اور پتھرون کی بوچھار مین چٹانون کے کونون اور ریخون پر پاؤن جمائے کبھی کبھی سورن کی ندائے ہیبت ناک دور سے بلند کرتے ہین اور ان کی خفیف سی آواز تیمور کے کانون تک آتی ہے،

---

[1] قلعہ سپید پر تیمور ۱۰ جمادی الاول سنہ ۹۵ ؁ کو پہنچا تھا اور اسی دن حملہ کردیا تھا، دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۹۹-۶۰۰،

رات ہو گئی اور اب تک کچھ نہ ہو سکا، اوپر پہنچنے کا کوئی دوسرا رستہ بھی نہ نکلا، جب اُن لاشون کو شمار کیا جو مورچون کی خاک ریز سے پہاڑون کے نیچے گرائی گئی تھین تو تاتاری امراے فوج کے تیور بگڑنے لگے، تیمور کے سپاہی جہان جہان تھے اُن سب نے وہین پہاڑون کی گگرون اور چٹانون کے سایہ مین رات بسر کی، جب آفتاب نکلا تو فوج کے سردار اپنے اپنے جوانون کو لیکر پھر حملے مین مصروف ہوئے، تیشہ و تبر چلانے مین کسی چیز کی خبر نہ تھی یہان تک کہ پاؤن پھسلتا تھا اور لڑکتے ہوئے پہاڑ کے نیچے پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتے تھے، تیمور کے نقارچیون نے پھر نقارے پر چوب لگائی اور حملے کی شدت بڑھ گئی،

اور اب ان تاتاریون نے راستے والے ایک برج کے اوپر سے جس پر وہ سب سے پہلے چڑھے تھے اپنے سرون سے اونچے ایک چٹان سے ایک گونجتی اور گرجتی آواز سنی، "فتح ہمارے امیر کی ہوئی اور ایرانی کتے غارت ہوئے"!

نظر اونچی کی تو کیا دیکھتے ہین کہ پہاڑ کی ہموار چوٹی پر جہان قلعہ تھا اور جو مقام ان لوگون سے دو سو فیٹ اونچا تھا اور قلعہ کے راستے سے بھی ایک تیر پرتاب سے زیادہ فاصلہ رکھتا تھا آق بوغا اکیلا کھڑا ہے، پہاڑ مین ایک جگہ ریخ تھی، کسی تاتاری یا ایرانی کی نظر ادھر نہ گئی تھی، سب سمجھتے تھے کہ اُس طرف کے پہاڑ سے اوپر چڑھنا ممکن نہین مگر اسی ریخ مین سے آق بوغا ہاتھ مین سپر اور دوش پر کمان لٹکا کر چڑھتا ہوا چوٹی پر پہنچا، اور اپنے وہان پہنچنے کی خبر جو کوئی سنے اُوسے سنانے لگا، اور یہان دو چٹانون کے بیچ مین سپر کو آڑ بنا کر اس طرح تیر چلانے لگا کہ جو ایرانی قریب تھے ان مین سے کسی کی بھی ہمت اس تک پہنچنے کی نہ ہو سکی، آق بوغا کو اس حال مین دیکھا شاہزادہ شاہ رُخ نے جو پہاڑ پر راستے والی فوج سے آملا تھا حکم دیا کہ قلعہ کے برجون پر فوراً

۱۵۸

اس طرح یورش کیجائے کہ دشمن وہان سے جواب کرتا رہے مگر ہٹے نہین، اس اثنا مین تاتاری جو پہاڑ کی رینج سے قریب تھے آق بوغا کی مدد کو اوپر پہنچ گئے،

اب جو دیکھتے ہین تو پہاڑ کی چوٹی آدمیون سے خالی ہے، ایرانی بھاگ رہے ہین اور آق بوغا ہاتھ مین تلوار لیے ان کے پیچھے دوڑتا ہے، جب کل تاتاری فوج اوپر آ لی تو شاہ رُخ کے عَلَم قلعہ کے برجون کے نیچے بلند کئے گئے اور نقارون نے تمام وادی مین غلغلہ ڈال دیا کہ بس اب خاتمہ قریب ہے[1]،

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحات ۶۰۴ - ۶۰۵ - قلعہ سپید کی فتح کے حالات مین یہ عبارت آتی ہے جس سے انگریزی مصنف کا بیان بہت کچھ مطابق ہوتا ہے،

"حسب فرمان قضا جریان شاہ زادگان و امرا و سائر بہادران نبرد آزمائے جنگ را آمادہ گشتہ کمر کین در بستند، از صدائے کورگہ و غریو سورن جنگ در پیوستند، از شست و چنگ مخالفان حصار تیر و سنگ چون باران آذری باریدن گرفت و موافقان دولت جان شیرین فدائے کار خسرو کردہ فرہاد وار بکوہ دویدن آغاز نہادند ناگاہ از نوکران شیخ ایکو تمور آق بوغا نامی بجائے کہ اصلا متصور نہ بود کہ ہیچ آفریدہ از آنجا تواند برآمد بالا رفت و صلوات فرستاد،

برآمد بہ بالا چو پران عقاب خروشان چو رعد از فراز سحاب
کہ صاحبقران باد فیروزہ گر بداندیش او زار و خونین جگر

و از سر تہور و پردلی خروش برآوردہ بسر بازی مشغول شد، اہل قلعہ را از مشاہدہ آن حال کہ در ضمیر ایشان نگذشتہ بود پشت دل بشکست و زور از بازوئے جسارت رفت و از غایت دہشت و سراسیمگی دست از جنگ باز داشتند و لشکریان امیرزادہ محمد سلطان از راہ دروازہ بہ بالا رفتند و توقار را باوج نصرت و فیروزی گردانیدہ قلعہ را مسخر ساختند و ہر کہ در آنجا بود از لشکری و سپاہی از کوہ در انداختند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" (مترجم)

ایرانی قلعہ سے نیچے کے برجون کو جو راستے کے موزون پر تھے چھوڑ کر چوٹی پر پہنچے جہان قلعہ تھا، لیکن تیمور کے سپاہیون نے جو پہلے ہی وہان پہنچ گئے تھے ایرانیون کو ایک ایک کر پہاڑ کے نیچے گرا دیا، شاہ منصور کے قلعہ دار کو بھی پکڑ کر پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دیا جہان چٹانون مین وہ کپڑون کی ایک بے جان گٹھری پڑا نظر آیا، قلعہ سپید تاتاریون کے ہاتھ فتح ہو گیا۔[1]

جب لڑائی ختم ہوئی تو آق بوغا کی ڈھونڈیا پڑی، جب ملا تو اُسے پکڑ کر صاحبقران کے سامنے لائے، صاحبقران نے اُسے خلعت مین ریشمین اور زرین کپڑے، خیمے اور ڈیرے، خوبصورت کنیزین بہت سے گھوڑے، خچر اور اونٹ اور نقد روپیہ اتنا دیا کہ وہ بالکل حیرت زدہ ہو کر امیر کے سامنے سے باہر آیا، جس قدر سامان ملا تھا جب اُسے پیچھے آتا دیکھتا تھا تو سر ہلا کر رہ جاتا تھا، جب لوگون نے چلتے چلتے روک کر اس کی بہادری کی تعریف کی تو کہنے لگا

"خدا گواہ ہے کہ کل میرے پاس ایک گھوڑے سے زیادہ نہ تھا، آج یہ کل ساز و سامان میرا کیونکر ہو سکتا ہے"

آق بوغا کو امیرزادہ محمد سلطان کی فوج عقب مین سرداری کا درجہ ملا، جب تک زندہ رہا بڑی شان سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا رہا، اور اس دن سے کبھی اُس طرف سے پشت نہین کی جہان امیر تیمور ہو، اور ہمیشہ خیال رکھا کہ سوتے مین اپنا چہرہ بارگاہِ امیر کی طرف ہو اور مرتے

[1] امیر تیمور نوبنجان سے دوشنبہ کے دن ۱۰ رجادی الاوّل ۷۹۵ھ ۱۳۹۲ء کو قلعہ سپید پہنچ گیا، اور دوسرے دن سہ شنبہ ۱۱ رجادی الاوّل کو قلعہ فتح کر کے شام کو نوبنجان واپس ہوا، ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۵۹۹ - ۶۰۶ - نوبنجان شیراز سے شمال مغرب مین بخط مستقیم پچاس ساٹھ میل کے قریب ہو گا، دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی نقشہ نمبر ۶ - فارس اور کرمان کے صوبے۔ (مترجم)

وقت وصیت کی کہ جب قبر مین رکھا جاؤن تو میرا چہرہ دولت کدۂ امیر کی طرف کر دیا جائے،

مظفری شہزادون کا تعاقب شروع کرنے پر امیر تیمور کو اطلاع ملی کہ شاہ منصور فرار ہو گیا ہے، لشکر سے برنغار اور جرنغار کو اپنے دو پوتون سلطان محمد اور پیر محمد کی سرکردگی مین دے کر باقی لشکر کو اپنے ہمراہ لیے تیزی سے شیراز کی طرف چلا، اس فوج کی تعداد تیس ہزار تھی، امیرزادہ شاہ رخ جو ہمیشہ باپ کے ساتھ رہتا تھا بدستور مع اپنے ملازمین کے خدمت مین حاضر تھا، چلتے چلتے ایک گاؤن کے باہر باغات نظر آئے، اور دیکھکر تعجب ہوا کہ وہان چار ہزار ایرانی سوار صف بستہ کھڑے ہین، ہر ایک سوار زرہ بکتر پہنے ہے، چہار آئینہ کا متن چرمی اور حاشیہ آہنی ہے اور گھوڑون پر کجیم[1] پڑے ہین،

159

واقعہ یہ تھا کہ پہلے تو شاہ منصور اس فوج کو لیے ہوئے شیراز سے بھاگا تھا مگر اس وقت وہ ارادہ بدل کر شیراز کی طرف واپس آرہا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب شیراز سے بھاگ کر ایک گاؤن مین منزل کی اور وہان چند لوگون سے پوچھا کہ شیراز کے لوگ اسکی نسبت کیا کہتے ہین تو انھون نے کہا "واللہ وہ یہ کہتے ہین کہ بعض لوگ ایسے تھے کہ جن کے پاس بڑی بڑی ڈھالین تھین اور ان کے ترکش بھاری تھے لیکن وہ اس طرح بھاگے جیسے بھیڑیئے کو دیکھ کر بکریان بھاگتی ہین اور اپنے اہل و عیال کو بھی چھوڑ کر دشمن کے حوالے کر گئے" اس طعنہ پر شاہ منصور کا چہرہ سرخ ہو گیا اور گھوڑے کا رُخ پھیر شیراز کی طرف واپس چلا، راستے مین ایک گاؤن کے قریب باغون مین وہ اور اس کے سوار اترے ہوئے تھے کہ تیمور کی فوج نے جو شیراز کی طرف آرہی تھی ان کو دیکھا، شاہ منصور نے جان پر کھیل کر اپنے سوارون

---

[1] کجیم گھوڑے کی پوشش،

کوسے تیمور کی فوج پر حملہ کردیا منصور کے بعض رسالے بے ترتیب ہو کر پیچھے ہٹے مگر دو ہزار کا رسالہ ایسا تھا جو تاتاریون کی صفون کو توڑتا ہوا ان کے عقب مین پہنچکر بعض بلند مقامات پر قابض ہو گیا" شاہ منصور نے اسی پر بس نہ کی بلکہ پلٹ کر وہان حملہ کیا جہان تیمور کا علم نصب تھا[له]

له دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۰۰، نیز روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۱۶۹ - روضۃ الصفا کا بیان یہ ہے کہ قلعہ سپید کی فتح کے بعد تیمور جب شیراز کی طرف بڑھا تو موضع جویم مین پہنچکر اس نے شاہ منصور کا حال دریافت کیا، صرف یہی معلوم ہو سکا کہ شاہ منصور فرار ہو گیا ہے، اور یہ سچ تھا کیونکہ جب شاہ منصور کو تیمور کے نزدیک پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو وہ شیراز سے نکل کر مع فوج کے بھاگا شیراز کے باہر پل فسا کے گاؤن تک پہنچا تھا کہ چند شیرازی اسی کی طرح شیراز سے بھاگے ہوئے اس سے ملے منصور نے ان سے پوچھا کہ شیراز کے لوگ اس کی نسبت کیا خیال کرتے ہین، ان لوگون نے کہا کہ بعض یہ کہتے ہین کہ جن کے پاس پچاس من کا ترکش اور دو من کا چاق تھا وہ اس طرح بھاگے ہین جیسے بکری بھیڑیے کو دیکھ کر بھاگتی ہے، اتنا سنکر منصور کو غیرت آئی اور وہ فوراً واپس ہو کر شیراز آیا اور فوج درست کر کے لڑنے کی تیاری کی، دوسرا قول یہ ہے کہ شاہ منصور نے جب سنا کہ تیمور قریب آگیا ہے تو اس نے تین ہزار فوج آراستہ کی اور شیراز سے باہر تیمور کے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا،

ظفرنامے کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ سپید کی فتح کے بعد تیمور فوجون کو پوری ترتیب دے کر شیراز کی طرف بڑھا، تیمور کے فوجی افسر امیر عثمان نے منصور کے قراول کو دیکھا عثمان کمین گاہ مین بیٹھ گیا، اور قراول کے ایک آدمی کو پکڑ کر تیمور کے پاس لے گیا، تیمور نے اس سے منصور کا حال اور اسکی فوج کی تعداد دریافت کی، اور آگے بڑھا، کوئی ایک فرسخ گیا ہو گا کہ شہر کے باغستان مین تین چار ہزار سوار مکمل زرہ بکتر لگائے صف آراستہ نظر آئے . . . .

انگریزی مصنف نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون بیانون کو ملا کر اپنے طور پر قصہ بیان کیا ہے، (مترجم)

امیر تیمور فوج سے کچھ ہٹا ہوا ایک علیحدہ مقام پر چند ہمراہیون کے ساتھ ایرانیون کے اس حملہ کو جو اچانک پیش آیا تھا دیکھ رہا تھا، جب منصور بڑھ کر تیمور کی طرف آیا تو تاتاری سردارون نے امیر کے گرد حلقہ باندھ کر ایرانیون سے دست بدست لڑائی شروع کر دی،

تیمور نے پیچھے ہاتھ دوڑایا کہ نیزہ پکڑے جو ہمیشہ نیزہ بردار کے پاس رہا کرتا تھا، لیکن نیزہ بردار پر حملہ ہوا تھا اور وہ نیزہ لئے پیچھے ہٹ گیا تھا، جب نیزہ نہ ملا تو تیمور نے تلوار کھینچی، تلوار پوری کھینچنے بھی نہ پایا تھا کہ شاہ منصور اس کی طرف جھپٹا،

ایران کے بادشاہ نے تاتاری فاتح پر تلوار کے دو وار کئے، ایک تیمور کے سر پر کیا، تیمور نے سر پھیر لیا اور شاہ منصور کی تلوار اس کے خود کو چھوتی ہوئی نکل گئی، تیمور کا خود سر سے گر کر گود مین آپڑا، مگر وہ خود گھوڑے پر بالکل بے حس و حرکت بیٹھا رہا، اتنے مین ایک تاتاری سردار نے اپنی سپر آقا کے سر پر چھا دی اور دوسرا سردار اپنا گھوڑا تیمور اور منصور کے مرکبون کے بیچ مین لے آیا،

آخر کار شاہ منصور پیچھے ہٹا، اور بھاگا، شاہ رخ کے ملازمون نے اس کا تعاقب کیا، یہان تک کہ اسے گرفتار کر کے قتل کیا، شہزادہ شاہ رخ شاہ منصور کا سر لئے آیا اور باپ کے قدمون مین اسے ڈال دیا،[1]

ایران کا تیمور کے مقابلے پر آنا اب ختم ہوا، اور مظفریون کا آخری وقت آگیا، تیمور نے حکم دیا کہ آل مظفر سے جس قدر لوگ مرنے سے بچ گئے ہین ان کو تلاش کر کے گرفتار کیا جائے، اس گرفتاری اور قید کے کچھ دنون بعد وہ سب قتل کر دیئے گئے،[2]

۱۶۰

[1] اس لڑائی کے حالات کے لیے دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۱۱ - ۶۱۲ ۔ [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۱۲ ۔

صرف زین العابدین اور شبلی کے ساتھ جن کو ان کے عزیزوں نے اندھا کر دیا تھا، تیمور نے اچھا برتاؤ کیا، اور ان کو سمرقند روانہ کر دیا جہاں ان کو مکانات اور زمینیں دی گئیں، اور وہ امن سے زندگی بسر کرتے رہے، شیراز اور اصفہان سے اچھے کاریگر اور پیشہ ور اور بڑے بڑے عالم اور فاضل بھی جمع کر کے سمرقند روانہ کئے گیے تاکہ تیمور کے دربار کی شان بڑھائیں[1]

[1] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۶۱۹

بائیسوان باب

سلطان احمد بادشاہ بغداد

اب ضروری بات تھی کہ مختلف والیانِ ملک مین تیمور کے خلاف ایک سازش اور اتحاد قائم ہو جائے، تیمور اکثر مشرق کی سمت سے نمودار ہوا کرتا تھا، دشت قزل قم و قراقم سے نکل کر جو اس کی حکومت مین تھے شہرون پر کالی آندھی کی طرح چھاجاتا اور ان کو غارت اور تباہ کرتا ہوا آگے بڑھتا جس طرح آندھی کی خبر نہین ہوتی کہ کب آئے گی اسی طرح تیمور کی لشکرکشی کا حال بھی کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ کب ہوگی اور کہان ہوگی،

مغرب کے بادشاہون مین سفارتون کی آمد و رفت جاری ہوئی، ترکون کے قیصر نے جو یہان سے دور یورپ مین سکونت رکھتا تھا اس اتحاد کی طرف اس وقت کوئی خاص توجہ نہ کی لیکن سلطان مصر نے جو شام اور دمشق اور ایروشلم کا مالک تھا اور بادشاہ بغداد نے تیمور کی مخالفت کا آپس مین معاہدہ کر لیا، اور قرا یوسف جس کے ترکمانون پر مغرب مین تیمور کی فوجون نے ترکتاز کیا تھا سب سے زیادہ آمادہ تھا کہ سلاطین مصر و بغداد کے ساتھ تیمور کی مخالفت مین اپنا علم بلند کرے،

بغداد تاتاریون کی فوجکشی کے راستے مین پڑتا تھا، اب یہ شہر ہارون الرشید اور برامکہ کے زمانے کی طرح سلطنت اسلامیہ کا قلب وجگر نہین رہا تھا، آجکل وہ دجلے کے کنارے ایک بھاری اور بے جان لاش کی طرح ڈھیر ہوا پڑا تھا، لیکن اب بھی وہان زایرون اور مالدار تاجرون کا مجمع رہتا تھا، ابن جبیر لکھتا ہے، کہ بغداد مین اس وقت بھی شوکت ماضی کے آثار ونشانات اس طرح نظر آتے ہین جیسے کسی شباب رفتہ عورت کے حسن کا پتا چلتا ہو، اب تو وہ ایک اونگھتی بڑھیا کی طرح اس دریا مین اپنا منھ دیکھتا معلوم ہوتا تھا جو کبھی اس کے حسن کے لیے آئینے کا کام دیا کرتا تھا، بادشاہ بغداد سلطان احمد جلایر کو اب بھی "حامی دین وملت" کہا جاتا تھا اور قریش کا سیاہ لباس جامع مسجد مین نمایان رہتا تھا، لیکن بغداد کا اصلی محافظ سلاطین ملوک مین سے بادشاہ مصر تھا، سلطان احمد بدگمان وبدظن طبیعت کا آدمی تھا، اورون پر ظلم کرکے اپنا غصہ ٹھنڈا کیا کرتا تھا، کبھی خزانے مین جو زروجواہر جمع تھا اس کی طرف سے خوف مین رہتا، اور اس سے بھی بڑھکر ان غلامون سے خوف کھاتا جو اس خزانے کے محافظ تھے، اس حالت خوف مین | جب کبھی میدان سے گرد اڑتی نظر آتی تو مشرق کی طرف نگاہ دوڑاتا اور دل مین ڈرتا کہ کہین تیمور کے تاتاری تو نہین آئے،

۱۶۲

بغداد کے بڑے مفتی صاحب کو تیمور کے پاس ایسے بیش بہا نقوذ وتحائف کے ساتھ روانہ کیا جن کا پیش کرنا سلطان احمد ہی کی قدرت مین تھا، اور اسی قسم کے تحف وہدایا قرا یوسف کے پاس بھیجے جسے ضرورت کے وقت کا دوست بنایا تھا، ایک بیان یہ ہے کہ تیمور نے مفتی صاحب کو بہت اخلاق کے ساتھ مگر نامراد واپس کردیا، دوسرا بیان ہے کہ شاہ منصور کا کٹا ہوا سر جواب مین روانہ کیا گیا، بہرکیف ان دونون مین سے کوئی ایک بات ضرور پیش آئی، سلطان

احمد کے تحائف قبول کرنے کی ضرورت تیمور کو نہ تھی جو کچھ ضرورت تھی وہ بغداد کی تسخیر تھی اور یہ کہ تیمور کے نام کا خطبہ بغداد مین پڑھا جائے اور اسی کے نام کا سکہ مضروب ہو[1]

اس اثنا مین سلطان احمد نے بنظر احتیاط بہت کچھ اہتمام کر لیا، ترکمانون سے جنھین پہلے ہی دوست بنا لیا تھا اور والی دمشق سے مراسم دوستی جاری رکھے اور ایک جماعت مضبوط سوارون کی جن کے گھوڑے بہت تیز تھے اس غرض سے تیار کی کہ اگر بغداد سے فرار ہونا پڑے تو یہ سوار اس کے ساتھ رہین اور اس کے اہل و عیال اور خزانے کی حفاظت کرتے ہوئے چلین، بغداد سے اسی میل اپنی سرحد پر کبوتر بھیجے تاکہ تیمور کی آمد کے آثار دیکھتے ہی ان پرندون کو قاصد بنا کر فوراً اطلاع دیجائے،

معلوم ہوتا ہے کہ تیمور کے جاسوسون نے بادشاہ بغداد کی ان تمام پیش بندیون کا پتہ چلا کر تیمور کو اطلاع کر دی، بہر حال بغداد پر قبضہ کرنے کا تیمور نے اب قطعی ارادہ کر لیا، پہلے

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحات ۶۲۸، ۶۲۹۔

"۳۰ رشوال ۷۹۵ھ۔ شیخ الاسلام اعظم شیخ نور الدین عبد الرحمن اسفراینی کہ از اکابر مشائخ روزگار بود از طرف بغداد از پیش سلطان احمد جلایر برسم رسالت بپایۂ سریر خلافت مصیر آمد، صاحبقران مقدم آن بزرگ دین را باعزاز تلقی فرمود و شیخ پیغام سلطان احمد بعرض رسانید مشتمل بر آنکہ کمر طاعت و خدمتگاری بر میان جان بستہ ام، اما از دہشت شکوہ آن حضرت قوت احراز سعادت بساط بوس ندارم، و اگر بہ بغداد می فرماید مرا حسبتہ معاومت نیست و قصد محاربہ در خاطر نہ، نقود زہا و پیش کشہا کہ باشیخ فرستادہ بود از جانوران مرکن و بازان شکار افگن و اسپان نامی بازین ہائے زر بمحل عرض رسانید، لیکن چو نقد اخلاص بہ التزام سکہ و خطبہ کہ (تیمور) متوقع آن بود در رواج نیافتہ بود تحف و ہدایا ملحوظ خاطر التفات و قبول نگشت و شیخ نور الدین را اعزاز فرمودہ خلعت خاص ارزانی داشت و اسپ و زر دادہ باز گردانید" (مترجم)

اپنی فوج کے ایک حصہ کو اس غرض سے آگے بھیجا کہ ترکمانون مین ہلچل ڈال کر ان کو لڑنے مین مصروف کر لے، اس کے بعد خود تیمور اس طرح آگے بڑھا کہ گویا بغداد پر حملہ کرنے جا رہا ہے،

لیکن سیدھا بغداد نہ گیا، راستے مین ایک مقام پر لشکر سے علیحدہ ہو کر تیز منزلین طے کرتا ہوا ولایت جبال مین داخل ہوا، رات ہوئی تو ساتھ کے سوارون نے مشعلین روشن کین اور ان کی روشنی مین تنگ و تاریک پہاڑی راستون کو طے کر کے سب باہر آئے، تیمور محفہ مین سوار ہو کر ان تنگ درون مین سے گذرا، لشکر پیچھے چھوڑا تھا صرف چند منتخب بہادر اور بہت سے کوتل گھوڑے ساتھ رکھے تھے،

سلطان احمد کے آدمیون نے جو ولایت جبال کے گاؤن اور قصبات مین جابجا موجود تھے دور سے گرد اڑتی دیکھی اور فوراً اس مضمون کا پرچہ لکھکر کہ تیمور نظر آگیا ہے پرچہ کو کبوتر کے پر مین باندھ کر اسے اڑایا، تیمور جب ایک گاؤن مین پہنچا (جس کا نام قبہ ابراہیم لک تھا) تو وہان کے لوگون کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم نے کوئی خبر بغداد بھیجی ہے، لوگ انکار کرتے ہوئے ڈرے، اور جو خبر بھیجی تھی وہ بیان کر دی، تیمور نے کہا اچھا۔ اب دوسرا پرچہ اس مضمون کا روانہ کرو کہ جن سوارون کو ہم نے دیکھا تھا وہ دراصل ترکمان تھے جو تاتاریون کے خوف سے بھاگ رہے تھے

کبوتر ان پرچون کے ساتھ پھر اڑائے گئے، تیمور نے کچھ دیر قبہ ابراہیم لک مین آرام کیا، اس کے بعد سو بہادرون کو جمع کیا اور بہترین اَمرکبون پر انھین سوار کر کے بغیر کہین دم لیے اسّی میل (۲۷ فرسخ) کی مسافت طے کر کے علی الصباح بغداد کے مضافات مین جا پہنچا[1]،

۱۶۳

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحات ۶۳۱-۶۳۲-۰۰۰ "آن مسافت کہ بست و ہفت فرسخ شرعی است بیک نہضت قطع کردہ صبح گاہ روز سہ شنبہ بست و یکم ماہ شوال ۷۹۵ھ بہ بغداد رسید" (مترجم)

سلطان احمد نے پہلی خبر پر فرار ہونے کی تیاری کر لی تھی، اور اپنا تمام مال اور اسباب ہالی موالی دجلے کے پار بھجدیئے تھے اور جو سپاہ ساتھ جانے والی تھی اُسے ہوشیار کر دیا تھا، دوسری خبر جب آئی تو یہ خبر اُسے پورا دھوکا نہ دیسکی، اور جب تک تیمور کی آمد کا پورا یقین نہ ہوگیا بادشاہ بغداد بغداد ہی مین رہا، جب معلوم ہوا کہ تیمور فی الواقع آن پہنچا ہے تو دجلے کو عبور کیا اور عبور کرنے کے بعد پل کو فوراً اتروا دیا[1]،

تیمور کے سوار گھوڑے سرپٹ ڈالے اُن محلون تک پہنچے جو کبھی خلفائے عباسیہ کے دولت کدے تھے، ان سوارون نے کسی طرح پتہ چلالیا کہ سلطان احمد دریا کی طرف گیا ہے، فوراً دریا مین گھوڑے ڈال پار پہنچے،

بادشاہ بغداد ان سوارون سے صرف چند گھنٹے پہلے بغداد سے نکلا تھا، اور دریا اترتے ہی دشت کربلا کی طرف فرار ہوا تھا، اب تیمور کے سوارون نے ریگستان شام مین سلطان احمد کا تعاقب شروع کیا، تاتاریون نے دریا سے گذرتے وقت سلطان احمد کی کشتی خاصہ (شمس نامی) جس پر ایک رات پہلے جلوس کیا تھا گرفتار کر کے تیمور کی سواری کے لیے کنارے بھجوادی، تاتاریون نے ایک دن اور ایک رات اور پھر ایک دن ریتیلے خشک میدانون کو گھوڑے تیز دوڑا کر قطع کیا، یہانتک کہ نرسلون کے بن مین فرات کے کنارے پہنچ گئے،

فرات اترنے کے لیے اب ان کو کشتیان ڈھونڈنی پڑین، کشتیان ملتے ہی ان کو کھیتے ہوئے دریا پار پہنچے، گھوڑے بھی ان کے پیچھے پیچھے تیرتے ہوئے آئے، اس مین شک نہ تھا کہ وہ سلطان احمد کے قریب آتے جاتے تھے، کیونکہ راستے مین انھون نے اس بادشاہ کا بہت

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۲۴، نیز دیکھو روضۃ الصفا جلد ششم ۶۵-۶۶،

سا سامان اور خزانہ پڑا دیکھا تھا اور یہ بھی دیکھا تھا کہ جن گھوڑون پر یہ سامان رکھا تھا وہ میدان مین آرام سے چر رہے ہین اور کوئی انکا نگہبان موجود نہین، تاتاریون کو راستے مین کسی گاؤن مین تازہ دم گھوڑے نہ مل سکے، اس وجہ سے معمولی سوارون نے رستے ہی سے ساتھ چھوڑ دیا، کیونکہ انکے گھوڑے اتنے اچھے نہ تھے جتنے کہ ان کے سردارون کے تھے، قصہ مختصر تیمور کے تاتاری جو تعاقب مین نکلے تھے وہ اب تعداد مین چالیس یا پچاس سے زاید باقی نہ رہے اور یہ سب امراء اور سردار تھے، تاتاری یہ کہکر نکلے تھے کہ بادشاہِ بغداد کو زندہ گرفتار کر کے صاحبقران کی حضور مین پیش کرین گے، چنانچہ انھون نے اس خشک اور بنجر ملک کے ٹیلون اور ریگ زارون مین سلطان احمد کا تعاقب برابر جاری رکھا،

اس اثنا مین سلطان احمد نے راستے مین اپنی فوج کے کچھ آدمی ان تاتاریون کو روکنے کے لیے پیچھے چھوڑ دیئے تھے، چنانچہ تاتاری جب ایک مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ سو کے قریب سوار ان کا رستہ روکنے اور مقابلہ کرنے کو تیار کھڑے ہین، تاتاریون کو دیکھتے ہی ان سوارون نے اُن پر دھاوا کیا، مگر تاتاریون نے تیر برسا کر ان سوارون کی صفون کو پراگندہ کیا، اور جب بغداد کے یہ سوار اِدھر اُدھر ہوے تو تاتاری بدستور سلطان احمد کے تعاقب مین اور بھی تیز رفتاری سے آگے بڑھے،

آگے چلے تو پھر ایک مرتبہ تاتاریون پر حملہ ہوا، تاتاری گھوڑون سے اتر انکی پیٹھ کی آڑ لے کر بغدادیون پر تیر چلانے لگے، یہانتک کہ بغدادی پھر متفرق ہوئے | اس کے بعد مفرورون کا پتہ تاتاریون کو نہ چلا، تیمور کے امرا اور سردار اس وقت پیاس سے بیتاب تھے اُن کے گھوڑے بھی تھک کر چور ہو گئے تھے اور اب سب کو پانی کی تلاش ہوئی،

۱۶۴

سلطان احمد زندہ وسلامت دمشق پہنچ گیا، لیکن اس کے اہل وعیال کو تاتاریون نے گرفتار کرلیا اور یہ سب امیر تیمور کے سامنے بغداد مین لائے گئے. بغداد نے سر بہا کی رقم ادا کی اور تیمور کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا، تیمور نے اپنی طرف سے بغداد کا ایک حاکم مقرر کیا اور اب تاتاری فوجکش ایسے ہی جلد غائب ہوگئے جیسے کہ جلد ظاہر ہوئے تھے، روانگی سے پہلے بغداد مین جس قدر شراب موجود تھی وہ دجلے مین ڈال دیگئی اور شہر کے تمام ہنرمندون اور منجمون کو خانہ کوچ کرکے تیمور اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تاکہ ہنرمندون کی جو جماعت وہان موجود تھی ان مین یہ بھی شامل ہون[1]،

سلطان احمد ادیب وشاعر تھا، چنانچہ اپنی مصیبت پر ایک شعر اس مضمون کا کہا

"لوگ کہتے ہین کہ لڑنے سے بچنے کے لیے مین لنگ کرتا ہون لیکن واقعہ یہ ہے کہ بھاگنے مین مین لنگ نہین کرتا"

طوفان سر سے گذر گیا مگر سلطان احمد کو عزت آبرو، سروسامان سب سے محروم کرگیا، سلطان مصر نے قاہرہ مین سلطان احمد کو پناہ دی، غلام اور کنیزین خدمت کے لیے پیش کین[2]، مگر اسی زمانہ مین امیر تیمور کے ایلچی امیر تیمور کا پیغام لے کر آئے اور اس طرح بیان کیا،

"چنگیز خان کے زمانے مین ہمارے بزرگ تمھارے بزرگون سے لڑے تھے، پھر ان مین مصالحت ہوگئی تھی، اس کے بعد تمام ایران بدعملی اور خانہ جنگی کا شکار ہوگیا، ہمارے امیر نے ایران مین جسکی سرحد تمھارے ملک سے ملی ہوئی ہے امن وامان پیدا کیا، پس اس نے یہ سفارت

(حاشیہ صفحہ ۲۵۷) [1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۳۶-۶۳۷ اور روضۃ الصفا جلد ششم صفحہ ۶۶،

[1] روضۃ الصفا، جلد ششم صفحہ ۶۷،

[2] روضۃ الصفا، جلد ششم صفحہ ۷۴،

تمھارے پاس اس مراد سے بھیجی ہے کہ تاجر آمد و رفت رکھ سکین اور کوئی نزاع پیدا نہ ہو، والسلام الحمد للّٰہ رب العالمین[1]۔

سلطان مصر نے تیمور کے ایلچیون کو قتل کر دینا پسند کیا، بغداد پر قبضہ ہو جانے سے تیمور مغرب کی سلطنتون سے نزدیک ہو گیا تھا، اور اب بادشاہ مصر کی فوجین حرکت مین آئین اور اس موقع پر ان فوجون کو ایک بڑا قوی اور زبردست دوست اتفاق سے مل گیا،

ایشیائے کوچک کے معاملات مین ایک تاتاری لشکر نے دست اندازی کی تھی، اس وجہ سے امیر تیمور ترکون کے سلطان بایزید کا مورد عتاب ہوا مغرب کے بادشاہون نے تیمور کے خلاف جو اتحاد قائم کیا تھا وہ مکمل ہو گیا تھا، اور خیال یہ ہوا تھا کہ مغرب کی سمت مین تیمور کے حملون کا اب خاتمہ ہو گیا، ان بادشاہون کی فوجون کو ایک طرف ترکمانون اور دوسری طرف شام کے عربون سے مدد پہنچی، اور یہ بادشاہ اب مشرقی ملکون کی طرف بڑھے، دریائے فرات اور

[1] ظفرنامہ جلد اول، صفحات ۶۴۲-۶۴۳۔

"شیخ سادہ را بجانب والی مصر و شام ملک الظاہر برقوق برسم رسالت روانہ فرمود، مضمون رسالت آنکہ پیش ازین بادشاہان کہ از نسل چنگیز خان بودند با ملوک آن ممالک منازعت داشتند، و در آخر میان ایشان رسل و رسائل متواتر شد و قضیہ بمصالحت انجامید و چون ابو سعید بہادر بجوار رحمت حق پیوست و از نسل چنگیز خان بادشاہے صاحب حکومت نافذ فرمان در ایران نماند ملوک الطوائف پدید آمدند، ہرج و مرج بحال عام راہ یافت این زمان چون تمام ممالک ایران تا عراق کہ در جوار آن مملکت واقع است مسخر فرمان ما گردانید خیر اندیشی خلائق اقتضائے آن میکند کہ حق ہمسایگی رعایت کردہ ابواب مراسلہ و مکاتبہ مفتوح گردد و ایلچیان از ہر دو جانب در آمد شد باشند تا راہہا امین شود و تجار جانبین با من و حضور تردد توانند نمود و این معنی ہر آئینہ مستلزم معموری بلاد و آسایش عباد تواند بود، والسلام علی من اتبع الہدی والحمد للّٰہ رب العالمین"۔ (مترجم)

بحر خزر تک کوئی ان کا مزاحم نہ ہوا[1]۔ (۱۹۱

مصر کے سلاطین مملوک سلطان احمد کو ساتھ لیے دجلے کی راہ کشتیوں مین سوار ہو کر بغداد آئے اور انھون نے سلطان احمد کو دوبارہ اس کے محل مین تخت پر بٹھایا[2]، مگر اب سلطان احمد کو حکومت اس حیثیت سے سپرد کی کہ گویا وہ ان سلاطین مصر کا مقرر کردہ حاکم اور والی عراق ہے، لیکن جب مصر کے بادشاہ رخصت ہوئے اور موصل سے جو ترک آئے تھے وہ بھی اس کارگذاری سے خوش ہو کر واپس ہوئے تو سلطان احمد تنہا رہ گیا، اب جو کچھ وہ کرتا خود ہی کرتا، چنانچہ تیمور کی خبرین دینے کے لیے اس نے چند آدمی سمرقند روانہ کیے، یہ لوگ جو خبرین وہان کی دیتے تھے وہ عجیب ہوتی تھین، ایک مرتبہ خبر دی کہ

"ہم نے جو کچھ دیکھا وہ دیکھا شہر کی شکل وصورت اب وہ نہین ہے جو پہلے تھی، جہان پہلے اونٹ بندھا کرتے تھے وہان کاشی کاری کے نیلے گنبد اور سنگ مرمر کے فرش ہین، ہم نے امیر تیمور کو اس وقت دیکھا جب کہ وہ ایک محل کی تعمیر ملاحظہ کرتا تھا، معمارون نے جس قدر کام کیا تھا وہ ناپسند خاطر ہوا، حکم دیا کہ جس قدر عمارت تیار ہوئی ہے وہ گرا دی جائے، اس کے بعد بیس دن تک روزانہ گھوڑے پر سوار ہو کر کام دیکھنے آیا کیا، اور واللہ ہم سچ کہتے ہین کہ اس بیس دن

---

[1] یہ سال وہ تھا جب کہ میران شاہ شراب خواری سے مجنون ہو کر بحر خزر کے جنوب مین تاتاریون کے مفتوحہ ملکون کو اپنی حرکتون سے تباہ وبرباد کر رہا تھا، اور تیمور ان ملکون سے بہت دور لڑائی مین مصروف تھا یعنی پہلے شمال مین توقتمش کے آخری حملہ کا جواب کیا تھا اور پھر ہندوستان کی فتح کو روانہ ہو گیا تھا، تیمور کی لڑائیون کو زمانے اور وقت کی پابندی سے پڑھنے مین راستون کے متعلق ایک پوری کتاب اور ایسے نقشون کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر وقت ترمیم کے محتاج ہوتے ہین، اس لیے اب تک ہر واقعہ کی کیفیت کسی سلسلہ مین نہین بلکہ علٰحدہ کر کے دکھائی گئی ہے۔ (مصنف)

[2] دیکھو روضۃ الصفا جلد ششم صفحہ ۴، سطر ۱۰ (مترجم)

مین محراب کا آخری پتھر اور گنبد کی آخری اینٹ تک لگا کر پورا محل تیار کر دیا گیا، پیش طاق بلندی مین ۴۴ نیزون کے طول کے برابر تھا اور اس کے عرض مین پچاس آدمیون کی صف کھڑی ہو سکتی تھی؛

سلطان احمد نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ "اور کیا دیکھا؟" جواب ملا کہ "امیر تیمور سنیون اور شیعون کے عالمون کی مجلس مین بیٹھتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ..."

سلطان احمد نے ایک بار پوچھا کہ "ہمارے متعلق بھی اس نے کچھ کہا، آج کل وہ کس کام مین مصروف ہے"؛

جواب ملا، "و اللہ، تیمور نے اس وقت ہندوستان کی طرف مراجعت فرمائی ہے"؛

سلطان احمد کو یہ معلوم ہو گیا کہ تیمور مین اور اُس مین اس وقت ایک ہزار میل کا فاصلہ حائل ہے مگر طبیعت کو کسی طرح چین نہ تھا۔ بغداد سے نکل کر بادیہ کربلا مین اپنا بھاگنا اور تاتاریون کا تعاقب کسی طرح نہ بھولتا تھا، رفتہ رفتہ حالت یہ ہوئی کہ اپنے وزیرون کا اعتبار بھی جاتا رہا اور اُن مین سے دو چار کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا[1]، حرم سرا تقریباً عورتون سے خالی ہو گئی، خوف اور پریشانی اتنی بڑھی کہ محل مین دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا، صرف چرکسی غلام اور حبشی شمشیر بردار قریب آ سکتے تھے،

حرم سرا کے بالاخانے پر سنگ مرمر کی جالیون کے پیچھے سے جہان کبھی اُسکی بیویان رہتی تھین دجلے کی طرف دیکھا کرتا تھا کہ کشتیون کے پل سے کون گذرتا ہے، آٹھ گھوڑے دریا پار ایک اصطبل مین خفیہ طور پر بند صوار رکھے تھے اور ان کی حفاظت پر چند آدمی جنکا اعتبار کرتا تھا مقرر کر دیے تھے

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۲۳۳-۲۳۴،

تھے، اس کے بعد حکم دیا کہ کوئی ہمارے سامنے نہ آئے، جن کمرون مین رہتا تھا اب ان مین غلام اور خدمتگار بھی پاس نہ آسکتے تھے، اس حال مین مبتلا کبھی اس جھروکے سے اور کبھی اُس جھروکے سے باہر کی طرف دیکھا کرتا، جو لوگ اسکی حفاظت پر متعین تھے اب ان پر بھی اسکو بھروسا نہ رہا، خوف سے طبیعت بالکل مغلوب ہو چکی تھی، کھانا صرف ایک خوان مین لایا جاتا تھا، اور وہ بھی کمرے کے بند دروازے کے پاس رکھدیا جاتا تھا، جب خدمتگار چلا جاتا تو دروازہ کھول کر خود خوان اٹھا کر اندر لے جاتا،[1]

رات کے وقت اُس راستے کو چل کر آزماتا تھا جو بھاگنے کے لیے سوچ رکھا تھا، سر سے پاؤن تک کپڑون مین لپٹا ہوا دریا اتر کر اصطبل مین پہنچتا جہان آٹھ گھوڑے بندھوا رکھے تھے،

غالبًا اسی حال مین اسکو کسی نے ایک کاغذ دیا جو نہایت پاکیزہ فارسی مین لکھا ہوا تھا، یہ حافظ شیراز کا لکھا ہوا قصیدہ تھا، سلطان احمد مدت سے انھین بغداد بلا رہا تھا، خواجہ حافظ نے معذرت کی اور تعریف مین لکھا،

احمد اللہ علی معدلۃ السلطان   احمد شیخ اویس حسن ایلکانی
خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد   آنکہ می زیبد اگر جان جہانش خوانی
پر شکن کاکل ترکانہ کہ در طالع تست   بخشش و کوشش قاآنی و چنگیز خانی

ایک سال گذر گیا، سلطان احمد بادشاہ بغداد سمجھا کہ اب وہ بالکل محفوظ ہے، مگر یہ اطمینان خاطر ایک روز دفعۃً ایک نقارے کی آواز نے غارت کردیا،

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۲۳۴،

تیئسوان باب

سمرقند محفوظ

دس برس تک سمرقند لڑائیون سے بالکل محفوظ رہا، اور اس زمانے مین تیمور کے عزم اور ارادے نے اس شہر کے حق مین بہت کچھ کر دکھایا،

جس وقت سمرقند پر تسلط ہوا تھا وہان سوا ے کچی اینٹون اور لکڑی کے مکانون کے اور کچھ نہ تھا، مگر یہی کچی اینٹون اور لکڑی کا شہر تیمور کے ہاتھون مین آکر ایشیا کا رومہ بن گیا، غیر ملکون مین جسقدر نفیس چیزین پسند خاطر ہوئین اُنھین لا کر شہر کو زیب و زینت بخشی، مال غنیمت مین بڑے بڑے عالم اور فاضل بھی آئے، ہر فتح کی یادگار مین ایک نئی عمارت تعمیر ہوئی ارباب علم و فضل کے لیے بڑے بڑے مدرسے اور کتب خانے تیار ہوئے اور اہل صنعت و حرفت کے لیے ان کی باضابطہ جماعتین تجارت کے بڑے مقامات پر قائم کین، علماے ہئیت کے لیے رصد خانے بن گئے اور تماشائیون کے لیے ایک باغ وحوش تیار ہوا جس مین درندے اور پرندے قدرتی حالت مین نظر آتے تھے،

سمرقند بالکل اسی نقشہ پر تیار ہوا جو تیمور نے اپنے ذہن مین کھینچا تھا، لڑائیون مین جو

سرگرم رہتا تھا مگر یہ سرگرمی اتنی نہ تھی کہ عمارت کا کوئی سامان جو سمرقند کی زیبائش کا باعث ہو سکے نظر سے بچ جاتا، تبریز کا برف سا اجلا سنگ مرمر، ہرات کی رنگین روغنی پٹریاں، بغداد کا نازک نقرئی کام، ختن کا پاکیزہ یشب یہ سب چیزین سمرقند مین موجود تھین، کسی کو خبر نہ ہوتی تھی کہ آگے کونسی عمارت بننے والی ہے، اور خبر کیونکر ہوتی کیونکہ سمرقند کا پورا نقشہ سوائے تیمور کے اور کسی کے دماغ مین تھا نہین، اس شہر سے اس کو ایسی محبت تھی جیسے بڑے شوہر کو جوان بیوی سے ہو، اس زمانہ مین وہ سمرقند کو متمول بنانے کے لیے ہندوستان کی دولت لوٹ رہا تھا، بہرکیف اس دس برس مین جو کام تیمور نے کیے اُن پر نظر ڈالنی لطف سے خالی نہ ہوگی،

۱۳۹۹ء مین بہار کا موسم شروع ہوا ہے، تیمور آجکل ہندوستان مین بر اجتا ہے، پیامبرون کی آمد و رفت درہ خیبر اور کابل کی راہ سے جاری ہے، ایک دن یہی قاصد گھوڑون پر سوار جنوب کی سڑک سے سمرقند کو آرہے تھے کہ شہر سبز سے گذرنے کے بعد کچھ دور آگے ایک میدان مین جابجا درختون کے نیچے صدہا خیمے ڈیرے اور پھونس کی جھونپڑیان نظر آئین، خلقت کا ایک ہجوم لگا دیکھا | پوچھا تو معلوم ہوا کہ باہر کے ملکون سے جو لوگ خانہ کوچ کر کے سمرقند مین لائے گئے تھے ان مین کے یہ باقی لوگ ہین جو دیر مین پہنچے ہین، اس ہجوم مین بہت سے اسیران جنگ ہین، بہت سے آوارہ گرد ہین اور کچھ ایسے بھی ہین جو سمرقند کی شہرت سنکر اپنی قسمت آزمانے آئے ہین، زبانین سب کی جدا جدا ہین اور مذہب بھی مختلف ہین، غیر مذہب والون مین نصرانی اور یہودی، عربی نژاد نسطوری اور ملکی عیسائی، مسلمانون مین سنی اور شیعہ سب موجود ہین، بعضون کی صورت پر وحشت و پریشانی برس رہی ہے، منہ خشک ہے، آنکھون مین حلقے پڑے ہین، بعض اس دہشت مین کہ دیکھیے ہم

۱۷۰

ہوتا ہے ایسے بے چین و بے قرار ہین جیسے شراب کا نشہ چڑھا ہو،

یہان گھوڑون اور اونٹون کے سوداگرون نے اپنے اپنے جانور قطارون مین باندہ رکھے ہین، اور ان کے پاسبان بھوسے اور گھانس کے گرد و غبار مین ہتھیار لگائے کھڑے ہین، سڑک کے ایکطرف چشمے کے قریب ایک چھوٹی سی سنگین عمارت ہے یہ نسطوری عیسائیون کا گرجا ہے، غرض جب خلقت کے اس عجیب و غریب ہجوم سے قاصد آگے بڑھے تو امرا سے سمرقند کے علاقے اور کشت زار نظر آئے، جابجا صنوبر کے درخت کھڑے تھے ایک جگہ انکی ہری ہری کونپلون مین سے ایک محل کی سپید دیوار دکھائی دی شہر ابھی ایک میل تھا کہ اس کے مضافات مین داخل ہوئے اور یہان سے انھون نے دور کا ایک مدرسہ دیکھا اور اسکی لاجوردی پیش طاق پر اللہ اکبر اور کلمۂ لا الہ الا اللہ موٹے موٹے حرفون مین لکھا ہوا پڑھا،

یہان سڑک کے دونون طرف چنار کے اونچے اونچے درختون کی صفین کھڑی تھین، بائین ہاتھ کو چشمے اور نہرین اور نہرون پر پل تھے، پھولون کی کیاریان وضع وضع کی تھین، پھلواریون کی روشین بھول بھلیان معلوم ہوتی تھین، یہان سے باغ دلکشا شروع ہوجاتا تھا، سنگ تراش ابھی تک یہان کام کر رہے ہین، ایک طرف سروستان اور میوہ دار درختون کے جھولون مین سے ایک دیوار نظر آئی جس کا طول پانسو قدم تھا، مگر یہی ایک دیوار نہین ہے، مربع عمارت کا یہ فقط ایک ضلع ہے، ہر ضلع کے وسط مین اُبھری محراب کا ایک دروازہ ہے اور رکن ان کی چھت مین چھوٹی چھوٹی محرابون اور طاقون کا ایک ابھرا ہوا جال سا بنا ہے، پیش طاق کے ستون پتھر کے شیر ہین جو پچھلے پاؤن پر سیدھے کھڑے ہین،

باغ کے اندر باغبان بیلچے لیے چمن درست کرتے ہین، مزدور چونے اور اینٹون کے ڈھیر اٹھا کر زمین صاف کرتے ہین، یہان سے سنگ مرمر کی ستونون والی روش شروع ہوجاتی ہے

اور اس کے سامنے ہی قصر ہے، یہ تین منزل کی عمارت ہے، بڑے بڑے مشہور ہندسون نے اس کے نقشے بنا کر پیش کئے تھے، جو بہتر سے بہتر ثابت ہوا اس کے مطابق عمارت تیار کیگئی،

قصر کے داخلے کے کمرے مین اب تک بڑے بڑے نقاش بیٹھے اپنا ہنر دکھا رہے ہین، ہر ایک کے لیے دیوار کا ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا ہے، ایک طرف چین کا مصور جو رنگین کام پسند نہین کرتا اپنے موقلم سے سادے نقش و نگار بنا رہا ہے، اس کے قریب ہی شیراز کے شاہی نقشہ نویس نے کسیقدر ضرورت سے زیادہ تیز رنگون مین گل بوٹے بنا کر اپنی استادی دکھائی ہے، اس سے آگے ہندوستان کا کاریگر کھڑا ہے، اسے تصویر کشی تو آتی نہین مگر گچ پر سونے اور چاندی کا کام کرنے مین کمال رکھتا ہے، سر پر چھت کی طرف دیکھئے تو پھولون کا چمن کھلا ہے، اور پھول بھی سب سونے اور لاجورد مین پچیکاری کے گلدستے ہین، دیوارین اس طرح چمک رہی ہین جیسے چینی کا برتن ابھی دھو کر رکھا ہوا۔

۱۷۱

شہر سمرقند کی شمال مین ایک باغ تیمور نے ہندوستان جانے سے پہلے بنوایا تھا، مورخون نے جو تیمور کے حالات روزانہ لکھتے تھے اس باغ کا ذکر اس طرح کرتے ہین،

"باغ شمال مین ایک شب حضرت صاحبقران نے خیمہ و بارگاہ نصب کرا کے استراحت فرمائی، یہ عمارت محض تماشے جشن و تفریح کے لیے تیار ہوئی تھی، بہت سے ماہران تعمیر کے نقشون مین سے بہترین نقشے پر یہ باغ اور اسکی عالی شان عمارت بنائی گئی تھی، زمانہ تعمیر مین عمارت کے ایک ایک رکن کی نگرانی چار امیرون کے سپرد ہوئی، حضرت صاحبقران کو اس باغ اور اس کے قصر کی طرف اتنی توجہ تھی کہ ڈیڑھ مہینے تک وہین مقیم رہے تاکہ تعمیر کا کام جلد سے جلد ختم ہو، تبریز کے

---

[1] باغ دلکشا اور اس کے قصر کی تعمیر کے متعلق دیکھئے ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۷ تا ۹،

سنگ مرمر کا ایک ایک مینار عمارت کے چارون گوشون پر تعمیر کیا گیا تھا۔

بغداد اور اصفہان کے نقاشون نے قصر کی دیوارون پر نقش و نگار بنائے اور اس خوبی اور نفاست سے بنائے کہ تیمور کے ایوان خاص کی زیبایش اور حسن کو بھی مات کر دیا جو نادر و نفیس چیزون سے نگارستان چین بنا ہوا تھا۔ صحنون مین سنگِ مرمر اور سنگِ کوہ نور کا فرش تھا، اندر کے ایزارے اور باہر کی دیوارین کاشیکاری سے آراستہ کی گئین، اس باغ اور قصر کا نام باغ شمال اور قصر باغ شمال ہوا[1]

ان پر فضا باغون اور عالیشان محلون کے وسیع حلقے مین شہر سمر قند آباد تھا، اسکی شہر پناہ کا دور پانچ میل کا تھا، قاصد چلتے چلتے باب لاجورد کے سامنے آیا تو ملاؤن کا ایک غول کا غول خچرون پر سوار ملا، قاصد کسی طرح اپنا راستہ ان مین سے نکال کر آگے بڑھا، ہتیار لگائے گھوڑے پر سوار تھا اور گھوڑا پسینے مین غرق تھا، کف اڑ اڑ کر سینے اور پٹھون تک آیا تھا، سوار کے چہرے پر گرد پڑی تھی، آنکھین سرخ تھین اور چابک والا ہاتھ بغیر قصد اورارادے کے برابر گھوڑے کی پیٹھ پر چل رہا تھا، ایک دفعہ ہی غل ہوا کہ ہندوستان کے لشکر سے قاصد آیا ہے،

دروازے کے قریب جس قدر لوگ چل پھر رہے تھے وہ دوڑے، سوار نے بھیڑ مین سے رستہ نکالا خلقت بھی پیچھے پیچھے ہو لی، ارمنی محلے سے نکلا تو یہان بہت سے کھلے چہرون کے آدمی سیاہ سمور کے پوستین پہنے کھڑے تھے، اس محلے سے نکل کر زین سازون کے بازار مین آیا، چارون طرف چمڑے اور تیل کی بو تھی، غرض چلتے چلتے دار الوزارت تک پہنچ گیا، یہان کاتب منتظر تھے کہ مراسلات شاہی کے وصول ہوتے ہی ان کی نقلین جاری کرین، خلقت جو قاصد کے

[1] باغ شمال اور اس کے قصر کی تعمیر کے مفصل حالات دیکھنے ہون تو دیکھئے ظفر نامہ جلد اول صفحات ۸۰۰-۸۰۳

ساتھ تھی وہین رک کر جم گئی اس امید مین کہ شاید کوئی خبر معلوم ہو، کیونکہ خبر دیوارون مین بھی مقید نہین رہا کرتی، مگر اس وقت اتنا ہی معلوم ہوا کہ مراسلات جو آئے ہین وہ اشد ضروری ہین؛

۱۶۲ چارون طرف غل پڑ گیا کہ حضرت صاحبقران کی حضور سے فرمان آیا ہے، مگر اس فرمان کا مضمون کیا ہے، اس کا پتہ ابھی تک کسی کو نہ تھا، حاکم شہر کے اہل کار گھوڑون پر سوار گھرون سے نکل کر آتے ہین، سوز باتین ہین اور سو باتین،

مسلح تاتاری سپاہی قلعہ پر جو پہاڑ کی بلندی پر ہے راستہ روکے کھڑے ہین، یہان بیگمات شاہی کے محل ہین، ہر بیگم کے محل کے ساتھ ایک خانہ باغ اپنا علیحدہ ہے، انھی باغون مین سے ایک باغ مین آج جشن ہو رہا ہے،

محل کے سامنے سوسن اور گلاب کے تختے کھلے ہین، تختے کیا ہین پھولون کے جنگل لہلہا رہے ہین، نو وارد دیکھتا ہے کہ محل کی چھت دوپاکھی ہے اور چینیون کے معبد کی طرح سامنے سے گولائی لیتی ہوئی اوپر کو نوک دار ہو گئی ہے، اندر جائیے تو ایک کمرے سے دوسرے کمرے مین رستہ ہے، ہر محراب مین گلابی ریشم کے پردے لٹکے ہین، چھت اور دیوارون مین چاندی کے پترے جڑے ہین اور ان پر موتیون سے گل بوٹے بنائے ہین، ریشم کے طرے جابجا ہوا سے اڑ کر پھولون کے گچھون کی طرح جھوم رہے ہین،

اونچے اونچے برچھے نصب کر کے اُن پر شامیانے تانے ہین اور شامیانون کے نیچے نشست کے لیے دیوان بچھے ہین، فرش بخارا اور فرغانہ کے قالینون کا ہے، چوکیان سالم سونے کی ڈھلی ہوئی سلیقے سے رکھی ہین اور ان پر عطر کی مرصع شیشیان آراستہ ہین، کسی پر لعل جڑے ہین کسی پر فیروزے اور زمرد، سونے اور بلور کی صراحیان بھی عرق و نبیذ سے بھری موجود

ہین شیشون مین سے کسی مین شراب شیرین ہے اور کسی مین بادۂ تلخ، بلور کی صراحیون مین موتی پڑے ہین، ایک صراحی کے گرد کئی جام بلورین شراب سے پُر آراستہ ہین، اور ہر ایک مین ایک ایک عقیق دو دو وانگشت چوڑا پڑا جھمک رہا ہے،

مگر جشن سراپردون مین ہو رہا ہے، ان کے گرد سائبان ہین، سائبان مین مِن امیر ہوئے ارلات اور چند تاتاری، ایران کے بہت سے شاہزادے، عرب اور افغان سردار جو مہمان آئے ہین حاضر ہین، سراپردہ شاہی مین جب سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ لیے اور منتظر ہوئے تو حضرت مخدرعلیا ملکہ سرائے ملک خانم تشریف لائین،

آگے آگے حبشنین نقیب بنی چلتی ہین، دائین بائین خواصین نیچی نظرین کئے ساتھ ہین، اور یہ محلون کی بڑی ملکہ سر پر سرخ تاج رکھے خرامان خرامان آرہی ہے، تاج جس کی صورت خود کی سی ہے جواہرات کی وجہ سے بہت وزنی ہو گیا ہے، مگر ملکہ سرا ونچا کیے ہے، پیشانی کے گرد سونے کا ایک حلقہ ہے جو بھنوون تک آیا ہوا ہے، تاج کے اوپر کا حصہ جواہرات کا ایک چھوٹا سا قلعہ معلوم ہوتا ہے اور اس مین سپید رنگ کے بڑے بڑے پر لگے ہین، تاج مین پرون کی وہ کثرت ہے کہ بعض اڑ اڑ کر رخسارون سے مس کرتے ہین اور باریک سونے کی زنجیرین ان پرون کے بیچ مین چمکتی ہین،

۱۶۲ قبا کا رنگ بھی سرخ ہے، حاشیہ زری کا ہے، پندرہ کنیزین قبا کے دامن اٹھائے ہین، ملکہ کے چہرے پر غازہ ملا ہے، زرد ابریشم کی نقاب منہ پر خاص انداز سے پڑی ہے، شانون پر سیاہ زلفین بکھری ہین،

ملکہ سرائے خانم جب بیٹھ لین تو ایک دوسری ملکہ آئین، یہ سن اور دبدبے دونون مین

کم تھین، لیکن متانت اور بزرگون کا ادب ہر ادا سے ظاہر تھا، گندمی رنگ آنکھون کے گوشون کا کن پٹیون کی طرف اونچا ہونا ظاہر کرتا تھا کہ مغلون کی نسل سے ہے، اور در حقیقت وہ منگلی خان کی بیٹی اور تیمور کی سب سے آخری ملکہ تھی،

خدمتگار سونے کی کشتیون مین بلور کے پیالے شربت سے بھرے ہوئے بیگمات کے سامنے لائے، خدمتگارون کے ہاتھون پر سپید رومال لپٹے ہین تاکہ کشتی کو ہاتھ نہ لگے، گھٹنا زمین پر ٹیک کر دونون ہاتھون سے کشتی پیش کرتے ہین، اور جب بیگمات پیالے اٹھاکر ایک آدہ گھونٹ پی لیتی ہین تو پیچھے ہٹ جاتے ہین، مردون کے لیے بھی اسی طرح کشتیان آئین، ہر ایک نے ساغر اٹھاکر پیا اور پینے کے بعد اُسے الٹ کر بھی دکھا دیا کہ کوئی قطرہ باقی نہین ہے اور یہ اس امر کا اظہار تھا کہ وہ اپنے میزبان کی تواضع و مدارات کی پوری قدر اور عزت کرتے ہین،

تیمور کی سکونت کے مقامات قلعہ سے باہر دوسری جگہ تھے، قلعہ مین آجکل اُن امرا کے خیمہ و خرگاہ نصب ہین جو لشکر کے ساتھ ہندوستان نہین گئے ہین، یہین سرکاری عمال اور خزانچی بھی رہتے ہین، قلعہ سب سے علحدہ ایک نشیب کے کنارے بلندی پر بنایا گیا تھا، اس مین دار الصنعت اور سلح خانہ بھی تھا،

سلح خانے مین ہر قسم کے عجیب و غریب ہتیار آراستہ ہین، ایک طرف ھندسون کا کمرہ ہے جہان وہ عمارتون کے نقشے تیار کرتے ہین، میزون پر عرادون منجنیقون اور آتش بارآلون کے نمونے رکھے ہین، منجنیقون کے نمونے دو نون قسم کے ہین یعنی ایک وہ جو اوپر سے نیچے بھاری وزن گراتے ہین اور ایک وہ جو بل دی ہوئی رسیون کی قوت سے وزن دور پھینکتے ہین،

اسی مکان مین چند کمرے ہین جنمین تلوارون کے بنانے والے تلوارون کا امتحان کرتے ہین، صدہا
کاریگر جو غیر ملکون سے اسیر ہو کر یہان آئے ہین اس وقت زرہ بکتر اور خود بنانے مین مصروف
ہین، آجکل وہ ہلکی قسم کا ایک مغفر تیار کر رہے ہین جسمین ایک پرزہ ایسا لگانا چاہتے ہین کہ اگر اُسے
نیچے کھینچ لیا جائے تو چہرہ محفوظ ہو جائے اور جب اوپر اٹھا دین تو چہرہ کھل جائے،

خزانے مین داخل ہونے کا حکم کسی کو نہین، لیکن کچھ دور آگے چل کر باغ وحوش کے قریب
سنگ مرمر کی ایک عمارت ملتی ہے جو بطور عجائب خانے کے ہے، یہان صاحبقران کبھی کبھی آرام
بھی کرتے تھے، اس کے صحن مین ایک درخت تھا جو دھوپ مین بے حد چمکتا تھا، اس کا تنہ سونے
کا، شاخین اور پتے چاندی کے تھے اور شاخون مین میوے کی جگہ | بڑے بڑے موتی اور ہر رنگ
اور وضع کے چیدہ جواہرات آلوچون کے برابر آویزان تھے، اس درخت پر چڑیان بھی چاندی
سونے سرخ و سبز میناکاری کی اس طرح پر کھوے بیٹھی تھین کہ گویا اب پھل کھانے کے لیے آگے
بڑھنے کو ہین، خزانے کے مکان مین چار چار برجون کے چھوٹے چھوٹے قلعے چاندی کے جنپر
فیروزے جڑے تھے رکھے تھے، گو یہ کھلونے کاریگرون کی استادی کے نمونے تھے، مگر دولت
کا پتہ ان سے چلتا تھا،"

۱۷۴

سفری مسجد روانہ ہو چکی ہے، یہ لکڑی کی ایک صنعت نیلے اور سرخ رنگ کی ہے،
اس مسجد کو کرسی دے کر نصب کرتے ہین اور سیڑھی لگا کر اس کے اندر جاتے ہین، رنگین
شیشون کی روشندانون سے روشنی چھنتی ہوئی اس مین آتی ہے، یہ چوبی مسجد ٹوٹتی ہوئی ہے،
یعنی اس کے پرزے علحدہ ہو جاتے ہین، حالت سفر مین اُسے توڑ کر اس کے پرزے گاڑیون
مین رکھ لیتے ہین، آجکل یہ مسجد تیمور کے ساتھ ہندوستان کے سفر مین ہے، وہان نماز کے وقت

لگا دیجاتی ہے، اور کوچ کے وقت پھر توڑ کر گاڑیون مین رکھ لیتے ہین،

اس وقت تیسرا پہر ہے، بازارون مین گرمی اور ہجوم ہے، غل اور گرد کی بھی حد نہین چھوٹی بڑی کوئی چیز ایسی نہین جو تاتاریون کو ان بازارون مین نہ مل جاتی ہو، ترنجبین سے لے کر مرجبین تک مول لے لیجئے، لیکن آج تاتاری کثرت سے بی بی خانم کے مقبرے کو جارہے ہین، بڑی سڑک سے بچتے ہوئے گلیون گلیون مقبرے کی طرف چلے ہین، کیونکہ آج اس سڑک پر بڑا ہجوم ہے، چین والی شاہراہ سے اونٹون کی قطارین ابھی گذری ہین، اونٹون پر خوشبودار مسالے ٹاٹ کی بوریون مین بھرے رکھے تھے، یہ مال یہان سے موسکو اور موسکو سے جرمانیہ کے ہانسی شہرون[1] کو جارہا ہے، بوریون پر چینی اور عربی حروف مین کچھ کچھ عبارت لکھی ہے اور تاتاری جنگی خانون کی مہرین بھی پڑھی جاتی ہین،

بی بی خانم کے مقبرے سے ملی ہوئی ایک آبادی پہاڑی پر واقع ہے، یہ بی بی خانم کا گنج مشہور ہے، پہاڑی کے گرد چنار کے پتلے پتلے تنون کے اونچے اونچے درخت کھڑے ہین، عمارتون مین ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ مدرسہ اور طلبہ اور معلمون کے رہنے کے مکانات ہین، یہ کل عمارتین اتنی وسیع ہین کہ صرف دور سے ان کی وسعت اور وضع کا اندازہ ہو سکتا ہے، ان مین بعض کی تعمیر ابھی ختم بھی نہین ہوئی ہے، مسجد کا پھیلاؤ روما کے سینٹ پیٹر والے گرجا کے برابر معلوم ہوتا ہے، بیچ کا گنبد البتہ نہین ہے مگر چارون گوشون پر دو دو سو فیٹ بلندی

---

[1] ہانسی شہرون یعنی سوداگرون کے شہرون کو جارہا ہے، جرمنی مین خاص خاص شہر تھے جہان تحفظ تجارت کے لیے تجار کو خاص حقوق حاصل تھے، ہانسی شہرون مین لیوبک Lubek ہیمبرگ Hamburg اور بمین Bemen اب بھی باقی ہین، (مترجم)

کے مینار کھڑے ہین، صحن مین پتھر کا فرش ہے اور بیچ مین سنگ مرمر کا ایک حوض ہے، صحن سے گذر کر مسجد کے دالانون مین بڑے بڑے مولوی اور ملّا ارباب علم و فضل سرون پر بھاری بھاری عمامے رکھے جو خاص علماے بخارا کی وضع ہے بیٹھے ہین، ان کے قریب ہی چند فلسفی بھی موجود ہین جو حکمت کے علاوہ طبیعیات کی کتابین بھی مطالعہ کر چکے ہین اور اس وقت ملاؤن سے بحث کرتے ہین، یہ ملّا ایسے ہین جنھین کتاب کے اوراق سے باہر کسی بات کا علم نہین،

ایک عربی نژاد سیاہ جبہ پہنے عالم نے سوال کیا، "فرمایئے، بوعلی سینا کو طب کس نے سکھائی | کیا وہ خود مشاہدے اور تجربے نہین کیا کرتا تھا؟"

۱۷۵

اس پر حلب کے ایک فلسفی جنکی ناک توتے کی چونچ معلوم ہوتی تھی بولے "طب سیکھنی کیسی طب پر ایک کتاب تصنیف کر گیا ہے"

ایک تیسرے صاحب نے فرمایا، "یہ درست ہے مگر بوعلی سینا نے ارسطو کی طبعیات بھی تو پڑھی تھی"

یہ سنکر ایک ملا جنھین علماء کے ممتاز حلقے مین اپنی لیاقت کے اظہار مین کسی قدر حجاب تھا بولے "لیکن اس کفر کے پڑھنے سے فرمایئے کہ اس حکیم کا کیا انجام ہوا، خاتمہ کس طرح ہوا"

سیاہ جبے والے عرب ہنسے اور کہنے لگے، "کتاب کے خاتمے کا حال تو معلوم نہین لیکن خود بوعلی سینا کو تو عورتون کے عشق نا فرجام اور اسکی شدت نے ختم کر دیا"

اتنے مین ایک صاحب بہت ہی گرج کر بولے "عقل کے دشمنو۔ ہم سے پوچھو کہ بوعلی سینا کا خاتمہ کیونکر ہوا، اس طبیب حاذق نے جب مرنے کا وقت قریب آیا تو درخواست کی کہ قرآن پاک اس کے سامنے بآواز بلند پڑھا جائے، بس اس طرح اس نے ذریعہ بخشش اپنے لیے

پیدا کر لیا۔"

یہ سنکر حلب کے فلسفی نے سر اونچا کیا اور کہا۔ "غور اور تبصر کے چہرے کو دلیل اور حجت کی گرد سے آلودہ نہ کرو، ہم تم کو دلیل اور حجت کے بیکار ہونے کا ایک قصہ حضرت صاحبقران امیر تیمور گورگان کا سناتے ہیں:"

سب لوگ اسکی طرف متوجہ ہوئے اور فلسفی نے کہنا شروع کیا "دو سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ بارگاہِ امیر میں سمرقند کے علماے سنت جماعت اور ایران کے علماے شیعہ چند مسائل کی بحث کے موقع پر جمع تھے، یہ ناچیز بھی وہان حاضر تھا، اپنے کانون سنی بات کہتا ہون کہ حضرت صاحبقران نے سوال کیا، کیا فرماتے ہین علماے دین متین اس بارے مین کہ فلان جنگ مین جو لوگ ہمارے مارے گئے وہ شہید ہوئے یا جو لوگ دشمن کے مارے گیے وہ شہادت کا درجہ پانے کے مستحق ہوئے؟ سوال تو سب نے سن لیا مگر اب جواب دینے کی ہمت کسی مین نہ ہوئی، سب خاموش بیٹھے تھے کہ اتنے مین ایک قاضی صاحب سے نہ رہا گیا، فرمانے لگے کہ اس سوال کا جواب پہلے بھی دیا جا چکا ہے، چنانچہ یہ ایک قول ماثور ہے:

"ان الذین یجاهدون لانفسهم اولحمایتهم — جو اپنی جانین بچانے کے لیے یا اظہارِ شجاعت کے لیے
اولاعلاء کلمتهم لاینظر الله الیهم — یا خواہش ناموری کے لیے لڑے، قیامت کے دن
یوم القیامة ولکن ینظر الی من جاهد — اللہ انکی جانب نہین دیکھیگا، اللہ کی نظر انھین پر پڑے گی
فی الله حق جهاده، — جنھون نے اللہ کی راہ مین جہاد کا حق ادا کیا ہو،

ملا صاحب نے پوچھا کہ اس پر صاحبقران نے کیا فرمایا،

فلسفی نے کہا۔ "حضرت صاحبقران نے قاضی صاحب سے پوچھا کہ سن شریف کیا ہے؟"

قاضی صاحب نے جواب دیا "چالیس سال" اس پر امیر نے صرف اتنا فرما کر "مین دو او پر ساٹھ برس کا ہون" تمام علماء کو جو اس مسئلہ پر بحث مین شریک ہوئے تھے خلعت اور انعام سے سرفراز فرما کر رخصت کیا"

۱۷۶

سامعین دیر تک اس حکایت پر غور کرتے رہے اور اس کے الفاظ دل ہی دل مین دہراتے رہے تاکہ وقت ضرورت کسی اور مجمع مین انھین بیان کر سکین،

سیاہ پوش عرب کسی قدر تامل کے بعد بولے "میرا خیال ہے کہ یہ لطیفہ آپ نے مولانا شرف الدین کے کتاب تاریخ مین پڑھا ہوگا"

حلب کا فلسفی جسکا نام احمد تھا اپنے الفاظ کی تصدیق مین دلائل پیش کر کے کہنے لگا "جو کچھ میرے کانون نے سنا تھا وہی مین نے آپ کے سامنے بیان کیا، مولانا شرف الدین نے خود مجھ سے سنکر اپنی کتاب مین لکھا ہوگا"

عرب نے طنزاً کہا "درست ہے، پسو نے کہا تھا کہ سب کپڑے میرے ہین، احمد فلسفی یہ تو فرمائین کہ اس وقت کوئی اور بھی وہان موجود تھا"

احمد نے بگڑکر کہا "اگر آپ کو حضرت صاحبقران کے ایمان اور عقیدے مین شبہہ گزرا ہو تو ذرا ادھر دیکھئے"

یہ کہکر احمد نے لمبی آستین مین سے سوکھا ہاتھ نکال کر مسجد بی بی خانم کے پیش طاق کی طرف اشارہ کیا جس کی بلند محراب کی پیشانی پر سونے اور لاجورد مین کلمۂ توحید لکھا ہوا بہت دور سے پڑھا جاتا تھا، تیز نیلگون آسمان کے پردے پر اس رفیع الشان عمارت کے رنگین نقش و نگار اس وقت کسی قدر تاریک نظر آتے تھے، نہایت مستحکم بنا تھی، محاذ آسمان عمارت کے خطوط ایسے

واضح تھے جیسے صحرا کی زمین سے کوئی اونچا چٹان اٹھا ہوا اور اسکی کنگرین اور چوٹیون کی نوکین افق کے مقابل مین صاف نظر آتی ہون، عمارت کے گرد وپیش کسی قسم کے پشتے اور پشتبان نہ تھے جو اس کو بدنما کرتے ہون،

مگر عرب صاحب بھی ایسے نہ تھے جو کسی بات پر قائل ہوتے، کہنے لگے۔" واللہ۔ آپ کا اشارہ مقبرے کی طرف ہے، یہ عمارت امیر کی بیویون مین سے کسی نے بنوائی تھی،

جس بیوی نے اوسے بنوایا تھا یا جس بیوی کے لیے تیمور نے اُسے بنوایا تھا وہ مسجد سے متصل باغ مین ایک سنگ مرمر کے چھوٹے سے گنبد کے نیچے آسودہ ہے، درحقیقت اندر جاتے ہی دہلیز کے نیچے ایک چوکور سپید سنگ مرمر کی سل کے نیچے اس بی بی کی مٹی دبی ہے، اس پتھر پر آنے جانے والون کے قدم برابر پڑتے رہتے ہین، یہان ایک تاتاری سرنگ ننگی تلوار لیے کھڑا پہرا دیتا ہے، اس بیوی کا نام "خاتون مبارک" کے سوا اور کچھ مشہور نہ ہوا،

جو لوگ اس مقبرے کو دیکھنے آتے ہین وہ سنتے ہین کہ اس مقبرے مین تیمور کی سب سے پہلی بیوی الجائی خاتون آغا دفن ہی اور اس بیوی کا جنازہ شہر سبز مین سپرد کر دینے کے بعد یہان لاکر دفن کیا گیا تھا، لیکن ایک بیان یہ بھی ہے کہ چین کی ایک شہزادی تیمور کی بیوی تھی، اور یہ اس کا مقبرہ[1] ہے، اکثر لوگ یہان کا ایک قصہ چورون کا بھی بہت تفصیل سے بیان کیا

---

[1] یہ صحیح طور پر دریافت نہین ہوتا کہ بی بی خانم کون تھی، کیونکہ اس کے متعلق مختلف روایات ہین، اکثر تاریخون سے تو یہی ثابت ہے کہ چین کی کسی شہزادی سے تیمور نے شادی نہین کی تھی، لیکن یہ صحیح ہے کہ منگلی خان کی بیٹی سے تیمور نے عقد کیا تھا، لیکن جب یہ عقد ہوا ہے تو اس سے پیشتر بی بی خانم والی عمارتون مین سے کچھ تیار ہو چکی تھین، بہر کیف بی بی خانم سے مراد سرائے ملک خانم کسی طرح نہین ہو سکتی (جو الجائی خاتون آغا کے مرنے کے بعد تیمور کی سب سے بڑی ملکہ تھی)۔ (مصنف)

کرتے ہین، اور وہ یہ ہے کہ قبر کے تعویذ کے پاس ایک صندوقچہ جواہرات کا رہا کرتا تھا، ایک رات بہت سے چور اندر آئے اور چاہا کہ صندوقچہ اٹھالین مگر مقبرے مین ایک سانپ رہا کرتا تھا، اس نے نکل کر چورون کو ڈس لیا چنانچہ جب صبح ہوئی اور پہرا بدلا تو سپاہیون نے چورون کی لاشین مقبرے مین پڑی دیکھین،

مسجد کے صحن مین اب سایہ بڑھنے لگا، سمرقند کے ملاؤن اور عالمون مین حالات حاضرہ پر بحث کا سلسلہ بند ہوا، | سب لوگ اُٹھے، بہت سے حمام کرنے روانہ ہوئے، وہان حمامیون نے انھین خوب مشت مال کر کے کیسون سے نہلایا، پھر کمرون مین جنکی گرمی بتدریج کم ہوتی گئی تھی، یہ لوگ پہنچے، نیا لباس پہنا، کسی کسی کی میلی قمیص بھی اس اثنا مین دھل دھلا اجلی ہو کر پہننے کے لیے حاضر کر دیگئی، اب نہا دھو اجلے کپڑے پہن کوئی کسی امیر کے گھر ضیافت مین شریک ہونے چلا گیا اور کوئی مضافات شہر مین دریائے زرافشان کے کنارے تفریح کو چلا آیا، یہ مقام شہر والون کی سیر و تفریح کا تھا، بہت لوگ یہان جمع ہوا کرتے تھے، کبابیون کی دکانون مین دہکتے کوئلون پر سیخین چڑھی ہوتین، لوگ خوشبو پر دوڑتے، قابون مین پلاؤ اور سینیون مین شیرمالون اور سادی روٹیون کے ڈھیر چنے ہین، حلوائیون کی دکانین بھی ہین، یہان مصری کے کوزے، خشک میوے، تازے انجیر ارزان ملتے تھے، مگر بازار جہان ختم ہوتا تھا وہان ایک مے فروش کی دکان بھی تھی، یہان بھی بہت سے شوقین بازار کی رونق اور راہ گیرون کا تماشا دیکھنے بیٹھ جاتے،

دریا کے کنارے کٹھ پتلی والون نے بھی اپنا ڈیرا ڈال رکھا ہے، ایک سپید چادر تان کر اور خوب روشنی کر کے پتلیان نچا رہے ہین، پتلیان خوب پھدک کر چلتی اور بلا کی لڑائیان لڑتی

اور زبان درازیاں کرتی ہین کہین کہین فانوس گردان بھی رکھے ہین، ان مین تصویرین گردش کرتی نظر آتی ہین کہین نٹ اپنا تماشا دکھا رہے ہین، آدمیون کے سرون سے اونچی رسی تان کر اس پر چلتے ہین، قلا کرنے والے بھی حاضر ہین، دری کا ٹکڑا بچھا کر قلا دکھا رہے ہین بعض تاتاری تفریح کی غرض سے انارون کے تختے اور سپید پھولون والے چمن کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہین، ان درختون کی شاخون مین سرخ اور سبز قندیلین روشن ہین، یہان قالین بچھا کر دوست احباب خورد و نوش مین مصروف ہوتے ہین، صراحی بھی گردش مین آجاتی ہے، یارون مین گپ شپ تیزی پر ہے، دن بھر مین جتنی خبرین بنی ہین ان پر زور شور سے بحث ہو رہی ہے، ایک مطرب بھی چلا آیا ہے، عود و رباب شروع کر دیا ہے، ایک شاعر بھی موجود ہین، ادھر ادھر نظر ڈال کر دوستون کو متوجہ کر کے ایک رباعی سناتے ہین جس شاعر و منجم کا یہ کلام ہے اُس سے ابھی لوگ کم واقف ہین، مگر یہ وہی استاد کامل ہے جو "خیام" تخلص کرتا ہے اور کہتا ہے[1]

مالعبتگانیم و فلک لعبت باز — از روئے حقیقتی و نہ از روئے مجاز

بازیچہ ہمی کنیم بر نطع وجود — رفتیم بصندوق عدم یک یک باز

(عمر خیام)

---

[1] مین نے اصل رباعی نقل کر دی ہے، انگریزی مین جس طرح اس کا ترجمہ ہوا ہے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:-

ہم کچھ نہین ہین مگر شطرنج کے مہرے مشقت مین مبتلا ہین تاکہ فلک کو خوش کرین جو سب سے بڑا شطرنج کا کھیلنے والا ہے، کچھ دیر اس عالم کی بساط پر وہ ہمین چلاتا ہے، پھر عدم کے صندوق مین ہم چلے جاتے ہین،

۱۷۸

چوبیسوان باب

بڑی ملکہ اور چھوٹی ملکہ

سمرقند کا شہر اور اسکی عمارتین تیمور کے طرزِ خیال کے مطابق تیار ہوئی تھین، اپنی قوم کے دیگر فاتحین کی طرح تیمور نے ایران کے طرزِ تعمیر کی جیسا کچھ بھی وہ اس وقت تھا نقل نہین اتاری تھی، ایران کی عمارتون کو دیکھا ضرور تھا، اور جنوب کے ملکون سے معمار اور مہندس بھی بہت سے سمرقند مین لاکر بسائے تھے لیکن سمرقند کی یادگار عمارتین اپنے طرز مین تاتاری تخیل و تصور ہی کا نتیجہ تھین، ایرانی وضع کی نقل نہ تھین، ان کے شکستہ آثار اور تیمور کی اور عمارتون کے شکستہ آثار جو اُس نے اپنے زمانے مین سمرقند کے علاوہ اور شہرون مین تیار کرائی تھین آج تک تاتاری فنِ تعمیر کا بہترین نقش دنیا کی نظرون کے سامنے پیش کر رہی ہین، ان کھنڈرون مین ایک حسن لازوال کی شان پیدا ہے،

تیمور کی عمارتین اگر ان کو تفصیل سے دیکھئے تو بھدی اور بے ڈھنگی معلوم ہوتی ہین لیکن محرابون کے روکار ایسے نظر آتے ہین جیسے چمن مین پھولون نے آگ لگا دی ہو، کہین کہین استرکاری ناتمام رہی ہے، خالی اینٹین اور ان کی رنگین دکھائی دیتی ہین لیکن یہ سب کچھ

سہی عمارت مین جس چیز کو سادگی کہتے ہین وہ درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے، تعمیر مین تیمور حجم و استحکام پر فریفتہ تھا، کم سے کم دو مرتبہ ایسا ہوا کہ پوری عمارت تیار ہونے کے بعد گروادی، اور اُسے زیادہ وسیع پیمانہ پر دوبارہ تعمیر کرایا، رنگ سے اسکی روح کو فرحت محسوس ہوتی تھی تاتاری عبس و خشک مزاجی کے ساتھ تیمور کی طبیعت مین خانہ بدوش قومون کا ایک بے زبان شاعرانہ احساس بھی موجود تھا، اسکی عمارتون مین سختی اور عظمت دونون چیزین پیدا تھین، سبزے اور آب روان کو دیکھکر ایک بادیہ نشین کی طرح اس کا دل باغ باغ ہوتا تھا اور یہ بات غور کرنے کی ہے کہ تیمور نے جتنے قصر اور محل بنوائے وہ در اصل باغون کی آرائش و زیبایش کے لئے تھے،

سمرقند مین خاص و عام کے لیے ایک وسیع چوک بھی تھا، یہان لوگ جمع ہو کر خدا کی باتین بھی کرتے تھے اور دنیا کے قضیے بھی لے بیٹھتے تھے، امور مملکت اور دُور دُور کی خبرون پر گفتگو کرنے کے لیے بھی یہی مقام تھا، بڑے بڑے رئیس اور امیر یہان جمع ہوتے تھے، تاجرون، دوکاندارون کے لیے یہ چوک صرافے کا بازار تھا، نام اس چوک کا "ریگستان" تھا، اُس کے چارون طرف بڑی بڑی عمارتین، مسجدین اور مدرسے تھے، اور ان سب کی تعمیر تیمور کے ذہن رسا کا نتیجہ تھی، قلعہ کے نیچے ایک بلند ہموار قطع پر یہ چوک واقع تھا، یہان مصنوعی چشمے تھے جن سے پانی بہت اونچا اٹھتا تھا، اور فوارے تھے جو ہر وقت چھوٹتے رہتے تھے، جس روز سرائے ملک خانم نے جشن کیا تھا اس کے دوسرے دن علی الصباح اسی چوک مین بڑی خلقت جمع ہوئی تھی، کیونکہ ایک دن پہلے خبر آئی تھی کہ حضرت صاحبقران نے ہندوستان سے قاصد بھیجا ہے،

۱۶۹

Ir m a (ntemb rary Paintin, Schul]

جامع مسجد سمرقند کی تعمیر

عرب اور ایرانی کاریگروں کے لئے اونچے پیوں کی ہاتھیوں کی گاڑی دکھائی گئی ہے۔

امرا اس امر مین تو متفق تھے کہ حضرت صاحبقران کی حضور سے قاصد آیا ہے لیکن یہ تحقیق نہین ہوا تھا کہ کیا حکم لایا ہے، باقی سب لوگ خاموش تھے اور کہتے تھے کہ کہین یہ خاموشی کسی مصیبت کی پردہ داری تو نہین کر رہی ہے،

اب یہ خیال آیا کہ بعض امرا کو ہندوستان جانے مین تامل تھا، اور جب تک تیمور نے اصرار نہین کیا وہ جانے پر راضی نہین ہوئے، محمد سلطان تیمور کے پوتے نے تو یہان تک کہا تھا کہ ممکن ہے ہم ہندوستان کو فتح کر لین مگر اس کو فتح کرنے مین بہت سی قباحتین ہین؛ اول؛ دریا بکثرت عبور کرنے ہونگے، پھر دریاؤن کے علاوہ غیر آباد ملک اور جنگل بھی بہت آئین گے، تیسرے وہان کی کل سپاہ زرہ پوش ہے، چوتھے وہان ہاتھی ہین جو آدمیون کو مار ڈالتے ہین"؛

اس تقریر پر ایک تاتاری نے کہا تھا: "ہندوستان ایسا ملک ہے جو ایک دم سے گرم ہو کر بالکل تپنے لگتا ہے، وہان کا گرم موسم ہمارا سا گرم موسم نہین ہے، اس زمانے مین وہان طرح طرح کی بیماریان پھیلتی ہین اور انسان کے جسم کی طاقت سلب ہو جاتی ہے، پانی وہان کا برا ہے اور ہندو ایسی زبان بولتے ہین جو ہماری زبان کی طرح نہین ہے، اگر لشکر کو وہان زیادہ دن رہنا پڑا تو پھر خدا جانے کیا انجام ہو"؛

اس وقت سمرقند کے چوک مین سلطنت کے معاملات پر بڑے بڑے غور کرنے والے اور ایسے لوگ موجود تھے جو اس سے پہلے ملکون پر حاکم رہ چکے تھے، اب البتہ تیمور نے انکو دوسری خدمتون پر مقرر کر دیا تھا،

مگر اس بات کو سب نے تسلیم کیا کہ ہندوستان مین دولت اتنی ہے کہ اگر مل گئی تو

اس سے ساری دنیا فتح ہو سکے گی''

سب لوگ سمجھ رہے تھے کہ پہاڑون کی پشت پر سمت جنوب کی سلطنت سارے ایشیا کا خزانہ ہے اور تیمور اس لیے وہان گیا ہے کہ اس خزانے پر اپنا قبضہ کرے، لوگون کا یہ خیال بھی تھا کہ تیمور چین کا راستہ کھولنے کا بھی قصد رکھتا ہے، کیا تیمور نے دو تومان جملہ بیس ہزار فوج ختن سے آگے دشت گوبی کو فتح کرنے روانہ نہین کی ہے، اسی فوج نے تھوڑا زمانہ ہوا اطلاع دی تھی کہ ختن سے خان بالغ (پیکنگ) دو مہینے کا سفر ہے، اس کے علاوہ کشمیر کے متعلق بھی کچھ باتین تحقیق کی تھین، کشمیر کے پہاڑون کا سلسلہ ایسا ہے جو کشمیر اور چین مین حائل ہے،

سلطنت کے مشیرون نے اس بات پر بھی غور کیا کہ تیمور نے حال مین منگلی خان کی بیٹی سے عقد کیا ہے، اور شہنشاہ چین کو فوت ہوئے بھی زیادہ مدت نہین ہوئی ہے،

کسی صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ اس وقت دنیا مین چھ بادشاہ ایسے عالی رتبہ ہین کہ ان کا تذکرہ اُن کا نام لے کر نہین کیا جا سکتا، یہ قول ابن بطوطہ طنجی کا ہے اور وہ ان بادشاہون مین سب سے ملا تھا،

ایک افسر جو قریب تھا اس نے ہنسکر کہا "چھ بادشاہ، چھ نہ کہئے، صرف ایک کہئے اور وہ صرف ہمارے حضرت صاحبقران گورگان ہین"

اس پر وہ لوگ جو دنیا کا زیادہ تجربہ رکھتے تھے بولے "نہین۔ ابن بطوطہ کا قول درست ہے، سنیے ان چھ فرمانرواؤن مین اس نے کس کس کو شامل کیا ہے، ایک قسطنطنیہ کا تقفور[1]

۱۸۰

[1] تقفور دراصل نیکوفورس کی خرابی ہو، اس نام کے کئی قیصر قسطنطنیہ مین گذرے تھے، عربون نے اُسے ایک عام نام قیصر قسطنطنیہ کا سمجھ لیا، (مترجم)

دوسرا سلطان مصر، تیسرا بادشاہ بغداد، چوتھا امیر تاتار، پانچواں ہندوستان کا مہاراجہ اور چھٹا فغفور چین، حضرت صاحبقران سے قطع نظر کیجئے تو یہ پانچ بادشاہ ہوئے، اب ان مین سے ہمارے امیر نے صرف ایک بادشاہ یعنی بادشاہ بغداد کو تسخیر کیا ہے؛

چونکہ سمرقند مین جو امرا، اس وقت جمع تھے اور جنمین پیرانہ سال امیر حاجی سیف الدین اور مویدارلات بھی تھے، ان سب نے فکرمند ہو کر گذشتہ چالیس برس کی لڑائیون پر غور کیا، اس چالیس برس مین دنیا کے بڑے بادشاہون مین صرف ایک بادشاہ ایسا تھا جو تیمور کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنی سلطنت چھوڑ کر بھاگ گیا تھا، یہ سلطان احمد بغداد کا فرمانروا تھا، مگر اب وہ بغداد مین واپس آکر پھر سلطنت کرنے لگا تھا،

مغرب کے اطراف سے جس قدر خبرین آرہی تھین وہ بری تھین، قفقاز مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک بغاوت شروع ہوگئی تھی، اور عراق پر سلطان بغداد اور سلطان مصر پھر مسلط ہوگئے تھے، اس وقت یہ امرا، سوچتے تھے کہ اگر کہین تیمور کو ہندوستان مین شکست ہوگئی تو پھر کیا ہوگا،

ؔ ابن بطوطہ نے دنیا کے سلاطین اعظم کی جو فہرست دی ہے اُسے یورپ کے لوگ دیکھ کر بھڑکین گے، لیکن اس فہرست مین سوائے قسطنطنیہ کے قیصر اور بادشاہ بغداد کے جن کا نام اس وقت صرف ان کی گذشتہ عظمت کی وجہ سے بڑا تھا باقی جس قدر نام بڑے بادشاہون کے بیان کئے گئے ہین وہ درست ہین، یورپ اس وقت متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتون اور ریاستون مین منقسم تھا اور اب تک اپنی حدود سے باہر غیر ملکون کی تسخیر مین مصروف نہ ہوا تھا، یورپ کے عیسائیون نے ایشیا مین جنگہائے صلیب شروع کردی تھین، لیکن یہ زمانہ وہ تھا کہ آخری جنگ صلیب کے بعد یورپ کے لوگ ایشیا کو چھوڑ کر اپنے وطن مین چلے آئے تھے، ایشیا کے لوگ سمجھتے تھے کہ قسطنطنیہ یورپ کا سب سے ممتاز شہر ہے، (مصنف)

لیکن تیمور کی فوجون کو فتح پر فتح ہو رہی تھی فتح کے سوا کسی بات کا انھین خیال تک نہ گذرتا تھا، پھر یہ امرا اس پر غور کرتے تھے کہ بیانوے ہزار فوج درہ خیبر سے گذر کر ہندوستان مین پہنچ چکی ہے، دریائے سندھ پر کشتیون کا پل بندھ گیا ہے اور ملتان فتح ہو چکا ہے، اور اب تیمور سلطان دہلی سے لڑنے کو بڑھا ہے،

تاتاری امرا جن کے سپرد اس وقت سمرقند کی حکومت تھی ہاتھیون کے جنگی اوصاف پر غور کرنے لگے، ہاتھی آج تک ان مین سے کسی نے دیکھا بھی نہ تھا،

اب اُسی دن ریگستان (چوک سمرقند) مین ایک افواہ اڑی، اور قاصد کی لائی ہوئی خبر سب کو معلوم ہو گئی اور اس خبر کے باعث قلعہ کے سپاہی رات بھر کسی کی تلاش مین سرگردان رہے، خبر یہ تھی کہ،

"حضرت صاحبقران نے قاصد کی معرفت حکم بھیجا ہے کہ ایک حسین کنیز کو جس کا نام شادی ملک ہے قتل کر دیا جائے"

سمرقند کے لوگ حیرت مین ہین کہ یہ شادی ملک کون بشر ہے، صرف جاننے والے اس کے حال سے واقف ہین اور ان مین مرد مسن امیر حاجی سیف الدین بھی ہین،

امرا مین یہ سب سے بڑی عمر کے امیر کسی زمانہ مین ایران سے ایک حسین سیاہ زلفون کی جوان لڑکی کو لڑائی مین اسیر کر کے سمرقند لائے تھے، یہ ان کی کنیز تھی، سیہ چشم تھی، کسی شاہی حرم سرا کی پروردہ تھی، رنگ صاف اور اجلا تھا، خانزادہ کا جوان بیٹا خلیل اس کے حسن پر فریفتہ ہو گیا، اور امیر سیف الدین نے شہزادے کے کہنے سے شادی ملک کو اُس کی نذر کر دیا، غرض یہ کنیز فنون عصیان کاری مین یکتا امیر تیمور کے سب سے کم عمر پوتے کا پہلو گرم کرنے لگی،

۱۸۱

خلیل عشق کا متوالا رات دن اسی مہ جبین کی صحبت مین گذارتا تھا، بلکہ اس کوشش مین ہوا کہ اس سے شادی ہو جائے اور شادی بھی تمام شہزادون شہزادیون اور اہل دربار کے ساتھ تیمور نے اس قسم کی درخواست سنتے ہی نامنظور کر دی اور حکم دیا کہ شادی ملک سامنے حاضر کیجائے، یہ حکم سنتے ہی شادی ملک کے اوسان باختہ ہوئے اور وہ یا تو خود کہین بھاگی یا خلیل نے اُسے کہین چھپا دیا، غرض شادی ملک سامنے حاضر نہ ہوئی اور اس اثنا مین تیمور ہندوستان کی مہم پر روانہ ہو گیا،

اور اب ہندوستان سے حکم بھیجا کہ یہ کنیز قتل کر دیجائے۔ اس حالت مین خلیل اس کی کیا مدد کر سکتا تھا، سپاہیون نے سمرقند کے تمام باغون کو چھان مارا مگر پتہ کہین نہ چلا، لیکن سپاہیون کی نظر سے وہ کب تک چھپی رہ سکتی تھی، کوئی مقام پناہ کا نظر نہ آتا تھا، آخر کار ایک جگہ ایسی سمجھ مین آئی کہ اگر وہان تک رسائی ہو گئی تو شاید جان بچ جائے، چنانچہ ایک دن منھ پر نقاب ڈال سرائے ملک خانم کے محل کی طرف دوڑی، یہ ملکہ سب محلون کی سرتاج تھین، شادی ملک قصر مین پہنچتے ہی ملکہ کے قدمون پر گر پڑی اور پاؤن پکڑ رو رو کر کہنے لگی کہ کسی طرح میری جان بچا دیجئے، شادی ملک مین تاتاری عورتون کا سا ضبط اور ان کی سی ہمت نہ تھی،

ملکہ سرائے خانم اور شادی ملک مین جو باتین ہوئین اس کا علم ہم کو کچھ نہین لیکن اب وقت کی تصویر ضرور سامنے ہے، شادی ملک سر سے پاؤن تک جوانی کے حسن مین ڈوبی ہوئی ہاتھون مین مینہدی لگی، آنسوؤن سے آنکھون کا سرمہ بہکر رخسارون پر آیا ہوا ملکہ سے منتین کر رہی ہے، ملکہ بے حس و حرکت کھڑی ہے، تاتاری بہادرون کی روایات اور قومی خصائل نے دل پتھر کا کر دیا ہے، شادی ملک جو عیش و نشاط کے لیے مخلوق ہوئی تھی اب

اور بھی خوف سے لرزنے لگی۔ سرائے ملک خانم بیوگی سہاگ اور ماتا تینون باتون کا تجربہ رکھتی تھین۔ ایسے بیٹون کی مان اور پوتون کی دادی تھین جو ملکون پر حکومت کر رہے تھے۔ پچاس برس کی عمر تھی اور پچاس ہی برس تک زندگی کی کلفتون اور آلام کا محل رہی تھین۔

شادی ملک آخر کار پھر زار زار رو کر سر پنجا کر کے بولی" ملکہ مجھ پر رحم کیجیے۔ مین خلیل کا حمل رکھتی ہون"

ملکہ نے اتنا سنتے ہی کہا کہ" اگر یہ بات ہے تو امیر تیری جان بخشی کرے گا"

سرائے ملک خانم نے شادی ملک کو فوراً خواجہ سراؤن کی نگرانی مین رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تک اس کا مقدمہ بارگاہ خسروی سے فیصلہ نہ پا جائے خلیل کو اس سے ملنے نہ دیا جائے[1]۔ ۱۸۲

یہ ایک خفیف سا ماجرا ایک جوان لڑکے اور ایک جوان کنیز کے عشق کا تھا جسے کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ لیکن ایک سلطنت کے مستقبل کا اس پر بہت کچھ دار و مدار ہو گیا۔ سرائے ملک خانم اور خلیل کی مان خانزادہ مین ساس بہو کا بیر تھا۔ کیونکہ خانزادہ کا اثر و اختیار بھی مہد اعلیٰ سرائے ملک خانم کے اقبال و اقتدار سے کچھ کم نہ تھا۔ خانزادہ کے مزاج مین جاہ طلبی تھی اور ملکہ سرائے خانم سے وہ بہت زیادہ عقلمند اور ہوشیار بھی تھی۔

سلطنت کے حق مین اچھا ہوتا اگر ملکہ سرائے خانم شادی ملک کو قتل ہو جانے دیتی مگر جب حضرت صاحبقران کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو انھون نے ملکہ کی رائے سے اتفاق کر کے

---

[1] مصنف نے خلیل اور شادی ملک کا قصہ اپنے طرز خاص مین بیان کیا ہے۔ اس قصے کے تاریخی حالات اگر پڑھنے ہون تو ظفرنامے کی دوسری جلد کے صفحات ۲۰۲، ۴۸ و ۱۱ دیکھے جائین" (مترجم)

شادی ملک کو زندہ رہنے دیا،

اور اب پھر ایک قاصد گھوڑے پر سوار سمرقند آیا، اس مرتبہ جو خبر لایا وہ کسی سے پوشیدہ نہ رکھی گئی، قاصد نے پاسبان خانے، سرائے اور شہر کے دروازے پر ہر جگہ پہنچتے ہی گھوڑے کی باگین کھینچین، گھوڑا چراغ پا ہوا اور قاصد نے آواز لگائی،

"فتح، فتح، ہمارے امیر کو فتح ہوئی"

اب اور بہت سے تاتاری ہندوستان سے سمرقند آئے، جنھون نے بہت سے قصّے سنائے مگر وہ سب خونریزی اور ہلاکت کے واقعات تھے، انھون نے بیان کیا کہ سلطان دہلی سے مقابلہ کرنے کے قبل ہم نے ہندوستان کے ایک لاکھ قیدیون کو قتل کیا، لڑائی مین دشمن کے لشکر کا قلع قمع کیا اور دہلی فتح کر لی[1] مشہور ہوا کہ تیمور کے نفط اندازون نے آگ برسا کر ہاتھیون کی صفون کو پراگندہ کر دیا،

اس مژدہ کو سنکر سمرقند مین جشن ہوا "ریگستان" (چوک) مین راتون کو خلقت کثرت سے جمع ہوئی، طبقہ علما نے بھی اظہار مسرت فرمایا، سوچنے لگے کہ ہندوستان کا شمالی حصہ اب قبضہ مین آگیا ہے، ہندوستان کے خزانون کی مہرین ٹوٹ چکی ہین، ہندو راجہ پہاڑون کی طرف بھگا دیئے گئے ہین، ممکن ہے کہ اب ایک وسیع قلمرو خلافت جو بغداد سے لے کر ہندوستان

---

[1] ہندوستان پر تیمور کی لشکر کشی ایک عارضی جنگ سے زیادہ نہ تھی، تیمور کو دہلی کا محاصرہ کرنا منظور نہ تھا، اپنی کل فوج کو کھلے میدان مین رکھا، لشکر کے گرد خندقین کھدوا کر فکر و تردد کی حالت مین مخالف کا منتظر رہا، سلطان دہلی تیمور کے اس فریب مین آگیا، اور شہر سے نکل میدان مین مقابلہ پر چلا آیا، یہی تیمور کا دلی منشا تھا، لڑائی ہوئی ہندوستان کے لشکر نے شکست کھائی اور تیمور نے دہلی کو بہت اطمینان سے لوٹا، اس کے بعد دہلی سے جنوب کی طرف ہندوستان کے شہرون کی طرف جو سرحد پر تھے بڑھا، (مصنف)

تک کے ملکون پر محیط ہو قائم ہو جائے، تیمور کی حکومت اور نگرانی مین دولت اور سلامتی دونو چیزین حاصل رہین گی، اور جب یہ چیزین ضامن ہو جائینگی تو علماے دین کے اقتدار مین بھی ترقی ہو گی،

دوسرے سال موسم بہار[1] مین لشکر بھی جو ہندوستان گیا ہوا تھا شہر سبز اور تخت قراچہ ہوتا ہوا سمرقند واپس آیا، تخت قراچہ سیاہی مائل پتھر کا ایک حصار تھا جسے ایک پہاڑ کی چوٹی پر تیمور نے بنوایا تھا[2]،

۱۰۳ سمرقند کے باب لاجورد مین قالینون کا فرش تھا، اور یہان سے قلعہ تک راستے پر سرخ بانات بچھا دیگئی تھی، آرایش کے لیے بالاخانون اور باغون کی دیوارون سے دیبا و زربفت لٹکائے گئے، بازارون مین دکانین خوب سجائی گئین، اور اب شہر کے لوگ رنگ برنگ اور بہتر سے بہتر لباس مین ہر طرف چلتے پھرتے نظر آنے لگے،

سمرقند کے حکام اعلیٰ اور اطراف و جوانب کے امراؤ تومینان اور بیگیات شاہی اپنے اپنے محلون سے نکل کر امیر گورگان کے استقبال کو حاضر ہوئین، مہد اعلیٰ ملکہ سرائے خانم اپنے خدم وحشم کے ساتھ موجود تھین جب وقت سوارون کے دستے زرہ بکتر مین آراستہ سامنے سے گذرنے لگے تو ملکہ کی نظرین اپنے نور بصر امیرزادہ شاہ رخ کو ڈھونڈنے لگین، اسی طرح شہزادی خانزادہ اپنے پہلے دو فرزندون یعنی امیرزادہ محمد سلطان اور امیرزادہ پیر محمد کے

---

[1] روز سہ شنبہ ۲۱ر شعبان ۸۰۲ھ، ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۹۳،

[2] دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۹۲ہ "تخت قراچہ کہ از مستحدثات معمارہمت آنحضرت است" نیز دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی صفحات ۲۵۱-۲۵۲،

انتظار مین کھڑی رہین جس وقت یہ شہزادے قریب سے گذرے تو خلقت نے موتی اور سونا اُن پر سے نثار کیا اور جب حضرت صاحبقران کا مرکب قریب آیا تو اتنا زر و جواہر نچھاور کیا کہ گھوڑے کے قدمون مین جواہرات کا فرش ہو گیا[۱]

اور پھر خلقت نے جو کچھ دیکھا وہ ایک عجیب حیرت اور تعجب کا منظر تھا، راہ کی گرد اور خاک سے اونچی کالی کالی سنگین ہلتی ہوئی بڑے بڑے ڈیل کے جانور سر سے پاؤن تک طرح طرح کے رنگون مین رنگے ہوئے جھومتے جھامتے آگے بڑھتے نظر آئے، یہ غول کے آگے والے بڑے ہاتھی تھے، پورے غول کی تعداد ستانوے تھی، اور اُن سب پر اپنے پہلے مالکون کے مال اور خزانے رکھے تھے،

اس شان اور تجمل سے تیمور کا آٹھوان داخلہ سمرقند مین ہوا، ہندوستان سے جو چیزین ساتھ رہی تھین ان مین ایک نقشہ جامع مسجد کا بھی تھا، اور دو سو معمار اور کاریگر بھی ہمراہ تھے تاکہ اس نقشے کے مطابق سمرقند مین جامع مسجد تعمیر کرین،

مورخ لکھتا ہے کہ حضرت صاحبقران نے گھوڑے سے اترتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ حمام مین تشریف لے گئے،

---

[۱] مصنف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استقبال اور رسم نثار سمرقند مین ادائی ہوئی تھی، لیکن ظفرنامہ جلد دوم کے صفحات ۱۸۹ - ۱۹۰ کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امرا اور بیگمات دریائے آمو تک استقبال کے لیے گئی تھین، اور وہان زر و جواہر وہین نثار کیے گئے تھے، تیمور نے ۲۱ رجب سنہ ۸۰۱ ہجری کو دریائے آمو عبور کر کے ترمذ مین دو دن قیام کیا تھا، سمرقند مین ورود ۱۲ رشعبان سنہ ۸۰۱ھ مین ہوا ہے، ممکن ہے سمرقند مین بھی یہ رسم دوبارہ ادا کی گئی ہو، (مترجم)

پچیسوان باب

تیمور کی جامع مسجد

ہندوستان فتح کرنے کی یادگار مین تیمور نے ایک ایسی عمارت بنوانی چاہی جو اپنے طرز مین نئی اور قابل شہرت ہو، ضرور ہے کہ اس کا نقشہ بھی کہ وہ کیسی ہو اور کیا ہو پہلے سے سوچ رکھا ہوگا کیونکہ ۲۰ رمئی کو تیمور سمرقند مین داخل ہوا اور ۲۸ رمئی کو موقع پر کھڑا عمارت کی بنیاد مین کھدواتا نظر آیا، بہرکیف یہ عمارت ایک مسجد تھی جس کا نام بعد کو شاہی مسجد ہوا،

مسجد بھی جامع مسجد تھی اور مورخ لکھتا ہے کہ وہ اتنی وسیع تھی کہ تیمور کے تمام اہل دربار اس مین نماز پڑھ لین، اب معمارون اور مزدورون کو رات کو سونا کب نصیب ہوتا تھا، پانسو سنگ تراش کھدانون سے پتھر نکالنے روانہ کئے گیے، پتھرون کے بڑے بڑے ٹکڑے پہاڑون کے کٹے ہوئے بھاری گاڑیون پر رکھے سڑک پر جاتے نظر آنے لگے، اور ان گاڑیون کے کھینچنے کے لیے جرثقیل کی جو نئی قوت حال مین دریافت کی گئی تھی استعمال کیگئی یعنی ہاتھیون کی ٹولیان اُن گاڑیون مین جوتی جاتی تھین، جس وقت تعمیر مین ہاتھیون سے کام لینے کا مسئلہ ہندسون کے سامنے پیش ہوا تو انھون نے نئی نئی قسم کی چرخیان کانٹے اور قلابے ایجاد کئے،

مسجد کی دیواریں جب ختم ہوئیں تو ہندوستان کے کاریگر دیواروں پر اندر کے رخ کام پر بٹھائے گئے، یہ سب دو سو نفر تھے، تیمور کے اوقات یہ تھے کہ کبھی میدان کارزار میں ہوتا اور کبھی تعمیر مسجد کی نگرانی کرتا، لڑائی سے تعمیر اور تعمیر سے لڑائی کی طرف فوراً ذہن کو منتقل کر دینا تیمور کے لیے کچھ مشکل نہ تھا، ہندوستان کو تو ختم کر ہی دیا تھا اب مسجد کی تعمیر ختم کرنی باقی تھی، صرف آخر جاڑے میں دو لاکھ آدمیوں کی جانیں لڑائی پر کوچ کے راستوں میں تلف ہوئی تھیں، مگر اس کا کبھی خیال تک نہ آیا، چند سرداروں کو جنھوں نے بڑی بڑی لڑائیاں فتح کی تھیں مسجد کے برجوں اور میناروں کی تعمیر پر نگرانی کے لیے مقرر کیا۔

مسجد میں چار سو اسی ستون پتھر کے لگائے گئے، دروازوں پر پیتل کے نقشین کواڑ چڑھائے گئے، چھت سنگ مرمر کی تھی جس پر جلا کی گئی تھی، منبر میں جہاں جہاں لوہے کا کام تھا وہاں چاندی اور سونے کا ملمع کیا گیا، پھول بوٹوں کی جگہ آیات کلام اللہ جا بجا کندہ کی گئیں،

185

بنیاد کو ہاتھ لگے ابھی تین مہینے بھی نہیں ہوئے تھے کہ پوری مسجد تیار ہو گئی اور مؤذن نے نو تعمیر میناروں سے صدائے اللہ اکبر بلند کی، اور امام نے منبر پر بیٹھ کر امیر تیمور گورگان کا خطبہ[1] پڑھا،

تیمور نے کبھی شہنشاہ کا لقب باضابطہ اختیار نہیں کیا، وہ ابھی تک صرف تیمور گورگان ہی تھا، کبھی "ترا" یعنی چنگیز خانی بادشاہ یا خان ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، فرامین میں تمہید یہ ہوتی تھی "امیر تیمور یہ حکم دیتا ہے" یا اس سے بھی زیادہ سادہ عبارت یہ ہوتی تھی "میں تیمور بندہ اللہ کہتا ہوں کہ......"

لیکن تیمور کے پوتے جو تاتاری شہزادیوں کے بطن سے تھے مرزا اور سلطان اور شہزادے

---

[1] تعمیر مسجد کے حالات کے لیے دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۱۹۵-۱۹۰۔

کہلانے لگے، ان سب کو تیمور نے سلطنتین بطور جاگیر کے دے رکھی تھین، محمد سلطان (پسر جہانگیر وخانزادہ) مغول جتہ کے ملک کا اور پیر محمد (پسر جہانگیر وخانزادہ) ہندوستان کا حاکم تھا، اور تیمور کا نیک مزاج سب سے چھوٹا فرزند شاہ رخ (جو سرائے ملک خانم سے تھا) خراسان پر حکومت کرتا تھا، اور ہرات کے شہر مین عالیشان محل اور قصور اپنی طرف سے بنوا رہا تھا، معزول امیرزادہ میران شاہ کے بیٹے مغربی علاقون پر فرمان روا تھے، ان علاقون کی حالت اس وقت بدنظمی کی تھی،

تیمور نے ابھی تک یہ نہین بتایا تھا کہ اس کے بعد اس کا جانشین کون ہوگا، ملکہ سرائے ملک خانم جن کی عمر اب زیادہ ہوتی جاتی تھی اس امید مین تھین کہ تخت شہنشاہی ان کے لڑکے شاہ رخ کو ملے گا، شہزادی خانزادہ نے اپنے فرزند خلیل کے لیے (جو امیرزادہ میران شاہ کے صلب سے تھا) کہ وہ تخت تیمور کا وارث ہو کوئی طریقہ سازش اور تملق کا باقی نہ رکھا تھا، لیکن بڈھے فاتح اور کشورکشا کے سامنے کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی، اپنے پوتون کے حق مین وہ ایک غیر متغیر حکم اور ایسا منصف تھا جسے فیصلہ کے وقت کسی قسم کا کوئی ذاتی خیال کسی کی نسبت مطلق پیدا نہ ہو سکتا تھا،

تیمور بیگمات کی دنیا طلبی اور حُبِ جاہ کی ریشہ دوانیون سے بالکل بے پروا گھوڑے پر سوار مسجد کی تعمیر مین ہاتھیون کے بوجھ اٹھانے یا گھسیٹنے کا تماشا دیکھا کرتا تھا، ایک دن خیال آیا کہ شہر والون کی آمد و رفت کیلئے بازار بہت تنگ ہے، خیال آنا تھا کہ فرمان قضا جریان اس مضمون کا صادر ہوا کہ چوک سے دریائے زرافشان تک ایک بازار بنایا جائے اور اُسے تمام ایسے سامان سے مہیا کیا جائے جو تجارت کے بازارون مین ہوا کرتا ہے، اور یہ بھی ارشاد ہوا

کر یہ کل کام بیس دن مین ختم کردیا جائے، سمرقند کے دو معزز شریفون کو اس کام پر مقرر کرکے ان سے کہدیا گیا کہ حکم کے مطابق اگر عمل نہ ہوا تو گردن اڑا دیجائے گی،

۱۸۶ دونون سردار حکم سنتے ہی کام پر مستعد ہوئے، بازار کا | خط تیمور نے ڈال دیا تھا، اس خط مین جس قدر مکانات آئے تھے ان کے ڈھانے کے لیے فوڑا ایک فوج حاضر ہوگئی، مکاندارون کی طرف سے عذر و معذرت تو کجا جونہی گھرون کی دیوارین گرتے دیکھین جو کچھ اسباب سمیٹ سکے اُسے اٹھا بیوی بچون کو لے گھر چھوڑ کافور ہوے،

شہر کے باہر سے معمار اور مزدور، چونے اور ریت کے انبار طلب کئے گئے، گرے ہوئے مکانون کا ملبہ صاف کیا گیا، پتھر کا فرش لگایا، پانی نکلنے کی موریان بنائین، کام کرنے والون کے دو گروہ تھے، ایک دن کو کام کرتا تھا، دوسرا مشعلین جلا کر رات کو، مورخ لکھتا ہے، کہ مشعلون کی روشنی مین راج مزدور کام کرتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے زمین پر دیو اور جنات اتر کر مشقت کرتے ہون، شور اس بلا کا تھا کہ کسی وقت بند نہ ہوتا تھا،

بازار تیار ہوگیا، دوطرفہ ستونون کے برآمدے اور دکانین اس سرے سے اُس سرے تک بن گئین، ڈاٹ کی چھتون مین روشنی اور ہوا کے لیے ہوادان روشن دان سب تیار ہوگئے، سوداگر بلائے گیے کہ گاڑیون مین سامان لاکر فوڑا دکانین آراستہ کرین، غرض بیس دن کی مقررہ مدت سے پہلے نئے بازار مین آدمیون کے ہجوم نظر آنے لگے، حضرت صاحبقران گھوڑے پر سوار بازار مین سے گذرے اور کام دیکھکر خوش ہوئے،

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ بھی سنیے، مکاندارون نے جن کے مکان ڈھائے گئے تھے خاص خاص قاضی صاحبان کے پاس جاکر فریاد کی، ایک دن انہی قضات مین سے ایک

صاحب تیمور کی خدمت مین حاضر شطرنج مین مصروف تھے، انھون نے بہت ہی جرأت اور ہمت کرکے عرض کیا کہ جن لوگون کے مکان گرائے گئے ہین ان کو کچھ معاوضہ دیدیا جائے، اتنا سنتے ہی تیمور نے کسی قدر برہم ہوکر کہا "کیا شہر میرا نہین ہے"

قاضیون کو اس کا خوف ہوا کہ کہین گردن نہ اڑا دیجائے فوراً عرض کیا "شہر حضور ہی کا ہے اور جو کچھ ارشاد ہوا وہ بجا اور درست ہے" تیمور اس جواب کے بعد خاموش ہوگیا مگر تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد کہنے لگا کہ "مقتضاے انصاف اگر یہی ہے کہ مکاندارون کے نقصان کی تلافی کی جائے تو آپ کے کہنے کے مطابق مین اونھین معاوضہ دونگا"

ظاہر مین ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس زمانہ مین تیمور کو کسی دوسری جنگ کا خیال پیدا نہین ہوا مگر واقعہ یہ تھا کہ وہ اس زمانہ مین خاص خاص حالات دریافت ہوجانے کے انتظار مین تھا ممالک جس قدر تسخیر کئے تھے ان پر قناعت کرنے کی کافی وجہ موجود تھی، ہندوستان کی دولت کھینچ چکا تھا، شمال کے ملکون پر قبضہ ہوچکا تھا، البتہ دجلے کے مغربی کنارے کے ملک ہاتھ سے نکل چلے تھے، لیکن ادھر بھی کوئی بادشاہ ایسا نہ تھا جسے تیموری سلطنت کے قلب پر حملہ کرنے کی جرأت ہوسکتی،

تیمور کی عمر اب چونسٹھ برس کی ہوگئی تھی، گو جسمانی طاقت وہی تھی جو پہلے رکھتا تھا، لیکن کئی بار بیمار پڑ چکا تھا| دل اور حوصلہ بھی وہی تھا جو میانہ عمری مین رکھتا تھا مگر مزاج مین سختی ضرور پیدا ہوگئی تھی، جامع مسجد تو بے شک تیار ہوگئی تھی لیکن ملاؤن کا قابو اس پر نہ چلتا تھا، تمام عمر خیالات کی ایک کشمکش دل مین رہی تھی، ایک طرف تو خدا رسیدہ باپ کا مذہب

اور مولینا زین الدین ابوبکر کی تعلیم جن سے ارادت رکھتا تھا اور احکام قرآن کی پابندی کا خیال تھا دوسری طرف خانہ بدوش آباو اجداد کا خون رگون مین موجود تھا، جنگ آوری کا شوق اور ہاتھون کی طاقت کہ قتل و غارت مین خون کی بھاپ ان سے ہمیشہ اٹھتی رہے، اس قدر ترقی پکڑ چلی کہ خانہ بدوشون کے قانون کا پابند ہونے لگا، گویا ثابت کرنے لگا کہ "دنیا مین انسان کے لیے راستہ ایک ہی ہوتا ہے" اور یہ راستہ لڑنے اور فتح کرنے، ضبط و استیلا کا فخر ہے،

مغرب کے سلاطین اسلام کے ستون تھے، خلیفہ قاہرہ مین تھا، بغداد کا سلطان بتک حامیِ دین کہلاتا تھا، اور وہ ہاتھ جس مین تلوار تھی ترکون کے شہنشاہ کا تھا، تیموران مغربی فرمانرواؤن کی نظر مین ایک وحشی اور نیم کافر تھا،

ان ذی حشم تاجورون کے خلاف فوجکشی کرنے کے معنی عالم اسلام مین تفرقہ ڈالنے اور میدان جنگ مین دس لاکھ سپاہ کو لڑوانے کے تھے، علماے دین بے حد مصر تھے کہ مسلمانون مین امن و امان قائم رکھا جائے، اسلام کی ترقی ہو، تیمور کو انھون نے غازی کا لقب اس لیے دیا تھا کہ اسلام کا بول بالا کرنے کو اُس نے تلوار اٹھائی تھی اور اسی غازی شہنشاہ کے نام کا خطبہ بھی مسجدون مین پڑھا جاتا تھا،

لیکن تیمور کی مضبوط اور خشک طبیعت کا ایک پہلو اور بھی تھا، یہی تیمور تھا جو اور گنج کے دروازے پر یوسف صوفی سے تنہا لڑنے گیا تھا، اور اب صورت یہ پیش آئی تھی کہ جو حکام اور والیان ملک تیمور کی حفظ و امان مین تھے، ان کو ترکون نے ایشیاے کوچک کی سرحد سے باہر کر دیا تھا، فرزندانِ تیمور کے زیر نگین جو ملک تھے ان پر لشکرکشی

لیگئی تھی اور بغداد مین جس عامل کو تیمور نے مقرر کیا تھا اس کو بے دخل کرکے بغداد پر قبضہ کرلیا گیا تھا، مخالفین کی طرف سے یہ تمام باتین اشتہار جنگ کا کام دینے لگین[1]۔

مئی ۱۳۹۹ء مین ہندوستان سے واپس ہوکر سمرقند مین داخل ہوا اور اسی سال ماہ ستمبر مین لشکر جرار لے کر پھر نکل کھڑا ہوا، تین برس تک سمرقند کے لوگون نے اسے نہ دیکھا،

۱۸۸

---

[1] علاوہ ازین تیمور اس وقت چین پر چڑھائی کرنے کا قصد بھی رکھتا تھا، لیکن جس حالت مین کہ مغرب کے بادشاہ باہم سازش کرکے اس کی سرحد پر حملہ کرنے کی نیت رکھتے تھے، تو مشرق مین چین پر فوجکشی کرنے کے لیے تیمور کا ہاتھ کھلا نہ تھا،

اس موقع پر ہم کو جنگ و پیکار کے متعلق تیمور کے منصوبے ایسے صاف نظر آرہے ہین جیسے شطرنج کی بساط پر مہرے رکھے ہون، تیمور کا ارادہ یہ تھا کہ پہلے دشت گوبی کے خانان مغل سے ساز باز کرکے پھر چین کی تسخیر کا ارادہ کرے، مگر اس کام مین سمرقند سے برسون غیر حاضر رہنا ضروری تھا، اس لیے پہلے تو بساط سے ایک مہرا یہ اٹھایا کہ دہلی کے سلطان کو ختم کیا، کیونکہ ایسے بادشاہون مین جو کسی وقت مین دشمنی پر آمادہ ہوتے دہلی کا بادشاہ سب سے قریب تھا، دہلی فتح کرکے ہندوستان کی دولت لے کر تیمور مغرب کی طرف بڑھا اور چند اور مہرے مار کر اپنی سلطنت کی سرحدون کو دشمنون سے صاف کردیا، یہ ظاہر ہے کہ جب تک ترک یورپ مین رہے تیمور نے ان سے لڑنا نہین چاہا، لیکن جب انھون نے ایشیا مین دخل دینا شروع کیا تو تیمور ان سے لڑنے کو بڑھا، اور اس مغربی طاقت کا قلع قمع کرکے فوراً سمرقند واپس آیا، پھر کیا تھا، دو ماہ کے اندر چین پر لشکر کشی کا سامان کرلیا، (مصنف)

چھبیسوان باب

جنگ سہ سالہ

اب جس حالت مین اس تاتاری فاتح نے اپنے تئین پایا وہ عجیب تھی، دشمنون تک پہنچنے کے لیے ضروری تھا کہ سمت مغرب مین ایک ہزار میل کی مسافت طے کرے، یہان جن بادشاہون نے اسکی مخالفت پر اتحاد کیا تھا ان کی سرحد ایک نصف دائرہ کی شکل مین واقع ہوئی تھی جس کا ایک سرا کوہستان قفقاز مین تھا اور دوسرا سرا بغداد پر،

سرحد کے اس نصف دائرہ کو ایک ایسا قوس سمجھیے جو بہت ہی لچکدار کمان کی زہ کو اس کے انتہائی درجہ پر کھینچنے سے کمان مین پیدا ہو جائے، اور تاتاری لشکر کو سمجھیے کہ خراسان کی سڑک پر اس کا ایلغار ایسا تھا جیسے تیر اپنے پر والے سرے سے نوک پیکان کی طرف کمان کے بیچ سے گذر کر اڑنے والا ہے، تیمور کا اس وقت مغرب کی سمت مین جانا بالکل ایسا ہی تھا جیسے ۱۸۱۳ء کے موسم بہار مین نپولین کا جنگ لائپ زگ سے قبل مغرب کی سمت مین بڑھنا تھا، مگر شکست کھا کر بہت ہی قابل داد ہوشیاری سے پیرس واپس چلا آیا تھا، اور نتیجہ اس مہم کا یہ ہوا تھا کہ فرانس کے اس زبردست ہادی و پیشوا کی قوت بالکل سلب ہو کر

یورپ کی شہنشاہی اوّل کا خاتمہ ہوگیا،

پنولین کی طرح تیمور کی بھی بڑی جیت یہ تھی کہ سپاہ نہایت آزمودہ کار رکھتا تھا۔ اور اس سپاہ کی سپہ سالاری بھی سوائے اپنے دوسرے کے سپرد نہ تھی۔ اور جن دشمنون کے مقابلہ مین جارہا تھا ان مین نفاق تھا، لیکن وہ ملک جنہین سے نپولین اور تیمور کو گذرنا پڑا ایک سے نہ تھے، یورپ کی ہموار اور مزروعہ زمینون اور کثرت سے اچھی سڑکون اور جابجا کھلے دیہات اور قصبات کی جگہ تیمور کو مغربی ایشیا کے دریاؤن، پہاڑی سلسلون، بیابانون اور دلدلون کی صعوبت اٹھانی پڑی،

راستے بھی اتنے نہ تھے کہ ان مین سے کوئی ایک بہتر سے بہتر راستہ انتخاب کرکے اس پر کوچ کرنا تجویز کیا جاتا، اور جب ایک راستہ اختیار کرلیا تو پھر اس پر چلنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، کاروانی سڑکین جنپر چلنا شروع کیا تھا ان کے کنارے قلعے اور حصار رکھنے والے شہر آباد تھے، اور ہر شہر اپنی حفاظت کے لیے فوج رکھتا تھا، اس کے علاوہ تیمور کو مہینون اور موسمون کا بھی خیال رکھنا ضروری تھا کہ فصلین کب اور کہان تیار ملین گی، گھوڑون کے لیے چراگاہون مین اچھی گھاس کہان ہوگی، بعض ملک راستے مین ایسے پڑتے تھے کہ جاڑے مین وہان سے لشکر کا گذرنا ممکن نہ تھا، اسی طرح بعض ملک ایسے آتے تھے کہ موسم گرما مین وہان سے کوچ کرنا امکان سے خارج تھا، خود نپولین کو اپنی قلعون اور فصیلون کے شہرون مین سے شہر عکہ سے اور نیز دشت شام کی ناقابل برداشت گرمی سے مجبور ہوکر واپس آنا پڑا تھا،

سرحد کے اس نصف دائرہ کے کنارے جابجا دشمنون کے بہت سے لشکر تاتاریون کے انتظار مین موجود تھے، سب سے پہلے قفقاز کے گرجستانی جو بڑے جنگجو تھے مقابلہ کے لیے آمادہ

۱۹۰

تھے۔ ان کے بعد ترکون کے ایک لشکر نے دریائے فرات کے منبعون والے ملک میں پہنچ
صفین آراستہ کررکھی تھین۔ ترکمان قرایوسف بھی جیسے کہ ترکمانون کا قاعدہ تھا ادھرادھر کسی
کمین گاہ مین تاک لگائے بیٹھا تھا مصر کا لشکر شام مین موجود تھا۔ اور جنوب مین بغداد تھا۔ کہ
تیمور بغداد کی طرف بڑھتا تو ترک شمال کی طرف سے آکر اس کے لشکر کے عقب پر حملہ کرتے
اگر ترکون کے ملک مین ایشیائے کوچک کی طرف جاتا تو مصر کا لشکر جنوب سے شمال کی طرف
بڑھ کر تاتاری فوجون کی پشت سے ایلغار کرتا،

یورپ مین بھی جو قلعے پہلے سے ترکون کے قبضے مین چلے آتے تھے ان کی طرف یا قاہرہ
کی طرف جو مملوک مصر کا پایہ تخت تھا تیمور نہ بڑھ سکتا تھا۔ اور نہ سلطان مصر یا ترکون کے بادشاہ
کو لڑنے پر مجبور کرسکتا تھا۔ حالانکہ ان سلاطین مین سے جو کوئی بھی چاہتا وہ ایشیا پر فوجکشی کرسکتا تھا
بڑا سوال پانی کا تھا۔ تیمور کے لشکر مین شتر سوار فوج کے علاوہ اب ہاتھی بھی تھے۔ لیکن
لشکر کا زیادہ تر حصہ اسپ سوارون کا تھا۔ ہر سوار کے ساتھ ایک کوتل گھوڑا بھی تھا۔ پچاس ہزار

[1] حال کی جنگ عظیم مین بھی طرح طرح کی رکاوٹون سے یہی ارضی مشکلات متحدہ طاقتون کو پیش آئی تھین۔ روس کی فوجین شمال کی طرف سے ارض روم کی جانب صرف تھوڑی دور تک بڑھ سکین۔ جنوب مین انگریزی فوجون کو بغداد کے قریب ہتیار ڈال دینے پڑے۔ شام مین انگریزی فوجون اور لارنس والے عربی قبیلون کو دمشق کے فتح کرنے مین دو برس لگے،

ان لڑائیون مین فوجون کی کمک کے پیے عقب مین بحری قوت موجود تھی اور ترکون کی بہ نسبت سامان جنگ بھی ان فوجون کے پاس بہتر تھا۔ باوجود اس کے ترک اپنی حفاظت کے لیے ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۸ء تک برابر لڑتے رہے۔ تیمور کے زمانے مین ترک نسبتہً زیادہ قوی تھے، اور شام کے عربون سے قطع نظر کرکے چرکس، گرج اور ترکمانون سے ترکون کا اتحاد تھا، اور یہ سب بڑے زبردست لڑنے والون مین تھے۔ (مصنف)

سے کر ڈھائی لاکھ گھوڑوں کو رزائی پر بھیجا ایسا کام نہ تھا جس میں پہلے سے احتیاط اور ارضی کیفیتوں سے واقفیت پیدا کرنا ضروری نہ ہوتا، تیمور جس وقت لشکر کے ساتھ کوچ کر رہا تھا تو تاجرون اور ایسے لوگوں سے جو ملک کے جغرافیہ سے واقف تھے روزانہ مشورہ کرتا تھا، لشکر کے آگے آگے غنجرچی حرکت میں رہتے اور ان سے بھی آگے قراول روانہ کر دیئے جاتے کہ دشمن جہان جہان نظر آئے اس کے مقاموں سے اور پانی کے متعلق برابر خبر دیتے رہیں، علاوہ غنجرچیوں اور قراولوں کے جاسوس بھی سرحد پر بھیج رکھے تھے،

شروع میں تیمور پورے سامان جلوس کے ساتھ آہستہ کوچ کرتا رہا، ملکہ سرائے ملک خانم اور دو اور بیویاں اور کئی | پوتے ہمراہ تھے، اور خراسان کی بڑی سڑک حضرت صاحبقران کی شوکت و شہامت کی جلوہ گاہ بنی ہوئی تھی، ۱۹۱

اس اثنا میں امرائے فوج تبریز میں ایسا انتظام کر رہے تھے کہ مغرب میں جس وقت فتوحات شروع کیجائیں تو تبریز فوجوں کا صدر مقام رہے، اور قراباغ اران کا میدان ہرا بھرا گھوڑوں کے بندھنے کے لیے مخصوص ہو جہان سے ضرورت کے وقت تازہ دم مرکب مل سکیں، اب تیمور نے اپنا کچھ وقت خطوط کے لکھنے لکھانے میں صرف کیا، خاص کر خان تاتار کو چند مکتوب بھیجے، اس خان کا نام ایدکو تھا اور اس وقت ملک روس کے کوہی اور ریگستانی علاقوں میں صاحب حکومت تھا، خطوط کے جوابات جس قدر آئے ان میں ایدکو کا جواب بہت صاف تھا، اس نے لکھا کہ

"اے امیر آپ نے دوستی کا ذکر کیا، میں بیس برس تک آپ کے دربار میں رہا ہوں آپ سے اور آپ کی تدبیروں سے خوب واقف ہوں، اگر مجھ کو اور آپ کو دوست رہنا

منظور ہے تو تلوار دونون کے ہاتھ مین رہنی منظور ہے"

باوجود اس تحریر کے روسی زمین کے تاتاری تیمور کی راہ مین مخل نہ ہوئے اور آیندہ جو لڑائی ہوئی اُس مین وہ کسی کی طرف نہ بولے،

شہنشاہ ترک بایزید ایلدرم کو تیمور نے مکتوب کے لکھنے مین اخلاق سے کام لیا[1]. مگر اس بات سے تنبیہ کر دیا کہ قرا یوسف اور سلطان احمد جلایر کو جنھون نے ایلدرم کے پاس پناہ لی ہے اور اس کے معاون بنے ہین انھین کسی قسم کی مدد نہ دیجائے، تیمور کو سلطان بایزید سے ابھی تک کوئی ذاتی کاوش نہ تھی، ترکون کی فوجی قوت کی تیمور دل سے عزت کرتا تھا، اور ممکن تھا کہ اس نواح مین بشرطیکہ ترک یورپ ہی مین رہتے ان کو ان کے حال پر سلامت رہنے دیتا،

لیکن بایزید ایلدرم کا جواب ایسا نہ تھا کہ مصالحت کی کوئی صورت نکلتی، اُس نے تیمور کو نہایت سخت الفاظ مین لکھا کہ "اے سگ خونین جس کا نام تیمور ہے سن لے کہ ترکون نے اپنے دوستون کو پناہ دینے سے نہ کبھی انکار کیا ہے اور نہ دشمنون سے لڑنے کو کبھی ٹالا ہے، نہ کبھی جھوٹ سے کام لیا ہے اور نہ کبھی خفیہ سازشین اور چالین چلی ہین"

اس کے جواب مین تیمور نے جو عثمانی ترکون کو خانہ بدوش ترکمانون کی نسل سے بتا چکا تھا ایلدرم کو لکھا کہ "مین تیری اصل سے واقف ہون" تیمور نے یہ بھی لکھا کہ ایلدرم اس معاملہ پر اچھی طرح غور کرے کہین ایسا نہ ہو کہ ہمارے مقابلہ مین آکر ہاتھیون کے پاؤن

---

[1] تیمور کے مکتوب اور اس کے جواب کے متعلق دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۵۷-۲۶۲، آخری خط جو تیمور نے ایلدرم کے نام بھیجا وہ جلد دوم کے صفحہ ۳۹۲ مین مذکور ہے، ابن عرب شاہ نے یہ تمام مکتوب اپنی کتاب عجائب المقدور مین صفحات ۲۵۰ تا ۲۵۶ مین بیان کئے ہین،

کے نیچے اُسے اپنی ہڈیان چور کرنی پڑین۔ بہرحال ہم تمھین متنبہ کئے دیتے ہین گو ہم جانتے ہین کہ ترکمانون نے رائے سلیم رکھنے مین کبھی نام پیدا نہین کیا، اگر تم نے ہماری نصیحت نہ مانی تو تم کو سخت پشیمان ہونا پڑیگا، پس غور کرو اور جو مناسب سمجھو وہ کرو"

۱۹۲ اس مکتوب کے جواب مین بایزید نے ایک بڑے خط مین اپنی فتح و فیروزمندی کی داستان لکھی کہ کس طرح وہ یورپ کے بے دینون کے ایسے شہر اور مقامات جوان کا ملجا و ماوا ہین فتح کر رہا ہے اور وہ خود ایسے سلطان کا فرزند ہے جس نے دین پر شہادت دیتے ہوئے اپنی جان دی تھی اور جو اسلام کا ہمیشہ حامی و مددگار رہا تھا، اور لکھا کہ مدت سے ہم تم سے لڑنا چاہتے تھے، الحمد للہ کہ اب ہم مین اور تم مین لڑائی قریب ہے، اگر تم خود لڑنے نہین آتے تو ہم تم سے لڑنے بڑھینگے اور سلطانیہ تک تمھارا تعاقب کرین گے، پھر ہم دیکھین گے کہ کسکو فتح کی عزت اور کس کو شکست کی ذلت ہوتی ہے"

بظاہر تیمور نے اس خط کا جواب فوراً نہین دیا کچھ دنون کے بعد مختصر الفاظ مین لکھا کہ "اگر بایزید قرا یوسف اور سلطان احمد جلائر سے دست بردار ہو جائے تو بایزید ایلدرم خود اس لڑائی کو روک سکتا ہے"

سلطان بایزید ایلدرم نے اس کا جواب نہایت سخت دیا، ایسا سخت دیا کہ تیمور کے مورخون کو اپنی تصانیف مین اسے نقل کرنے کی ہمت نہ ہوئی، بایزید نے مکتوب کی پیشانی پر اپنا نام آب زر سے لکھوایا اور سیاہ روشنائی کی سطرون کے نیچے فقط "تیمور لنگ" تحریر کیا[1]

---

[1] ظفرنامہ کی جلد دوم مین یہ مکتوب صفحات ۲۵۷-۲۵۹، اور صفحہ ۲۶۲ مین نقل ہوئے ہین، بایزید کا جواب پورا نقل نہین کیا، لیکن ابن عرب شاہ نے پورا خط نقل کیا ہے، دیکھو صفحات ۲۵۱-۲۵۶، (مترجم)

جہان اور بدنما باتین لکھی تھین ایک یہ بھی تھی کہ تیمور کی چاہیتی بیوی کو بے عزت کریگا[1]، خلاصہ یہ کہ بایزید کا خط ایسا تھا کہ تیمور غصہ سے بیتاب ہوگیا،

جس زمانہ مین یہ خط و کتابت بڑی غیظ و غضب سے ہورہی تھی تیمور نے لڑائی کا بہت کچھ سامان کرلیا،

حفاظت کے خیال سے پہلے تو بیگمات شاہی کو مع ان کے اہالی وموالی کے سلطانیہ روانہ کیا، اور لشکر کے زیادہ تر حصّہ کو لڑائی پر چلنے کے لیے قراباغ آران مین جمع کیا بعض قشونات کوہستان قفقاز مین گرجیون سے لڑنے روانہ کئے، اس مہم مین پھر جنگل کاٹ کر سڑک بنانی پڑی اور گرجستانی فوجون کے جو عیسائی مذہب رکھتی تھین ٹکڑے اڑا دیئے، گرجستان کو آگ اور تلوار سے بالکل ویران کردیا، گرجا جلا دیئے اور انگور کے باغون مین گھس کر درخت جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیئے، کہین شرائط پر امان نہین دی اور نہ دشمن کو ایک دم چین سے بیٹھنے دیا، تیمور کا قاعدہ تھا کہ میدان جنگ مین جہان دشمن کا ہجوم ہو وہان رحم کرنا کبھی گوارا نہ کرتا تھا،

---

[1] مصنف کتاب کو یہان سخت غلط فہمی ہوئی ہے، ابن عرب شاہ نے اپنی کتاب عجائب المقدور مین (دیکھو صفحات ۲۵۰ تا ۲۵۶) تیمور اور بایزید خان کے کل خطوط نقل کئے ہین، بایزید خان کے خط مین اخیر مین لکھا تھا کہ...... تم میرے ملک پر دوڑ پڑوگے مین بھی یہی چاہتا ہون اور قسم دلاتا ہون کہ اگر تم نہ آئے تو تمھاری بیویون پر تین طلاق اور اگر تم آئے اور مین بھاگ گیا تو میری بیویون پر تین طلاق ؎ اس کے معنی یہ نہین ہوئے کہ بایزید خان تیمور کی چاہتی بیوی کو بے آبرو کریگا، (مترجم)

انھی حالات مین پندرہوین صدی عیسوی شروع ہو گئی جب پہاڑون پر برف پگھلنے لگی تو تیمور کی فوجین ایشیائے کوچک کی طرف وادی ارض روم کی راہ سے بڑھین ۱۴۰۰ء کے موسم گرما مین سیواس تک کل شہرون پر قبضہ ہو گیا،

سیواس ایشیائے کوچک کی کنجی تھا، ترکون کا سرحدی لشکر تیمور کی آمد پر بہت جلد پیچھے ہٹ گیا اور تاتاریون نے سیواس کی شہرپناہ پر حملہ کیا، فصیل کے نیچے نیچے نقب لگائی اور نقب کے بعد اوپر کی دیوار کو روکنے کے لیے لکڑیون کا سہارا دینے مین مصروف ہوئے اس کے بعد انھون نے ان لکڑیون مین آگ لگا دی، لکڑیون کے جلنے پر فصیل کی دیوارین زمین پر آ رہین، شہر سیواس کے مسلمانون کی جان سلامت رکھی گئی، لیکن چار ہزار ارمنی جنھون نے تاتاریون کو بہت ستایا تھا شہر کی خندق مین زندہ دفن کر دیئے گئے[1]،

جب شہر فتح ہو گیا تو فصیل کو جہان جہان سے توڑا تھا پھر اُسے درست کرنے کا حکم دیا گیا، اس اثنا مین ترکمانون کے غول بھی حملے کی غرض سے آ گئے، تیمور نے ان سب کو پراگندہ کیا اور نہایت تیزی سے ملطیہ[2] کی طرف کوچ کیا، ملطیہ ممالک جنوب مین داخل ہونے کا دروازہ تھا، اس شہر پر اسی دن دخل ہو گیا جس دن وہان کا ترکی حاکم مع اپنی فوج کے شہر چھوڑ کر بھاگا،

اب ایشیائے کوچک مین بڑھنے کے بدلے تیمور نے شام پر حملہ کی تیاری کا حکم دیا، اس حکم کو سنکر امرائے لشکر سب مل کر تیمور کے سامنے حاضر ہوئے اور عذر پیش کیا کہ ہندوستان

---

[1] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۲۶۹۔
[2] ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۲۷۱-۲۷۲،

کی مہم کو سر کئے ابھی ایک سال ہوا ہے، اس مہم کے بعد ان کی فوجین دوسری دو لڑائیون کے لیے دو ہزار میل کا کوچ کر چکی ہین، اب شام کا حکم دیا جاتا ہے، شام مین دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے، مناسب ہے کہ ہماری فوجون اور چوپایون کو کچھ مہلت آرام کرنے کی دیجائے،

تیمور نے صرف اتنا جواب دیا کہ "تعداد کوئی چیز نہین ہوتی" اس جملے کے بعد اُس کے قصد اور ارادے کے تازیانے نے فوجون کو فوراً جنوب کی سمت ہنکا دیا، ان فوجون نے حصن عنتاب[1] کو فتح کیا اور آگے بڑھ کر دیکھا کہ حلب[2] پر سلطان مصر ان کا منتظر ہے، یہ دیکھکر تیمور کی فوجون نے اپنی رفتار کم کی، ہر روز چپکے چپکے آگے بڑھتے اور خندقین کھود کر بیچ مین لشکر کا پڑاؤ ڈالتے اور پشتے بناتے رہتے، شامیون اور سلطان مصر کی فوجون نے تاتاریون کی اس کارروائی کو ان کی کمزوری سمجھا، اور حلب کی شہر پناہ سے باہر لڑنے نکل آئے، تاتاری خندقون اور پشتون سے باہر نکل ہاتھیون کی صفین بیچ مین لیکر لڑنے کے لیے بڑھے، ہاتھیون پر تیرانداز اور آگ اور نفط پھینکنے والے بیٹھے تھے،

تاتاریون نے ابھی پورا حملہ بھی نہین کیا تھا کہ مخالفون کی متحدہ فوجین بے ترتیب ہوگئین، تاتاری لڑتے بھڑتے شہر حلب تک پہنچ گئے، حلب کے قلعہ پر جو پہاڑ پر تھا حملہ کیا اور اوسے فتح کر کے دمشق[3] کی طرف چلے، اب سنہ ۱۴۰۱ عیسوی کا ماہ جنوری شروع ہو گیا تھا،

دمشق نے شرائط پر صلح کرنے کی درخواست کی مگر یہ درخواست اس نیت سے تھی کہ اس مین وقت گذرنے تک مصر سے دوسرا لشکر تیمور کے مقابلہ کو آجائے گا، لیکن جب تاتاری فوج

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۷۹۔۲۸۰ [2] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۳۰۰۔۳۰۶ [3] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۳۲۴۔۳۴۵،

دمشق کے سامنے سے گذرنے لگی تو عقب سے دشمن کی متحدہ فوجون نے اس پر حملہ کر دیا۔ تاتاریون مین اس سے انتشار پیدا ہوا لیکن تیمور نے فوراً چند قشونون کو مرتب کرکے افواج مخالف پر سخت ایلغار کیا اور بہت جلد میدان صاف کر دیا،

اب تیمور نے شہر دمشق کی طرف متوجہ ہو کر اُسے لوٹنے کا حکم جاری کیا، شہر مین آگ لگا دی گئی جو کئی دن تک لگی رہی، مکانات جلکر گرے اور مقتول دمشقیون کی لاشین ان مین دفن ہو گئین

مصری فوجین جو اس ہلاکت سے زندہ بچین وہ فلسطین کی راہ مصر کو بھاگین، سلطان مصر کے حکم سے ایک بار اور تیمور کو روکنے کی کوشش کیگئی، چنانچہ ایک فدائی نے حشیش پکر تیمور تک پہنچنے اور اسے خنجر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی، مگر فدائی فوراً گرفتار ہوا اور اُسکے ٹکڑے اڑا دیئے گئے[1]،

شہر مین تو قتل و غارت کا بازار گرم تھا اور تیمور یہان کے ایک عجیب و غریب گنبد کو بغور دیکھکر خوش ہو رہا تھا، حکم دیا کہ اس کا نقشہ ابھی تیار کیا جائے، یہ گنبد ایک مسجد کا تھا جو میدان

[1] اس کا قصہ یہ ہے کہ جب تیمور دمشق کی طرف جانے لگا تو دمشق کے ضبط و انتظام اور دشمن سے اُسے محفوظ رکھنے کے لیے ناصر الدین فرخ بن برقوق سلطان مصر دمشق آیا، جس وقت تیمور دمشق پہنچا تو فرخ نے ایک ایلچی تیمور کے پاس بھیجا، یہ ایلچی ایک بڑا مکار آدمی فقیر کے بباس مین تھا، فرخ نے اس کے ساتھ دو فدائی بھی کر دیے تھے اور ان تینون کے پاس زہر آلود خنجر تھے، ان فدائیون کو تیمور کے قریب پہنچ جانے کا کئی مرتبہ اتفاق ہوا لیکن وار کرنے کا موقع نہ ملا، اسی اثنا مین خواجہ مسعود سمنانی کو جو دیوان اعلےٰ کا میر منشی تھا کچھ شبہہ گذرا، مشتبہ آدمیون کی تلاشی لیگئی تو ان کے موزون مین سے زہر آلود خنجر نکلے، تیمور نے فقیر کے قتل کا حکم دیا اور دونون فدائیون کے ناک کان کٹوا کر ان کو ناصر الدین فرخ کے پاس روانہ کیا، دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۳۱۱-۳۱۳،

[2] ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۳۳۹-۳۴۰- یہ جامع بنی امیہ کا منار شرقی تھا،

سے نظر آتا تھا، تاتاریون نے اب تک جتنے برج دیکھے تھے وہ نیچے سے بدنما طریقہ پر پھیلکر اوپر کو گاؤدم ہوتے گئے تھے، مگر یہ گنبد بہت خوبصورت گولائی لیے ہوئے اوپر کو اٹھتا ہوا نوکدار ہوا، شکل اسکی انار سے ملتی تھی،

ماہران فن تعمیر کے بنائے ہوئے گنبدون سے اُسکی شکل جدا تھی، تیمور اسکی شان و خوبصورتی دیکھکر خوش ہوتا رہا،

اتفاق سے شہر مین آگ لگی، یہ خوبصورت گنبد بھی جہان شہر کی اور عمارتین جلکی تھین جلکر خاک ہوگیا، مگر تیمور اور تیمور کی اولاد نے جو عمارتین بعد کو بنائین ان کے لیے یہی گنبد ایک نمونہ ہوگیا، صدیون بعد یہ نمونہ ہندوستان پہنچا اور اسی کے مطابق مقبرہ ممتاز محل اور شاہان مغلیہ کی اور عمارتون پر گنبد بنائے گئے، روس کے ہر گرجا کی عمارت مین اسی وضع کا گنبد موجود ہے،

۱۹۷

ستائیسوان باب

اسقف یوحنا یورپ جاتا ہی

تیمور نے دمشق سے پھر اپنا رخ بدلا، چونکہ ترکون کے ملک مین دور تک بڑھنے سے پہنچ گیا تھا اس لیے واپسی بادیۂ شام کی راہ سے ہوئی، دسہزار فوج ارض ابلیا کے ساحل کو روانہ کی تاکہ مصر کی بھاگتی ہوئی فوج کا عکہ تک تعاقب کرے، عکہ وہی مقام ہے جسے یورپ کے صلیبی جنگ آورون نے اکری لکھا ہے اور جو زمانہ آیندہ مین نپولین کے حق مین سنگ راہ ثابت ہوا، اس کے علاوہ کئی ہزارہ جات مشرق کی طرف بغداد پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کئے گئے،

تیمور خود جس راستے سے دمشق گیا تھا اب اسی راستہ سے حلب تک واپس آیا، یہ زمانہ ماہ مارچ ۱۴۰۱ء کا تھا، آہستہ کوچ کرتا ہوا دریائے فرات کے کنارے پہنچا، تاتاری کتنے ہی سخت جان ہون مگر محنت اور جفاکشی کی بھی ایک حد ہوتی ہے، کچھ آرام اُن کو بھی درکار تھا، چنانچہ تیمور نے ان کی تفریح کے لیے شکار کھیلنے کا حکم دیا، مورخ لکھتا ہے کہ ہرن کے کباب شراب کے ذائقہ کو تیز کر دیتے تھے،

حلب اگر تیمور نے زیادہ تفصیل کے ساتھ تبریز سے مراسلت کی، تبریز اس وقت تیمور کی فوجون کا سب سے بڑا مقام اور معسکر تھا، امراے لشکر جو تبریز مین متعین تھے ان کے پاس سے بھی مفصل اطلاعین موصول ہوئین، نیز سمرقند سے کاغذات اور سیواس سے ہفتہ وار کیفیتین جس قدر آئین ان کو ملاحظہ کیا، سیواس کی خبرون پر کسی قدر زیادہ غور کیا، کیونکہ یہ شہر سلطان بایزید ایلدرم کی مملکت مین داخل ہونے کا رستہ تھا، اور تیمور نے ایسا اہتمام کیا تھا کہ اس شہر سے دو سو میل کے اندر اندر اپنی فوجی قوت بخوبی مجتمع رہے،

لیکن بغداد کے محاصرے کے لیے جو ہزارہ جات روانہ کئے تھے ان کے سپہ سالارون نے کچھ ایسی خبرین بھیجین کہ تیمور جنوب کی سڑک سے بغداد روانہ ہو گیا، معلوم ہوتا ہے کہ حاکم بغداد فرج نے جو سلطان احمد جلائر کی طرف سے مقرر تھا شہر کو تاتاری فوجون کے حوالے کرنے سے انکار کیا، اور ان کے حملے سے اُسے بچانا چاہا، اس زمانہ مین سلطان احمد جلائر بغداد سے بھاگ کر سلطان بایزید خان کے پاس چلا گیا تھا، اور فرج کو یہ حکم دیتا گیا تھا کہ اگر تیمور خود بغداد آئے تو شہر اس کے حوالے کر دیا جائے، لیکن اگر وہ خود نہ آئے تو جب تک ترکی فوجین تاتاریون سے لڑنے نہ آجائین شہر کو دشمنون سے بچایا جائے[۱]،

تیمور فوراً سمت جنوب مین بغداد روانہ ہوا، محفہ مین سوار ہو کر بڑی تیزی سے منزلین طے کرنے لگا،

جس وقت بغداد کے سامنے آیا تو سلطان احمد کے مقرر کردہ افسران شہر کو جو شہر کے اندر تھے تیمور کے آنے کی اطلاع کی گئی، حاکم شہر فرج نے اپنے آقا سلطان احمد کی عدول حکمی

۱۹۶

[۱] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۳۵۷،

کی اور بغداد تیمور کے حوالے نہین کیا گیا، اسکا باعث کچھ تو یہ خوف تھا کہ تیمور کے آتے ہی فوراً
شہر کا دروازہ اُس کے لیے نہین کھولا گیا تھا، اور کچھ یہ خیال ہوا کہ گرمی شدت کی پڑ رہی ہے
دجلے کی تمام وادی آگ کی بھٹی بنی ہوئی ہے، اس لیے ممکن ہے کہ موسم کی سختی سے تاتاری
مجبور ہوکر خود ہی واپس چلے جائین، مگر حاکم شہر کو یہ یاد رکھنا چاہیے تھا کہ چالیس برس سے تاتاریون
نے کسی قلعہ یا شہر کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے بغیر فتح کئے نہین چھوڑا تھا،

بغداد کے لوگ اس خیال مین رہے کہ شہر پناہ سنگین اور مضبوط ہے تاتاریون کے
حملے اُس پر کارگر نہ ہون گے، مگر تیمور نے ارادہ کر لیا تھا کہ کچھ ہو بغداد پر قبضہ ضرور کیا جائے گا
تقریباً دو برس سے فوجین لڑائیون مین برابر مصروف رہی تھین، آرام کا موقع مطلق نہ ملا تھا،
لشکر کا بڑا حصہ اس وقت تبریز مین تھا جسے فوجون کا صدر مقام اس خیال سے قائم کیا تھا کہ
ترکی فوجین حملہ کرنے کے لیے آنے والی ہین، تیمور اس خیال مین تھا کہ اس زمانے تک وہ
تبریز پہنچ چکا ہوگا، مگر باوجود شدید عجلت کے جو بغداد آنے مین کی یہ ممکن نہ ہوا کہ تیز گرمی شروع
ہونے سے پہلے وہ بغداد سے فارغ ہو جاتا، اب جلتے اور تپتے میدان اور آدمیون کے لیے خوراک
اور جانورون کے لیے چارے کی قلت کا سامنا ہوا،

لیکن بغداد ان ملکون مین داخل ہونے کا راستہ تھا جو دجلے سے متصل واقع ہوئے
تھے، اس کے علاوہ ضروری تھا کہ مصر سے جتنی فوجین آئینگی وہ بغداد ہی کو اپنا صدر مقام قرار
دینگی، ان وجوہ سے بغداد ایشیا مین تیمور کے دشمنون کا سب سے آخری مستحکم شہر ہو گیا تھا،

تیمور کو اپنے قصد مین ترمیم کرتے کیا دیر لگتی تھی، کچھ سوچ کر ایک گھنٹے مین اپنا ارادہ
بدل دیا، فوراً امیرزادہ شاہ رخ کے پاس قاصد اس پیغام سے دوڑایا کہ شمال سے ایک لاکھ

فوج لے کر مہندسوں اور قلعہ گیر آلات کے ساتھ بغداد مین حاضر ہو، ایک قشون ایشیائے کوچک روانہ کیا کہ ترکون کی نقل و حرکت سے خبردار رہے، ایک حکم امیرزادہ محمد سلطان کو سمرقند بھیجا کہ سمرقند مین جس قدر لشکر ہے اسے لے کر مغرب کی طرف کوچ کرے[1]،

۱۹۷

جس وقت شمال سے امیرزادہ شاہ رخ فوجین لیے ہوئے بغداد آیا تو ظاہر بغداد مین تیمور نے افواج سوارہ کا معاینہ کیا، عَلَم و رایت بلند ہوئے، نقارے اور کوس بجائے گئے اور بغداد کے سامنے سے ایک لاکھ تاتاری فوج گذری، مگر اس کا اہل شہر پر کچھ اثر نہ ہوا اور تیمور نے اب بڑے غضب اور عتاب کی حالت مین بغداد کا محاصرہ شروع کر دیا[2]،

شہر کے جنوب مین دجلہ پر کشتیون کا پل ڈالا گیا، تاکہ محاصرہ کرنے والے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر پہنچ سکین، اور شہر سے نکلنے والون کا دریائی راستہ بند کر سکین مضافات شہر پر حملہ کرکے اسے منہدم کر دیا اور اب یہان تاتاریون کا قبضہ ہو گیا، شہر کے گرد بارہ میل کے دور مین جس قدر زمین تھی وہ حملہ آورون کے تصرف مین آگئی، دور کے جنگلون سے بڑے بڑے درخت کاٹ کر لائے گئے اور شہر کی دیوار کے قریب انھین نصب کرکے اونچے

---

[1] ۱۳۹۹ء کے موسم خزان سے ۱۴۰۱ء کے موسم خزان تک تیمور نے اپنی فوجون کی ترتیب مین اس بات کا ہمیشہ لحاظ رکھا کہ سلطان بایزید اس پر فوجکشی کرنے والا ہے، اس وقت جب کہ تیمور بغداد کے محاصرہ مین مصروف تھا سلطان بایزید ایلدرم سست رفتاری سے یورپ سے ایشیا آرہا تھا، اگر بایزید اس موقع پر زیادہ تیز روی سے کام لیتا اور بغداد کے فتح ہونے سے پہلے تبریز پہنچ جاتا تو تبریز کو تاتاریون سے خالی پاتا، مگر اس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ تاتاری قشون جو خبر رسانی پر مقرر تھا جس وقت بایزید کے نقل و حرکت سے اطلاع کرتا تو تیمور سمرقند کی تازہ دم فوجون سے ملکر چند ہفتون مین بایزید کے مقابلہ کو آجاتا، (مصنف)

[2] فتح بغداد، دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۳۵۹-۳۶۹،

او نچے مینار سے بنائے اور ان میناروں پر قلعہ شکن آلات اس طرح رکھے کہ فصیلون پر اور شہر کے اندر سنگ باری کیجا سکے،

اسی اثنا مین نقب چیون نے شہر پناہ کی بنیادون کو کھودنا شروع کیا، تھوڑی دیر مین باہر والی شہر پناہ کی دیوارین نقب لگانے سے گر پڑین، لیکن اہل شہر جہان سے دیوار گرتی تھی اس کے پیچھے رخنے بند کرنے کی غرض سے گچ اور پتھر کی نئی دیوار بنا دیتے تھے، اور دشمن پر آگ برسا کر ان دیوارون کی حفاظت کرتے تھے،

تیمور کے فوجی افسرون نے درخواست کی کہ شہر پر ہر طرف سے حملہ کرنے کی اجازت دیجائے کیونکہ اب التوا مناسب نہین، گرمی بہت بڑھتی جاتی ہے، مورخ لکھتا ہے کہ گرم ہوا کا یہ حال تھا کہ آسمان سے پرندے بے ہوش ہوکر زمین پر گرتے تھے، سپاہی جو تپتی زمین اور جلتی شہر پناہ کی دیوارون کے قریب کام کرتے تھے وہ اپنے جبون اور زرہ بکتر مین گرمی سے اس طرح پک رہے تھے جیسے تنور مین روٹی پکتی ہو، (شعر

زمین چون دیگ بر آتش خروشان ‌ ‌ ‌ ‌ میان استخوانہا مغز جوشان)

تیمور نے اس رائے کو پسند کیا اور حکم دیا کہ تمام اطراف سے یکبارگی حملہ کرکے قہر و غلبے سے شہر فتح کرنے کے لیے کوس و نفیر بجائے جائین[1] اس حال مین ایک ہفتہ گزر لیا ہے عرادے اور منجنیق شہر پر سنگ باری اور شہر کی دیوارین توڑنے مین اپنا کام کر رہے تھے، دو پہر اور تیسرے پہر جب گرمی حد سے گذرتی ہے تو سپاہی سایے مین چلے آتے ہین، لیکن آج ٹھیک دو پہر تھی کہ تیمور نے بغیر کسی اطلاع کے یکلخت شہر پر حملہ کر دیا،

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۳۶۳،

یہ وقت ایسا تھا کہ بغداد کی سپاہ جو باہر والی فصیلوں کی حفاظت کر رہی تھی گرمی کی شدت سے مجبور ہو کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی، صرف چند پاسبان وہان رہگئے تھے، جونہی یہ لوگ ہٹے تاتاریون کی فوج نردبان لیے سایہ سے باہر آئی اور دیوارون پر سیڑھیان لگا شہر پر حملہ کر دیا، بغداد کے لوگ اس حملے سے ششدر رہ گئے، اور تیمور کی فتح ہو گئی، امیر نورالدین جس نے توقتمش کے حملہ کے وقت تیمور کی جان بچائی تھی دیوار پر چڑھ گیا اور وہان تیمور کا رایت جس پر طرّہ اور سونے کا ہلال تھا نصب کر دیا گیا،

اور اب بڑے نقارے کی آواز کے ساتھ سورن کا نعرہ بلند ہوا، اور جس قدر تاتاری فوج شہر کے اس طرف تھی شہر پر دوڑ پڑی، نورالدین دیوار سے شہر مین اتر گیا اور اس کے پیچھے تاتاری زرہ پوش بھی ہو لیے، تیسرا پہر ختم نہ ہونے پایا تھا کہ باوجود سخت گرمی وحدت کے شہر کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا اور اب شہر کا وہ حصہ جو دجلہ کے پار تھا تاتاریون کے قہر و غضب کا نشانہ بنا، جو شدائد اور ظلم اس موقع پر ہوئے ہین وہ ناگفتہ بہ ہین، تیمور کے سپاہی اپنی مصیبت، جفاکشی اور نقصان کا خیال کر کے مجنونانہ طور سے بالکل بھوت بنکر آدمیون کا خون بہانے مین مشغول ہو گئے،

تاتاریون کا مورخ لکھتا ہے کہ "بغداد جسے اب تک دارالسلام کہتے تھے آج دارالاظلام ہو گیا تھا"[1] حاکم بغداد فرج کشتی مین سوار ہو کر بھاگا، لیکن کنارے پر تاتاری کمانداروں نے تیرون سے کشتی ہی مین اس کا کام تمام کر دیا اور اس کی لاش پانی سے کھینچ کر کنارے پر لائی گئی، ایک سو بیس مینارے مقتولون کے سرون کے تعمیر کئے گیے اور غالبًا نوے ہزار جانین اس معرکہ مین تلف ہوئین،

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۶۳،

تیمور نے حکم دیا کہ شہر پناہ منہدم کر دیجائے، اور مسجدون اور خانقاہون کے سوا جس قدر عمارتین ہین ان مین آگ لگا دی جائے اور ان کو ڈھا دیا جائے،

اور اب دنیا کا مشہور شہر بغداد اس طرح تاریخ کے صفون سے محو ہو جاتا ہے[1]، بغداد کے ویرانے پر پھر آبادی ہوئی لیکن دنیا کے معاملات مین اب اُسے کسی طرح کا دخل یا اقتدار نہ رہا، بغداد کی تباہی کی خبر تیمور کی سلطنت مین ہر جگہ بھیجی گئی، سلطان بایزید ایلدرم کو بھی مطلع کیا گیا،

بغداد کا بادشاہ سلطان احمد جلائر جو اس وقت بغداد سے غیر حاضر تھا طوفان کے گذر جانے کے بعد پھر اپنے پائے تخت مین چلا آیا، تیمور کو جب اسکی واپسی کی خبر ہوئی تو ایک رسالہ سوارون کا اسکی گرفتاری کے لیے روانہ کیا، مورخ لکھتا ہے کہ سلطان احمد کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو ایسا خوفزدہ ہوا کہ صرف ایک قمیص پہنے ہوئے دریا کے رستے شہر سے بھاگا، اور سلطان بایزید ایلدرم کی پناہ اور حفاظت مین چلا آیا[2]،

اب تیمور لشکر کے بڑے حصے اور قلعہ گیری کے سامان اور اسباب کو چھوڑ کر پیچھے سہولت سے آتا رہیگا بہت جلد تبریز پہنچا، داخلہ کے وقت امیرزادہ شاہ رخ اور چند امراے فوج ساتھ تھے، بغداد جون ۱۴۰۱ء (ذی قعدہ ۸۰۳ھ) مین فتح ہوا تھا اور اس کے دوسرے ہی مہینے یعنی جولائی مین تیمور صدر معسکر یعنی تبریز مین واپس آگیا، تیمور کے پوتے محمد سلطان نے خراسان کی سڑک سے نیشاپور پہنچے پر دادا کو اطلاع کی کہ وہ سمرقند سے و ہین سے کر حاضر ہو گیا ہے، شاہ رخ کا لشکر بھی تبریز سے قریب تھا، غرض اب جنگ سہ سالہ کا ایک مرحلہ طے ہو گیا،

---

[1] دیکھو اس کتاب کے آخر مین تعلیقہ نمبر ۱۶-۱۷، [2] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۳۰۶،

دشمنون کی سرحد جو قوس کی صورت رکھتی تھی اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تیمور پہنچ لیا تھا، چودہ مہینے مین دو بڑی اور متعدد چھوٹی لڑائیان لڑین اور اسی زمانے مین تقریبًا بارہ ایسے شہر جن کے گرد فصیلین تھین فتح کیے، فنون جنگ کے اعتبار سے یہ کام حیرت انگیز تھا، اور اب قبل اس کے کہ بایزید موقع پر لڑنے آئے تیمور کی ان فتوحات نے بایزید کے معاونین کو اس سے جدا کر دیا،

موسم کی حالت اب ایسی نہ تھی کہ تیمور ترکون سے لڑنے کے لیے حرکت کرتا، تاتاریون نے بہت اطمینان خاطر سے لڑائی کو سال آیندہ پر ملتوی رکھا، اسی زمانہ مین ایک دن امیرزادہ محمد سلطان کے کوس و نفیر اس سڑک پر سنائی دیئے جو تبریز کو آئی تھی اور جہان تیمور کا لشکر پڑا تھا، یہ محمد سلطان تیمور کا وہی پوتا ہے جس نے نیشاپور سے اطلاع دی تھی کہ سمرقند کی فوجون کو لے کر حاضر ہو گیا ہون، جب اسکی فوجین سامنے آئین تو تیمور کے پرانے پرانے سپہ سالاران فوجون کو حیرت سے دیکھنے لگے،

سمرقند کی چلی ہوئی ہزارہ جات کی فوجین ایک نئی شان سے اس وقت سامنے آئین ہر فوج کا رایت علٰحدہ رنگ کا تھا، کوئی سبز تھا، کوئی سرخ کوئی کسی اور رنگ کا، اور اسی طرح ہر رسالے کے سوارون کے جُبّے گھوڑون کے زین اور ساز یہانتک کہ ان کے قربان اور سپر سب ہمرنگ[1] تھے، تیمور کے امرائے عساکر نے جو زیادہ تجربہ رکھتے تھے اور ان سپہ سالارون

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۱۲ - " و طائفہ را تمام علم و سنجق و جبہ و زین و کجیم و مجموع اسلحہ و اسباب از ترکش و کمر و نیزہ و سپر و چاق ہمہ سرخ بود و طائفہ را ہمہ زرد و جمعے راہمہ سفید و بعضے راہمہ منقش و دیگر الوان بہمین قیاس ...."

مین سے جنھون نے ہندوستان سے لے کر بحر اسود تک اور بحر اسود سے فلسطین تک اپنے گھوڑے دوڑائے تھے جو بہادر اس وقت زندہ تھے انھون نے یہ تماشا خوش ہو کر نہ دیکھا بلکہ اس نئی نمود پر گو دل مین رشک کرتے ہون بظاہر معترض ہوئے،

اس زمانہ مین تیمور نے ایک پرانی نہر[1] کو جو کسی زمانے مین یونانیون نے دریائے ارس سے نکالی تھی اور اب وہ مٹی سے اٹ گئی تھی صاف کرا کر اس مین پانی جاری کرایا، اور یہین اُسنے افریقہ اور یورپ کے اُن راستون کے متعلق واقفیت پیدا کی جن سے تجارت کا مال ان ملکون مین ایک مقام سے دوسرے مقام کو پہنچتا تھا، اسی زمانہ مین تیمور نے ایک خط بادشاہ فرانس چارلس ششم کے پاس یوحنا اسقف سلطانیہ کی معرفت اظہار خوشنودی کا روانہ کیا[2] جنیوا کے گماشتے جو بہت دور دور کا سفر کیا کرتے تھے اس شوق مین کہ اپنے حریف

---

[1] اس نہر کے حالات کے متعلق جس کا نام نہر بر لاس ہوا دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۳۹۴-۳۹۵،

[2] تیمور نے بادشاہ فرانس کو دو خط بھیجے تھے، اکثر مورخون کا بیان ہے کہ تیمور نے چارلس کو لکھا تھا کہ مین دنیا پر حکومت کرنے مین تمھارا برابر کا شریک بننا چاہتا ہون، لیکن تیمور کے کسی خط سے بھی یہ بات ظاہر نہین ہوتی کہ اس نے ایسا لکھا تھا، اتنی بات ضرور تھی کہ یوحنا اسقف نے تیمور کو یہ باور کرا دیا تھا کہ "یورپ کا سب سے بڑا بادشاہ چارلس ہے جیسے آپ ایشیا کے سب سے بڑے بادشاہ ہین" تیمور نے اس خط مین لکھا تھا کہ مین سلطان بایزید ایلدرم کے مقابلہ کو اٹھا ہون جو تمھارا دشمن ہے، اور یہ کہ ہماری اور آپ کی رعایا مین سے تجارت پیشہ لوگ ہم دونون کی قلمرو مین تجارت کی غرض سے بے تکلف آمد و رفت رکھ سکتے ہین، تیمور نے اپنے خط مین یہ بھی لکھا تھا کہ "یوحنا اسقف مذہب کے علاوہ اور تمام امور پر میری طرف سے آپ سے گفتگو کرے گا"

(مصنف)

وینس والون سے پہلے پہنچکر تاتاری فاتح کو اپنے اوپر مہربان کرلین دربار تیمور مین حاضر ہوئے ان گماشتون نے عیسائی قیصر قسطنطنیہ کی ایک درخواست بایزید ایلدرم کے مقابلہ مین مدد حاصل کرنے کی خفیہ طور پر تیمور کے سامنے پیش کی، اس وقت قیصر قسطنطنیہ کی قسمت بالکل سلطان بایزید کے ہاتھ مین آچکی تھی،

۲۰۰

اٹھائیسوان باب

آخری جنگ صلیب

اب جو واقعات پیش آئے ان کے سمجھنے کے لیے یورپ کے حالات پر ایک نظر ڈالنی ضروری ہے، دو پشتون سے قسطنطنیہ کے یونانی شہنشاہ جو قدیم رومانی قیصرون کے فقط ہیولے رہ گئے تھے اس بات کو بڑے رنج اور افسوس سے دیکھتے تھے کہ ان کی قوت و سطوت ان سے چھین کر سب ترکون کی طرف منتقل ہو رہی ہے اور یہ ترک وہ ہین جو ایشیائے کوچک سے اٹھ کر اب (یورپ مین) بلقان اور بحر اسود کے ساحلون پر مستولی ہوتے جاتے ہین،

کسوبا کے میدان مین ان نئے فاتحون یعنی عثمانی ترکون نے ولایت سرب کے بڑے بڑے قوی ہیکل بہادرون کو مغلوب کر کے ان کی قوت توڑ دی تھی، اس کے بعد وہ ہنگاریہ تک پہنچ گئے تھے، ترک بڑی جوانمردی اور قاعدے سے لڑتے تھے، ان کی طبیعتون مین بڑا جذبہ اور جوش بھرا تھا، اور اپنے سلاطین کے وہ بے حد مطیع و فرمانبردار تھے، ان کے اسپ سوار رسالے بھی بہت اچھے تھے لیکن ان کی پیدل فوجین جن مین فوج ینگ چری شامل تھی نہایت ہی اعلیٰ درجے کی تھین،

بحر شام کے ساحلی شہرون مین بیاہ شادی کر کے اور عیسائی عورتون اور کنیزون کو حرم

بنا کر جو یونانی اور صقالبی قوموں کی ہوتی تھین ترک ایک نئی نسل اور قوم پیدا کر رہے تھے، سلطان بایزید ایلدرم مین اپنی قوم کی بھلائیان اور برائیان دونون موجود تھین، بڑا جنگ آور اور اولوالعزم تھا، لائق بھی تھا اور ظالم بھی، تخت پر بیٹھتے ہی اپنے بھائی کو گلا گھٹوا کر مروا ڈالا، اپنی فتوحات پر ناز کیا کرتا تھا، اور فخریہ کہتا تھا کہ اسٹریا کو فتح کر کے فرانس پر لشکرکشی کرے گا، اور اپنے گھوڑون کو شنت بطرس کی قربان گاہ پر لا کر دانہ کھلائیگا،

سلطان بایزید درحقیقت قسطنطنیہ کا مالک ہو گیا تھا گو قیصر نہ کہلاتا تھا، یہ نام ابھی تک قسطنطنیہ کے عیسائی شہنشاہ کے لیے مخصوص تھا، بایزید کا علاقہ قسطنطنیہ کی فصیلون تک آگیا تھا، اور اس شہر کی بہت سی عدالتون مین بایزید کے قاضی مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے، شہر مین دو مسجدین بھی تعمیر ہو گئی تھین جن کے منارون سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہو کر ترکون کو نماز کے لیے بلاتی تھی، اس وقت قسطنطنیہ کا عیسائی قیصر مانیول تھا، یہ قیصر قسطنطنیہ پر قبضہ رکھنے کے معاوضہ مین سلطان بایزید کو خراج ادا کرتا تھا، وینس اور جنیوا کی ریاستین جو اس نواح مین قائم ہو چکی تھین اُن کا برتاؤ بھی سلطان بایزید کے ساتھ ایسا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ سلطان ایک دن اُنکا بادشاہ ہونے والا ہی، ترکون کی نظر مین قسطنطنیہ کا شہر مع اس کے باغات اور سنگ مرمر کے محلون کے اُن کے لیے بڑی توقعات کا مقام تھا، اور ان کے علاقۂ استنبول مین گویا قسطنطنیہ ابھی شامل تھا،

اسلام مکہ سے چل کر نصرانی قیصرون کے اس مشہور و معروف شہر کے گرد اپنی چھاؤنی ڈال چکا تھا، مگر شہر کی اونچی فصیلین اور سمندر کی طرف وول یورپ کے جہاز ابھی تک شہر کی حفاظت کرتے تھے، سلطان بایزید اس حفاظت کو توڑ کر اس پر قبضہ کرنے کے لیے بالکل آمادہ

تھا بلکہ یہ سمجھئے کہ جس وقت یورپ مین جنگ صلیب پر چلنے کی صدائین گونجی ہین، ایلدرم
قسطنطنیہ کے محاصرے کے لیے تیاری کر چکا تھا، یہ صلیبی لڑائی یورپ نے خاص ترکون سے لڑنے
کے لیے کی تھی، بایزید کی ترقی سے سب سے زیادہ خطرہ ہنگاریہ کے بادشاہ سگس منڈ کو محسوس ہوا تھا
اور اسی خطرہ کو رفع کرنے کے لیے اس نے جنگ صلیب پر یورپ کو آمادہ کر کے اس لڑائی کا کل
اہتمام اپنے ذمہ لیا تھا، برگنڈی کے بادشاہ فلپ نے اس لڑائی کے بارے مین ہنگاریہ کے بادشاہ
سگس منڈ کی تائید کن وجوہ کی بنا پر کی تھی اسکا حال فلپ ہی کو معلوم ہوگا،

کچھ زمانے سے مختلف حکومتہاے یورپ مین امن چلا آتا تھا، اس وقت جو امور اہل یورپ
کے پیش نظر تھے ان مین ایک پروٹسٹنٹ مذہب تھا جو نیا نیا پیدا ہوا تھا اور جسکا نام یورپ مین
"بدعت کبیرہ" رکھا گیا تھا، اس کے علاوہ "جنگ صدسالہ" پر بھی بحثین چھڑی رہتی تھین "شہنشاہی
مجالس" کے تصفیون پر بھی غور کیا جاتا تھا، وبائے عام جسکا نام "کالی مری" ہو گیا تھا جب رفع
ہوئی تو رعایا اس امید مین جینے لگی کہ اب اُسے مال وجائداد کے حقوق حاصل ہو جائین گے،
مگر یہ کل امور کچھ ایسی حالت مین تھے جیسے بساط شطرنج پر بادشاہ زچ ہو گیا ہو، اور چلنے کو کوئی
گھر نہ ملتا ہو، دول یورپ کے اکابر و اشراف کلیسہ کی طرف متوجہ ہو چلے تھے،

بادشاہ فرانس نے جسے جنون کے دورے اٹھا کرتے تھے بادشاہ ہنگاریہ کی مدد کی جو صاحب
عقل و ہوش تھا مگر ترکون سے ڈرا ہوا تھا، دین عیسوی کے جوش حمیت مین انگلستان اور نیدرلینڈ
(نیدرلینڈ) سے لوگ بغیر کسی معاوضہ کی امید کے لڑنے چلے آئے، آخری زمانے کی صلیبی لڑائیون
مین جو عیسائی قومین شریک ہوئین اگر ان کی فہرست ملاحظہ کیجئے گا تو معلوم ہوگا کہ یورپ کی کل
قومون کا شجرۂ نسب سامنے رکھا ہے، سیواے کا افسر فرسان، پروشا کا رئیس اعظم، ہوہن زولرن

کا سر خاندان فریڈرک، جزیرہ رودس کے مسیحی شہ سوارون کا مقدم اعلیٰ، شنت یوحنا کے جانباز ان شہسوار، جرمانیہ کے نوابانِ عظمیٰ جو شہنشاہون کو منتخب کر کے تخت پر بٹھاتے تھے، بڑے بڑے عیسائی شرفا، اور بادشاہون کی طرف سے اختیار یافتہ لوگ اس فہرست مین درج تھے، سب سے زیادہ مضبوط اور قوی اور تعداد مین بھی زیادہ لڑنے والے فرانس سے آئے تھے، ان مین بار، ارتوائے، برگنڈی، اور سنت پول کے بڑے بڑے خاندانون کے لوگ تھے، فرانس کی بری اور بحری فوجون کے افسر اور فرانس کا سب سے بڑا حاکم شرطہ بھی صلیب پر جان فدا کرنے کو حاضر تھا، اور یہ کل مجمع کونٹ نیورجان ویلو[1] کی سرکردگی مین تھا،

بیس ہزار نصرانی سوار مع اپنے خادمانِ خاص اور مسلح ملازمین کے گھوڑون پر سوار ہو مشرق کی طرف بڑھے اور سگس مند بادشاہ ہنگاریہ کی فوجون سے جا ملے، اور اب ان جنگ آورانِ صلیب کی مجموعی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہو گئی، معلوم ہوتا ہے کہ یہ لشکر عورتون اور شراب سے بھی بخوبی مہیا تھا، اس بارعب و عظیم الشان جمعیت کی تعداد اتنی تھی کہ عیسائی شہسوار خود کہتے تھے کہ اگر آسمان بھی گرے گا تو ہم اسے اپنے نیزون پر روک لین گے،

۲۰۲ فرانسیسی، انگریزی اور جرمانی مبارزانِ صلیب کو اس کا خیال بہت غیر واضح تھا کہ اس معرکہ مین آگے کیا پیش آنے والا ہے، انھین یقین تھا کہ ترکون کے بادشاہ نے جس کا نام تک وہ نہ جانتے تھے تمام دنیا کے مسلمانون کو جنمین مشرقی و مغربی ایران اور مصر کے مسلمان شامل ہین عیسائیون کی مخالفت پر جمع کر رکھا ہے اور ترکون کا یہ سلطان اور اسکی فوجین قسطنطنیہ سے آگے

[1] جان ویلو بادشاہ برگنڈی فلپ کا بیٹا اور بادشاہ فرانس کا نواسا تھا، صرف اپنے عالی نسب ہونے کی وجہ سے جنگ صلیب مین اسکو یہ سرداری ملی تھی، ورنہ وہ ایک نوعمر آدمی تھا جسے کسی قسم کا فوجی تجربہ نہ تھا اور نہ سرداری اور افسری کی اس مین کوئی قابلیت تھی، (مصنف)

کہین چھپی بیٹھی ہین، اور اب ان عیسائی بہادرون کو اسکی بیقراری تھی کہ جلد ترکون کے بادشاہ سے مقابلہ ہو کہین ایسا نہ ہو کہ ہمارے پہنچتے پہنچتے وہ بھاگ جائے کیونکہ اس بادشاہ کو مارنے کے بعد جلد یروشلم کی طرف بڑھنا ہے،

بادشاہ سگس مند جو اورون سے کسی قدر زیادہ سمجھ رکھتا تھا کہتا تھا کہ "گھبرایئے نہین، بغیر لڑائی لڑے یہان سے جانا ممکن نہین" سگس مند نے درحقیقت یہ بات سچ کہی تھی،

صلیبی فوجین دریائے طونہ (ڈانیوب) کے کنارے جارہی تھین کہ وینس والون کے جہاز دریا کے دہانے کی طرف سے آتے ہوئے ملے ان جہازون کے لوگ بھی فوجون کیساتھ ہو گئے، یہان تک عیسائیون کے حق مین کل باتین اچھی رہین، ترکون کے چھوٹے چھوٹے فوجی دستے جو دور دور کے مقامات پر پہرہ دیتے تھے انھون نے مجبور ہو کر ان عیسائی مجاہدون کے سامنے ہتیار ڈال دیئے، عیسائیون نے یہان بہت لوگون کو قتل کیا اور اس کا مطلق خیال نہین کیا کہ جن کو قتل کرتے ہین وہ قوم کے سرب اور مذہب کے عیسائی ہین، غرض چلتے چلتے ایک پر فضا موقع دیکھکر نیکو پولس کے محاصرے کے لیے لشکر اتارا اور یہان دریافت ہوا کہ سلطان بایزید کا ایک بڑا لشکر اُن سے لڑنے آرہا ہے،

پہلے مجاہدان صلیب کو اس کا یقین ہی نہ آیا تھا کہ سلطان کو ان کے مقابلے مین آنے کی ہمت ہو سکتی ہے، مگر جب بادشاہ ہنگاریہ نے سمجھایا کہ سلطان کے بڑھنے کی خبر صحیح ہے تو کچھ کچھ سمجھ مین آیا، اب لڑائی کے لیے صف آرائی شروع کی، بادشاہ ہنگاریہ سگس مند نے جو ترکون کی قوت سے آگاہ تھا یہ صلاح دی کہ فرانسیسی اور جرمانی شہسوار لشکر کے عقب مین رہین اور مسلمانون کے پہلے حملے کا زور ہنگاریہ، ولاشیہ اور کروٹ کی فوجون کو برداشت کرنے دین،

اس صلاح پر امراے مجاہدین برانگیختہ ہوئے اور اس سوال پر کہ کون آگے رہے اور کون پیچھے رہے ایسی سخت تکرار شروع ہوئی کہ بایزید کی فوج قراول ادھر ادھر چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑنے کے لیے موقع پر آن پہنچی۔ فرانسیسی اور جرمانی امراے فوج کو یہ گمان ہوا کہ سگس منڈ ان کو لڑائی میں بیکار رکھکر فتح کا سہرا اپنے سر بندھوانا چاہتا ہے، آخرکار ار تواے کے فلپ نے جو فرانس کا رئیس الشرطہ تھا چلاکر کہا،

"ہنگاریہ کا بادشاہ چاہتا ہے کہ آج کی عزت اور ناموری اُسے ہی حاصل رہے جس کا جی چاہے اسکی خواہش سے اتفاق کرے، لیکن میں ہرگز اتفاق نہ کرونگا" یہ کہکر اس نے اپنا علم بلند کیا اور ایک نعرہ لگاکر کہ "مجاہد واخدا اور سینٹ جارج کا نام لے کر آگے بڑھو" اپنی فوج کو ساتھ لئے چل پڑا،

ار تواے کے فلپ کی زبان سے اس نعرے کا بلند ہونا تھا کہ جس قدر صلیبی افسر وہاں موجود تھے اس کے ساتھ ہو لیے اور ان کے جوشن پوش سواروں نے جن ترکوں اور سربیوں کو اب تک راہ میں قید کیا تھا اُن سب کو قتل کر ڈالا، اور قتل کرنے کے بعد اپنے اپنے افسروں کے پیچھے اس لڑائی کے لیے کوچ کرنے لگے، ان کے برچھوں کے سروں پر بیرق اڑتے تھے مگر کو پر لوہے کے خاردار کچیم پڑے تھے اور اب دشمن پر حملہ کرنے کے لیے گھوڑے سرپٹ اڑے۔ یورپ کے شہزادوں اور یورپ کے شہسواروں اور بہادروں نے سلطان بایزید کے فوجی دستوں کو جو بڑے لشکر سے علحدہ ہوکر لڑنے کو نکلے تھے پراگندہ کردیا، اور ایک بلندی کی طرف چلے جس پر رستہ نکال کر دور تک چڑھنا پڑا، یہاں (ایک پل پر) پہنچکر ترکوں کے پیدل تیرانداز جس قدر ملے انھیں قتل کردیا، اور پھر اپنی صفیں درست کرکے ترکی رسالوں سے لڑنے کو تیار ہوگئے، یہ ترکی

۲۰۳

رسالے اب لڑائی کے لیے سامنے آگئے تھے،

بایزید کے ایسے رسالون کو جو ہلکے ہتیار رکھتے تھے صلیبی مجاہدون نے مار کر پیچھے ہٹا دیا اور جب ان رسالون کی صفین ٹوٹین توان پر بڑی دلیری سے سخت دھاوا کیا، مگر اس دھاوے ہی کی بدولت لڑائی بھی ہار گئے،

اب تک عیسائیون نے جنکا مقابلہ کیا تھا وہ ترکی فوج قراول کی پہلی تین صفین تھین،

جس وقت صلیبی شہسوار اس معرکے مین تھک کر دوسرے پل تک پہنچے تو دیکھا کہ ترکون کا بڑا اور اصلی لشکر صف باندھے سامنے کھڑا ہے، تعداد ساٹھ ہزار ہے، ینگ چری فوج کے سپید عمامے اور سوارون کے زرہ پوش رسالے نصف دائرہ کی شکل مین آراستہ ہین، ترکون نے عیسائیون کے جواب مین دھاوا نہین کیا، وہ سمجھتے تھے کہ ایسا کرنے مین جانون کو مفت کھونا ہے، دور ہی سے تیر برسا کر مسیحی شہسوارون کے گھوڑون کو گرانا شروع کیا، جب گھوڑے زخمی ہو کر گرے تو انکے سوار پیدل ہو گئے مگر یہ اتنی بھاری زرہ پہنے تھے کہ پیادہ ہو کر لڑنا مشکل تھا، بھاری زرہ لڑنے مین مخل ہوتی تھی، اس پر بھی بعض صلیبی مبارز بڑی جوانمردی سے لڑے اور بیشتر اس کے کہ انکے بہت سے گھوڑے زخمی ہو کر گرین پشت دکھا کر میدان سے فرار ہوئے،

لیکن جب ترکی فوجون نے صلیبیون کو گھیر لیا اور صلیبیون نے دیکھا کہ انکی معاون فوجین بھی اس وقت ان سے بہت دور ہین تو پھر ان مسیحی شہسوارون نے ہتیار ڈالدیئے،

اس اثنا مین سگس منڈ نے اپنی فوجون کو مقابلے کے لیے تیار رکھا تھا سگس منڈ کچھ دور آگے بڑھا بھی تھا کہ ان مجنون صلیبیون سے جنھین آخر کار ہتیار ڈالنے پڑے تھے قریب ہو جائے، لیکن ان کی مدد نہ کر سکا، یا تو خوف سے پیچھے ہی رہا یا مجاہدین صلیب کا یلغار ترکون پر ایسا شدید

تھا کہ ان کو مدد پہنچانا غیر ضروری سمجھا بہرکیف یہ دونون مسئلے ایسے تھے جنپر بعد کو بڑے زور شور سے بحثین ہوتی رہین،

یہ یقینی ہے کہ صلیبیون کی پس پائی نے لڑائی ایسی ہاتھ سے کھوئی کہ فتح کی مطلق امید نہ رہی تھکے ہارے زخمی خون مین آلودہ سوارون کا فرار اوران کے تعاقب مین ترکون کا دھاوا اس بلا کا تھا کہ اہل صلیب کی پیدل فوجون کی بھی ہمت فرار ہوئی، صلیبی شہسوارون کے داہنے اور بائین ولاشیا کی عیسائی فوجین تھین مگر یہ بھی اورون کا حال دیکھکر جان بچانے کو پیچھے ہٹین۔ سکس مند کے ہنگاری اور ایلکٹور کے باویری بڑی ہمت سے لڑائی پر جمے رہے لیکن سکس مند خود اور اس کے ہمراہی سردار بہت جلد گھوڑے بھگاتے ہوئے دریائے طونہ (ڈانیوب) پر آئے کہ وینس والون کے جہازون مین جاکر ترکون سے پناہ لین،

۲۰۴

جن صلیبی سپاہیون کو ترکون نے گرفتار کیا تھا سلطان بایزید ایسا نہ تھا کہ ان کو رہا کردیتا، یہ وہ لوگ تھے جنھون نے ترکی قیدیون کو قتل کیا تھا اور بایزید کو طرح طرح کے نقصان پہنچائے تھے، جنگہائے صلیب کا مشہور مورخ فرائیسورٹ بہت ہی افسوس اور رنج کے ساتھ لکھتا ہی

"اس کے بعد اہل صلیب برہنہ صرف قمیصین پہنے ہوئے بایزید کے سامنے پیش کئے گئے، تھوڑی دیر تک سلطان ان کو دیکھتا رہا، پھر ان کی طرف سے منھ پھیر کر ان کے قتل کا اشارہ کیا، اور اب ترک سپاہی ننگی تلوارین ہاتھون مین لیے ان کو باہر لائے اور بڑی بیرحمی سے ان صلیبیون کے ٹکڑے اڑا دیئے"

دس ہزار صلیبی لڑنے والے اس طرح سے قتل کئے گئے، بایزید نے اپنے امرائے دربار کی صلاح سے ۲۴ عیسائی سردارون کو اس غرض سے قید مین رکھا کہ زرفدیہ ادا ہونے پر رہا

کردیئے جائین گے، ان بدقسمت قیدیون مین بادشاہ فرانس کا پوتا ارل نیورزا اور فرانس کا بوچی
کاٹ بھی تھا، ترکون نے دو دو ہزار دینار طلائی ارل نیورزا اور اس کے ساتھیون کے لیئے بہا
طلب کیا[1]، یہ رقم گو ترکون کے نزدیک بالکل واجبی تھی مگر وہ اتنی تھی جس نے یورپ کے خزانے
خالی کر دیئے، آخرکار روپیہ ادا کیا گیا اور قیدی رہا ہوئے، مورخ فرائیسورٹ لکھتا ہے کہ سلطان
بایزید جب ان قیدیون کو رہا کرنے لگا تو اس نے ان کے سامنے ایک تقریر کی اور ان سے
کہا کہ نیا لشکر تیار کر کے پھر ہم سے لڑنے آؤ کیونکہ مین لڑائی مین بڑے بڑے کام کر سکتا ہون اور
عیسائیون کے ملکون مین اور زیادہ فتوحات حاصل کرنے کا قصد رکھتا ہون، بایزید کے یہ الفاظ
ارل نیورزا اور اس کے ساتھیون نے اچھی طرح سنے اور جب تک زندہ رہے کبھی ان کو
نہ بھولے"

لیکن صرف بہادر بوچی کاٹ جو اب فرانس کا مارشل تھا ترکون سے دوبارہ لڑنے آیا،
اس طرح اخیر صلیبی لڑائی عیسائیون کے حق مین نقصان کیساتھ خاتمے کو پہنچی، اس حال زار پر یورپ
کی ریاستون مین جس قدر نوحہ گری ہوئی اسی قدر مایوسی اور حرمان قسطنطنیہ پر بھی چھا گیا، ایک
بار امید بندھ کر کہ مدد آن پہنچی ہے پھر اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب غارت ہونے مین کوئی کسر
باقی نہین رہی،

جنگ نیکو پولس ۱۳۹۶ء مین ہوئی، اس سے پہلے ہی بایزید ایلدرم نے قسطنطنیہ کا محاصرہ

۲۰۵

[1] قیدیون کی رہائی کے لیے روپیہ فراہم کرنے مین یورپ کی چھوٹی چھوٹی ریاستون اور خاصکر فرانس مین سخت پریشانی ہوئی، اور اسکی وجہ سے رعایا مین بھی اندر ہی اندر بہت بددلی پیدا ہو گئی، پہلے افسوس اور غم تھا پھر غصے اور بے اطمینانی نے دلون مین جگہ کی، اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اسی روپیہ کی بدولت شدید سیاسی ہنگامے برپا ہوگئے
(مصنف)

کرکے یونان کو اپنی سلطنت مین شامل کرنے مین مصروف ہو گیا تھا، مگر مارشل بوچی کاٹ پانچسو زرہ پوش شہسوار اور چند جنگی کشتیان لیکر آیا جس سے قسطنطنیہ کے عیسائیون کو خفیف مدت کے لیے پھر ڈھارس بندھگئی،

ایشیائے کوچک ترکون کی سلطنت کا نصف حصہ تھا، اس مین اور یورپ کے ترکی صوبون مین سمندر حائل تھا، پس یہ بات غور کرنے کی ہے کہ اس زمانہ مین وینس اور جنیوا کے جہازی بیڑے اگر چاہتے تو ترکون پر کامیابی کے ساتھ حملہ کرکے قسطنطنیہ کو بچا لیتے، وینس اور جنیوا والون کو صرف آبنائے باسفورس پر قبضہ کرنا ہوتا، مگر یہ کام انھون نے نہین کیا،

ایشیا کی تجارت پر قبضہ کرنے کے لیے وینس اور جنیوا مین لڑائیان ہوتی تھین، ایک دوسرے کو معذور و محتاج بنانا چاہتا تھا، سلطان بایزید جو بڑا دانا اور ہوشیار مدبر تھا دونون سے خط و کتابت رکھتا تھا، ایشیا کی تجارت کا دانہ ڈال کر دونون کو پکڑنا چاہتا تھا، وینس اور جنیوا دونون ایک ایک سے بڑھکر تحائف بایزید کو نذر مین پیش کرتے تھے، پاپائے رومہ نے ایک مرتبہ پھر ان دونون ریاستون سے درخواست کی کہ قسطنطنیہ کو ترکون سے بچائین مگر کسی نے اس کی درخواست کو نہ سنا، یورپ کے والیان ریاست جو صلیبی جنگ سے زندہ بچے تھے وہ یورپ پہنچکر آپس کی خانہ جنگی مین مبتلا ہو گئے،

اب ہمارے سامنے تاریخ کا ایک عجیب عبرتناک واقعہ آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسیحی قیصرون کا شہر جو دنیا کے شہرون مین سب کا سرتاج سمجھا جاتا تھا جس کی حفاظت کے لیے صدہا عیسائی شہسوار اور یونان کے رئیسون کی تنخواہ دار فوجین حاضر رہتی تھین اب اس درجہ محتاج اور تہی دست اور اس کے باشندے باوجودیکہ عالیشان محلون اور عمارتون

مین بستے تھے فاقہ کشی کی مصیبت مین اس درجہ مبتلا نظر آتے ہین کہ بوچی کاٹ کی بحری سپاہ
کو جوان کی حفاظت کے لیے موجود ہے روٹی تک نہین کھلا سکتے اور یہ سردار مجبور ہوتا ہو
کہ پیٹ کی خاطر رہزنی اختیار کرے اور سامان رسد کے ترکی جہازون کو لوٹے، قسطنطنیہ اس قدر
تنگ حال تھا کہ بوچی کاٹ کی بحری سپاہ کو اس کی خدمت کے معاوضہ مین ایک پیسہ تک
نہ دے سکا، قسطنطنیہ کا قیصر اس وقت مانیول تھا، یہ بادشاہ اس قدر مجبور ہوا کہ پایہ تخت سے
نکل کر یورپ کے دورے کو اٹھا کہ قسطنطنیہ کی حفاظت کے لیے سپاہ اور روپیہ کا سوال یورپ
کے رئیسون سے کرے، جب یورپ کی ریاستون مین پہنچا ہے تو مانیول کے ساتھ جو ملازم
تھے وہ ایسے پھٹے حال تھے کہ اٹلی کے ایک رئیس کو ان کے حال پر رحم آیا اور اس نے
ان کے لیے ایسے کپڑے بنوا دیئے جو ایک قیصر کے ہمراہیون کی شان کے مطابق تھے،

قیصرون کی نسل کا یہ قیصر ہاتھ پھیلائے ایک ریاست سے دوسری ریاست مین گیا،
خاطر و مدارات سب نے بہت کی، بے حد ہمدردی بھی ظاہر کی مگر مدد کسی نے نہ کی، آخری
مرتبہ یورپ والون نے اپنے مذہب کی حمایت مین ترکون پر ایسے مجنونانہ طریقے سے حملہ
کیا تھا کہ اب مذہب کے لیے لڑنے کا جوش ان مین بالکل ٹھنڈا ہو گیا تھا، یورپ کے
تاجدار تجارت کے قضیون اور سیاسی حد بندیون مین جو اس زمانہ مین فی الواقع ضروری
کام تھے بالکل منہمک تھے، کلیسہ کی طرف سے سفارش مین فرمان جاری ہوتے تھے، قیصر
مانیول بذات خود ایک ایک کے دربار مین جا کر مدد کا خواستگار ہوتا تھا، مگر سب فضول و
لاحاصل تھا،

قیصر مانیول اب بالکل دل شکستہ ہو گیا، قسطنطنیہ کے لوگ محاصرے کے زمانے مین

۲۰۶

فصیلوں پر چڑھ کر دوسری طرف اتر جاتے کہ ترکوں سے پیٹ کو ٹکرا سکیں، جب یہ نوبت پہنچی تو بوچی کاٹ بھی قسطنطنیہ کو خیرباد کہکر وہاں سے روانہ ہوا، اور قیصر مانیول کا بھتیجا جو اس وقت قسطنطنیہ مین موجود تھا شہر کو ترکوں کے حوالے کرنے کے لیے شرائط طے کرنے لگا، مگر بخت و اتفاق دیکھیے کہ اس جان بلب اور مبتلائے جنگ شہر کو پھر کچھ دنوں کے لیے امان نصیب ہو گیا،

یہ حالت تھی کہ بالکل خلاف توقع اور امید مشرق سے تاتاری نمودار ہوئے، ایشیائے کوچک مین سلطان بایزید کے شہر سیواس کو حملہ کر کے فتح کیا اور فتح کرتے ہی وہانسے کسی طرف غائب ہو گئے،

بایزید گھبرایا، قسطنطنیہ کا حصار اٹھا لیا اور عجلت سے ایشیائے کوچک مین آیا،

اب یورپ مین جس قدر ترکی فوجین تھین ان سب کو ہتیار اٹھانے کا حکم ہوا اور وہ جہازون پر سوار ہو ایشیا مین آئین، اور قسطنطنیہ کے حاکم شہر نے بایزید سے عہد کیا کہ اگر تیمور پر اس نے فتح پائی تو قسطنطنیہ اس کے حوالے کر دیا جائے گا،

۲۰۷

انتیسوان باب

بایزید اور تیمور کا مقابلہ

۱۴۰۲ء کا موسم بہار شروع ہے، مشرقی یورپ کے فاتح بایزید نے ایشیا کے کشورستان تیمور سے مقابلے کے لیے لشکر جمع کیا ہے، کسوبا اور نیکوپولس کی آزمودہ کار فوجین یورپ سے چل کر بروصہ مین آنی شروع ہو گئی ہین، بروصہ عثمانی ترکون کا دار السلطنت بحر مارمورا کے ساحل سے قریب ہے، یہان اناطولیہ کی فوجین حاضر ہین اور بادشاہ سربیہ پیٹر لازرس کے زرہ دار رسالے آکر اُن مین شامل ہو گئے ہین، مورخ لکھتا ہے کہ ان رسالون کے سوار فولاد اور لوہے کا لباس اتنا پہنے تھے کہ آنکھون کے سوا اور سب چیزین چھپی ہوئی تھین[1]، بروصہ

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۴۲۷-۴۲۸۔

"......... از انجملہ و قنبل میمنہ پسر برلاس افرنجی (پیٹر لازرس) کہ برادر زن بایزید بود با بست ہزار سوار از لشکر افرنج تعین نمود، و ایشان مجموع ظاہر خود را موافق باطن تاریک ساختہ سیاہ پوشیدہ بودند و عادت ایشان در لبس چہا چنانست کہ از سر تا قدم بفولاد و آہن می پوشند بغیر از چشم عضو دیگر پیدا نیست و بندہائے آن را بر پشت پائے بہم پیوستہ قفل می زنند و تا آن قفل باز نمی کنند جیا و خود از ایشان جدا نمی شود"۔ (مترجم)

ہی مین یونان اور ولاشیہ (بالیس) کی یورپین فوجین سلطان بایزید کی مدد کے لیے حاضر ہوئین جو حال ہی مین اُن کا بادشاہ ہوا تھا، غرض ترکی لشکر کا شمار ایک لاکھ بیس ہزار سے لے کر ڈھائی لاکھ کے درمیان کوئی عدد تھا،

سلطان بایزید کی فوجین تمام عمر سے فتوحات حاصل کرنے کی خوگر تھین، سوارون کے رسالے اور ینگ چری فوجین ہمیشہ ہتیار لگائے لڑائی کے لیے تیار رہتی تھین، ان مین فوجی قواعد بہت سخت ہے اور ہر ایک پیدل اور سوار سلطان کا حکم اس طرح مانتا تھا جیسے غلام اپنے آقا کا حکم مانتا ہو، سلطان بایزید کو بھی اپنی فتح اور کامیابی کا پورا یقین تھا چنانچہ انتظار کا زمانہ خوب جشن اور طوئی مین گذرا،

تیمور اور تیمور کا لشکر حرکت مین آچکا تھا، تیمور کی آمد سنکر ترک بہت خوش ہوئے، انھین اپنی پیدل فوج پر بڑا زور اور بھروسا تھا، اور یہ پیدل فوج حقیقت مین دشمن کو دفع کرنے مین ہمیشہ نہایت کامیاب ثابت ہوئی تھی، ایشیائے کوچک کا زیادہ تر حصہ ایسا ہے جس کی زمین مین نشیب و فراز زیادہ ہین اور جابجا جنگل کھڑے ہین، پیدل فوجین ایسی زمین کو اپنے حق مین بڑی جیت سمجھتی ہین، سیواس سے مغرب کی طرف صرف ایک سڑک آئی تھی؛ ترک سمجھتے تھے کہ بس اسی سڑک پر تیمور سے مقابلہ ہو جائیگا،

مشرق کی سمت مین انگوریہ تک سلطان بایزید اپنا لشکر آہستہ رفتار سے لے گیا، اور انگوریہ کے میدان مین آکر لشکرگاہ قائم کیا اور پھر یہان سے آگے بڑھکر دریائے ہلیس دیولغون سوئی کو عبور کرکے اونچی نیچی پہاڑی زمین مین جا پہنچا یہان ترکی قراولون نے آکر خبر دی کہ تاتاری اس وقت بایزید سے آگے ساٹھ میل کے فاصلے سے سیواس مین ہین، بایزید نے یہ

خبر سنکر اپنی فوجون کو جہان تک آئی تھین وہین ٹھہرا دیا، اور اچھا سا موقع دیکھکر ان کو لڑائی کے لیے صف آرا کیا اور تیمور کا انتظار کرنے لگا۔

۲۰۸

انتظار تین دن یا ایک ہفتہ تک کیا، ترکی قراول سیواس کے کچھ لوگون کو پکڑ کر سلطان بایزید کے سامنے لائے، انھون نے خبرین بڑی وحشت ناک سنائین، بیان کیا کہ

"اسوقت تاتاری فوج کے چند دستے شہر سیواس مین مقیم ہین، لیکن خود تیمور اور اس کا باقی لشکر مدت ہوئی کہ سیواس سے ترکون کی جانب روانہ ہو چکا ہے"

لیکن سیواس اور ترکی لشکر کے درمیان تیمور کا کہین پتہ نہ تھا، ترکی قراول تمام پہاڑیون اور گھاٹیون مین گھوڑے دوڑاتے پھرے اور آخر مین یہی جواب لائے کہ ہم کو تو تاتاریون کا کہین نشان تک نظر نہین آیا، تاتاری اپنے ہاتھیون سمیت کہین غائب ہو گئے ہین۔

اس کیفیت نے ترکون کو سخت حیرت اور پریشانی مین ڈالا، ترکون کی فوجین جس مقام پر اس وقت تھین اس کا نقشہ یہ ہے کہ دریائے ہیلیس (یونانی نام ہیلیس، ترکی قزل ارماق) شمال مشرق سے اپنے منبع سے بہتا ہوا سیواس پہنچا ہے اور اس شہر کے قریب اس نے اپنا رخ جنوب کی طرف بدلا ہے، اور دور تک جنوب مین بہکر ایک بڑا چکر کاٹ کر شمال کی طرف لوٹتا ہوا انگوریہ کے قریب سے گذر کر بحر اسود مین جا گرا ہے، جنوب سے شمال کی طرف رخ بدلنے مین جو بڑا چکر اس دریا کو لگانا پڑا ہے اس کے اندر کے رخ چکر کے وسط مین پہاڑی زمین پر ترکون کی فوجین مقیم ہین اور بایزید نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک تیمور کی قرار واقعی خبر نہ معلوم ہو جائے گی کہ کہان ہے اس وقت تک اس مقام سے اپنی فوجون کو نہ ہٹائے گا۔[1]

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۱۹۲ سلطان بایزید اور امیر تیمور کی لڑائی کا حال ظفرنامے کی دوسری جلد مین صفحہ ۱۹۲ سے شروع ہوتا ہے۔ (مترجم)

آٹھوین دن صبح ہوتے ہی بایزید کو خبر لگی کہ تاتاریون کے ایک دستہ قراول نے جو تیمور کے ایک سردار کی سرکردگی مین تھا ترکی فوج قراول پر جس کا تعلق ترکون کے میمنہ سے تھا اور لشکر سے وہ دور نکل گیا تھا حملہ کیا ہے اور چند ترکون کو گرفتار کر کے تاتاری واپس ہو گئے ہین،

اب سلطان بایزید کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ تیمور ترکی لشکر کے جنوب مین پہنچ گیا ہے چنانچہ ترکون نے اب جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا، دو دن مین ترک دریائے ہیلس تک پہنچے مگر وہان دیکھا تو تاتاریون کا پتہ نہ تھا، بایزید نے سوارون کے کئی دستے اپنے فرزند سلیمان کی سرکردگی مین جو بڑا لائق سپہ سالار تھا دریافت حال کے لیے دریا پار روانہ کئے،

سلیمان روانگی کے بعد ہی بہت جلد یہ خبر لے کر باپ کے پاس آیا کہ تیمور تو اس وقت ہم سے بالکل بچکر نہایت تیزی سے انکوریہ کی طرف جا رہا ہے،

یہ خبر سنکر بایزید چونکا، لشکر کو ساتھ لیے جلد دریائے ہیلس عبور کر کے اُسی رستے چلا جو تاتاری انکوریہ کی طرف راستہ درست کرتے ہوئے گئے تھے، انکوریہ کو بایزید اپنے لشکر کا صدر مقام پہلے ہی بنا چکا تھا،

تیمور نے جو چال اس وقت چلی تھی وہ بہت صاف اور ہوشیاری کی تھی، سیواس کے مغرب مین زمین کی کیفیت معلوم کر کے کہ وہ بہت اونچی نیچی ہے سوار فوجون کے کوچ کے لیے اُسے مناسب نہ سمجھا، اور اب بجائے مغرب کی طرف بڑھنے کے وہ جنوب کی طرف دریائے ہیلس کے کنارے کنارے اس طرح چلا کہ اپنے اور ترکون کے درمیان دریا کو حائل رکھا، یا یون سمجھئے کہ دریا نے جنوب سے شمال کی طرف بڑھنے مین جو بڑا چکر کاٹا تھا اس چکر کے باہر باہر تیمور جا رہا تھا اور چکر کے اندر تقریباً اس کے وسط مین بایزید تیمور کے اس حال سے بے خبر منتظر

تھا کہ تیمور سیواس کی طرف سے آتا ہوگا۔

۲۰۹ یہ زمانہ وہ تھا کہ اناج کی فصلین تیار کھڑی تھین فقط کاٹنے کی دیر تھی، گھوڑون کے لیے گھاس چارہ بھی بکثرت میسر تھا، تیمور نے اپنے لشکر سے کچھ فوج ایک امیر کے سپرد کرکے حکم دیا کہ ترکون سے جا بھڑے، یہی تاتاری فوج تھی جسے دیکھکر اور جس سے دو دو ہاتھ چلنے کے بعد سلیمان پسر بایزید نے باپ کے پاس آکر تاتاریون کی خبر دی تھی کہ وہ انگورہ کی طرف جارہے ہین۔ تیمور اس فوج کو روانہ کرنے کے بعد مع اپنے لشکر کے ایک موضع مین جس کا نام کوچ حصار تھا مقیم ہوگیا تھا، اسی زمانہ قیام مین ایک موقع پر اپنے پوتون اور فوجی سردارون کو فنون حرب کے دقائق پر درس دیتے کہنے لگا کہ

"دو طریقے ہین جنپر ہم اس وقت کاربند ہو سکتے ہین، ایک یہ کہ یہین قیام رکھکر اپنے گھوڑون کو آرام دین اور جب ترک سامنے آئین تو ان کا مقابلہ کرین، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ترکون کے ملک مین ان کے ملک کو غارت کرتے ہوئے بڑھے چلے جائین اور اس طرح ترک مجبور ہوکر ہمارے تعاقب مین چل پڑین، ترکون کے لشکر مین زیادہ تر پیدل فوجین ہین اور جب اس طرح کا دور دراز سفر ان ترکی فوجون کو کرنا پڑے گا تو وہ بالکل خستہ و ماندہ ہوجائینگے" کچھ تامل کے بعد کہا کہ دوسری رائے ہم پسند کرتے ہین اور اسی پر عمل کرینگے"۔

ل۔ "وچون روز شد حضرت صاحبقران تعلیم و ارشاد شاہزادگان و امرا را با ایشان صورت مشورت فرمود کہ درین مقام دو رائے است یکے آنکہ ہمین جا توقف کنیم کہ تا زمان رسید مخالف مردم و چہارپایان استراحت نمودہ کوفتگی را بینداز ند و دیگر آنکہ بمیان مملکت باغی درائیم و غارت کنان میرویم و ایلغار بہر جانب می فرسیم تا او را از عقب با تعجیل باید راند و لشکرش کہ بسیار پیادہ اند ویران شوند و بعد از تنبیہ بر دقائق جہانگیری رائے ثانی اختیار فرمود و از آنجا کوچ کردہ روان شد۔" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۱۸۱،

موضع کوچ حصار سے تیمور نے اپنی فوجون کا رخ بدلا، کچھ فوج جو بہت طاقتور تھی اُسے موضع مین چھوڑا، اور دو امیرون کی سرکردگی مین چند رسالے سوارون کے آگے روانہ کیے، اور ان کے ساتھ پیدل فوج بھی کر دی تاکہ لشکر کے قیام کے لیے راہ مین جو جو مقام تجویز کرتے جائین وہان کنوین کھودتے چلین، اور رسالون کے سوار گھوڑون سے اتر کر اناج کی فصلین جس قدر ملین انھین کاٹ کر ساتھ لین تاکہ لشکر کے کام آئے،

اب تیمور کا لشکر کوچ حصار سے جو دریائے ہیلس سے کچھ ہٹا ہوا تھا انکوریہ کی طرف چلا، راہ مین جو زمین آئی وہ زیادہ صاف تھی، اور پانی بھی ضرورت کے لیے کافی ملتا گیا، اس کے علاوہ دریافت ہوا کہ انکوریہ کے قریب ہی سلطان بایزید کا تیار کیا ہوا لشکر گاہ راستے مین آئے گا، یہ ایک نعمت غیر مترقبہ تھی، تیمور نے جلد جلد کوچ کرنا شروع کیا، انکوریہ کوچ حصار سے سو میل تھا، یہ سو میل تین دن مین طے کر لیے،

انکوریہ پہنچکر تیمور نے جیبہ و بکتر[۱] جو اخیر عمر مین بہت کم پہنا کرتا تھا پہنا، اور شہر انکوریہ کو ملاحظہ کرنے کے لیے نکلا، باہر باہر کئی چکر لگائے، شہر کے اندر ترکی فوجین محافظت شہر کے لیے موجود تھین، اب تیمور نے انکوریہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اور خود بایزید کے بنائے ہوئے لشکر گاہ کو دیکھنے چلا گیا، لشکر گاہ آج کل خالی پڑا تھا، بایزید نے جن ترکون کو اسکی پاسبانی پر چھوڑا تھا وہ سب وہان سے چلتے ہوئے تھے،

انکوریہ کا شہر ایک وسیع میدان کے مرکز مین واقع تھا، تیمور نے اب یہ فیصلہ کیا کہ سلطان بایزید نے اپنے لشکر کے قیام کے لیے جو لشکر گاہ تیار کیا ہے وہ تاتاری فوجون کے اترنے

---

[۱] جیبہ پوشیدہ و یسال کردہ .... ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۱۴،

کے لیے ایسا ہی اچھا ہے جیسے کوئی دوسری جگہ ہو سکتی ہے، پس تیمور نے اپنی فوجین اسی چھاؤنی کے خیمون مین ٹھہرادین جو ترکون نے اپنے لیے نصب کئے تھے، تاتاری فوجون نے تیمور کے حکم سے اُس چھوٹے سے دریا کے پانی کو بھی روک دیا جو انگوریہ کے شہر مین سے ہوتا ہوا گذرا تھا، شہر کی طرف پانی بند کر کے دریا کا گذر لشکرگاہ کی پشت سے کر دیا[1]. جہان تاتاری فوجین جا اتری تھین،

ترکی فوجین جو اب تاتاریون کا پیچھا کئے آرہی تھین ان کے لیے اس دریا کے علاوہ دوسرا ذریعہ پانی حاصل کرنے کا صرف ایک چشمہ تھا اس چشمہ کو تیمور کے حکم سے پہلے ہی بند اور اسکے پانی کو غلیظ کر دیا گیا تھا[2]، تیمور کی سپاہ انگوریہ کی فصیلون کو توڑنے کا سامان کر رہی تھی مگر توڑنے نہ پائی تھی کہ قراولون نے سلطان بایزید کے قریب آجانے کی خبر دی، اور کہا کہ انگوریہ پہنچنے مین اب صرف بارہ میل بایزید کو اور چلنا ہے،

210

تیمور نے اس خبر کو سنتے ہی شہر پر حملہ روک دیا، بلکہ جو تاتاری حملہ کر کے ایک برج پر چڑھ گئے تھے ان کو بھی نیچے بلوالیا، رات کو تیمور نے اپنی فوجون کو لشکرگاہ مین جس کے گرد خندقین کھدی تھین مقیم رکھا اور ہر جگہ آگ خوب روشن کرادی، تاتاری رسالے تمام میدان مین رات بھر پہرے اور گشت پر رہے، مگر ترک صبح ہونے سے پہلے نمودار نہ ہوئے،

ترکی فوجون کو مسلسل منزلین طے کرتے ہوئے اب ایک ہفتہ ہو گیا تھا، راستے مین پانی اور غلہ بہت کم دستیاب ہوا تھا، کیونکہ تاتاریون نے پہلے ہی کھیتون سے اناج کاٹ لیا تھا، اور پانی کا چشمہ غلیظ کر دیا تھا، ترکی فوجین تھکی ہوئی پیاس اور میدان کی گرمی سے پریشان

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۰۴ - ۴۲۱ - [2] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۲۰
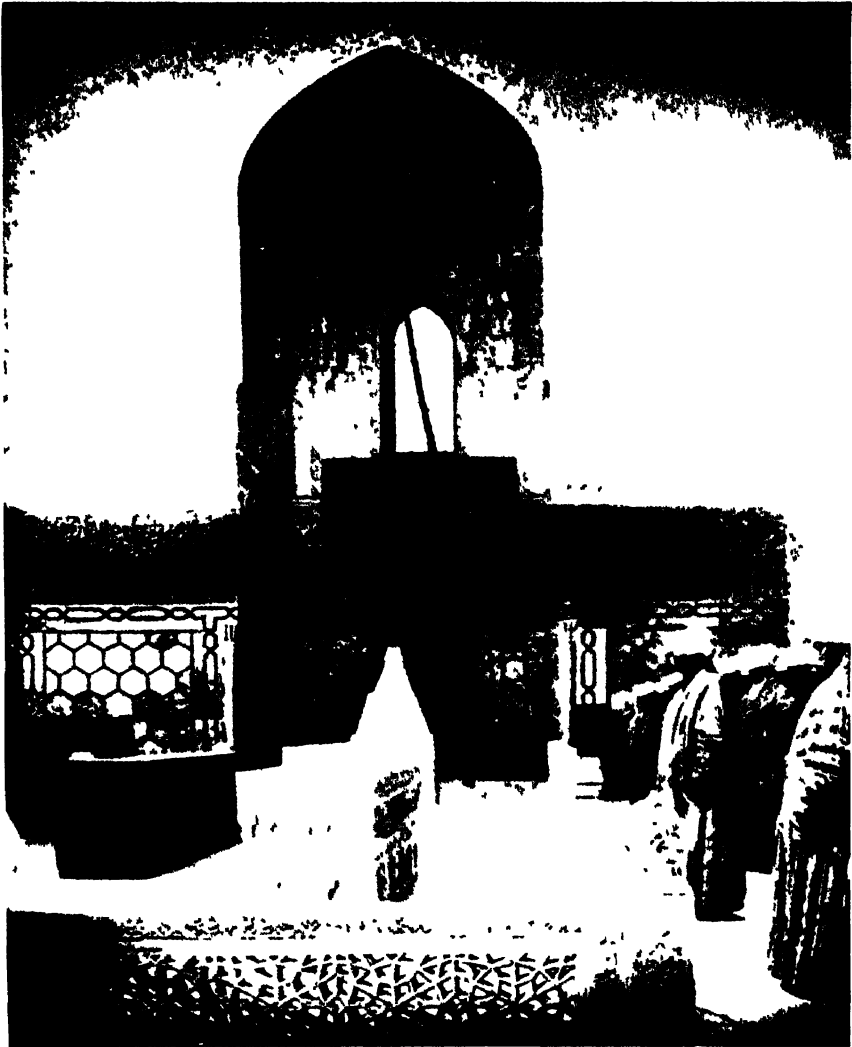
From a Painting by Vereshchagin.]

امیر تیمور کے مقبرہ کے اندر کی تصویر
امیر کی قبر کا تعویذ سیاہ ہے

تھین، یہان پہنچین تو دیکھا کہ اپنی ہی چھاؤنی مین دشمن کی فوجین اتری ہوئی ہین، اور سامان رسد ان کے پاس بخوبی موجود ہے، سب سے بڑی مشکل یہ ہوئی کہ پانی جب تک چھاؤنی کی پشت پر نہ جاؤ ملتا نہ تھا، اور سوائے یہان کے اور کہین پانی میسر نہ تھا، اور یہان دشمن کا قبضہ تھا غرض ترکون کے لیے اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ تیمور پر حملہ کر دین،

صبح دس بجے جب کہ دھوپ تیز ہو چکی تھی ترک بڑی دلیری اور ہمت سے آگے بڑھے، اور یہ جلاوت و شجاعت ان کی وہی تھی جس نے بسا اوقات ان کو دنیا مین ناقابل تسخیر ٹھہرایا تھا، جانبین کی فوجین جو ایک دوسرے کے مقابل آئین، ان کی صفین طول مین پندرہ میل میدان مین آراستہ تھین، تاتاریون کی فوج کا ایک بازو دریا کے کنارے تھا اور دوسرا اتنی دور تھا کہ نظر نہ آسکتا تھا، مگر یہ بازو ایک بلندی (تل) پر ختم ہوتا تھا جس کے گرد ایک حصار تھا، مورخ لکھتا ہے کہ ترک کوس و طبل اور سنج بجاتے ہوئے آگے بڑھتے تھے، اور تاتاری فوجین بالکل خاموش اپنی جگہ کھڑی تھین،

تیمور اخیر وقت تک گھوڑے پر سوار نہ ہوا، کل لڑائی اس کے امرا کی سپرد تھی، خود تیمور کے ساتھ سوارون کے چالیس دستون سے زیادہ نہ تھے، پیدل فوج رسالون کے پیچھے تھی، قول یعنی قلب لشکر کی فوجون پر تیمور کا پوتا امیرزادہ محمد سلطان افسر تھا،[۱] اس کے پاس سمرقند کی فوجین اور اسی قشون مع ان کے افسرون کے تھے، ان فوجون مین زیادہ تر لوگ مشرقی اور وسطی ایشیا کے تھے، ہاتھیون کے غول بھی ساتھ تھے، ان کے جسیم خود ان کی موٹی کھالین تھین جن پر طرح طرح کے رنگون مین نقش و نگار بنے تھے، ان جسیم جانورون سے حربی فوائد اتنے

[۱] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۳۵،

متصور نہ تھے جس قدر کہ اخلاقی اثر پہنچانا مقصود تھا،[1]

بایزید کے فرزند سلیمان نے جس قدر اسپ سوار فوج اس کے ساتھ تھی اس سے تاتاریوں کے میمنہ (برنغار) پر جو قول سے دور تھا یلغار کیا، سلیمان خود اس رسالے کے آگے تھا، جسمین ایشیائے کوچک کے سوار تھے، تاتاریون نے اس دھاوے کا جواب تیرون اور نفط سے کیا، ترکون کے ہزار ہا گھوڑے اور پیدل سپاہی خاک اور دھوئین مین تیرون سے زخمی اور نفط سے جل کر زمین پر گرنے لگے،

ترکون مین ابتری پڑی ہی تھی کہ تاتاریون کے برنغار کی فوج اوّل نے ترکون پر دھاوا کیا، اور برنغار کی باقی فوجون کو امیر نورالدین جو تیمور کے قابل ترین امیرون مین تھا ساتھ لے کر ترکون پر بڑھا،

تاتاریون نے پہلے ہی ہلّے مین ترکون کا بڑھنا روک کر اپنا حملہ شروع کیا، امیر نورالدین نے سلیمان پسر بایزید کی فوجون کو ایسا بے ترتیب کر دیا کہ اُن مین سے بعض فوجین میدان سے ہٹ گئین، بایزید نے ایشیائے کوچک کے متوطن تاتاریون کی بھی ایک فوج تیار کی تھی لیکن لڑائی کے وقت جب اس فوج کے لوگون نے دیکھا کہ انہی کے قبیلون کے سردار تیمور کی فوج مین موجود ہین اور ترکون مین اب انتشار پیدا ہو چلا ہے تو انھون نے اس موقع کو بہتر سمجھ کر ترکون کا ساتھ چھوڑ دیا،

---

[1] و چند زنجیر پیل شکوہ مند کوہ مانند کہ از بقیہ غنائم ہندوستان بہ اردوئے ظفر امکان بودند ہمہ را بجیم انداختہ و باسباب جنگ مکمل ساختہ و بر بالائے ہر یکے کمانداران حکم انداز و نفط اندازان آتش بار جنگ را آمادہ گشتہ مقدم بر صفوف عساکر گردون مآثر ترتیب باز داشتند" ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۲۶،

تاتاری لشکر کے برنغار سے تو امیر نورالدین نے بڑھکر ترکون کا کام تمام کیا ہی تھا، اب تاتاری
جرنغار سے اسپ سوار فوج تین صفون مین آراستہ ترکون کی طرف بڑھی، اس نے ترکی سپاہ
کے دستون کو جو میدان مین متفرق طور پر جمے تھے، پراگندہ کیا اور ترکون کی سوار فوج کو جس کے
گھوڑے اچھے نہ تھے مغلوب کرلیا، تاتاری رسالے ترکون کے رسالون کو مارتے مارتے
اتنی دور نکل گیے کہ تیمور اب ان کو دیکھ بھی نہ سکتا تھا،

یہ موقع تھا کہ امیرزادہ محمد سلطان جو قول کی سرداری پر تھا گھوڑا دوڑاتا ہوا دادا کے پاس
آیا، گھوڑے سے اتر دوزانو ہو عرض کیا کہ بایزید کی پیادہ فوج پر جو بکثرت میدان مین موجود ہے
یکلخت حملہ کرنے کی اجازت دیجائے، تیمور نے اسکی اجازت نہین دی،

بلکہ محمد سلطان کو حکم دیا کہ سمرقند کے قشونون اور بہادرون کی ایک جماعت کو جو تاتاریون
مین نہایت دلاور مشہور تھی ساتھ لے کر لشکر کے جرنغار کو کمک پہنچائے جس کے رسالے دشمن
پر حملہ کرتے ہوئے دور نکل گئے ہین،

اتنا سنتے ہی اس بڈھے فاتح کے چہیتے پوتے نے اپنا سرخ علم بلند کیا اور تیمور کے بہترین
دلاورون کو ساتھ لے میدان مین گھوڑے ہوا کر دیئے | اور فوراً تاتاری جرنغار پر کمک پہنچائی ۲۱۲
جہان لڑائی بڑے زور کی ہو رہی تھی، یہان ترکون کی طرف سے ایک سمت سرب کے عیسائی
سوار سر سے پاؤن تک لوہے اور فولاد مین غرق پہاڑ کی طرح بے حس وحرکت کھڑے تھے،
تاتاری ان پر حملہ کرتے تھے اور وہ فولادی لباس پہنے جان بچانے کی کشمکش مین تھے، پہاڑی

۱؎ ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۴۳۱-۴۳۲،

۲؎ ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۳۲ء " و دلاوران افرنج نیز در مقابلہ دست تہور بمدافعہ و مقاتلہ برکشادہ کوششہای

پر ہر جگہ یورپ کی قوی ہیکل پیدل فوجین پھیلی ہوئی تھین، اسی معرکہ مین سرب کا بادشاہ پیٹر لازرس مارا گیا، اور امیر زادہ محمد سلطان کو بھی ایسا زخم پہنچا کہ گھوڑے سے اتر پڑا، بہر کیف بایزید خان کے ہرنغار کا تاتاریون نے قلع قمع کر دیا،

اب بایزید اپنی کثیر پیدل فوج کے ساتھ تنہا رہ گیا، اس فوج کے لیے کہین خندقین پناہ لینے کے لیے موجود نہ تھین، تاتاری سوارون نے دائین بائین ہر طرف سے ترکی پیدلون پر حملہ شروع کیا، تیمور نے اس وقت تاتاری لشکر کے قول کی سرداری خود اختیار کر لی، اور بایزید کی پیدل فوجون کی طرف چلا،

عثمانی ترکون کی سب سے زیادہ بہادر اور شاندار فوج نے جس کا نام ینگ چری تھا، اب تک ایک ہاتھ بھی تلوار کا نہ چلایا تھا، کیونکہ یہ پہلے ہی سے ایک جگہ ایسی معرض ہلاکت مین کھڑی تھی کہ وہان سے زندہ بچکر نکلنے کی قطعی امید نہ تھی، سلطان بایزید بھی دل مین کہہ رہا تھا کہ ایشیا کے اس زبردست شطرنج باز کی چالون کا جواب دینا ممکن نہین، ترکی فوجین جو پیچھے تھین یہ دیکھکر کہ ابھی راہ فرار کھلی ہے میدان سے بھاگین، باقی فوجین تاتاریون کے یلغار سے عاجز ہوکر دور جہان جگہ ملی جا کھڑی ہوئین، تاتاریون کے ہاتھی بھی ترکی فوجون مین سے گذرے، ان دیو صورت جانورون کی پشت پر برجون کی شکل کے ہودج مین نفط انداز بیٹھے ترکون پر آگ برساتے تھے، اور اس جلتے میدان مین خاک کے بادل اٹھ رہے تھے اور شور سے کانون کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۹) مردانہ مینمودند وچند نوبت از طرفین غلبہ کردہ یکدیگر را براندند و آخر الامر ظفر جیبگاہ لشکر منصور غالب آمدہ دمار از روزگار پسر براس افرنجی (یعنی پیٹر لازرس بادشاہ سرویہ) و سپاہ او کہ برنغار لشکر مخالف بشکوہ ایشان آراستہ بود برآوردند و پیادہ بسیار در زیر دست و پائے اسپان لگد کوب بلا شدہ عرضہ فنا گشتند،

پروے پھٹے جاتے تھے خستہ و کوفتہ ترک اپنی جانین دے رہے تھے، بہت سے ایسے تھے کہ بھاگتے بھاگتے بیہوش ہو کر گرتے تھے اور مر جاتے تھے[۲]،

سلطان بایزید ایک ہزار فوج ینگ چری کے ساتھ ایک پہاڑی پر تاتاریون سے تیسرے پہر تک لڑتا رہا، ہاتھ مین تبر تھا اور اپنے دلاورون کو ساتھ لیے دشمن سے مقابلہ کرتا تھا، فوج ینگ چری کا یہ حال تھا کہ جس طرح واٹرلو کی لڑائی مین نپولین کے بہادر جنھین اولڈ گارڈ کہا جاتا تھا اپنی جگہ سے اس وقت بھی نہ ہلے تھے جب کہ تمام فرانسیسی لشکر نے فراریون کے ایک انبوہ کی شکل اختیار کرلی تھی اسی طرح بایزید کی یہ فوج خاصہ بھی جہان تھی وہین کٹ کر مر گئی، نہ قدم کو جنبش ہوئی اور نہ ہاتھ سے تلوار چھوٹی،

جب شام ہو گئی تو بایزید گھوڑے پر سوار چند بہادرون کو ساتھ لیے اس کوشش مین ہوا کہ تاتاریون کی فوجون مین سے رستہ کاٹ کر لڑتا ہوا میدان سے نکل جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا مگر تاتاریون نے تعاقب کیا، سلطان کے ہمراہیون کو تیرون سے ہلاک کیا، بایزید کے گھوڑے کے بھی ایک تیر ایسا لگا کہ وہ گر گیا، تاتاریون نے فوراً دوڑ کر سلطان بایزید کو گرفتار کر لیا، اور اس کی مشکین کس کر تیمور کے خیمے مین لائے،

قصہ مشہور ہے کہ تیمور اس وقت اپنے سراپردہ مین بیٹھا امیرزادہ شاہ رخ سے شطرنج

---

[۱] "و امیر شیخ نور الدین و امیر برندق داد مردی و مردانگی دادہ پیادگان میسرہ مخالف را از بالائے کوہ بہ نشیب خطر راندہ راندند . . . ." ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۴۳،

[۲] "و بیشتر گریختگان از تشنگی فوت شدند چرا کہ آفتاب در ششم درجہ اسد بود و ہوا غایت گرم، و در آن مرحلہ کہ ایشان بہزم گاہ راندند آب نبود،" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۴۶،

کھیل رہا تھا جس وقت اس نے بایزید کو دیکھا کہ مصیبت مین بھی چہرے پر ایک شان برستی ہے تو اٹھا اور دروازے تک آیا، اس وقت تیمور کے چہرے پر کسی قدر تبسم تھا،[1]

۲۱۳ بایزید سے شجاعت اور تمکنت رخصت نہین ہوئی تھی، چلاکر کہا "جو خدا کا مارا ہو اس پر ہنسنا اچھا نہین"

تیمور نے آہستگی سے جواب دیا، "مین اس بات پر ہنستا تھا کہ اُس کارساز بے ہمتا کی کارسازی کو دیکھو جس نے اس دنیا کی حکومت کس کو دی ہے؟ ایک مجھ جیسے لنگڑے کو اور دوسرے تم جیسے اندھے کو" اس کے بعد تیمور نے بہت متانت سے کہا، سب جانتے ہین کہ اگر تم غالب ہوتے تو میرا اور میرے ساتھیون کا کیا درجہ کرتے[2]"

سلطان بایزید نے اس کا کچھ جواب نہ دیا، تیمور نے فوراً حکم دیا کہ بایزید کی مشکین کھول دی جائین، اور پھر تیمور نے بایزید کو مسند پر اپنے پہلو مین بٹھایا[3]، مگر اس مسن فاتح کو یہی منظور ہوا کہ ترکون کے اس سلطان معظم کو اپنی نظر بندی مین رکھے، مگر اس کے ساتھ ہمیشہ اخلاق سے پیش آیا، بایزید

---

[1] سلطان بایزید کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی، مترجم،

[2] "باین ہمہ ہمگنان را معلوم است کہ اگر حال برعکس بودے واین قدرت و استیلا، کہ حضرت عزت مرا ارزانی داشتہ ترا دست دادہ بودے برمن ولشکر مین این زمان چا گذشتے اما بشکرانہ نصرت وفیروزی کہ از عنایت و رحمت حق مرا روزی شدہ دربارہ تو و مردم تو جز نکوئی نخواہم کرد خاطر آسودہ دار" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹،

[3] "چون اولیاے دولت قیصر روم را دست بستہ ہنگام خفتن بدرگاہ عالم پناہ آوردند و چون بضمیر طاقی استعسار یافت مورد اوراہ اعزاز و اکرام تلقی فرمودہ نزدیک خود بہ نشاندند" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۳۰،

نے تیمور سے درخواست کی کہ اس کے دو بیٹوں (موسیٰ اور مصطفیٰ) کو تلاش کرایا جائے، تیمور نے فوراً تو اچیوں کو تلاش کا حکم دیا، دو مین سے صرف ایک یعنی موسیٰ ملا جسے تیمور کے سامنے حاضر کر دیا گیا، حضرت صاحبقران نے اُسے خلعت دیا اور باپ کے پاس بھیجدیا[1] سلطان بایزید کے دوسرے لڑکے مصطفیٰ کا پتہ نہ چلا، بعد کو معلوم ہوا کہ وہ لڑائی مین مارا گیا تھا، بایزید کے باقی جس قدر فرزند لڑائی مین شریک ہوئے تھے وہ میدان جنگ سے فرار ہو چکے تھے،

تیمور کی فوجین بقیہ ترکون کے تعاقب مین ہر طرف دوڑتی ہوئی سمندر تک گئین، جب امیر شیخ نور الدین نے بروصہ فتح کر لیا جو عثمانی ترکون کا دار السلطنت تھا تو اس نے سلطان بایزید کے اموال اور خزائن اور اسکی کنیزون کو جو تعداد اور حسن دونون مین بڑا درجہ رکھتی تھین امیر تیمور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۲) ــــــہ یہ مشہور قصہ کہ بایزید کو تیمور نے ایک لوہے کے پنجرے مین بند کر دیا تھا اور ایک وحشی جانور کی طرح اسے تمام لشکر مین گشت کرایا تھا شاعر مارلو نے اپنے افسانے مین بیان کیا ہے، اس افسانہ کا نام تمر لنگ اعظم ہے، اس قصہ کی ابتدا ابن عرب شاہ کے بیان سے ہوئی ہے جو تیمور کے عہد نویس مورخون میں تھا، اس نے صرف اتنا لکھا تھا کہ "ابن عثمان صیاد کے پھندے مین پھنس گیا، اور ایک طائر کی طرح قفس مین بند ہو گیا"۔ ہربرٹ ایڈ مز گبین نے اس کی شرح یہ کی کہ جس قفس مین بایزید بند کیا گیا تھا غالباً وہ سلاخون دار کوئی گاڑی تھی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ گرفتاری کے تھوڑے ہی دنون بعد بایزید بیمار ہو گیا تھا، اس حالت علالت مین ممکن ہے کہ اسے محفہ مین بٹھانا پڑا ہو، بایزید جب بیمار ہوا تو تیمور نے اپنے خاص طبیبون کو اس کے معالجہ کے لیے بھیجا، اور بہت لطف اور مکرمت کے ساتھ اس سے پیش آتا رہا، اتنا ضرور ہوا کہ جب اس فتح کی خوشی مین جشن کیا تو بایزید کو بھی اس مین شریک ہونے پر مجبور کیا،

(مصنف)

[1] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۴۰،

کی خدمت مین بھیجا، تیمور کا مورّخ لکھتا ہے کہ یہ کنیزین رقص و سرود مین یکتائے وقت تھین،
اور اب جس وقت تاتاری بارگاہ امیر مین تمام اطراف سے مال غنیمت لے کر حاضر ہوئے اور
جشن وطوی کا سامان ہوا تو اس سامان مین یورپ کی شرابین اور یورپ کی عورتین بھی تھین،
اس جشن فتح مین بایزید ایلدرم بھی بلایا گیا، مجبوراً شریک ہونا پڑا، تیمور نے اسے اپنے قریب
بٹھایا، اور حکم دیا کہ سلطان کا لباس قیصری جو بروصہ کے مال غنیمت مین آیا ہے حاضر کیا جائے،
لباس حاضر کیا گیا، بایزید نے بادل ناخواستہ تاج مرصع | اپنے سر پر اور عصائے زرنگار جو اس کی
فتوحات کا نشان تھا اپنے سامنے رکھا،

۴۴

جب لباس قیصری پہن چکا تو اب خود اُسی کے توشہ خانہ کی شرابین جنھین وہ پیا کرتا تھا
اس کے سامنے لائی گئین، لیکن ایلدرم نے ایک قطرہ بھی ان کا نہ پیا، اور دیکھتا رہا کہ اسی کے
حرم کی کنیزین بے نقاب ہو کر نئے فاتحون کو مسرور و محظوظ کر رہی ہین[1]،
انہی حسین عورتون مین ایک طرف اس نے اپنی چاہیتی بیوی دسپینہ کو بھی دیکھا جو بادشاہ
سرب کی بہن تھی، یہ بادشاہِ سرب (پیٹر لازرس) اسی جنگ مین کام آچکا تھا، اس وقت زندہ نہ
تھا، دسپینہ عیسائی تھی اور بایزید اس کو اس قدر چاہتا تھا کہ مسلمان ہونے پر اسے مجبور نہ کر سکتا تھا[2]

[1] یہ تخصیص کہ خاص ایلدرم کی کنیزین فاتحون کو مسرور کرتی تھین پڑھنے مین نہین آئی، ظفرنامہ کی عبارت یہ ہے:۔
" ساقیان ماہ رخسار شیرین گفتار بادہائے تلخ خوشگوار دادہ و مغنیان خوش آواز نغمہ پرداز زبان بہجت و
اہتزاز بہ ادائے این سرود برکشادہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "
ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۵۰۔ اس کے بعد بھی ایک مجلس انس منعقد ہوئی تھی جس کے حالات اسی جلد مین صفحات ۴۵۹
اور ۴۶۰ پر بیان ہوئے ہین۔ (مترجم)

[2] " و کرمت حضرت صاحبقران زن ایلدرم بایزید دسپینہ دختر لاس افرانجی با دختر و سائر متعلقانش پیش شوہر

بایزید ایلدرم اس جشن مین بالکل ساکت اور خاموش بیٹھا رہا، عود کے بخور مین سے اُن حسینون کو دیکھتا تھا جو کبھی اس کا پہلو گرم کیا کرتی تھین، یہ وہ عورتین تھین جنھین کنیزان جنگ مین سے خاص طور پر اپنے عیش و نشاط کے لیے اس نے منتخب کیا تھا، ان مین بعض ہوشانِ ارمن تھین جن کی زلفین سیاہ تھین، بعض حسینان چرکس تھین جن کے بال زرتار کے لچھے معلوم ہوتے تھے، روس کی فربہ مگر ملیح صورتین اور یونان کی آہو چشم پریان بھی انھی مین تھین، سوائے اس موقع کے انھون نے کبھی حرم سے باہر قدم نہ نکالا تھا،

ایشیا کے تاجدار اس وقت بایزید کا حال دیکھ رہے تھے، کسی کو تعجب تھا، کوئی ہنستا اور اور دل مین خوش ہوتا تھا، کوئی بایزید کا باوجود اس حال زار کے بھی رواوار نہ تھا، مقتضائے فطرت تھا کہ اس وقت بایزید کو اپنے وہ خطوط یاد آتے ہون جو ایک سال پہلے اس نے امیر تیمور کو لکھے تھے، اس خیال سے غصہ اور رنج سے دل پھکا جاتا ہوگا مگر ضبط و پندار اس غصے اور رنج

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۴) فرستاد، واز میامن اخلاق خرد دین پرور آن عورت کہ تا غایت درخانہ قیصر بکفر گذرانیدہ بود بشرف اسلام استسعاد یافت" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۵۰- ظفرنامہ مین دسپینہ کو دستینہ اور پیٹر لازرس بادشاہ سرویا کو پیسر پر لاس افرنجی لکھا ہے، دسپینہ پیٹر لازرس کی بہن تھی، دختر لکھنا غلطی ہے، ظفرنامہ کی جلد دوم صفحہ ۴۵۲ پر بیان ہوا ہے کہ ایلدرم کی بیوی اور دو بیٹیون کو بروصہ سے قریب ایک موقع مین جسکا نام نیکی شہر تھا امیر نورالدین نے گرفتار کرکے تیمور کے پاس بھیجدیا تھا، جس دختر کا اوپر کی عبارت مین ذکر ہے غالبًا وہ انھی دو لڑکیون مین ہوگی، انھی مین سے ایک سے امیرزادہ ابوبکر نے حضرت صاحبقران سے اجازت لیکر عقد نکاح کیا تھا دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۵۶) یہ خیال کہ دسپینہ جو بایزید کی بیوی تھی کنیزون اور لونڈیون مین بیٹھی تھی لغو ہے، بایزید کو تیمور نے اپنے قریب بٹھایا تھا یہ کس طرح ممکن تھا کہ اس کی بیوی کو وہ گانے بجانے والی عورتون مین بٹھاتا، مصنف کو ایشیائی عورتون اور مردون کی مجلسون کا حال معلوم نہین ہے، یورپ کے رنگ پر لکھ رہا ہے۔ (مترجم)

کو ظاہر نہ ہونے دیتا ہوگا، اس جشن و ضیافت مین بایزید دسترخوان پر بیٹھا مگر ایک لقمہ تک اٹھا کر نہ کھایا، کیا تیمور اس وقت تجاہل عارفانہ کر رہا تھا، شاید معزول قیصر کو قیصری لباس مین دیکھ کر محض حیرت کرتا ہو، کیا واقعی تیمور اس خیال مین تھا کہ اس وقت اس معزز قیدی کی وہ فی الواقع عزت افزائی کر رہا ہے، یا یہ کہ یہ جشن و ضیافت محض اس نیت سے ہے کہ بایزید کی تحقیر و تذلیل کیجائے، واقعہ حقیقت مین کیا تھا اس کا حال کسی کو نہین معلوم[1]، خود بایزید کی حالت بھی اس وقت ایسی نہ تھی کہ جو کچھ پیش آرہا تھا اس کی کچھ پروا کرتا، روم اور توران کے مطرب و مغنی فتح کے شادیانے گارہے تھے، مگر بایزید ایلدرم کے کانون مین ابھی تک لڑائی کے نقارے اور نفیر اور برغو کی آوازین گونج رہی تھین،

اس پر بھی عصائے زرنگار کی گرفت بایزید کے ہاتھ مین مضبوط تھی، گو اس کے بھاری جسم پر تکلیف اور غصہ سے ایک رعشہ تھا، لیکن جس وقت تیمور نے اپنی خلوت مین بایزید کی گانیوالیون کو بلاکر فرمایش کی کہ ترکون کی عاشقانہ چیزین سناؤ تو بایزید کو ضبط نہ رہا، اٹھکر دروازے کی طرف چلا، حاضرین مجلس نے اُسے روکا نہین، دو تاتاری امیر فوراً دوڑے اور اس کے بازوؤن کو سہارا دیتے ہوئے چلے، اس طرح بایزید سرنیچا کئے اس مجلس انس سے رخصت ہوا،

کچھ دنون بعد تیمور نے حکم دیا کہ دسپینہ بایزید کے پاس اس اطلاع کے ساتھ بھیجی جائے کہ ہم ایلدرم بایزید کو اس کی چاہتی بیوی واپس کرتے ہین؛

[1] لیکن مولانا شرف الدین علی یزدی لکھتے ہین کہ حضرت صاحبقران بایزید کو جشن اور ضیافت مین اس لیے بلایا کرتے تھے کہ بایزید نے جہان امیر کا قہر و عتاب دیکھا تھا وہان اس کی مہربانیان اور نوازشین بھی دیکھ لے، دیکھو ظفرنامہ صفحہ ۴۵۸،

اس نقشے سے تیمور کی سلطنت کا اندازہ ہوتا ہے

غرض اس طرح ایلدرم گر جتا بادل اٹھا اور محو ہو گیا، عیش و عشرت کی زندگی اور اس لڑائی کی بلائے بے درمان نے اس کی طاقت سلب کر لی تھی، غرور ٹوٹ چکا تھا، چند ماہ کے بعد انتقال کیا[1]
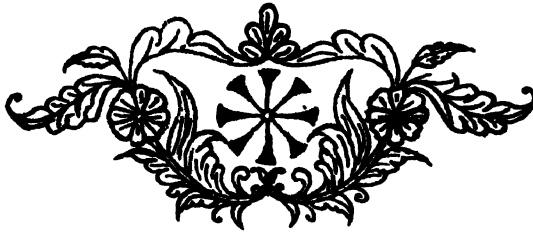
(بقیہ حاشیہ ۳۴۶) [2] اس اطلاع کا ذکر مین نے کہین نہین پڑھا اور نہ کہین یہ بات پڑھنے مین آئی کہ ایلدرم نے اپنے کسی خط مین تیمور کی چاہتی بیوی کو بے عزت کرنے کا قصد ظاہر کیا تھا جس کے جواب مین اب تیمور ایک طنز آمیز جملے کے ساتھ دسپینہ کو واپس کرتا۔ (مترجم)

[1] پنجشنبہ کے دن چودھوین شعبان سنہ ۸۰۵ ہجری کو بایزید کا آق شہر (ایشیائے کوچک) مین مرض ضیق النفس اور خناق مین انتقال ہوا، دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۸۹،

تیسوان باب

تیمور کا یورپ کے دروازے پر پہنچنا

تاتاریون سے ایک ہی جنگ مین ترک ایسے منہزم ہوے کہ پھر لڑنے کا دم نہ رہا،
عثمانی ترکون کا دارالسلطنت انگوریہ تیمور نے فتح کر لیا، بروصہ (برسا) اور نیقیہ (ازنیق)
کو تاتاریون نے یکلخت حملہ کر کے تسخیر کیا، اور ترک بھاگ بھاگ کر جزیرہ نمائے ایشیا کے ساحلون
پر ہر سمت مین جمع ہونے لگے، کشتیان جیسی کچھ ملین خواہ ماہی گیرون کی ہوئین خواہ امیرون
کی سیر و تفریح کی اُن مین سوار ہو کر ساحل سے چل کر جزیرون مین اتر گئے، اہل یونان اور اہل جنیوا
مین جو لوگ جہازون کے مالک تھے انھون نے سلطان بایزید کی فوجون کو ایشیا کے ساحل
سے یورپ پہنچا دیا،

یہان سوال پیدا ہوتا ہے کہ عیسائیون نے ترکون کو جو اُن پر تشدد کیا کرتے تھے کیون
خطرے سے نکال کر امن کی جگہ پہنچا دیا، اس سوال کا جواب معلوم نہین، غالباً ترکون نے عیسائیون
کو جہازون کا کرایہ دیا ہوگا، یا ممکن ہے کہ یونانیون نے اسی مین سیاسی مصلحت دیکھی ہو کہ جو قومین

صاحب شوکت ہین ان کو اپنے اوپر مہربان رکھنا چاہیئے، یونانیون کے گماشتون نے تیمور سے بھی روپیے اور جہازون سے مدد دینے کا وعدہ اس شرط سے کیا تھا کہ تیمور سلطان بایزید سے اور آگے بڑھ کر لڑنے جائے، لیکن تیمور یونانیون کی اس دوگونہ کارروائی سے ناراض ہوگیا بالخصوص اس وقت جبکہ انھون نے تاتاری لشکر کو ترکون کے تعاقب مین سمندر پار اپنے جہازون مین بٹھا کر لیجانے سے انکار کیا،

ایک مہینے مین یہ حالت ہوگئی کہ نہ کوئی مسلح ترک ایشیائے کوچک مین اور نہ کوئی تاتاری یورپ مین نظر آتا تھا، سمرقند کے سوار گھوڑے دوڑاتے ساحل تک آئے اور ادھر ہی کے کنارے سے انھون نے قسطنطنیہ کے چمکتے ہوئے سنہری برجون کو دیکھا، اور پھر جنوب کا رخ کر کے پرانے شہر تروجہ کے شکستہ آثار پر سے جو ہزارہا برس سے زمین مین دبے پڑے تھے گھوڑے دوڑاتے ہوئے گذر گئے، یہی وہ قدیم شہر تھا جہان کبھی ہیلین اپنا دربار کیا کرتی تھی، کچھ دنون بعد ان تاتاریون کو ازمیر (سمرنا) کا پتہ چل گیا، ازمیر عیسائی مجاہدان صلیب کا مرکز تھا، یہان فرسان یوحنا کا مشہور قلعہ تھا اور یہ قلعہ اس درجہ مضبوط تھا کہ ایک زمانے مین سلطان بایزید نے چھ برس تک اس کا محاصرہ جاری رکھا تھا مگر اس پر بھی وہ فتح نہ ہو سکا تھا، یہ زمانہ جاڑے کا تھا، مینھ خوب برستے تھے، لیکن تیمور نے جب سنا کہ ازمیر مین نصرانیون کا قلعہ ایسا ہے کہ بایزید سے چھ برس کے محاصرے مین بھی فتح نہ ہو سکا تھا تو خود اوسے دیکھنے گیا،

قلعہ ازمیر سمندر کی ایک خلیج کے کنارے بلندی پر واقع تھا، تیمور کی فوجین جس وقت[1] وہان پہنچین تو سنت یوحنا کے نصرانی شہسوارون نے قلعہ کو تاتاریون کے حوالے کرنے سے

[1] روز شنبہ ششم جمادی الاول ۸۰۵ھ ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۶۲،

۲۱۸

انکار کیا۔ تیمور نے محاصرہ شروع کر دیا، تاتاری فوجون نے خلیج مین آکر لکڑی کے بلند پل پائے قائم کر کے اور ان پر تختے پاٹ کر ایک پل سا بنا دیا جس پر تیراندازون اور نفط اندازون نے بیٹھکر قلعہ پر تیر اور نفط کے گولے برسائے، اور اسی پل کی آڑ مین دیوارون کے نیچے نقب چیون نے اپنا کام شروع کیا۔ خلیج کا دہانہ سمندر کی طرف تنگ تھا، تیمور نے حکم دیا کہ اس دہانے کو پتھرون کے انبار سے پاٹ دیا جائے تاکہ خلیج کی کشتیان سمندر کی طرف نہ نکل سکین، اس خوف سے کہ کہین خلیج سے جہازون کا رستہ بند نہ ہو جائے یورپین عیسائیون کے لیے دو ہفتے کافی تھے کہ وہ سب کے سب قلعہ سے نیچے اتر کر لڑتے بھڑتے خلیج کی طرف جائین اور وہان اپنے جہازون مین بیٹھ جائین، عیسائی جو جہازون تک پہنچے ان کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی، شہر ازمیر کے مفتوح باشندے بھی چاہتے تھے کہ انھی جہازون مین سوار ہو کر وہ بھی بھاگین لیکن سنت یوحنا کے شہسوارون نے کبھی تلوارون سے اور کبھی کشتیون کے چپو مار مار کر ان لوگون کو جہازون سے دور رکھا، دوسرے دن جزیرۂ رودس سے عیسائیون کا ایک بیڑا آگیا،

جس وقت فرسانِ یوحنا کے جہاز ساحل کے سامنے سے گذرنے لگے، تاتاری اس وقت قلعہ ازمیر پر پہنچ چکے تھے جہازون کو دیکھتے ہی تاتاریون نے اُن کی سلامی ایک عجب انداز سے اتاری، اور یہ اس طرح کہ عرادون اور منجنیقون مین پتھرون کی جگہ صلیبی سپاہیون کے کٹے

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۰۳، [2] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۰۷، ۴۰۸،

"ازمیر خراب گشت ازمیر | تیمور مؤید جہان گیر
وآن قلعہ کہ ہیچ شاہ نفگند | بر کنگرہ اش کمند تسخیر
در جنگ ہفت سال قیصر | نہ نشاد بران غبار تغییر
بگرفتن و کندنش ز بنیاد | این شہ بدو ہفتہ یافت تیسیر
این است کمال کامگاری | بازوے قوی و حسن تدبیر"

ہوئے سر رکھکر عیسائیون کے جہازون پر تاک تاک کر مارتے، غرض عیسائیون کے جہاز عیسائیون کو لے کر چلے اور تاتاریون نے بھی ازمیر سے کوچ کیا، دو اونچے اونچے منارے عیسائیون کے کٹے ہوئے سرون کے بنا کر اپنی نشانی پیچھے چھوڑ گئے،

ایشیاے کوچک کو جس وقت ترک خالی کرنے لگے تو قرا یوسف اور سلطان احمد جلائر جو تاتاریون کے خوف سے مدت کے بھاگے بھاگے پھرتے تھے مختلف راہین اختیار کر کے اس ملک سے نکل گئے، بادشاہ بغداد سلطان احمد جلائر نے سلاطین مصر کے دربار مین پناہ لی اور قرا یوسف عراق عرب چلا گیا، اس کے حق مین صحراے عرب بمقابلہ شاہی دربارون کے زیادہ محفوظ مقام ثابت ہوا، تاتاریون کی فوجکشی کا نشانہ اب مصر کا ملک ہونے والا تھا لیکن سلطان مصر نے فوڑا اطاعت نامہ لکھ بھیجا اور خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا، اور تیمور کے نام کا خطبہ مصر کی مسجدون مین شروع کرا دیا اور سلطان احمد جلائر کو جو مصر مین پناہ لینے گیا تھا نظر بند کر دیا،

یورپ کے بادشاہون کا رنگ اس زمانے مین کچھ عجیب تھا بیحد متجسس اور حیرت زدہ تھے، دل مین خوش بھی تھے اور خوف بھی کچھ کم نہ رکھتے تھے، یورپ کی دہلیز پر ایسے طوفان عظیم کے اٹھنے سے حواس باختہ بھی تھے اور حیرت سے حیرت اس پر کرتے تھے کہ جس ملک مین ترکون کو حکومت کرتے ہوئے ایک صدی گذری تھی وہان یہ نوبت ہوئی کہ مشرق سے ایک تاتاری فاتح آیا اور ان کے بادشاہ بایزید اور انکی فوجون کا کہین نام ونشان نہ رہا،

انگلستان کے بادشاہ ہنری چہارم نے امیر تیمور کو بڑی بے تکلفی کی ادا مین مبارکباد دی

لـه "اشارت عليه صدور يافت كه از سرهاے گبران كه به تيغ از تن جدا شده چندے بكمان رعد سوے كشتى انداز ند و رعد انداز ان سرے چند بجانب ايشان انداختند........" ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۹۰ (مترجم)

چارلس ششم بادشاہ فرانس نے اسقف سلطانیہ یوحنا کو جو امیر تیمور کے پاس سے سفارت لایا تھا، فوراً دربار مین مدعو کیا اور اُسے بہت سے خطوط اور تحائف دے کر تیمور کے پاس واپس بھیجا،

قیصر قسطنطنیہ مانیول جواب تک یورپ مین سرگردان و پریشان پھر رہا تھا خوش ہوتا ہوا قسطنطنیہ واپس آیا اور ایک اطاعت نامہ مع وعدۂ خراج حضرت صاحبقران کی خدمت مین روانہ کیا، گذشتہ قیصران اعظم کے اس تہی دست نام لیوا کو امیر تیمور گورگان ایسا سرپرست اور مربی ملا کہ یورپ کے بادشاہون مین سے بھی کوئی بادشاہ نہ ملا تھا،

۲۱۹

لیکن یہ بات اسپین والون کو نصیب ہوئی کہ امیر تیمور سے واقعی ارتباط پیدا کرین، تھوڑا زمانہ ہوا تھا کہ ہنری سوم بادشاہ قشتالیہ نے دو بڑے فوجی مبصرون کو مشرق کی طرف اس غرض سے روانہ کیا تھا کہ وہ ترکون کی سیاسی تدبیرون اور ان کی قوت کا صحیح اندازہ کر کے اطلاع دین، ان مبصرون مین ایک پیلایو دی سوتومیور اور دوسرا فرنندو دی پلازیلوس تھا، یہ دونون ایشیائے کوچک مین پھرتے پھراتے تیمور کے لشکر مین ٹھیک اس وقت پہنچے جبکہ تاتاری انگوریہ کی فتح مین مصروف تھے یہ لڑائی انھون نے بچشم خود دیکھی، امیر تیمور نے دونون کو اپنے دربار مین بلایا، اور دو عیسائی عورتین ان کو بطور تحفے کے عنایت کین، یہ عورتین بایزید کے اسیرون مین سے تھین، مورخ نے ایک کا نام انجلینو لکھا ہے، یہ حسن مین مشہور تھی اور رئیس ہنگاریہ جون کی بیٹی تھی، دوسری عورت یونان کی رہنے والی تھی جسکا نام ماریہ (مریم) تھا، ان اسپینی سفیرون کے ہمراہ تیمور نے اپنا ایک سفیر بھی قشتالیہ روانہ کیا اس اخلاق و مکرمت کے بدلے مین شاہ قشتالیہ نے یہ کیا کہ جس وقت تاتاری سفیر کو رخصت کرنے لگا تو تعظیماً اپنے دربار کے تین سفیر تیمور کی خدمت مین حاضر ہونے کے لیے تاتاری سفیر کے ساتھ کر دیئے، ان اسپینی سفیرون مین سب کا سردار بڑا نیک مرد دی گونزالیزدی کلاویجو تھا

کلاویجو تاتاری سفیر اور اپنی سفیرون کے ساتھ مئی ۱۴۰۳ء مین بندرگاہ شنت ماریہ الغرب سے جہاز مین سوار ہوا، لیکن جب قسطنطنیہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ تاتاری اپنے ملک کو چلے گئے ہین، کلاویجو اپنے بادشاہ کے حکم کے مطابق تاتاریون کو ڈھونڈتا ہوا آگے چلا یہانتک کہ سمرقند پہنچ گیا،

تیمور نے یورپ مین داخل ہونے کی کوشش نہین کی، آبنائے بوسفورس کو عبور کرنے کیلئے اس کے واسطے راستہ بند تھا، لیکن اگر چاہتا تو بحر اسود کے کنارے کنارے خشکی کا راستہ طے کر کے قسطنطنیہ پہنچ جاتا، چنانچہ چند سال ہوئے تھے کہ وہ خشکی کی راہ سے اسی طریقہ سے قرم دکرائمیا) تک گیا تھا مگر اصلی سبب نہ جانے کا یہ ہوا کہ یورپ مین داخل ہونے کے لیے کوئی چیز ترغیب دینے والی نہ تھی، فوج کے لوگ سمرقند واپس جانا چاہتے تھے، اس کے علاوہ بایزید کے شہرون سے مال غنیمت بکثرت حاصل ہوا تھا، اس مال مین علاوہ اور بیش قیمت چیزون کے شہر بروصہ کے چاندی کے کواڑ تھے جن پر سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کی تصویرین بنی تھین، ماسوا ان کے بیزنطیہ کا کتب خانہ تھا جو پہلے بایزید کے ہاتھ لگا تھا اور اب ان سب چیزون کو لے کر سمرقند جانا تیمور کے لیے ضرور تھا،

۲۲۰

کچھ زمانہ تک امیر تیمور سیاسی کاروبار مین مصروف رہا، خراج کی ادائی کا انتظام، ترکی صوبہ جات مفتوحہ مین نئے حاکمون اور والیون کا تقرر، دول غیر کی سفارتون کی سماعت وغیرہ انجام دیتا رہا، اس اثنا مین بایزید ایلدرم کا انتقال ہوگیا، تیمور اس وقت ایک دوسرے دور دراز ملک کو فتح کرنے کی فکر مین تھا،

اسی زمانہ مین تیمور کو ایک ایسا صدمہ پہنچا جس کا پہلے سے گمان تک نہ تھا، تکلیف اور

دردمین یہ صدمہ سب سے بڑھا ہوا تھا، امیرزادہ محمد سلطان کو انگورہ مین جو زخم پہنچا تھا اس کا اثر ابھی تک چلا جاتا تھا، چند شتر سوار ایک روز حاضر ہوئے اور تیمور سے عرض کیا کہ شہزادے کی حالت نازک[1] ہے، تیمور اتنا سنتے ہی پوتے کو دیکھنے فوراً چل پڑا، اور عربی اطبائے حاذق کو شہزادے کے علاج کا حکم دیا، لیکن جب تیمور امیرزادہ محمد سلطان کے لشکر مین پہنچا تو مریض کی زبان بند ہو چکی تھی اور موت بالکل قریب تھی، یہ موقع تھا کہ تیمور نے کورگہ بجانے کا حکم اس غرض سے دیا کہ تمام فوجین جمع ہو کر سمرقند کے قصد سے روانہ ہو جائین،

تیمور کے فرزندون مین سے دو پہلے ہی ہمیشہ کو مفارقت کر چکے تھے، ان مین سب سے پہلے بڑے فرزند جہانگیر نے پھر عمر شیخ نے انتقال کیا تھا، میران شاہ دیوانہ اور نالائق ثابت ہو چکا تھا، غرض چار بیٹون مین یہ سمجھئے کہ اب صرف ایک فرزند شاہ رُخ باقی تھا جو اس وقت میانہ عمری کے درجہ مین تھا، شاہ رُخ جنگ و پیکار کا زیادہ شایق نہ تھا، اس وقت تیمور جسکو سب سے زیادہ چاہتا تھا وہ یہی پوتا امیرزادہ محمد سلطان تھا، جس کا اس زمانے مین انتقال ہوا اور جو بڑا دلیر اور شجاع تھا اور لشکر اسکی پرستش کیا کرتا تھا،

اس نوجوان شہزادے نے اقبال و نصرت کی حالت مین دنیا کو خیرباد کہا، جنازہ تیار کیا گیا اور جن فوجون کو یہ مرحوم سمرقند سے ساتھ لے کر آیا تھا وہی فوجین اب اپنے سردار کی لاش کو لے کر سمرقند چلین، رنگین پرچمون کی جگہ اب سیاہ علم فوج کے ساتھ تھے، مرحوم کی والدہ خانزادہ نے بیٹے کے جنازے پر ماتم کیا، اس کا تو تیمور نے زیادہ خیال نہ کیا لیکن جب مرحوم کے

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم ۴۸۸ صفحات ۴۹۰۔۴۹۱، دوشنبہ ۱۰ ارشعبان ۸۰۵ ہجری کو امیرزادہ محمد سلطان پسر جہانگیر پسر تیمور کا ایک مقام پر جو ایشیائے کوچک مین قراحصار سے تین منزل تھا انتقال ہوا، ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۹۲،

کے شیرخوار بچے سامنے لائے گئے تو سخت صدمہ ہوا[1] اور کئی دن تک اپنے خیمے مین تنہا رہا، باہر نہ نکلا،

اس وقت امیر تیمور گورگان کو بھی جیسا کہ بڑھاپے مین ہر شخص محسوس کرتا ہے معلوم ہوا کہ دنیا مین اپنے سے بھی بڑھکر کوئی قوت موجود ہے اور وہ قوت ایسی ہے جس نے اُس کے بہترین کارگذارون کو اُس سے جدا کر دیا، تیمور کے شروع زمانے کے بڑے بڑے امرا آج اپنی قبرون مین بیخبر سو رہے تھے منصف مزاج اور عادل حاجی شیخ سیف الدین اور وفادار و جان نثار جاکو برلاس تو پہلے ہی گذر چکے تھے اب یہ امیرزادہ محمد سلطان تیمور کے فرزند رشید جہانگیر کا لخت جگر بھی داغ سے ہمیشہ کو رخصت ہوا، اور وہ وفاکیش اور نمک حلال امیر بھی جسکا نام آق بوغا تھا اور جسے خدمات کے صلہ مین ہرات کی حکومت دیگئی تھی باقی نہ تھا، مگر اپنے فرزندون کو شاہی لشکر مین شامل کر کے آقا کی خدمت کے لیے چھوڑ گیا تھا،

اب ان پرانے عدم رفتہ رفیقون کی جگہ نور الدین اور شاہ ملک تھے، لڑائی مین یہ بڑے اعلیٰ درجے کے سردار تھے لیکن حالت امن مین ملکون پر لیاقت سے حکومت کرنی نہ جانتے تھے، ملا اور مشائخ ارباب علم و دانش بھی بارگاہ امیر مین دعا خوانی اور تعزیت کے لیے آئے[2] تیمور پوتے کی لاش کے ہمراہ ان بزرگون کی دعاؤن کو بھی ساتھ لیتا ہوا سمرقند روانہ ہوا اب راتون کو عجیب عجیب خواب دیکھنے سے تیمور کی نیند خراب ہونے لگی، اکثر خانان چنگیزی خواب مین نظر آتے تھے، یہ وہ لوگ تھے، جو دشت شامو (گوبی) سے اپنے بڑے بڑے لشکر

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۵۰۷،
[2] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۵۱۱،

لے کر ملک خطا (چین) مین پہنچے تھے،

جس زمانے مین بغداد[1] اور اور شہرون کو جنھین غارت کیا تھا تیمور نے از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا تو طبیعت کا حال اس وقت یہ ہو گیا تھا، کہ جس چیز کا خیال آجاتا تھا پھر وہ ذہن سے نکلتا نہ تھا، چنانچہ جس وقت خراسان کی حکومت شاہ رخ اور ہندوستان کی حکومت اپنے پوتے محمد سلطان کے بھائی کو تفویض کر چکا تو گوبی (دشت شامو) کا تصور بندھا اور وہ قصے یاد آئے جو کبھی شہر سبز سے نکل کر ہرن کے شکار مین سنے تھے،

اور اب اس خیال کو ذہن مین پکا کر ایک نئی جنگ کا نقشہ دماغ سے پیدا کیا، اور دشت گوبی مین لشکر پہنچانے کا قصد مصمم کر لیا، اور یہ عزم بھی کر لیا کہ گوبی مین لشکر لیجا کر اور دیوار چین سے پار ہو کر جو کسی زمانے مین ملک خطا کی حفاظت کے لیے بنائی گئی تھی ایک وسیع سلطنت پر قبضہ کرے گا[2]، اور فقط یہی ایک سلطنت دنیا کے پردے پر ایسی رہ گئی ہے جو اُسکا مقابلہ کر سکتی ہے، کسی سردار یا امیر پر اس قصد کو ظاہر نہ کیا، جاڑے کا زمانہ تھا اس لیے مجبور ہو کر جس قدر لشکر تبریز[3] کی چھاؤنی مین تھا اُسے وہین رہنے دیا، لڑائیون سے جو انتظام درہم برہم ہوا تھا اسکی درستی کے لیے تبریز مین قیام کیا، لیکن بہار کے آتے ہی جب زمین پر سبزہ نمودار ہونا شروع ہوا[4] تو مشرق کی طرف سمرقند کے قصد سے مع لشکر اور امرائے دربار کے روانہ ہو گیا[5]،

اگست کے مہینے مین سمرقند آکر باغ دلکشا مین ٹھہرا، جامع مسجد جو نئی بنکر ختم ہوئی تھی اُسے دیکھنے گیا اور میر تعمیر پر ناراض ہوا کہ اندر کے دالانون کو کیون زیادہ وسیع نہین کیا گیا[6]،

---

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۵۱۷ [2] ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۵۶۷ - ۵۶۸ [3] دیکھو تعلیقہ نمبر ۱۲ و ۱۳، [4] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۵۹۰ [5] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۵۹۷،

اُن وزیرون کے کام کو دیکھا جنکو اپنی عدم موجودگی مین حکومت کا کام سپرد کر گیا تھا، کسی کو انعام دیا، کسی کو دار پر چڑھایا، حقیقت یہ ہے کہ دل کی وہ قوت حیرت انگیز ہوگی جس نے اُس بڑھاپے کے جسم کو زندہ کر رکھا تھا، مرحوم امیرزادہ محمد سلطان کے لیے ایک مقبرہ تیار کرایا، عمارت سنگ رخام کی تھی اور اس پر گنبد سونے کا تھا[1]، اب ایک بار پھر حکم کا تازیانہ بلند ہوا اور تازیانے کے بلند ہوتے ہی ایک عالی شان محل اور باغ نمودار ہوگیا، اس محل کی عمارت مین سنگ سیاہ اور سنگ سپید کے ساتھ عاج اور آبنوس بھی کام مین لایا گیا، اور چھت چاندی کے ستونون پر قائم کی تھی[2]

۲۲۲

تیمور کو اسکی مطلق پروانہ تھی کہ اب اُس کا کیا وقت ہے، دو برس سے بصارت اُس کم ہوتی جاتی تھی، آنکھون کے پپوٹے ایسے گرے رہتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا سو رہا ہے، عمر اس وقت ایک کم ستر کی ہو چکی تھی اور یہ بھی جانتا تھا کہ اب خاتمہ قریب ہے،

فرمان ہوا کہ دو ماہ تک جشن وطوی جاری رکھا جائے[3]، اور کوئی کسی سے یہ نہ پوچھے کہ یہ جشن کس تقریب مین کیا گیا ہے،

اس جشن مین بیس مختلف سلطنتون کے سفیر سمرقند مین حاضر ہوئے، ان مین مغلون کے بھیجے ہوئے سفیر بھی تھے، یہ مغل اس زمانے مین ملک خطا سے نکال دیئے گئے تھے، تیمور نے ان کے سفیرون سے دیر تک باتین کین[4]

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۵۹۶ ، ۵۹۷ [2] اس باغ اور محل کی تعمیر کا حال ظفرنامہ کی جلد دوم کے صفحہ ۵۹۹ پر بیان ہوا ہے، [3] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۰۰ سے اس جشن وطوی اور شہزادون کی شادیون کے حالات شروع ہوتے ہین [4] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۵۹۸، ایلچیان افرنج سمرقند پہنچے، ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۲۳ ایلچیان افرنج رخصت کئے گئے،

اتنا وقت بھی ملا کہ شاہ قشتالیہ کے سفیر روی. دی کلاویجو کو شرف حضوری بخشا جائے،
کلاویجو سفارت سیلیے قسطنطنیہ سے سمرقند آیا تھا، اس ملاقات کا ذکر کلاویجو نے اس طرح کیا ہے،

"دوشنبہ کے دن آٹھوین ستمبر کو سفیر[1] اُس باغ سے باہر آئے جہان وہ ٹھہرائے گئے تھے اوراب وہ شہر سمرقند کو چلے، جس وقت وہان پہنچے تو گھوڑون سے اترکر ایک قصر کے باغ مین داخل ہوئے، یہان دو سرداران کے پاس آئے اور انھون نے کہا کہ جو تحائف تمھارے ساتھ ہون وہ یہان دیدو، پس سفیرون نے تحائف اُن سردارون کے سپرد کئے، تاکہ یہ لوگ نہایت ادب سے تیمور کی حضور مین اونھین پیش کردین، سلطان (مصر) کے سفیرون نے بھی ایسا ہی کیا"

اس باغ کے دروازے کی عمارت بہت بلند اور عریض تھی، اور کاشیکاری سے آراستہ تھی، یہ کام نیلے اور سنہری رنگون مین تھا، یہان کثرت سے دربان موجود تھے، ہر ایک کے ہاتھ مین گرز تھا، سفیر آگے بڑھ کر اس مقام پر آئے جہان چھ ہاتھی کھڑے تھے، ان کی پشت پر جنگی ہودج تھے اور ان مین آدمی بیٹھے ہوئے تھے،

اس کے بعد شاہی خدمتگارون نے سفیرون کی بغلون مین ہاتھ دیکر اونکو آگے بڑھایا، تاتاری سفیر جسے تیمور نے بادشاہ قشتالیہ کے پاس بھیجا تھا قشتالی سفیرون کے ساتھ تھا، اور تاتاری اپنے سفیر کو دیکھکر ہنستے تھے کیونکہ وہ قشتالیہ کے لوگون کا سا لباس پہنے تھا،

[1] کلاویجو اپنی نسبت اور اپنے ساتھیون کی نسبت سفیر کا لفظ لکھتا ہے اور تیمور کو فقط امیر لکھتا ہے، یہان جس سلطان کا نام اس نے بیان کیا ہے وہ سلطان مصر ہے، یہ عبارت کسی قدر خلاصہ کرکے لکھی گئی ہے، اور کلیمنٹ مارکھم کے ترجمہ سے ماخوذ ہے جسے ہکلوٹ سوسائٹی نے شایع کیا ہے، (مصنف)

۲۲۳

"اب سفیرون کو ایک بڑے سردار کے سامنے لائے جو پہلو کے ایک کمرہ مین بیٹھا تھا، سفیرون نے اُسے بہت ادب سے سلام کیا، اس کے بعد یہ لوگ چند چھوٹے چھوٹے لڑکون کے سامنے لائے گئے، یہ امیر تیمور کے پوتے نواسے تھے، یہان سفیرون سے وہ خطوط مانگے گئے جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے، لڑکے کئی تھے، ان مین سے ایک کو یہ خطوط دیئے گئے جو خلون کو لیکر فوڑا اندر امیر کے پاس گیا، امیر نے حکم دیا کہ سفیر سامنے بلائے جائین"

"امیر ایک عالیشان محل کے دروازے کے سامنے والان مین بیٹھا تھا نشست زمین پر تھی، سامنے ایک حوض مین فوارہ چھوٹ رہا تھا اور اس کا پانی بہت اونچا اڑتا تھا، امیر تیمور زرنگار مسند پر سرخ تکیے لگائے بیٹھا تھا، لباس ریشمین تھا، اور سر پر ایک سفید اونچی کلاہ تھی، اس کلاہ کے اوپر ایک چوڑا اور لمبا یاقوت نصب تھا، اور اس یاقوت کے گرد جواہرات جڑے تھے، سفیرون نے امیر کو دیکھتے ہی بہت جھک کر سلام کیا، زمین پر گھٹنے ٹیکے اور سینہ پر ہاتھ رکھے، اس کے بعد اٹھکر آگے بڑھے، خدمت گار جو سفیرون کی بغلون مین ہاتھ دیکر اُنکو یہان تک لائے تھے، انھون نے اب اپنے ہاتھ نکال لیے اور سفیرون کو آگے بڑھنے دیا، امیر کے دائین بائین شہزادے کھڑے تھے، ان مین سے نورالدین نے اب سفیرون کا ہاتھ پکڑا اور ان کو امیر کے قریب لے گیا تاکہ امیر ان کو اچھی طرح دیکھ سکے، کیونکہ ضعیفی کی وجہ سے بصارت خراب ہو گئی تھی،

امیر نے سفیرون کی طرف اپنا ہاتھ دست بوسی کے لیے نہین بڑھایا، لیکن اُس نے بادشاہ (قشتالیہ) کا مزاج پوچھا، کہو ہمارا فرزند بادشاہ قشتالیہ کیسا ہے، خوش و تندرست ہے؟ تب وہ ان سردارون کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے قریب حاضر تھے ان مین سے ایک

شہنشاہ تاتار توقمش کا ایک بیٹا اور سابق خان سمرقند[1] کے کئی عزیز تھے، اُن کی طرف مخاطب ہوکر کہا "دیکھو یہ ہمارے فرزند بادشاہ اسپین کے سفیر ہین جو قوم افرنجہ مین سب سے بڑا بادشاہ ہے، اور دنیا کے دوسرے سرے پر رہتا ہے"

۲۲۴

اتنا کہکر امیر نے اپنے پوتے کے ہاتھ سے خط لیا اور اُسے کھولا، اور کہا کہ ہم ابھی اس خط کو سننا چاہتے ہین، اب سفیرون کو ایک کمرے مین لے گیے جو اس مقام سے جہان امیر بیٹھا تھا داہنے ہاتھ کو تھا، شہزادے سفیرون کا بازو پکڑے انھین اس کمرے تک لائے اور اس ایلچی کے بعد انھین بٹھایا جسے شہنشاہِ خطا نے امیر کے پاس بھیجا تھا،

جس وقت امیر نے دیکھا کہ (افرنجہ کے) سفیرون کو چین کے ایلچی کے بعد بٹھایا گیا ہے تو حکم دیا کہ ان کو چین کے ایلچی سے اوّل بٹھایا جائے کیونکہ یہ سفیر بادشاہ اسپین کے پاس سے آئے ہین جو ہمارا فرزند اور دوست ہے اور خطا کا ایلچی ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے جو چور ہے اور برا آدمی ہے"

---

[1] سابق خان سمرقند سے مراد خانِ جتہ ہے جسے تیمور نے معزول کر دیا تھا، کلاویجو کو ایشیا کے حالات سے بہت کچھ صحیح واقفیت حاصل ہوگئی تھی، مغربی یورپ کا یہی ایک شخص ہے جو انیسوین صدی عیسوی سے پہلے سمرقند پہنچا تھا، اور انیسوین صدی کا زمانہ وہ ہے جب کہ بہت سے محل جنھین تیمور نے اس خیال سے تعمیر کرایا تھا کہ وہ ابدالاباد تک سلامت رہین گے موسم کی سختی اور زلزلون سے شکستہ حال ہوگئے تھے، دیکھو تعلیقہ ۱۳، ۱۱۹ تعلیقہ ۱۴۔ (مصنف)

اُنتیسوان باب

تمام دُنیا سپید ہو جاتی ہے

پیرانہ سال تاتاری فاتح امیر تیمور گورگان نے ایک شہر اپنے خیال کے موافق ہر اعتبار سے کامل تعمیر کر دیا اور یہ شہر ایسا تھا کہ چاہے اوسے چھاؤنی کہئے، چاہے شہر چاہے باغ۔ اور اسی شہر مین اب اس نے بڑی شان اور اہتمام سے جشن اور ضیافتون کے جلسے کئے، اور ان دو مہینون مین جس وقت پائیز کا دھندلا آفتاب سمرقند کے نیلگون پہاڑون کے پیچھے چھپتا تھا تو تمام سمرقند ایک عالمِ جنات معلوم ہوتا تھا،

کلاویجو کو تو سمرقند ایسا ہی معلوم ہوا، اُس نے مکانون کے صحنون کو پھولون اور پھلون سے بھرا دیکھا، راستون کے کنارے عالیشان محل اور سڑکون پر تخت روان اور ہنڈولے جواہرات سے جگ مگ کرتے اودھر سے اودھر جاتے نظر آئے، ہنڈولون مین گانے والیان اور انکے ساتھ بانسریان بجانے والے بھی ہوتے، اور کچھ شیر اور گوسپند بھی ہمراہ ہوتے، مگر یہ جانور نہ ہوتے تھے، سمرقند کے پوستین سازون نے اپنا کمال دکھایا تھا، خوبصورت لڑکیون کو جانورون کے

پوستین پہنا کر یہ تماشے نکالے تھے، ایک قصر مین کلاویجو کا گذر ہوا جس کی رفعت جامع مسجد کے میناروں سے بھی زیادہ تھی، مگر یہ قصر کپڑے کا تھا جسے سمرقند کے پارچہ بافون اور خیمہ دوزون نے تیار کیا تھا، کلاویجو نے ہاتھیون کی لڑائی بھی یہین دیکھی اور تاتاری شہزادون کو ہندوستان اور دشت شاہو سے امیر تیمور کے لیے تحائف لیے ہوئے سمرقند مین حاضر ہوتے دیکھا،

کلاویجو کہتا ہے کہ ان چیزون کو کوئی شخص بغیر غور سے دیکھے اور ان کے قریب سے آہستہ گذرے بیان نہین کرسکتا،

اور اب یکایک سفیر رخصت کیے گئے، جشن کا زمانہ بھی ختم ہوا[۱]۔

امیر تیمور نے شہزادگان اور امرا کی مجلس قورلتائی منعقد کی اور فرمایا کہ "ہم نے تمام ایشیا کو سوائے چین (خطائی) کے فتح کرلیا ہے، ہم نے ایسے بڑے بڑے بادشاہون کو سرنگون کیا ہے کہ ہمارے کام دنیا مین ہمیشہ یادگار رہین گے، تم نے بہت سی لڑائیون مین ہمارا ساتھ دیا اور کبھی ایسا نہین ہوا کہ تمھین فتح نہ ہوئی ہو، چین ہمارا شکار ہے، اس کو تسخیر کرنے کے لیے کسی بڑے زور اور قوت کی ضرورت نہین، بس اب تم سب ملک چین کو ہمارے ساتھ چلو[۲]"

تیمور نے حاضرین کے سامنے یہ تقریر کی، ارادہ پختہ کیا اور عزم کی قوت سے بھاری آواز گونجنے لگی، یہ تیمور کی آخری لشکر کشی تھی، اور ایسی لشکر کشی تھی جسمین تیمور کا قصد تھا کہ اپنے بزرگون | کی مرزبوم اور دیوار چین سے گذرتا ہوا چین مین پہنچے، اور اب وہ لشکر اور لشکر کے امرا جنھین لڑائیون سے مہلت پائے ہوئے ابھی تین مہینے سے زیادہ نہ گذرے تھے یکزبان ہو کر بولے "رایات نصرت آیات بلند کیے جائین"۔

۲۲۶

---

[۱] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۳۳، [۲] مقابلہ کرو ظفرنامہ جلد دوم کے صفحہ ۶۴۱ سے جہان تیمور کی تقریر بیان ہوئی ہے، (مترجم)

سمرقند مین اس قدر لاؤ لشکر جمع ہوا کہ اس سے زیادہ کی کیا ضرورت ہوسکتی تھی، دو لاکھ سپاہ مختلف قشونون مین تقسیم ہوکر اُن چھاونیون کی طرف حرکت مین آئی جو چین کی سڑک کے کنارے تھین جاڑا شروع تھا "بام دنیا" (تاغ دبش) پر برف باری کے بند ہونے کا انتظار کرنا ضروری تھا، مگر تیمور کو اتنا صبر کہان تھا کہ جاڑا ختم کرکے موسم بہار کے آنے کا انتظار کرتا،

لشکر کے میمنہ کو خلیل سلطان کے سپرد کرکے شمال کی طرف روانہ کیا، اور لشکر کے قول کو جسے مرحوم امیرزادہ محمد سلطان اپنے ساتھ لیکر نکلا کرتا تھا تیمور خود لیکر چلا، فوجون کے ساتھ گاڑیون کی وہ کثرت تھی کہ لکڑی کا ایک پورا شہر حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا، ان گاڑیون مین رسد کا سامان تھا جو فوجون کو اپنے ساتھ رکھنا ضروری تھا، اور تیمور کو ہمیشہ اسکا خیال رہتا تھا کہ سپاہ کیلئے کسی چیز کی کمی نہ ہو

لشکر نے سمرقند کا دریا یعنی آب زرافشان عبور کیا، تیمور گھوڑے پر سوار تھا، پہلو بدل کر شہر کی طرف دیکھا، مگر نظر اتنی نہ رہی تھی کہ اس کے برج و مینار نظر آتے،

یہ نومبر کا مہینہ تھا اور جاڑا بہت زور پر تھا جب سمرقند سے آگے ایک پہاڑی درے مین جسکا نام بعد کو بند امیر ہوگیا دوسری طرف نکلے تو برف گرنی شروع ہوئی، شمال کے ملکون سے سرد ہوائین اٹھکر میدانون مین شدت سے تند و تیز چلنے لگین، جب گھرے کہر اور ابر غلیظ نے ہوا کو تاریک کیا تو فوجین خیمون مین ٹھہر گئین،

جب پھر نکل کر آگے بڑھین تو تمام دنیا برف سے سپید نظر آئی، دریاؤن اور ندیون کا پانی جم گیا تھا، سڑکون پر برف کے تودے لگے تھے، آدمی اور گھوڑے سردی سے مرنے شروع ہوئے مگر تیمور کو کوئی چیز کیا واپس کرسکتی تھی،

لیکن امیرزادہ خلیل سلطان نے برف سے محفوظ رہنے کے لیے تاشکنت کے قریب

اپنے لشکر کو موسم کے مکانون مین اتار دیا تھا، تیمور نے ان مکانون مین بھی قیام کرنا پسند نہین کیا، اور کہدیا کہ ہم اترار تک سفر برابر جاری رکھینگے، اور اپنے پوتے خلیل سلطان سے کہا کہ جس وقت راستے صاف ہو جائین تو وہ بھی اپنی سپاہ کو بڑے لشکر کے ساتھ اترار لے آئے، اترار تیمور کی سب سے زیادہ شمالی سرحد کا مشہور شہر اور قلعہ تھا،

امیر تیمور کے ہمراہیون کو اس سفر مین برف پر بندرے کے خیمے نصب کرنے اور برف کو کچل کر راستے ہموار کرنے پڑے تا کہ گاڑیان اور اونٹون کی قطارین جو سپید زمین پر ایک سیاہ خط سا معلوم ہوتی تھی، آگے بڑھ سکین، سیر دریا آج کل یخ بستہ تھا، تین گز دبیز برف اس کی سطح پر جمی تھی، اور اسی برف کی سطح سے تیمور اور اس کے ساتھ کے لشکر نے دریا عبور کیا،

اور اب جاڑے نے اپنا پورا زور دکھایا، سردی بڑی بیرحمی سے ہر چیز کو غارت کئے دیتی تھی، برف باری ژالہ باری تیز ہواؤن اور بارش کی انتہا نہ رہی تھی، ترچھے سورج کی زرد روشنی یخ کی سطح پر چمکتی تھی، کئی سال ہوئے تھے کہ سیر اور دہ پر فوجکشی کے وقت بھی ایسی ہی برف سے سابقہ ہوا تھا، لیکن اُس مرتبہ یہ نہ ہوا تھا کہ سفر برابر جاری رکھا گیا ہو، بہرکیف دن بھر مین رستہ صاف کرتے ہوئے چین کی شمالی شاہ راہ پر اترار کی سمت مین راستہ طے کرنا صرف چند میل ممکن ہوتا تھا،

تیمور کے رایت اور علم پہاڑی درون اور تاریک گھاٹیون مین سے آہستہ آہستہ گذر رہے

(حاشیہ صفحہ ۳۶۳) لہ دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی صفحات ۴۰۰-۴۰۲، ساش کنت یا تاشکند کا نام بعد کو شاش ہوا، ایرانیون نے اوسے چاچ کہا، تاشکنت کے معنی پتھر کے شہر کے ہین، اسی نام سے یہ شہر آجکل روسی ترکستان کا دار الحکومت ہے (مترجم)

یہ درے اور گھاٹیاں غبار اور کہر کی وجہ سے پہاڑون کی چوٹیون کے مقابلے مین اور بھی زیادہ زمین مین دھنسی نظر آتی تھین، تمام لشکر آہستہ آہستہ جیسے کوئی بھاری بوجھ والا جانور سنبھل سنبھل کر قدم رکھتا ہو پہاڑون اور غارون مین سے نکل کر کھلے میدان مین آیا اور اب اترار کی شہر پناہ نظر آنے لگی، یہ مقام جاڑے سے پناہ لینے کا تھا،

یہان تیمور کچھ آرام لے سکتا تھا، ارادہ کیا کہ بہار کے شروع ہوتے ہی سردی مین ذراسی تخفیف ہونے پر آگے بڑھیگا،

اور اس حکم کے مطابق مارچ ۱۴۰۵ء کا آنا تھا کہ لشکر اٹھا اور چلا، پرچم اور پھریرے اڑنے لگے، کورگھ کی صدا بلند ہوئی، فوجون نے میدان مین معائنہ کے لیے صفین باندھین، ہزارہ جات کے افسرون نے اپنے نقارچیون کو جمع کیا کہ رات گذرنے پر نفیر و سنکھ بجا کر صبح کی سلامی اتارین نفیر کی آواز بلند ہوئی، کوس اور نقارے گرجنے لگے، لاکھون گھوڑون کی ٹاپون کی آواز بھی اس شور مین شامل تھی،

یہ سلامی تو بے شک تھی مگر ان کی تھی جو دنیا سے چل بسے تھے، اترار مین تیمور کا انتقال ہو گیا، لشکر حکم کے مطابق شمال کی سمت سے حرکت مین آیا شاہی علم کے سایہ مین خنگ اوغلن تیمور کا مرکب تیار کھڑا ہے، مگر کوئی اس پر سوار نہین،

تیمور حالت نزع مین ہے، اس وقت کی ایک جھلک اُس کا مورخ اس طرح دکھاتا ہے کہ قلعہ اترار کی چوبی فصیلون کے باہر امرا، و نوئینان اور افسران فوج ہر درجے اور مرتبے کے برف پر کھڑے ہین، اندر قصر کے ایک کمرے مین سراے ملک خانم مع اپنی خواصون کے تھی ہین، انھون نے سمرقند مین علالت کی خبر سنی تھی، بہت تیزی سے سفر کر کے اترار مین پہنچی ہین،

جس کمرے مین تیمور صاحب فراش ہے اس کے باہر حفاظ اور موالی ختم قرآن مین مشغول ہین کئی ہفتے سے قرآن خوانی اور دعائین مانگنے کا سلسلہ جاری ہے، مگر مشیت مین کس کو چارہ ہے طبیب خاص (مولٰنا فضل اللہ تبریزی) جواب دے چکے ہین، "مرض علاج سے باہر ہے، وقت قریب ہے"

۲۲۸

تیمور بستر پرواز ہے، تکیے ادھر اودھر لگے ہین، منہ پر جھریان ہین، سپید بالون مین چہرہ کا رنگ زرد ہے، اس حال مین اپنے امرار کو وصیتین کر رہا ہے کہ "شجاعت و مردانگی کے ساتھ ہمیشہ تلوار کے قبضے پر ہاتھ رہے، آپسین اتفاق و یکجہتی رکھنا، کیونکہ نااتفاقی مین تباہی ہے، ملک خطا کی لشکرکشی کو ملتوی نہ کرنا"

سرھانے انگیٹھیان روشن ہین اور آواز اتنی نحیف ہوگئی ہے کہ چہرے کے قریب کان لیجانے سے سنائی دیتی ہے، اسی حال مین کہا "کپڑے نہ پھاڑنا، دیوانون کی طرح نہ بھاگتے پھرنا کیونکہ ایسی باتون سے پریشانی اور بدنظمی پیدا ہوتی ہے"

امیر نورالدین اور شاہ ملک کو قریب بلایا اور کسی قدر زور سے کہا کہ "جہانگیر کے فرزند پیر محمد کو مین اپنا جانشین مقرر کرتا ہون، اوسے سمرقند مین رہنا ہوگا، تمام لشکر اور معاملات دیوانی پر اُسے پورے اختیارات ہون گے، میرا حکم ہے کہ تم سب اپنی تمام عمر اس کی متابعت اور تائید مین صرف کرنا، اوسے تمام دوبوراز کے ممالک محروسہ اور سمرقند پر حکومت کرنی ہوگی، اگر تم نے اسکی مطاوعت نہ کی تو پھر اس کا نتیجہ تشویش و نزاع ہوگا"

اعاظم امرار مین سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ وصیت کے مطابق اُن کا عمل ہوگا، اور عرض کیا کہ اپنے اور پوتون کو بھی طلب فرمالین تاکہ یہ احکام وہ بھی اپنے کانون سے سنین،

اس جملے کو سنتے ہی برہمی اور اضطراب کی جو حالت تذبذب و تاخیر کے خیال سے طاری ہوا کرتی تھی وہی چہرے پر فوراً پیدا ہوئی اور کہا "بس، یہ آخری دربار ہے، خدا کو یونہی منظور تھا" اس کے تھوڑی دیر بعد اپنے ہی دل سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اس وقت اور کوئی تمنا بجز اس کے نہ تھی کہ شاہ رخ کو ایک مرتبہ اور دیکھ لیتا، مگر یہ ناممکن ہے"

"ناممکن" کا لفظ غالباً تمام عمر مین آج ہی پہلی دفعہ تیمور کے زبان پر آیا تھا، جس فولاد کی طبیعت نے زندگی کی راہ اس طرح طے کی ہو جیسے کوئی سنگلاخ زمین پر ہل چلاتا نکل جائے آج اس نے زندگی کے خاتمہ کو بھی بلا عذر و شکایت تسلیم کیا،

درمیان شام و خفتن بر وفق حدیث من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ زبان ترجمان جان و جنان ساختہ کلمۂ توحید را چند نوبت ادا فرمود و روح را بدای یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ تسلیم نمود، انا للہ وانا الیہ راجعون[1]

حاضرین مین سے بعض امراء رونے لگے اور اندر سے عورتون کے ماتم کی آواز آئی، اب ملا اور مشائخ قرآن پڑھتے ہوئے کمرے مین داخل ہوئے،

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۶۱۔ شب چہار شنبہ ۱۷۔ شعبان سنہ ۸۰۷ ہجری کو تیمور کا انتقال شہر اترار مین ہوا،

باب آخر

اس جدوجہد کا انجام

وہ ہاتھ جس نے ایک ایک ملک فتح کرکے اور ان سب کو ملاکر ایک عظیم الشان شہنشاہی قائم کی تھی اب کچھ نہ کرسکتا تھا اور وہ عزم جس نے ایک شہنشاہی شہر تعمیر و آباد کیا تھا اب تاتاریون کو کسی بات پر نہ ابھار سکتا تھا،

تاتار کے امرا کو جو نقصان اس وقت پہنچا وہ ایک شہنشاہ کے مرنے سے زیادہ تھا، یہ وہ شہنشاہ تھا جس نے ان کی قوت کو بے قیاس ترقی دی تھی، ہمیشہ ان کی ہدایت اور رہنمائی کرتا رہا تھا اور حکومت کی باگین بھی ہمیشہ اپنے ہی ہاتھ مین رکھی تھین، اُس کے عہد مین تاتاری تقریبًا نصف جہان کے مالک ہو گئے، ان امرا مین اس وقت بہت سے اُن بہادرون کے فرزند تھے جنھون نے شروع زمانے مین تیمور کی بڑی بڑی خدمتین کی تھین، بہت سے اُن کے پوتے تھے، اور ان سب نے پچاس برس سے سوائے تیمور کے حکم و عزم کے اور کسی کے حکم و عزم کو نہ جانا تھا،

اس زمانے مین بہت سی غیر قومین اور نسلین تیمور کے لشکر مین بھرتی ہو کر اُس کے پایۂ تخت

مین آباد ہو چکی تھین، یہان ترک اور ایرانی، افغانی و شامی اور سیر اور دہ کے مغل موجود تھے، لیکن ابھی تک یہ سب اچھی طرح آمیز ہو کر ایک ایسی نئی قوم جسے تن واحد کہا جا سکے نہ بنے تھے،

سپاہ اور اہل سمرقند کے دلون مین تیمور کی عزت اور عظمت بے حد تھی اور اس کے مرنے کا انھین اتنا صدمہ تھا کہ اسکی وصیتون پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی خیال اس وقت ان کے ذہن مین نہ تھا، اگر تیمور کے ورثا مین سے آج کو اس کا پوتا پیر محمد پسر جہانگیر دادا سے اتنی دور ہندوستان مین نہ ہوتا (کیونکہ ہندوستان سے اترار آنا اور پھر اترار سے سمرقند جانا ایک بڑی دور و دراز مسافت تھی) اور شاہ رخ تیمور کا سب سے لائق فرزند خراسان کی نظم حکومت مین ہمہ تن مصروف نہ ہوتا اور تیمور کے امرا بالکل انکھین بند کر کے آقا کا حکم بجالانے مین چین پر فوجکشی کے ارادے مین مستقل نہ ہوتے تو تیمور کی سلطنت کا سالم و بسیط رکھا جانا ممکن تھا،

لیکن سلطنت کی جو باگین تیمور کے ہاتھ سے چھوٹی تھین کسی انسان کی قدرت مین نہ تھا کہ انھین اٹھا کر اپنے ہاتھ مین سنبھال سکتا، اترار مین اکابر امرا نے تا حدِ امکان سلطنت کی مجموعی حیثیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی، ایک مجلس منعقد کی اور اس مین یہ رائے قرار پائی کہ تیمور کی موت کو مشتہر نہ کیا جائے اور تیمور کے پوتون مین سے کسی کو لشکر کی سپاہ سالاری دے کر چین کی طرف بڑھایا جائے، ان امرا کو اس کا یقین تھا کہ اگر لشکر دیوار چین تک پہنچ گیا تو چینی ہرگز باور نہ کرین گے کہ تیمور اس وقت زندہ نہین ہے، چین کو فتح کر لینے کا انھین پورا یقین تھا،

تیمور کا جنازہ ایک بڑی فوجی جمعیت کے ہمراہ سمرقند روانہ کیا گیا، اور اس جمعیت کا سردار امیرزادہ الغ بیگ شاہ رخ کا فرزند رشید تھا، سمرقند مین بیگمات شاہی جنازے

۲۴۰

کی منتظر تھین، امیرزادہ پیر محمد کے پاس قاصد بڑی تیزی اور عجلت سے روانہ کئے گئے[۱] اور تیمور کے واقعے کی اطلاع مجبور ہو کر دور و دراز صوبہ جات کے حکام اور خاندان شاہی کے ارکان کو دیگئی،

لیکن اب ایسا ہوا کہ چین کو جو بڑا لشکر کوچ کر رہا تھا وہ چلتے چلتے دفعۃً رکا، اسکی وجہ یہ ہوئی کہ اسی لشکر کے ہراول برنغار کے امرا، نے امیرزادہ میران شاہ کے فرزند خلیل سلطان سے بیعت اطاعت کر کے سمرقند کے تخت پر اس کو بٹھانے کا عصم ارادہ کرلیا، اور ہراول جرنغار کا امیر فوج (یعنی سلطان حسن تیمور کا نواسا) اپنی سپاہ کو برطرف کر کے سمرقند چلا آیا،

اس پریشانی مین بڑے امرا، نے جنمین امیر نورالدین اور اسکے ساتھی تھے پھر ایک مجلس کی، یہ کس طرح ممکن تھا، کہ گھر مین پھوٹ پڑی ہو اور فوجین پردیس لڑنے جائین، غرض چین جانے والی فوجین واپس آئین اور بہت تیز قدم چلکر اس جماعت سے آملین جو تیمور کا جنازہ لیے جارہی تھی،

جب یہ جماعت سمرقند پہنچی تو شہر کا دروازہ اندر سے بند ملا، حالانکہ ملکہ سرائے ملک خانم

---

[۱] بیان مصنف نے مضمون ناتمام رکھا ہے، واقعہ یہ ہے کہ جب امرا، اور سرائے ملک خانم تیمور کا جنازہ لیے اترار سے سمرقند روانہ ہوئے تو راستہ مین اطلاع ملی کہ امیرزادہ خلیل سلطان سمرقند کے تخت پر بیٹھنے کے لیے روانہ ہوگیا ہے، اسوقت یہ رائے قرار پائی کہ بعض امرا بخارا چلے جائین اور بعض جنازہ کے ساتھ بدستور سمرقند جائین چنانچہ ایسا ہی ہوا، لیکن جب ملکہ سرائی ملک خانم اور ان کے ساتھ کی جماعت جنازہ لیے شہر سمرقند پہنچی تو شام کا وقت تھا حاکم شہر ارغون شاہ نے شہر کا دروازہ نہ کھولا، مجبوراً ملکہ سرائے ملک خانم نے دروازۂ شہر کے قریب چہار باغ مین رات گذاری، دوسرے دن صبح کو دروازہ کھلا اور اسی دن مرقد امیرزادہ محمد سلطان کے قریب امیر تیمور گورگان کا جنازہ دفن کردیا گیا، یہ واقعہ ۲۲ شعبان ۸۰۷ھ (شب دوشنبہ) کا ہے، دیکھو حبیب السیر حصہ سیم جلد سیم صفحہ ۴۴ نیز ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۷۶۷ - ۷۷۵ (مترجم)

جنازے کے ہمراہ تھین اور تیمور کے جواہرات کا صندوقچہ علم ورایت اور بڑا نقارہ بھی ساتھ تھا، مگر حاکم سمرقند نے خلیل سلطان سے شہر اس کے سپرد کرنے کا وعدہ کر لیا تھا، اور امراء کو لکھ بھیجا تھا کہ جب تک امیرزادہ پیر محمد آئے یہ ضروری امر ہے کہ تخت سمرقند پر کسی امیرزادے کو بٹھا دیا جائے،

لیکن سمرقند مین جو امیرزادہ سب سے پہلے داخل ہوا وہ نوجوان خلیل سلطان، شادی ملک کا عاشق تھا، خلیل سلطان کی مان خانزادہ نے پہلے ہی سے بہت سے اکابر اور شرفائے قوم کو ملا رکھا تھا، یہ لوگ خلیل کے ہواخواہ بن گئے تھے، اہل سمرقند حیران تھے کہ اب کیا کرین، تیمور کا انتقال اسکی سلطنت کی سرحد سے بھی کچھ باہر ہوا تھا، امیر کے آخری احکام انھون نے سنے نہ تھے، خلاصہ یہ کہ خلیل سلطان تخت پر بٹھا دیا گیا اور اس کو شہنشاہ تسلیم کر لیا گیا،

امیر نورالدین نے (بخارا سے) جو خط[1] سمرقند بھیجا اس کے ایک ایک لفظ سے رنج و افسوس ظاہر ہوتا ہے، اس نے لکھا کہ

"ہمارا دل اس صدمے سے پارہ پارہ ہے، کیونکہ تاجوران عالم مین سے اس تاجور نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ہے، جو سارے جہان کی روح و روان تھا، اور افسوس ہے کہ جاہل نوعمرون نے جنھین حضرت صاحبقران نے ادنی حالت سے مراتب اعلی پر پہنچایا تھا، اب باغی ہو گئے ہین، حضرت صاحبقران کے احسان انھون نے بھلا دیئے، اس کے احکام انھون نے نہین مانے اور اپنی قسمین انھون نے توڑ دین، جب مصیبت ایسی سخت ہو تو ہم اپنا رنج کیونکر پوشیدہ رکھ سکتے ہین، جس شہنشاہ نے شاہون کو اپنے در کا گدا بنا دیا ہوا ور

۱۴۳۱

[1] امیر نورالدین اور ملک شاہ نے یہ سنکر کہ خلیل تخت سمرقند پر بیٹھ گیا ہے اور امرا نے تیمور کی وصیت کے خلاف عمل کیا ہے، حضرت عالیات یعنی بیگمات شاہی کو یہ خط لکھا تھا، دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۹۷-۶۹۹،

جس نے فی الواقع فاتح کا لقب حاصل کیا ہو اس کے مرتے ہی اُس کے حکمون سے سرتابی کی گئی، غلام اپنے آقاؤن اور محسنون کے دشمن ہو گئے، اُن کا ایمان کیا ہوا، اگر پتھر بھی دل رکھتا ہوتا تو غم کرتا اور افسوس کرتا[1]، کیون ایسے محسن کش بدبختون کو سزا دینے کے لیے آسمان سے پتھر نہین گرتے؟

"رہے ہم تو ہم اپنے آقا کے حکمون کو کبھی نہ بھولین گے اور اسکی وصیت پر ہمارا عمل ہوگا اور اس کے نوجوان پوتون کی ہم اطاعت کرینگے"

امرا نے پھر مشورہ کیا اور بہ اتفاق رائے سراپردۂ امیر کے قریب آئے جہان علم شاہی نصب تھا، یہان آکر تیمور گورگان کا نقارہ انھون نے توڑ ڈالا، کیونکہ انھین گوارا نہ تھا کہ جو نقارہ ہمیشہ آقا کی فتح کا ڈنکا بجاتا تھا اب کسی دوسرے کی فتح کا مژدہ سنائے،

خلیل سلطان نے تخت سمرقند پر بیٹھ کر پہلا کام یہ کیا کہ شادی ملک سے سر دربار شادی کی، یہ شہزادہ اب تک اس عورت کے عشق مین دیوانہ ہو رہا تھا،

خلیل سلطان نوعمر تھا اور اس نوعمری کی وجہ سے وہ حکومت کرنے کے قابل نہ تھا، جب دولتِ بیکران پر قبضہ ہوا تو دولت کا نشہ چڑھا، ایران کی حسینہ شادی ملک نے طبیعت پر بالکل قابو پا رکھا تھا، رات دن جشن پر جشن ہونے لگے، اپنی ملکہ کی شان مین قصیدے لکھنے بیٹھ گیا، اور سمرقند کے خزانون کا منھ کھول دیا، کچھ دنون اس شان و تجمل اور بے دریغ اسراف نے رعایا کو اس کا گرویدہ رکھا اور بہت سے ہوا خواہ بھی پیدا کر دیئے، پرانے وفادار امراء کو برطرف کر کے ان کی جگہ اپنی پسند اور طبیعت کے ایرانی اور درباری مقرر کئے، اور وہی شادی ملک

[1] اگر کوہ سنگین دل راشور بودے زار زار بنالیدے، ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۶۹،

جسے حضرت سرائے ملک خانم نے قتل ہونے سے بچایا تھا اب اس بیوہ ملکہ کے ذلیل و خوار کرنے کے درپئے ہوگئی، سمرقند کے باغون مین بڑی دھوم کے جلسے ہونے لگے، زمین پر جواہرات بچھا کر چھوڑ دیئے جاتے کہ جس کا جی چاہے لوٹے، فوارون سے پانی کی جگہ شراب کی دھارین اڑنے لگین،

۲۳۲ خلیل نمرود بنا ہوا تھا، شادی ملک بھی ایک ایک سے اپنا بدلہ نکال رہی تھی، غرض یہ سمجھئے کہ دونون کی نامعقول حرکتون سے خانہ جنگی برپا ہوگئی،

امیرزادہ پیر محمد ہندوستان سے چل کر وقت پر آیا، مگر خلیل کے لشکر نے اسے شکست دیدی اور اب جلد جلد انقلاب پر انقلاب شروع ہوا، امرائے اعظم نے لشکر کے اُس حصے کو ساتھ لے کر جو ابھی تک ان کا وفادار تھا سمرقند پر چڑھائی کی، خلیل کو شکست دیکر قید مین ڈالا اور شادی ملک کو سب کے سامنے قتل کیا،

حقیقت یہ ہے کہ سلطنت تیمور کے ساتھ رخصت ہو چکی تھی، اس کو سالم رکھنے کی اب کسی سے امید نہ ہو سکتی تھی،

جب مصیبتین زیادہ ہوئین اور بے پروائی نے دور ہو کر طبیعت مین کچھ جنبش پیدا کی تو جری و شجاع امیرزادہ شاہ رخ خراسان سے اٹھکر سمرقند آیا اور شہر پر قبضہ کیا، اس کے بعد سے ماوراءالنہر اس کے تصرف مین رہا، سمرقند جس کی بہت کچھ دولت لٹ چکی تھی اسکی حکومت شاہ رُخ نے اپنے فرزند شہزادہ الغ بیگ کے سپرد کی، اور اب ان دونون باپ بیٹون نے ہندوستان سے عراق تک تیمور کی سلطنت کو برقرار رکھا،

شاہ رخ اور الغ بیگ دونون عافیت پسند بادشاہ تھے، دونون علم دوست اور

ہنر پرور تھے، تیمور کی فطرت کا وہ پہلو جس سے لڑائی کے قہر و غضب مین شہرون اور عمارتون کو مسمار کرنے کے بعد از سر نو ان کی تعمیر کا حکم دیا جاتا تھا ان دونون کی طبیعت مین موجود تھا، لڑائی سے جہانتک ممکن ہوتا بچتے لیکن اگر کوئی ان پر حملہ کرتا تو پرانے آزمودہ کار امرائے لشکر سے مشورہ کر کے نہایت ہوشیاری سے دشمن کا مقابلہ کرتے، ان کے شہر سلطنتون کے عزل و نصب کے طوفان مین انسان کے لیے پناہ کی جگہ سمجھے جاتے تھے،

شاہ رخ اور الغ بیگ کی بادشاہی نے ایک بڑے شاندار عہد کی بنا ڈالی، سمرقند کے چوک (ریگستان) مین نئی نئی عمارتین تیار ہوئین، تاتاری بادشاہون کے زیر سایہ ایران کے شاعرون نے پرورش پائی، روما کے نصرانی قیصرون سے نسبت دیجائے تو شاہ رخ اپنے وقت کا اگسٹس اور الغ بیگ مارکوس اوریلیوس تھا، الغ بیگ علم ہیئت جغرافیے اور شاعری مین کمال رکھتا تھا، سمرقند کا مشہور رصد خانہ اسی نے بنوایا، تحصیل علوم اور مطالعۂ کتب مین ہمیشہ مصروف رہتا، یہ تاتاری بادشاہ "تیموری" مشہور تھے، اور چین کے فرمانروا خاندان منگ کے ہم زمانہ تھے، یہ دونون بادشاہ بڑے روشن ضمیر اور عالی حوصلہ گذرے ہین،

ان دونون کی لیاقت اور قابلیت نے تیمور کی زندگی کے آدھے ارمان پورے کر دیئے کیونکہ سمرقند اب براعظم ایشیا کا رومۃ الکبریٰ ہو گیا، مگر وہ دور اور سب سے علحدہ واقع تھا، تیمور کی وفات کے بعد جو ہنگامے برپا ہوئے انھون نے تجارت کی ایسی راہین جو ایک براعظم سے دوسرے براعظم مین آئی تھین بند کر دین، اور ایک مرتبہ پھر ایشیا کا زیادہ تر حصہ یورپ سے بالکل جدا ہو گیا، اور یہ زمانہ ۱۴۰۵ء سے شروع ہو کر اس وقت ختم ہوا جبکہ پرتگال اور انگلستان کے لوگون نے سمندر سے تجارت کی راہین نکالین، یورپ کے کسی مارکوپولو نے

۲۳۲

سمرقند مین قدم نہین رکھا تھا، تبت کے شہر لاسہ کی طرح سمرقند بھی یورپ کی پہنچ سے باہر رہا، اور یہی حال مدت تک جاری رہا، انیسوین صدی عیسوی کے وسط مین البتہ ایک روسی لشکر سمرقند تک پہنچا، اور یورپ کے بڑے بڑے سائنس دان تحقیق وتلاش کے شوق مین دوڑ پڑے، ان لوگون کو خصوصیت کے ساتھ بیزنطیہ کے کتب خانے کی تلاش ہوئی جو تیمور بروصہ سے اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تھا، مگر یہ تلاش بیکار ثابت ہوئی،

زمانے کے مرور، موسمون کی سختی، برودت وحرارت کی شدت اور زلزلون نے "ریگستان" (چوک سمرقند) اور شہر کے اُس حصّے کو جس کا نام "بی بی خانم" تھا کھنڈر کردیا، سمرقند کی شہر پناہ جسے تیمور سمجھتا تھا کہ تا ابد قائم رہے گی سال بسال بوسیدہ ہو کر ٹوٹتی گئی، اب تک یہ حال ہے کہ دنیا کے گشت لگانے والون مین "سالانہ جہان گرد" تو کجا کوئی ایسا شخص بھی جسکو واقعی سیاحت کا شوق ہو شاذ ونادر ہی "ریگستان" سمرقند مین وارد ہوتا ہے، یہ وہ عالیشان چوک ہے جسے لارڈ کرزن نے دنیا کی شریف ترین عمارت لکھا ہے، مگر زمانے نے اس شکستہ حالی مین بھی اسکے ویرانے کو عہد ماضی کا ایک حسنِ لازوال دے رکھا ہے،

دولت تاتار کے زمانہ عروج کا علم ادب یورپ کی زبانون مین ابھی تک ترجمہ نہین ہوا ہے، اس لیے اہل مغرب کو اس سے پوری واقفیت نہین ہے، لیکن شاہ رُخ اور الغ بیگ کے پڑپوتے دنیا کو اپنی ایک نئی شان دکھا گئے، سمرقند سے اٹھے اور جنوب کی طرف بڑھے، ہندوستان مین داخل ہوئے، اور وہان اُس شاہی خاندان کے بانی ہوگئے جو دولت مغلیہ کے نام سے مشہور ہے،

چنگیز خان کے کارنامون کی طرح تیمور کی فتوحات نے بھی بلاد مغرب کے سیاسی حالات مین ایسا انقلاب پیدا کیا جس سے یورپ کے دن پھر گئے،

تیمور نے ایک برّاعظم سے دوسرے برّاعظم مین تجارت کی راہین جو سو برس سے بند پڑی تھین پھر کھول دین، تجارت کا مرکز پہلے بغداد تھا، جو یورپ سے دور پڑتا تھا، تیمور نے تبریز کو تجارت کا صدر مقام بنا دیا، جو یورپ سے قریب تھا، تیمور کی وفات کے بعد جو فساد برپا ہوئے انھون نے ایشیائے عظمیٰ کی تجارت کو جو خشکی کے راستون سے ہوتی تھی کم کر دیا، جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یورپ سے کولمبس اور وسکو دی گاما سمندر سے ایشیا کا راستہ نکالنے پر کمربستہ ہو گئے تھے،

تیمور نے مغلون کی سلطنت قپچاق یعنی سیر اوردہ کو غارت کر دیا، اس واقعہ نے روسیون کو موقع دیا کہ مغلون کے پنجے سے نکل کر ایک آزاد قوم بنجائین، ایران مین آل مظفر کا خاتمہ تیمور کے ہاتھون ہوا، اس خاتمہ کے دو سو برس بعد شاہ عباس کے زمانے مین ایران نے ایک عظیم الشان سلطنت کی صورت اختیار کی، عثمانی ترکون کو شکست دیکر تیمور نے انھین پراگندہ کیا تھا، | ۲۲۴ باوجود اس کے یورپ اس وقت ایسا کمزور تھا کہ ترکون سے اپنے تعلقات قطع نہ کر سکا، عثمانی ترک پھر سنبھلے اور پھر انھون نے اپنی پہلی سی قوت حاصل کر لی، چنانچہ ۱۴۵۳ء مین انھون نے قسطنطنیہ فتح کر لیا،

باقی سلاطین مین جو مغلوب ہوئے تھے سلطان مصر نے پیمان اطاعت بہت جلد فراموش کیا، اور وہ عجیب جوڑا یعنی قرا یوسف اور سلطان احمد جلائر جو تیمور کی زد سے بچنے کو ہمیشہ ادھر اودھر اڑتا پھرتا تھا پھر عراق عرب مین جا اترا، یہان ان دونون مین ایک تازہ نزاع

پیدا ہوا،

تیمور کے شمالی لشکر مین جو لوگ مغلون اور تاتاریون کی نسل کے تھے وہ شیخ نورالدین اور دوسرے امرا کے تحت مین آکر شمال کی زمینون اور سرحد کے قلعون مین جاکر آباد ہو گئے جہان آج ان کی اولاد قرغز اور قلماق کے نام سے مشہور ہے، اور ان برجون اور قلعون کے نیچے جنھین تیمور نے بنوایا تھا اپنی بھیڑون اور گھوڑون کے گلّے چراتی ہے،

تیمور کے مرنے سے اس قوم کے لوگون کو جو سر پر لوہے کے خود رکھتے تھے اور مبارزان توران کہلائے جاتے تھے جنوبی ملکون کے اہل دستار یعنی شائستہ اقوام ایران سے جدا کر دیا، علما اور مشائخ کی امیدین پوری نہ ہوئین، تیمور کے مرتے ہی یہ خیال مٹ گیا کہ تمام دنیا ایک ہی بادشاہ کے زیر نگین ہوگی جو خلیفہ کہلائیگا، یہ لوگ سمجھتے تھے کہ تیمور کی فتوحات کی بنا پر وہ بھی اپنے اختیارات کا قصر بلند کرین گے، مگر انھین معلوم ہو گیا کہ تیمور کی کشورستانی نے اسلامی حکومتون کو ان کی بیخ و بنیاد تک ہلا ڈالا ہے، تیمور نے کبھی اپنے جنگی منصوبون کے قائم کرنے مین علما کے دباؤ کو نہین مانا، اور اخیر عمر مین تو ظاہر تھا کہ ملکی معاملات مین وہ ان کی رائے نہ سنتا تھا،

ایران کی نئی سلطنت جو شیعہ مذہب رکھتی تھی عثمانی ترکون سے جو سنّی تھے ہمیشہ دست و گریبان رہی، تیمور کی اولاد یعنی ہندوستان کے مغل بادشاہ بھی تیمور کی طرح سنی المذہب تھے مگر یہ نام کے مسلمان تھے، غیر مذہبون کے روادار تھے، مصر مین خلیفہ تھا مگر وہ خلفائے بغداد

ے اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے نزدیک جو مسلمان غیر مذہب کا روادار ہو وہ برائے نام مسلمان ہوتا ہے کیسا غلط خیال ہے، ہندوستان کے تیموری بادشاہون کو برائے نام مسلمان کہنا درست نہین ہے (مترجم)

کی ایک بگڑتی ہوئی تصویر تھا، غالباً اب یہ امر انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ کوئی شخص مختلف قومون اور نسلون کے مسلمانون کو متحد کرکے سیاسی اعتبار سے قوم واحد بنا دے،

تیمور کے بعد کسی متنفس نے تمام دنیا پر مسلط ہونے کی کوشش نہین کی، تیمور نے وہی کر دکھایا جو اسکندر مقدونیہ نے کیا تھا، اور اسکندر بھی ایران کے شہنشاہ کیرش (خسرو) کے بعد اسی طرح نمودار ہوا تھا جس طرح چنگیز خان کے بعد تیمور ظاہر ہوا تھا، فاتحان عالم مین تیمور سب سے آخر فاتح تھا، اب یہ امید نہین کیجا سکتی کہ کوئی دوسرا شخص اسکی مثل تلوار کے زور سے اتنی قوت حاصل کریگا، ایشیا مین جہان جایئے گا یہی سنئے گا کہ دنیا کو تین آدمیون نے فتح کیا تھا، ایک اسکندر، دوسرا چنگیز خان اور تیسرا تیمور،

اگر کبھی سمرقند جانا ہوا تو وہان قلعہ کے نزدیک بہت سے درختون کی چوٹیون سے اونچا ایک گنبد آپ کو نظر آئے گا، اس گنبد پر بعض بعض جگہ اب تک فیروزی رنگ کی کاشیکاری اچھی حالت مین نظر آتی ہے، اور آفتاب کی روشنی سے یہ روغنی کام چمک رہا ہے، دیوارون پر جابجا گولیون کے نشان ہین، روسیون نے ان دیوارون کو اپنی رئفلون کا نشانہ بنایا تھا، سوائے ایک محراب کے جو ابھی سلامت ہے باقی کل محرابین ٹوٹ کر گر چکی ہین،

رواق مین تین بڈھے خادم ایک قالین پر بیٹھے ملین گے، اگر آپ کہین گے تو ان مین سے ایک خادم اٹھکر شمع روشن کریگا اور آپ کو اندر کے ایک کمرے مین لیجائے گا جہان سنگ مرمر کے جالیدار روشندانون سے خفیف سی روشنی آرہی ہے،

اب سامنے سنگ سپید کی جالیون کے ایک کٹہرے مین قبرون کے دو تعویذ نظر آئین گے، ایک سپید ہے اور دوسرا سبزی مائل سیاہ، سپید تعویذ کے نیچے کوئی بڑے بزرگ میر سید جو

تیمور کے دوست تھے دفن ہین، سیاہ تعویذ جو اس سپید تعویذ سے کچھ آگے ہے سنگ یشب کا ہے، اور مغلون کی ایک ملکہ نے اسے یہان نصب کرایا تھا، اس کے نیچے امیر تیمور گورگان دفن ہین، ||

۲۲۶ اگر آپ اس خادم سے جس کے سر پر سپید دستار ہے اور اس کے جبہ مین جگہ جگہ پیوند لگے ہین، دریافت کرین گے کہ تیمور کون تھا تو وہ کچھ سوچنے لگیگا، اسکی تپلی تپلی انگلیان کانپین گی جس سے شمع کی لو بھی لرزنے لگیگی، اور غور کے بعد غالبًا وہ یہ جواب دیگا

"اسکا "ترا" ہونا تو مجھے معلوم نہین، میری پیدائش سے بلکہ میرے باپ کی پیدائش سے بھی وہ پہلے گذرا ہے، اس کو بہت زمانہ ہوا، مگر اس مین کلام نہین کہ وہ امیر تھا"

تعلیقات

(۱)
ترتیبِ شعرا اور اربابِ دانش

لڑائیون کے لیے تیمور ہمیشہ سفر مین رہتا تھا، دربار کا ایک حصہ بھی ہمیشہ ساتھ ہوتا تھا، ابن عرب شاہ لکھتا ہے کہ حالت سفر مین اکثر رات کے وقت امیر تیمور کوئی کتاب بالخصوص تاریخ کی کوئی کتاب پڑھوا کر سنا کرتا تھا، سیرا وردہ سے لڑائی کے لیے جس وقت گیا ہے اس وقت شہزادیون مین سے ایک شہزادی بھی ہمراہ تھی، ہندوستان پر جب فوجکشی کی اور دہلی کے بادشاہ محمود تغلق کی فوجون سے بالخصوص ہاتھیون کی صفون سے مقابلہ ہونے کو ہوا تو تیمور کے فوجون مین ایک قسم کا ہراس پیدا ہوا، مولانا شرف الدین لکھتے ہین، کہ

"حضرت صاحبقران کی سپاہ کو ہندوستان کے لشکر کا تو کچھ خوف نہ تھا لیکن ہاتھی انھون نے پہلے دیکھے نہ تھے، سب کو یہ خیال بندھا تھا کہ ان جانورون پر تیر و شمشیر کا کچھ اثر نہین ہوتا اور لڑائی مین وہ سوار اور گھوڑے کو سونڈ مین پکڑ کر دور پھینک دیتے ہین، غرض جس وقت فوجی افسرون کے لیے ان کے مقامات مقرر کئے جانے لگے تو حضرت صاحبقران نے علما سے جو ہمراہ تھے دریافت

کیا کہ وہ لڑائی مین کس جگہ رہنا پسند کرین گے؟

ان صاحبون مین کئی بزرگون نے جو ہاتھیون کا حال سن چکے تھے جواب دیا،

"اگر امیر اجازت دیگا تو ہم عورتون اور خاتونون مین رہنا پسند کرینگے"[۱]

تیمور کو معلوم ہو گیا تھا کہ لشکر کے لوگ ہاتھیون سے ڈرتے ہین اس لیے اس کا خاص انتظام کیا، لشکر گاہ کے بیچ مین خندق کھدوائی اور خندق سے ادھر کو چھپر وغیرہ کھڑے کرکے ایک دیوار قائم کی اور اس کے آگے زمین مین جگہ جگہ سلاخین نصب کرائین اور سلاخون کے سرون پر تین تین نوکون کے آہنی خار لگائے گئے اور ان کے پیچھے بہت سے بھینسون کی ایک قطار گردن سے گردن بندھی کھڑی کیگئی، اور بھینسون کے سینگون مین گھاس پھوس، درختون کی ٹہنیان اٹکادی گئین تاکہ وقت پر ان مین آگ لگادی جائے، لیکن یہ تمام پیش بندیان فضول ثابت ہوئین، کسی چیز کو کام مین لانے کی ضرورت پیش نہین آئی[۲]۔

۲۴۰

---

[۱] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۱۰۰-۱۰۱، محمود تغلق کی فوج تیمور کی فوج سے زیادہ تھی مگر تیمور کی سپاہ اسے خاطر مین نہ لاتی تھی اور اس کی نظر مین ہندوستانی فوج کی کوئی وقعت نہ تھی۔ "اما پیلان را دیگر نہ دیدہ و از افواہ و السنہ شنیدہ کہ ہیکل شان از صلابت بحیثیتے است کہ تیر و شمشیر بر آن کارگر نیست .... و ہنگام کارزار بخرطوم اسپ را با سوار از زمین در ربایند و بہوا بر اندازند، و از سماع این مبالغہ ...... و غدغہ بخاطر بعضے لشکریان راہ یافتہ بود چنانچہ در وقت تعین مواضع سرداران و اعیان حضرت صاحبقران از جمعے علماء رفیع مقدار کہ ملازم رکاب ہمایون آثار بودند مثل .... بزبان اشفاق سوال فرمود کہ جائے شما کجا خواہد بود، ایشان از دہشت آن سخنان کہ شنیدہ بودند بہ جواب مبادرت نمودند کہ "جائے بندگان در آن محل کہ خواتین و عورات باشند"

[۲] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۱۰۱-۱۰۲ مین بیان ہوا ہے کہ "حضرت صاحبقران آن دغدغہ از لشکریان تفرس نمود و برائے اطمینان خواطر شرائط حزم مرعی داشتہ فرمان داد کہ از چپرہا پیش صف لشکر حصارے سازند و در پیش آن بحفر خندق قیام نمایند و در پیش خندق گاومیشان را پہلوئے ہم داشتہ گردنہا و پایہائے ایشان را بچرم گاو برہم بندند و خارہائے خسک بزرگ از آہن ساختہ بودند و تعیین رفتہ کہ پیادگان آن را نگاہ دارند و چون پیلان حملہ آورند، در راہ ایشان افشانند"

(۲)

یورپ اور ایشیا کی کمانین

یورپ کے لوگون نے بالعموم سمجھ رکھا ہی کہ ایشیا کے سوار تیر انداز ایسی چھوٹی اور ہلکی کمانین استعمال کرتے تھے کہ اُن کا تیر یورپ کے وزنی زرہ بکتر پر کچھ اثر نہ کر سکتا تھا، مگر واقعہ یہ ہے کہ ترک، تاتار اور مغل سب بڑی اور چھوٹی دونون قسم کی کمانین کام مین لایا کرتے تھے،

تیمور کے زمانے اور چنگیز خان کے ابتدائی عہد مین سوار دونون قسم کی کمانین اپنے ساتھ رکھتے تھے، بڑی کمان گھوڑے سے اتر کر تیر لگانے کے لیے ہوتی تھی اور چھوٹی کمان سے اس وقت تیر اندازی کرتے تھے جب کہ گھوڑے پر سوار ہو کر دھاوا کیا جاتا تھا، یا جس وقت دشمن بالکل ہی قریب ہوتا تھا، تیر کمان اُنکا سب سے پسندیدہ ہتھیار تھا، اور سوائے ایسے موقعون کے جبکہ بالکل ہی گھمسان ہو جائے سوار اور پیدل بالکل خلط ملط ہون تیر کمان کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا، اس زمانے کی یورپ کی تاریخین اس بات کی شاہد ہین کہ ایشیا والون کی تیر اندازی کیسی سخت اور ہولناک ہوتی تھی، ان تاریخون مین بیان ہوا ہے کہ ایشیا والون کے تیر اس بلا کے ہوتے تھے کہ عیسائی اور عیسائیون کے گھوڑے (دست بدست) لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتے تھے،

تاتاریون کے پاس تیر بھی مختلف طول اور وزن کے ہوتے تھے، اور ان تیرون کے پھل بھی کئی قسم کے تھے، بعض پھل ایسے تیز بیان ہوئے ہین جو لوہے کو چھید دیتے تھے،

بعض ایسے ہوتے تھے کہ اُن مین نفط یا کوئی اور آتشگیر چیز بھر کر دشمن کی طرف کمان مین رکھکر چھوڑتے
تھے، راقم الحروف کی نظر سے پیکنگ (خان بالغ) مین شاہان منچو کے زمانے کی سو یا دو سو برس
کی پرانی کمانین گذری ہین، یہ اُن امیدوارون کا امتحان لینے کے لیے رکھی تھین جو پیکنگ کی
فوج خاصہ مین داخلہ چاہتے تھے، یہ کمانین ۱۲ درجے قوت کی تھین یعنی انکو کھینچنے مین اتنی قوت صرف
کرنی پڑتی تھی جو ۱۶۰ پونڈ وزن کے اٹھانے مین درکار ہوتی ہے، ان کمانون کی لمبان پانچ
فیٹ تھی اور وہ بہت بھاری تھین،

زیادہ سے زیادہ فاصلے پر جو تیر کسی کا ابھی تک گیا ہے وہ ۱۷۹۵ء مین ترکی سفارت کے
ایک افسر کا تھا، یہ تیر جس فاصلے تک گیا تھا اس کا طول ۴۶۷ یا ۴۸۲ گز بتایا گیا ہے، چند سال
ہوئے کہ حال کے ایک تیرانداز کا تیر بھی تقریباً اتنی ہی دور گیا تھا، مگر تیر جس کمان سے چھوڑا
گیا تھا وہ ترکی کمان تھی،

۲۴۲

دشمن پر آگ اور پتھر برسانے کے عرادے اور منجنیق ایسے ہوتے تھے جن کے پرزے علحدہ
ہو سکتے تھے اور بار برداری کے جانورون پر رکھکر تاتاری اور مغلی فوجین انھین اپنے ساتھ لیکر
چلا کرتی تھین، تاتاریون اور مغلون کے یہ آلات حرب یورپ والون سے بہتر ہوتے تھے، اس کے
علاوہ فوجی قواعد کی سخت پابندی لڑائیون کے داؤن پیچ سے عمر بھر کی واقفیت پھر فوجی افسرون
کی لیاقت و کیاست ان سب باتون نے مغلون اور تاتاریون کو یورپ والون سے کہین
آگے بڑھا دیا تھا، بالخصوص یورپ کے اُن لوگون سے جو تیرھوین اور چودھوین صدی عیسوی
مین گذرے تھے، ان کی فوجون مین اس وقت مختلف قسم کے آدمی ہوتے تھے اور ان کے
سردار اور افسر بھی ناقص ہوتے تھے، یہی وجہ تھی کہ یورپ کی فوجین جب کبھی مغلون اور تاتاریون

کے مقابلہ مین آئیش یورپ کے حق مین ایک مسلسل تباہی کے سوا کچھ نتیجہ نہ نکلا، عیسائی سپاہی کی ہمت و جوانمردی مین کلام نہ تھا، لیکن وہ عادۃً لڑائی پر جانا ایسا سمجھتا تھا جیسے کھیل اور ورزش کے عام جلسے مین شریک ہونے جا رہا ہے، بڑے اطمینان خاطر سے میدان رزم مین پہنچتا تھا، اور وہان خیمہ گاہ تیار کر کے بہت آرام اور سہولت سے جنگ کی تیاری کرتا تھا، تلوارون سے لڑکر گھنٹا بھر مین لڑائی کا نتیجہ جو کچھ بھی ہو معلوم ہو جاتا تھا، لیکن آتشبارآلون کا اہتمام، شبخون کی تیاریان، تعاقب کی تدبیرین جو بھاگنے والے لشکر کی کسی چیز کو سلامت نہ رہنے دیتی تھین ان تمام چیزون کو یورپ کا سپاہی برا سمجھکر اُن سے ڈرتا تھا، اگر وہ میدان جنگ مین یا حالت فرار مین مرتا تھا، تلوار یا تیر چلانے کا موقع تک اُسے نصیب نہ ہوتا تھا، اس کے فوجی سردار لڑائی کی چالون سے ناواقف ہوتے تھے، اور بعض وقت ایسا ہوتا تھا کہ یہ افسر لڑائی ہارنے پر اپنی فوجون کا ساتھ چھوڑ دیتے تھے اور سپاہیون سے بے پرواہ ہو جاتے تھے کہ جس طرح چاہے وہ اپنی جانین بچائین، پہلی مثال جسمین فوج کے سردار لڑائی کی ترکیبون سے ناواقف تھے ہنگاریہ کے بادشاہ بیلا کی ہے جو ۱۲۴۱ء مین لڑا تھا اور دوسری مثال بادشاہ ویتوت (وی ٹولڈ) کی ہے جو لیتھوانیہ کا بادشاہ تھا اور ۱۳۹۹ء مین تاتاریون سے لڑا تھا،[۱]

۱۲۲۱ء سے جبکہ چنگیز خان کے فوجی افسرون نے روسیون کو شکست فاش دی اور لوئی بادشاہ فرانس کو ملوک مصر کے سامنے سرنگون ہونا پڑا اُس وقت تک کہ یورپ کی فوجون کو نیکوپولس کے سامنے سلطان بایزید خان نے شکست دی ایشیا یورپ پر ہمیشہ فتحمند رہا، بعض مستثنی مثالین بھی تھین مثلاً (اسپین کے) قطلونی جو پیشہ ور سپاہی تھے اور تجربہ کار افسرون

[۱] دیکھو تعلیقہ نمبر ۵،

کی سرکردگی مین لڑا کرتے تھے قسطنطنیہ کے باہر سنہ ۱۳۰۹ء مین فتحیاب ہوئے یا اسپین مین عیسائیون نے عربون کو شکست دی،

جس زمانے مین یورپ کو ان آفات کا سامنا ہوا وہان کی سپاہ کا سب سے کارگر ہتھیار "کروس بو" یعنی "کندے دار کمان" تھی، تاتاری اور مغل اس قسم کی کمان کی قوت کو مانتے تھے، اس قسم کی کمان سے وِنیس اور جِنیوا کی سپاہ نے صرف محاصرون مین کام لیا، شروع زمانے کی صلیبی لڑائیون مین یورپ والون نے لمبی کمان سے کام نہین لیا، یہ لمبی کمان کریسی اور اژنکورٹ کی لڑائیون مین یعنی سنہ ۱۳۰۰ء سے سنہ ۱۴۵۰ء تک انگریزون کے ہاتھ مین بہت با اثر ثابت ہوئی،

۲۴۳

راقم سے پوچھا گیا کہ اوس زمانے کا انگریز تیر انداز تاتاری سوار تیر انداز کے مقابلہ مین کیسا رہتا، اس کا جواب یہ ہے کہ انگریز اور تاتاری کسی باقاعدہ جنگ مین تو مقابلہ پر آئے نہ تھے، صرف قیاس سے کہہ سکتے ہین کہ مقابلہ کا نتیجہ کیا ہوتا، انگریزی لمبی کمان کے تیر کا پلہ اتنا ہی بھاری تھا جتنا کہ تاتاری کمان کے تیر کا تھا، یعنی دو سو یا تین سو گز تک اُس کا تیر مہلک ہوتا تھا، انگریز تیر انداز بھی تاتاری تیر انداز کی طرح جلد جلد تیر چلاتا تھا، تاتاری فرانسیسی سوارون کی طرح فولاد کا لباس پہنے نہ ہوتے تھے، اور یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ تاتاری سوار کبھی انگریزی سپاہ پر ایسی حماقت سے دھاوا نہ کرتے جیسی حماقت سے فرانسیسی سوارون نے انگریزی سپاہ پر کیا تھا،

ذاتی شجاعت کی مثالون سے قطع نظر کر کے اور اس بات کا لحاظ کر کے کہ انگریز اچھے تیر انداز تھے تاتاریون کے مقابلے مین انگریز جرمانی سوارون یا سنت یوحنا کے شہسوارون

سے بہتر نہ رہے[۱]، تاتاریون کے سامان آتش اندازی کے مقابلے مین اور اُس شدید یلغار کے مقابلے مین جو تاتاری دشمن کے دائین بائین بازو اور عقب پر کیا کرتے تھے انگلستان کا بلیک پرنس[۲] بھی ایسا ہی مجبور و معذور رہتا جیسے کہ اس کے یورپین بھائی مجبور و معذور رہ چکے تھے،

[۱] جرمن کے سوار اور سنت یوحنا کے شہسوار سب تاتاریون سے ہارے تھے، (مترجم)

[۲] بادشاہ انگلستان ایڈورڈ سوم کے ولیعہد کا لقب بلیک پرنس تھا، شجاعت اور جوانمردی مین مشہور تھا، (مترجم)

(۳)

آتش فگن آلات

یہ بات ثابت ہے کہ تیمور کی فوجین کئی قسم کے آتش بار آلے کام مین لاتی تھین، لیکن اس زمانے کی تاریخون مین اِن آلون کی پوری کیفیت بیان نہین ہوئی، ترجمون مین صرف "آگ کی ہنڈیان" لکھا ہے،

یہ ہمین معلوم ہے کہ تیمور کے زمانے سے کئی سو برس پہلے چین کے لوگ لڑائی مین بارود سے کام لیتے تھے، لوگ بالعموم نہین سمجھتے کہ چینی بارود کے رعدی عمل یعنی آگ پاتے ہی تڑاقے کیساتھ اُس کے پھٹنے کی قوت اور فعل سے واقف تھے، اس کے متعلق کئی جگہ بحث بھی پڑھنے مین آئی ہے، لیکن ۱۲۳۲ء مین جب مغلون نے چین مین کائی فونگ کا محاصرہ کیا ہے تو اس کے حال مین تحلیل کیمیائی کا چینی عالم لکھتا ہے:-

"چونکہ مغلون نے اپنے لیے زمین مین گڑھے کھود لیے تھے تاکہ تیرون سے اور ایسی چیزون سے جو اُن پر پھینکی جائین وہ محفوظ رہین اسلیے ہم نے یہ ترکیب نکالی کہ اپنے آتش انگیز آلون کو جنھین چن تائن لی کہتے تھے لوہے مین باندھ کر اُن موقعون پر پہنچایا جہان مغلون کے نقیچی اپنا کام کرتے تھے، وہان پہنچتے ہی یہ آلے پھٹے اور ان کے پھٹتے ہی آدمی اور ان کے چیتھڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔"

چینیون کے ان آلون سے مغلون نے بھی کسی قدر کام لیا تھا، ۱۲۲۰ء مین جب چنگیز خان نے مغربی ملکون پر چڑھائی کی تو اس کے ہمراہ چینی آتش اندازون کی ایک فوج تھی اور اس فوج کے پاس آگ پھینکنے کے آلے تھے جنکو ہوپاؤ کہتے تھے، تیمور کے تاتاری بھی ان آلات سے خوب واقف تھے، اور نہ صرف ان سے بلکہ نفط کا استعمال جس طرح عرب اور ایرانی کرتے تھے اس کا بھی بخوبی علم رکھتے تھے،

عربون نے صلیبی لڑائیون مین بہت سے آتشین آلون سے کام لیا، مثلاً ایک گرز یا خدنگ ہوتا تھا جسکے سرے پر شیشے کا ایک گولہ ہوتا تھا، اس گولے مین نفط بھر کر ایک شابہ اس مین لگا دیتے تھے، پھر جب اس گرز یا خدنگ کو نشانہ باندھکر پھینکتے تھے، تو دشمن کی زرہ پر شیشے کا گولہ ٹوٹتا تھا اور جلتا ہوا نفط اس کے سارے جسم پر دوڑ جاتا تھا، منجنیقون اور عرادون سے مٹی کے کونڈے نفط یا یونانی آتشگیر مسالون سے بھر کر دشمن پر مارتے تھے اور ان چیزون کا استعمال اکثر قلعون کے محاصرے کے وقت کیا جاتا تھا،

ایک محاصرے کے حال مین ایک بڑا ہی ہولناک قصہ بیان ہوا ہے، یہان صلیبی مجاہدون نے قلعے کی دیوارون کے پاس لکڑی کے مینار قائم کئے تھے، عربون نے اپنے منجنیقون سے ایک قسم کے گولے پھینکنے شروع کئے جو مینارون پر لگتے ہی پھٹتے تھے، اور ان مین سے ایک رقیق مادہ نکل کر لکڑیون کو بھگو دیتا تھا، عیسائی مجاہد عربون کی اس حرکت پر ہنستے تھے، مگر عربون نے اپنا عمل جاری رکھا حتی کہ مینارون کی لکڑیان بالکل تر ہوگئین، اس کے بعد قلعہ کی دیوار سے ایک جلتی ہوئی مشعل آئی اور مینار سے لگتے ہی دفعۃً ایسی آگ لگی کہ عیسائی اور ان کے منارے سب جل کر بھسم ہوگئے، یہ رقیق مادہ نفط تھا،

۲۴۵

(۴)

انکوریہ

دنیا کے ایک زبردست سپاہی کے کارناموں کو یاد کرتے وقت یہ بات جتا دینی شرط انصاف ہے کہ تیمور کی فتح انکوریہ کے حالات لکھنے مین یورپ کے مورخون نے سلطان بایزید خان کی جنبہ داری کی ہے، ان مورخون نے زیادہ تر اقتباس عثمانی ترکون اور یونانیون کی تحریرون سے کیا ہے، اصلی اور حقیقی ماخذون یا تاتاری ماخذون سے شاذونادر ہی کچھ لیا ہے، فتح انکوریہ کے حالات بالعموم فون ہامر کے بیان سے نقل کئے ہین جسے پروفیسر کریسی نے اپنی مشہور تالیف "دنیا کی پندرہ قطعی لڑائیون" مین درج کیا تھا، فون ہامر کے بیان کا خلاصہ یہ ہے،

"تیمور کے جاسوس عثمانی ترکون کے لشکر مین پہنچ گئے اور انھون نے متعدد ایشیائیون کو جو تاتاری نسل کے تھے سمجھایا کہ تیمور کے خلاف اُن کو ہرگز نہ لڑنا چاہئیے، کیونکہ تیمور ان تمام تاتاریون کا سردار ہے جنکا کام لڑنا ہے .... بایزید خان صرف ایک لاکھ بیس ہزار فوج لیکر تیمور سے لڑنے چلا تھا، حالانکہ تیمور کی فوج تعداد اور دیگر اعتبار سے بایزید کی فوج سے کہین اعلیٰ تھی؛ تیمور کی فوجین سیواس کے قریب لشکر ڈالے تھین، اور تیمور نے لشکر کا تعبیہ اس طور پر کیا کہ لڑائی ایسے مقام پر ہو جو اس کی فوج سوارہ کے حق مین سودمند ثابت ہو اور جہان وہ اپنی فوج کی کثیر تعداد سے بھی پورا نفع اٹھا سکے، تیمور بڑی ہوشیاری اور تعجیل سے قیساریہ اور قیرشہر سے اپنی فوج کو اس طرح نکالتا ہوا آگے بڑھا کہ راستے مین بایزید سے مقابلہ نہ ہو، اور اس طریقہ سے

جسے پہلے سے سوچ رکھا تھا انگوریہ کے شہر اور میدان تک پہنچ گیا، سلطان بایزید دشمن کو انگوریہ سے ہٹانے کے لیے فوجین لیکر دوڑا۔ ... تیمور کی فوجون کی تعداد گو بہت تھی لیکن لڑائی کیلیے جس قدر پیش بندیان ضروری تھین وہ سب تیمور نے کر لی تھین ...... بایزید خان .. ... معلوم ہوتا تھا کہ آج سپہ سالاری کا فن جسے معمولاً وہ بہت عمدہ طریقہ سے انجام دیا کرتا تھا بالکل بھول گیا ہے، پہلے اس نے تیمور کے لشکر کے شمال مین اپنی فوجین مقیم کین، اور پھر یہ دکھانے کے لیے کہ دشمن کی کوئی وقعت اُس کے دل مین نہین ہے اپنا تمام لشکر قریب کے ایک کوہستان مین لے گیا اور وہان اُسے صید و شکار مین مصروف کیا، لیکن بدقسمتی سے جس زمین پر اس نے یہ آخری شکار کھیلا تھا وہان پانی نام کو نہ تھا۔ ...... پانچ ہزار عثمانی ترک بھوکون اور پیاس سے مر گئے، اس بڑی غلطی کے بعد بایزید دشمن کی طرف چلا، اب معلوم ہوا کہ جو لشکرگاہ اپنی فوج کے لیے تیار کیا تھا وہ تاتاریون کے قبضے مین ہے، دریا وہ بھی مختصر تھا، صرف ایک تھا جہان ترک اپنی پیاس بجھا سکتے تھے لیکن معلوم ہوا کہ تیمور کے حکم سے اب اُس کے بہاؤ کا رخ بدل دیا گیا ہے، اور ترکون کے لیے اس کا پانی بند ہو گیا ہے،

بایزید اب مجبور ہوا کہ تیمور سے جنگ کرے، بیان ہوا ہے کہ مغلون (تاتاریون) کا لشکر شمار مین آٹھ لاکھ تھا، بہرکیف بایزید کے لشکر سے وہ بہت زیادہ تھا اور صرف تعداد ہی مین زیادہ نہ تھا بلکہ لڑائی کے ساز و سامان مین سپاہ کے جوش جمیعت اور سردارون کی جنگی قابلیت مین بھی مغلون (تاتاریون) کا پلہ بھاری تھا،

فون ہامر اور پروفیسر کریسی یہ بھی لکھتے ہین کہ ایشیا کے بعض بادشاہ تاتاریون کی مثال کی پیروی کر کے تیمور سے جا ملے تھے، بایزید کی طرف سے صرف سربی اور ینگ چری فوجون نے

۲۴۷

مقابلہ اچھی طرح کیا اور مغلون (تاتاریون) کے سخت اور بار بار شدید یلغارون کا جواب دیا،

لین پول نے اپنی کتاب ٹرکی مین اوپر کے بیانات کو نقل کر دیا ہے، اور ذیل کی عبارت اپنی طرف سے لکھی ہے،

"ایک طرف تھکے اور پیاسے آدمی تعداد مین کم اور اپنے سردار سے بیزار تھے، دوسری طرف ایک لشکر جرار تھا جو ایک اچھے مقام پر جما ہوا تھا، اس کے افسران فوج بڑے قابل تھے، کوئی احتیاط ایسی نہ تھی جسکا لحاظ انھون نے نہ کر لیا ہو، تعداد، عمدہ قواعد، جسمانی حالت غرض ہر اعتبار سے تیمور کی فوج بہتر تھی، ینگ چری فوج اور اہل سرویا کی شجاعت اور بہادری تیمور کی فوج کے سامنے کچھ نہ کر سکی، نتیجہ یہ ہوا کہ بایزید کو قطعی شکست ہو گئی"

خاص لڑائی کے حالات مین لین پول نے پرانے مصنف نولز کی عبارتین نقل کی ہین؛ یہ مصنف وہی ہے جس نے ۱۶۰۳ء مین اپنی کتاب لکھی تھی،

اس بیان کی ابتدا کہ ترکی سپاہ کو ترتیب جنگ سے نکال کر بایزید ایک خشک اور بے آب زمین مین شکار کھیلنے گیا تھا ترکی مورخون سے ہوئی ہے جو سب بعد کے زمانے کے مصنف ہین؛ اور جنکا منشا یہ تھا کہ اپنے سلطان کی شکست کی کوئی وجہ (جسمین مجبوری ظاہر ہوتی ہو) بیان کرین، لیکن کسی ہمعصر شہادت سے یہ بیان پایہ ثبوت کو نہین پہنچتا، اور فہم عامہ بھی اس بات کو تسلیم نہین کر سکتی کہ اگر بایزید ایسا احمق اور مجنون تھا بھی کہ اس قسم کی کوئی حرکت کرتا تو تیمور کب ایسا احمق تھا کہ موقع کو ہاتھ سے جانے دیتا اور بایزید کی واپسی کا انتظار کرتا، تعجب ہوتا ہے کہ فون ہامر کریسی اور اسٹینلی لین پول جیسے لایق مصنف اس صید و شکار کے حیرت انگیز قصے کو باور کرتے ہین،

۲۴۸

رہا یہ امر کہ بایزید کی تاتاری فوجین عین وقت پر بایزید سے علٰحدہ ہو گئی تھین کوئی شہادت تاتاریون کی تاریخ سے اسکی نہین ملتی کہ تیمور نے بایزید کے تاتاری افسران فوج سے کسی طرح کی سازش کر لی تھی، اتنا البتہ ضرور بیان ہوا ہے کہ قرا تاتار کے چند قبیلے اپنے وطن سے علٰحدہ ہو کر ایشیائے کوچک مین جا کر آباد ہو گئے تھے اور ان کو ترکی فوجون مین داخل کر لیا گیا تھا، غالباً یہ قرا تاتار لڑائی کے وقت بایزید کے لشکر مین موجود تھے، ان کی تعداد قلیل تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ ان سے اور تیمور سے جو کچھ گفتگو ہوئی تھی وہ لڑائی کے بعد ہوئی تھی، اور لڑائی کے بعد تیمور ان کو جبراً اپنے ہمراہ سمرقند واپس لے گیا تھا[1]،

یہ بیان کہ تیمور کی فوج آٹھ لاکھ تھی خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے، اتنی بڑی تعداد کے لشکر کو تو ایشیائے کوچک مین کھانے پینے کو بھی مشکل سے مل سکتا تھا، یہ کہنا کہ اتنی بڑی فوج کو تیمور لڑائی کے لیے نقل و حرکت مین لا یا سمجھ مین نہین آتا، اور عثمانی ترکون کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ بایزید نے تیمور کے لشکر کو اس وقت تک نہین دیکھا تھا جب تک کہ وہ اس کے سامنے نہ آگیا، اس کے علاوہ کوئی ثبوت اس کا نہین ہے کہ تیمور نے کسی ایک مقام پر دو لاکھ سے زیادہ فوج جمع کی ہو، تاتاری مورخون نے کبھی کبھی اپنی فوجون کی تعداد بیان کی ہے، مثلاً ایران سے آخری لڑائیون مین فوج کی تعداد ۷۰۰۰۰ تھی، اسی طرح ہندوستان جو فوج گئی تھی وہ ۹۰۰۰۰ تھی اور دو لاکھ فوج چین کی فتح کے لیے جمع کی گئی تھی،

تیمور ایشیائے کوچک پر اس وقت بڑھا ہے کہ اس سے پہلے چار برس سے مسلسل لڑائیون مین مصروف تھا، امیرزادہ محمد سلطان کے ہمرکاب ہو جانے پر کچھ فوجین سمرقند مین چھوڑنی

---

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۵۰۱-۵۰۴،

بڑی تھین، پھر کچھ فوجین اس غرض سے بھی درکار تھین کہ اتنی بڑی وسیع سلطنت مین راستون کی حفاظت کرین، ایک بڑا لشکر تبریز مین تھا، اور بہت سی فوج شام مین گئی ہوئی تھی، جنگ انگورہ مین امرا اور افسران فوج کی فہرست سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس لڑائی مین تیمور کی فوج ۸۰۰۰۰ سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار تک شمار مین تھی،

۲۴۹ اس سے الٹا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان بایزید کی فوج تیمور کی فوج سے زیادہ تھی، اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہ امر بہت مشتبہ ہو جاتا کہ لڑائی کے شروع مین تیمور مدافعانہ حیثیت اختیار کرنی گوارا کر لیتا، کیونکہ مورخ نولیس لکھتا ہے کہ ترک تاتاریون پر بڑھے اور ان کی صف ہلال کی شکل مین تھی، اگر یہ بیان درست ہے تو پھر بایزید کی کثرت فوج سے خیال ہوتا ہے کہ اس کے لشکر کے دونون بازو اتنی دور تک پھیلے ہونگے کہ تیمور کا لشکر ان کے بیچ مین آگیا ہوگا،

ہربرٹ ایڈمز گبنز کہتا ہے کہ اس تاتاری طوفان سے بایزید صحیح سلامت نکل آتا اگر بایزید وہی بایزید ہوتا جو نیکوپولس کی لڑائی کے وقت تھا، تاتاریون کی فوجکشی کے مقابلے مین فائدے کی صورتین سب اُسے حاصل تھین، مگر ناکام رہا، اسکی وجہ یہ تھی کہ بایزید کے قوائے جسمانی ودماغی جو اعلیٰ درجے کے نہ سہی مگر اپنے وقت کے مشاہیر سے کم نہ تھے عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے سے خراب ہوگئے تھے،

اگر انگورہ پر فتح ہو جاتی اور قسطنطنیہ پر بھی قبضہ ہو جاتا جس مین کچھ باقی نہ تھا تو پھر سلطان بایزید ایلدرم تاریخ کے صفحون پر پندرھوین صدی کے سب سے بڑے اور نامور فاتح کی شکل مین ظاہر ہوتا، گویا پرانے زمانے کا پہلا نپولین وہی ہوتا، یہ صاف ظاہر ہے کہ سپہ سالاری مین تیمور نے بایزید کو مات کر دیا، تیمور کی عمر اس وقت ستر برس کے قریب تھی، اور سمرقند سے

دو ہزار میل کی مسافت طے کر کے سلطنت ترک کے مرکز مین بایزید سے لڑا تھا، تاتاریون کی تاریخ مین انکوریہ کی لڑائی ایک چھوٹی لڑائی سمجھی گئی ہی جسکو برائے چندے کچھ امتیاز حاصل ہو گیا تھا، اور خود بایزید سپہ سالاری مین توقمش سے کم درجے کا مانا گیا ہی،

کلاویجو نے جو کسی کا طرفدار نہین ہی انکوریہ کی لڑائی کو اپنے طرز خاص مین اسطرح بیان کیا ہی،

"جس وقت بایزید ترک کو معلوم ہوا کہ امیر تیمور اسکے ملک مین آگیا ہی تو وہ اپنا لشکر لیکر ایک بڑے مضبوط قلعے پر پہنچا جسکا نام انکوریہ تھا، جسوقت تیمور کو بایزید کی اس نقل و حرکت کی جو بڑی ہوشیاری پر دلالت کرتی تھی خبر پہنچی تو تیمور جس سڑک سے آرہا تھا اُسپر سے ہٹ گیا، اور اپنا لشکر ایک اونچے پہاڑ کی طرف لے گیا جس وقت بایزید نے سنا کہ تیمور جس سڑک سے آرہا تھا اسکو چھوڑ کر دوسری طرف چلا گیا ہی تو وہ سمجھا کہ تیمور بھاگ گیا، اس لیے وہ تیمور کے پیچھے جس قدر تیزی سے چلنا ممکن تھا چلا،

امیر تیمور پہاڑون مین آٹھ دن گشت کر کے میدان مین آیا اور انکوریہ کے قلعہ پر پہنچا جہان بایزید اپنا کل سازوسامان چھوڑ گیا تھا، تیمور نے یہ سامان اپنے قبضے مین کیا جسوقت بایزید کو اسکی خبر ہوئی تو وہ جس قدر جلد ممکن تھا انکوریہ واپس آیا مگر جب وہان پہنچا تو اسکی سپاہ بالکل تھک گئی تھی،

امیر تیمور نے یہ نقل و حرکت اسلئے کی تھی کہ بایزید کی فوجین بے ترتیب ہو جائین، دونون لڑے اور بایزید قید ہو گیا،[۵۱]"

۲۵۰

---

۵۱ کلاویجو نے اس لڑائی کا حال دو اسپینی سفیرون سے سنا تھا جو لڑائی کے موقع پر موجود تھے، دیکھو "عثمانی ترکون کی تاریخ" مصنفہ پروفیسر کریسی، اور کتاب "ٹرکی" مصنفہ اسٹینلی لین پول اور کتاب "عثمانی سلطنت کی بنیاد" مصنفہ ہربرٹ ایڈمز گبنز؛ نیز کلاویجو کا سفرنامہ، اور مولانا شرف الدین اور ابن عرب شاہ کی تصانیف (مصنف)

۵۲ دیکھو اس کتاب کا انتیسوان باب،

(۵)

بادشاہ لیتھوانیہ وتیوت اور تاتاری

مغربی یورپ کی سپاہ کو نیکوپولس پر بایزید سے شکست کھائے ہوئے تین برس سے کچھ کم ہوئے تھے کہ مشرقی یورپ کا مقابلہ تاتاریون سے ایک عجیب اتفاق سے پیش آیا، یہ واقعہ ۱۳۹۹ء کا ہے،

وتیوت[1] (وٹولڈ) لیتھوانیہ کے دیوانے بادشاہ نے پولستان (پولینڈ) کے بادشاہ سے رسم اتحاد قائم کرکے اپنا لشکر جنوبی روس مین پہنچایا، اور کیف اور سمولنسک پر قبضہ کرلیا، اس قبضہ کی وجہ سے تاتاریون سے مقابلہ ہوگیا، یہ زمانہ وہ تھا کہ تیمور کی آخری لڑائی توقمش سے ہوچکی تھی اور توقمش پناہ کے لیے وتیوت کے پاس اس کے عیسائی لشکر مین بھاگ کر چلا آیا تھا، اور اس اثنا مین تیمور روس سے باہر نکل چکا تھا،

دریائے وولگہ (آتل) کے علاقے اور اس سے متصل کے ہموار ملک مین تیمور کا قبضہ ہوچکا تھا، اس علاقے اور ملک کی حکومت تیمور نے دو تاتاری امراء کے سپرد کردی تھی جنھون نے توقمش کے مقابلے مین تیمور کی مدد کی تھی، ان امرا مین ایک ایدکو قبیلہ نوغائی کا سردار تھا اور دوسرا ایدکو کا سرپرست ایک خان تھا جس کا نام تمور قتلق تھا، ان دونون امراء نے وتیوت بادشاہ لیتھوانیہ کو اس مضمون کا پیغام بھیجا کہ توقمش کو ان کے سپرد کردیا جائے، یہ سنکر

[1] وتیوت اس مین شبہ نہین کہ اس وقت یورپ مین سب سے زبردست بادشاہ تھا۔ (مصنف)

وتیوت کو جو بادشاہ پولستان (پولینڈ) کا قریب کا عزیز اور موسکو کے بادشاہ کا خسر ہوتا تھا یہ شوق پیدا ہوا کہ خان تاتار کے مقابلے مین ایک جنگ صلیب برپا کرنی چاہیئے، پولستانی تاریخون سے ظاہر ہوتا ہے کہ وتیوت اس خیال مین تھا کہ وہ تیمور بادشاہ سمرقند سے لڑنے چلا ہے، بہرحال لتھوانیہ کے شرفا اور پولستان کے اتحادیون اور پانچسو ٹیوٹن شہسوارون کو ساتھ لے کر وتیوت لڑنے کے لیے روانہ ہوگیا،

تیمور قتلق خان کو جب اسکی خبر ہوئی تو اس نے وتیوت کے پاس قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ "مین نے آپ کے ملک پر کبھی فوجکشی نہین کی پھر آپ مجھسے کیون لڑنے اٹھے ہین"!

وتیوت نے جواب بھیجا کہ "خدا نے مجھے دنیا کا مالک بنایا ہے، تجھے دو باتون مین سے ایک بات قبول کرنی ہوگی یا تو میرا فرزند و یا جگذار بن یا میری غلامی قبول کر" ا ہ، جواب کے ساتھ وتیوت نے یہ حکم بھی بھیجا کہ تاتاری سکہ مضروب کرنے مین تیمور قتلق کو لتھوانیہ کا نشان اپنے سکون پر نقش کرنا ہوگا،

تیمور قتلق خان یہ جواب اور حکم سنکر سخت برہم ہوا، جس وقت اُس کا اور وتیوت کا لشکر میدان مین ایک دوسرے کے مقابل آیا تو خان نے بہت سے تحائف وتیوت کو بھیجے، اور جب تک اس کا محسن سردار ایدکو نوغائی اپنی سپاہ ساتھ لیے میدان مین نہ پہنچ لیا لڑائی مین توقف کیا، ایدکو کو عیسائیون کی اس قسم کی شرائط کب منظور ہو سکتی تھین، اُس نے وتیوت سے ملاقات کی درخواست کی، چنانچہ ایک دریا کے کنارے دونون کی ملاقات ہوئی،

امیر ایدکو نے جس کی طبیعت مین کسی قدر تمسخر بھی تھا، وتیوت سے کہا کہ "اے بادشاہ ہمارے خان کی یہ سعادت مندی تھی کہ آپ کو اس نے اپنا باپ مان لیا، کیونکہ آپ اس سے

۲۵۲

عمر مین بڑے ہین لیکن چونکہ آپ کی عمر مجھ سے کم ہے اس لیے آپ مجھے اپنا باپ مانین اور میری تصویر لیتھوانیہ کے سکون پر نقش کرائین"

وتیوت یہ سنکر بہت خشمناک اپنے خیمہ گاہ کو واپس آیا، کراکو کے رئیس نے اُسے بہت سمجھایا کہ لڑائی کے معاملہ مین پہلے اچھی طرح غور کر لیجیے، لڑنا درست نہین معلوم ہوتا لیکن بادشاہ وتیوت نے ایک نہ سنی، لیتھوانیہ کے مغرور شہسوارون نے رئیس کراکو پر اعتراض شروع کئے کہ اگر تمھین موت کا ڈر ہے تو ہمارے کام مین کیون مخل ہوتے ہو، ہم تو خدا کی راہ مین ثواب کمانے آئے ہین غرض وتیوت اور لیتھوانیہ کے شہسوارون کے سامنے کسی کی بات نہ چلی اور عیسائی لشکر نے تاتاریون پر حملہ کر ہی دیا، عیسائیون کے پاس کچھ بڑی اور کچھ چھوٹی توپین تھین اور وہ سمجھتے تھے کہ ان آلات جنگ سے وہ تاتاریون کی صفین بہت آسانی سے توڑ دینگے لیکن یہ بھدی توپین تاتاری سوارون پر جنکے دستے کھلے میدان مین لمحے لمحے مین اپنی جگہ بدلتے تھے کیا اثر کر سکتی تھین، غرض جب تمور قتلق خان نے حملہ کیا تو وتیوت کی فوج جسکی صفین بہت ہی پاس پاس اور گنجان تھین بہت جلد بے ترتیب ہو گئین، اس بے ترتیبی کے بعد ان مین فوراً بھاگڑ پڑی اور بادشاہ وتیوت بھی شرفائے لیتھوانیہ کے ساتھ جو زندہ بچے تھے اور لڑائی سے پہلے بہت شیخیان بگھارتے تھے بے تحاشا بھاگا، اور اس فرار مین وتیوت اپنا دو تہائی سے زیادہ لشکر مرا ہوا میدان مین چھوڑ گیا، جو عیسائی اس جنگ مین مارے گئے ان مین کراکو کا رئیس اور سمولنسک اور گالیشیہ کے باشندے تھے، تاتاریون نے عیسائیون کا تعاقب کیا اور غضب کا تعاقب کیا، دریائے نیپر تک پیچھا کرتے چلے آئے، کیف کے باشندون نے تاتاریون کو خراج دینا منظور کیا، اور تاتاریون نے جب تک وتیوت کی قلمرو کو پوستان تک غارت نہ

کر یا وہ اپنی جگہ واپس نہ آئے،

۲۵۳ یورپ کے مورخون نے اس لڑائی کو نظر انداز کیا ہے، لیکن یورپ کی ترقی مین اس لڑائی نے کچھ تبدیلیان ضرور پیدا کین، پولستان اور لیتھوانیہ کی شکست سے روسیون کے سب سے بڑے دشمنون کا کام تمام ہوگیا، روسی لیتھوانیہ اور پولینڈ سے اتنا ڈرتے تھے کہ تاتاریون سے بھی نہ ڈرتے تھے، دیتوت نے اب جھلا کر پروشا اور جرمنی کے شہسوارون پر حملہ کیا اور بادشاہ پولستان کی مدد سے ان کی قوت کو بالکل غارت کر دیا،

(۶)

لڑائی کے دو استاذ

سرپرسی سائیکس تیمور کی نسبت لکھتے ہین کہ تیمور نے جو کام کئے وہ ایشیا کے فاتحون مین کسی دوسرے سے تاریخی زمانے مین عمل مین نہین آئے اسلیے جو شہرت تیمور کو حاصل ہوئی اوسکا مستحق کوئی دوسرا نہین ہو سکتا، تیمور نے جو کچھ حاصل کیا وہ اس حد کے قریب پہنچا ہوا نظر آتا ہے جسے انسان کی قدرت سے بالاتر کہا جاتا ہے،

تیمور اور چنگیز خان دونون جنگ آوری مین ایسی قابلیت رکھتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان نہ تھے بلکہ انسان سے بالاتر کوئی چیز تھے، سیزر کی لڑائیون اور ہنابعل کی فوجکشیون کی یا نپولین کی حربی تدبیرون کی جو الہامی معلوم ہوتی تھین ہم تعریف کیا کرتے ہین، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیا کے یہ دو فاتح مع اسکندر مقدونی کے فن حرب مین تمام دنیا مین کامل ترین نفوس تھے، جو لڑائیان وہ لڑے ممکن ہے کہ ویسی ہی لڑائیان ایک چھوٹے پیمانے اور چھوٹے قطع ارض پر دوسرے بھی لڑے ہون، لیکن لڑائیون کا یہ پھیلاؤ کہ تمام روئے زمین پر حاوی ہو جائے سوائے ان کے کسی کو نصیب نہ ہوا،

چنگیز خان اب تک ایک راز سربستہ ہے اور تیمور کی بھی بہت سی قابلیتین ایسی ہین جو ابھی تک ہماری سمجھ مین نہین آئی ہین، سوال یہ ہے کہ کیا چنگیز خان نے تمام دنیا فتح کرنے کے لیے کوئی باقاعدہ نقشہ اپنے فکر رسا کی مدد سے سوچ لیا تھا، یا وہ محض ایک وحشی تھا جس مین

لڑنے کا مادہ قدرت نے ودیعت کر دیا تھا ہم کو صرف یہ معلوم ہے کہ وہ عاقل تھا اور ایسی عقل رکھتا تھا جو اس دنیا کے حق مین جسمین ہم پیدا ہوئے ہین ایک بلا ثابت ہوئی، اسی طرح تیمور کے زبردست کارنامون کا اندازہ کرنے مین غور و فکر کرتے ہین، لیکن کامیابی کا جو راز تیمور کو معلوم تھا باوجود کوشش کے ہمین اُس کا پتہ نہین چلتا،

اسکندر کو ہم اچھی طرح سمجھتے ہین، ہم جانتے ہین کہ وہ مقدونیہ کے بادشاہ فلپ کا فرزند تھا اور ایک لشکر جرار اسکو ورثہ مین پہنچا تھا، جب فتح کرنے اٹھا تو ایران کی سلطنت کو جو پہلے سے قائم تھی تباہ کر کے آگے وسیع ملکون پر بڑھا اور مسلط ہو گیا، لیکن اسکندر ہم سے (یعنی یورپ کے لوگون سے) قریب تھا اور ان دونون ایشیا کے فاتحون مین اور ہم مین ایک فاصلہ دراز کا پردہ اور ایک دوسری دنیا سے ناواقفیت کا نقص حائل ہے،

۲۵۵

پھر بھی بعض باتین ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہین، اسکندر کی طرح تیمور اور چنگیز خان دونون مین جفاکشی اور آگے بڑھنے کا شوق اور اس شوق کی قوت جسے کوئی روک نہ سکتا تھا بے انتہا موجود تھی، اس کے بعد پھر کوئی مشابہت ان دونون مین نہین رہتی،

چنگیز خان مین صبر تھا، تیمور مین تیزی اور غضب بھرا ہوا تھا، شروع زمانے کے بعد چنگیز خان اپنے مستقر حکومت مین بیٹھا لڑائیون کے لیے ہدایت کیا کرتا تھا، لیکن امیر سمرقند بالعموم میدان کارزار مین بذات خود موجود ہوتا تھا، چنگیز خان کی حضور مین دشت گوبی کے خانہ بدوش قبائل اور دور دراز کے فوجی امرا، لڑائیون کو درستی سے انجام دینے کے ذمہ دار ہوتے تھے، مگر تیمور لڑائیون کی کل ذمہ داریان اپنے اوپر لے لیتا تھا،

کیا چنگیز خان کی محض یہ ایک عملی تدبیر تھی یا چنگیز خان کے ملازم آقا کی خدمت بہتر

طریقے پر کرنی چاہتے تھے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ چنگیز خان کے وزرا اور امراے لشکر زیادہ لائق اور قابل تھے، اس کے چینی وزیر اور چار بڑے جنگ آور امرا یعنی سپوتائی (سوبدائی) جچی نویان (جبہ نویان) بیان اور ہولی (منقولی) مین لڑائیون کو انجام دینے کی لیاقت صرف سے زیادہ تھی، چنگیز خان کی وفات کے بعد اس کے پس ماندگان نے اسکی سلطنت کو اور ترقی دی تیمور کے امرا مثلاً امیر حاجی سیف الدین، جاکو برلاس، شیخ علی بہادر اور باقی اور تیمور کے لیے اس قسم کے نتائج پیدا نہ کر سکے،

تیرہوین صدی کے مغلون مین ایک غیر معمولی قابلیت لڑائی مین سرداری کرنے کی تھی، جس طرح شہد کی مکھیان ملکر کام کرتی ہین اسی طرح مغلون کی سپاہ لڑائی مین ملکر کام کرتی تھی، اور جس کسی کے ذمہ جس قدر کام ہوتا تھا وہ اُسے کامل طور پر انجام دیتا تھا، لیکن چودھوین صدی عیسوی کی تاتاری فوجین حنابعل قرطاجنی کی سپاہ کی طرح پورے طور پر باہم آمیز ہو کر یکجان نہین ہوئی تھین، تیمور کی عدم موجودگی مین ان فوجون کی لیاقت آدھی رہ جاتی تھی، چنگیز خان کے لشکر ایک دوسرے سے دور و دراز کا فاصلہ رکھتے تھے، مگر باوجود اس بعد مسافت کے حکم ہوتے ہی فوراً ترتیب جنگ مین آجاتے تھے، لیکن تیمور جس وقت دیکھتا تھا کہ مقابلہ دشمن صعب سے ہے تو صرف ایک لشکر لے کر اُس کے مقابلے مین چل پڑتا تھا،

چنگیز خان مین حیرت انگیز قابلیت تعبیۂ سپاہ اور لشکر کو حرکت مین لانے کی تھی، لڑائی جب سوچتا تھا تو جتنی دور دور کی باتین ہوتی تھین سب تفصیل کے ساتھ ذہن مین آجاتی تھین، ہفتون تک اپنے سپاہ سالارون کو پاس بٹھائے امورِ جنگ پر بحث کرتا تھا، لڑائی کی تدبیرون مین بے انتہا ماہر تھا، جب لڑنا ضروری نہ ہوتا تو لڑائی سے بچتا، لیکن

جب لڑتا تو دشمن کے بیچ کو غارت کر کے سردارِ مخالف کو فنا کر دیتا، اسکی نقل و حرکت کا علم پہلے سے کسی کو مطلق نہ ہو سکتا تھا اسلیے مخالف بے انتہا خائف رہتا تھا۔ اور جب لڑ کر نکل جاتا تھا تو میدان مین کشتون کی تعداد ہیبت ناک ہوتی تھی،

جو خوف و ہراس مغلون کی آمد پر مخلوق مین ہوتا تھا اس کا اندازہ کرنا ہماری قوت سے باہر ہے۔ بیان ہوا ہے کہ ایک شہر فتح کرنے کے بعد ایک مغل سپاہی نے بیس قیدیون کو قتل کرنے کے لیے ایک جگہ جمع کیا۔ اس کے بعد اُسے معلوم ہوا کہ تلوار لانی بھول گیا ہے۔ فوراً قیدیون کو حکم دیا کہ تم سب یہین ٹھہرے رہو، ہم اپنی تلوار ڈھونڈ کر لے آئین، قیدی سب جہا تھے وہین رہے، سوائے ایک شخص کے، اور یہ شخص وہی تھا جس نے یہ واقعہ سنایا،

۲۵۶

تیمور کے تاتاری اور قسم کے لوگ تھے، آق بوغا کا واقعہ جس نے چالیس ایرانیون پر تنہا حملہ کیا تھا صرف ایک ہی مثال نہ تھی، تیمور کے آدمی سمجھتے تھے کہ کوئی ان کو مغلوب نہین کر سکتا، تیمور کی قابلیت کو سب سے فائق سمجھکر قضا و قدر کے برابر سمجھتے تھے،

جنگ کے لیے تیاری کرنے مین تیمور بھی چنگیز خان کی طرح محتاط تھا، لیکن جنگ کی تدبیرون مین تیمور ہوشیاری اور سیاست مین وہ درجہ نہ رکھتا تھا جو چنگیز خان نے پایا تھا، چنگیز خان مشکلات سے بچتا تھا، تیمور ہر مشکل کا مقابلہ کرتا تھا۔ اور اس پر غالب آتا تھا چنگیز خان سے یہ بن نہ پڑتا تا لشکر کو پیچھے چھوڑ صرف تھوڑی سی جمعیت کو ساتھ لے گھوڑا دوڑاتا ہوا بغداد مین داخل ہو جاتا یا بے دریغ قلعۂ قرشی کی دیوار پر جا چڑھتا،

چین مین چنگیز خان نے پہلے چھوٹے چھوٹے متفرق صوبے غارت کئے، پھر اس خون و خرابے اور بدنظمی مین جو خود پیدا کی تھی اپنی فوجون کا انتظام کیا اور پوری سلطنت

فتح کر لی، تیمور دشمن کو موقع دیتا تھا کہ وہ ایک ہی مقام پر اپنی پوری قوت مجتمع کر لے، جب ایسا
ہو لیتا تھا تو لڑنے بڑھتا تھا، چنانچہ آخری عمر کی تمام لڑائیون مین اسی طرح کامیاب ہوا، نپولین
کی طرح تیمور بھی تمام باتون کو سوچکر اور ان کے لیے تیار ہو کر کوچ کرتا تھا، اور صرف اپنی قابلیت
پر بھروسا کرتا تھا، کہ دشمن کی قوت توڑنے کے لیے ٹھیک بات ٹھیک وقت پر انجام دینے
کا بندوبست کر لیا ہے، کوئی مسئلہ ایسا نہ ہوتا تھا جو اُسے متردد کرتا،

ہمین نہین معلوم کہ چنگیز خان نے امور جنگ مین ایسی غائر نظر کیونکر پیدا کی تھی، اور صحرا مین
فوجی انتظام کو اس نے کیونکر درجۂ کمال تک پہنچایا تھا، اسی طرح تیمور کا رازِ کشور کشائی بھی اب تک
ہمارے لیے ایک بن بوجھی پہیلی ہے[1]،

---

[1] چنگیز خان اور تیمور کی لڑائیون مین جو مقابلہ کیا گیا ہے اس کے لیے مطالعہ کیجئے ہیرلڈ لیمب کی کتاب
"چنگیز خان شہنشاہ ابنائے آدم" مطبوعہ ۱۹۲۷ء،

۲۵۷

(۷)

یورپ کے شاعر اور تیمور

یورپ کی دہلیز پر تیمور کا دفعتہً ظاہر ہونا اور پھر دفعتہً مع لاو لشکر شان وسطوت کے غائب ہو جانا ایسی چیزین تھین جنھون نے یورپ کے شاعرون کے تخیل کو بھڑکا دیا، ٹمرلین یا ٹمبرلین ایک افسانہ بنگیا، یونانیون اور ترکون کی غلط کہانیون سے اُس کا ایک خیالی مرقع بھی تیار کر لیا گیا، شروع زمانے کی کتابون مین تیمور کا ذکر "ٹمرلین دشمن باجزیٹ" کی صورت مین آیا ہے، عثمانی سلطان بایزید کا نام سولھوین صدی عیسوی کے باشندگان جرمانیہ "باجزیٹ" کیا کرتے تھے، اور جس زمانے مین تیمور زندہ تھا تو وہ "چام ٹاٹاری" کے نام سے بھی پکارا گیا تھا، اور اس کا نسب ستھیا کے چرواہون کی نسل سے بیان کیا جاتا تھا، اس ستھیا کے لفظ مین قدیم یونانی مورخ ہیرو ڈوٹس کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے، مگر ان باتون پر اس قدر ہنسی نہین آتی جس قدر کہ بعد کی یورپی تاریخون پر آتی ہے، مدت تک یورپ کے مصنف تیمور کا ذکر ترکون کی ضمن مین کرتے رہے، اور اس کو ایک مضمون "ناتولیہ" کی تسخیر اور شاہان مصر، ایروشلم اور بابل سے متعلق سمجھتے تھے،

ادبی عہد ایلزبیتھ کے شروع زمانے مین شاعر کراسٹو فرمارلو کو بھی تیمور کا اس سے زیادہ حال جو اوپر بیان ہوا معلوم نہ تھا، اس شاعر کو تیمور ایک ایسی طاقت اور قوت کی مجسم تصویر معلوم ہوا جو کسی سے مغلوب ہونا نہ جانتی تھین، مشرق سے یورپ ناواقف تھا مگر مشرق کی تمام شان و

شوکت مارلو کو تیمور ہی مین نظر آنے لگی، اور شاعر نے اپنے اس تخیل کو بڑی بلاغت اور فصاحت سے ادا کر کے انگریزی نثر مین سب سے پہلا ناٹک لکھا جسکا نام "تمبرلین اعظم" رکھا، یہ کتاب محض شاعر کے تصور کا نتیجہ ہے اور اسکی بنیاد یونانی ایرانی دنیا کی پرانی تاریخون کے سوا اور کسی چیز پر نہین رکھی گئی ہے[1]

۲۵۸ مارلو کا افسانہ "تمبرلین" جو ۱۵۸۶ء مین لکھا گیا ایسا ہے جسے انگریزی ادب مین ایک غیر فانی تصنیف کہنا زیبا ہوگا، مگر کتاب مین یہ وصف محض اس انگریزی شاعر کے جوشِ طبیعت اور زورِ کلام سے پیدا ہوا ہے، قصہ کا تمبرلین اصلی تیمور گورگان سے صرف دو چیزون مین مشابہت رکھتا ہے، ایک ارادے کی استواری مین جسے جنبش نہین ہے، دوسرے ذوق اجلال و عظمت مین، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مصنف کو بھی انہی دو چیزون سے عشق تھا، یہ ظاہر ہے کہ اسپینی سفیر کلاویجو کا سفرنامہ جس مین تیمور کے کچھ حالات اضافہ بھی کئے گئے تھے اور جو اس شکل مین ۱۵۸۲ء مین شایع ہوا تھا مارلو کی نظر سے نہین گزرا تھا،

اس سفرنامے کے شایع ہونے کے بعد تیمور کا ذکر یورپ کی تاریخون مین اکثر آنے لگا،

---

[1] مارلو کے اس ناٹک مین کسی صحیح اور مستند واقعہ کو تلاش کرنا عبث ہے، سوائے تیمور اور بایزید کے کوئی شخص اس ناٹک مین ایسا نہین جو تاریخی اصلیت رکھتا ہو، صرف ایک نام ایسا ہے جس مین واقعی مشرقی آواز موجود ہے اور وہ "یوسم کاسین" ہے، برگیرون نے اپنی کتاب "تاریخ سارا سین" (۱۶۵۳ء) مین ایک شخص یوسم کسن کا ذکر کیا ہے جو تیمور کی ملازمت مین تھا، یہ غالباً "ترکمانان سپید میش" کا کوئی شخص تھا، شاعر مارلو نے اماسیہ اور سوریا کے بادشاہون کا ذکر کیا ہے، سوریا سے غالباً مراد سیریا (شام) ہے، اماسیہ اور سیریا ملکی صوبے ضرور تھے لیکن انکے بادشاہ کسی تاریخ مین مذکور نہین دیکھے، ایک شخص اوزن حسین ترکمانان آق قوینلو کا سردار ضرور تاریخ مین بیان ہوا ہے جس نے ایک یونانی شہزادی سے شادی کی تھی، لیکن وہ تیمور سے دو پشتون کے بعد گذرا ہے، (مصنف)

مگر اصلی صورت کا ابھی ذکر نہ تھا بگڑی ہوئی تصویر دکھائی جاتی تھی،

لیون کلاویوس (Leun Clavius) نے ۱۵۸۶ء مین اور پیرونڈینوس (Perondinus) نے ۱۶۰۰ء مین تیمور کا ذکر اپنی تصانیف مین کیا، ژین دی بک (Jean de Bek) نے ایک غیر معروف شخص "الحازن" (الحسین) کا فرضی تذکرہ ۱۵۹۵ء مین لکھا، رچرڈ نولز (Richard Knolles) نے اپنی تصنیف "تاریخ ترک" مین جو ۱۶۰۳ء مین کئی جلدون مین شائع ہوئی تیمور کا حال شامل کیا، ابتدا زمانہ مین تیمور کے جس قدر حالات لکھے گئے وہ پرچاز۔ ہزپلگرمز (Purchas,his Pilgrims) (مطبوعہ ۱۶۲۵ء) مین جمع کر دیئے گئے ہین، میگنون (Magnon) نے ۱۶۴۷ء مین ایک بڑی عجیب وغریب کتاب "تیمور اعظم و بایزید" (Le Grand Tamerlan et Bayazet) کے نام سے لکھی تھی، ۱۶۳۴ء مین برگیرون (Bergeron) نے (voyages en Tartarie) "اسفار تاتار" ایک کتاب لکھی، اس مین تاتاریون اور مسلمانون کے اکثر حالات کسی قدر صحیح لکھے، غرض اب علم پیدا ہونے کی ابتدا ہوگئی، اور اس مین ترقی اس صورت سے ہوئی کہ ۱۶۵۸ء مین واٹیر (Vattier) نے پیرس مین احمد ابن عرب شاہ کی کتاب عجائب المقدور کا ترجمہ شایع کیا،

یورپ کے افسانون مین جو تصویر تیمور کی کھینچی گئی اس کا ایک عکس شاعر ملٹن کے شیطان مین نظر آتا ہے، بڑے بڑے صور و نفیر پھونک کر ملائکہ کی فوجون کو لڑائی مین بلایا جاتا ہے، رایت اور علم بلند ہوتے ہین، فرشتے جو راندہ درگاہ ہو کر ظلمت کی مخلوق ہو گئے ہین بہشت کے دروازون پر تومان اور قشون آراستہ کرتے ہین، ان منظرون کے علاوہ اس زمانے کے سامان جاہ و حشم جو

مشرق کے ساتھ خصوصیت رکھتے تھے جس طرح ملٹن کی مشہور نظم "جنت گم شد"[1] (Paradise Lost) مین آئے ہین اسی طرح تیمور کے افسانون مین بھی بیان ہوئے ہین، ایک مدت تک "تمرلین" یورپ کے علم ادب مین مشرق کے ایک مطلق العنان بادشاہ کا اعلیٰ ترین

۲۵۹

[1] سترہوین صدی عیسوی مین انگلستان کے مشہور و معروف لاطینی ادیب اور شاعر نے آخری عمر مین جبکہ بینائی جاتی رہی تھی ایک نظم "جنت گم شد" کے نام سے لکھی، اس نظم کا مضمون یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے فرزند مسیح کو ظاہر کر کے اس عالم کو تعمیر کرنے کی خدمت اس کے سپرد کی تو بعض فرشتون نے بہت برا مانا، عالم کو پیدا کرنا ایک بڑی ممتاز خدمت تھی اور اس کو انجام دینا یہ فرشتے اپنا استحقاق سمجھتے تھے، خدا کے اس فعل کو انھون نے مسیح کی بے جا طرفداری سمجھا اور باغی ہو گئے، خدا اور خدا کے وفادار ملائکہ سے جنگ و پیکار مین مصروف ہوئے، اس حرکت پر خدا کا غضب اُن پر نازل ہوا، عرش کا فرش پھٹ گیا اور یہ باغی فرشتے راندہ درگاہ ہو کر آگ اور ظلمت کے طبقہ لامتناہی مین جس کے وسط مین یہ عالم مسیح کے ہاتھون قائم ہونیوالا تھا گرا دیے گئے، ان باغی فرشتون کا سردار ایک بڑا عالی منصب فرشتہ تھا جس کا نام بعد کو شیطان ہوا،

اس اثنا مین مسیح نے نظام شمسی قائم کر کے اس کرۂ ارض کو پیدا کیا اور خدا کے حکم سے آدم اور آدم سے حوا پیدا ہو کر باغ عدن مین آرام سے رہنے لگے،

شیطان کو جب معلوم ہوا کہ ایک نئی چیز پیدا کی گئی ہے جو خدا کی پسندیدہ اور اس کے فرزند کی بنائی ہوئی ہے تو اس کی تخریب کے درپے ہوا، ظلمت کے طبقے سے کسی طرح رستہ ڈھونڈا تا کرۂ ارض پر آ کر باغ عدن مین جا اترا، اور یہان حضرت حوا کو بہکا کر یہ نتیجہ پیدا کیا کہ آدم اور حوا دونون باغ عدن سے نکال دیئے گئے، اس حالتِ زار کو دیکھ کر مسیح ان کے شفیع بنے اور دنیا مین پیدا ہو کر نسل آدم کی نجات کے لیے مصلوب ہو کر آسمان پر چلے گیے، یہ نظم انگریزی ادب کا ایک جادو اور طلسم ہے، بیان مین وہ قوت اور عظمت ہے کہ عقل دنگ رہجاتی ہے، ایک ادیب نے اس نظم کی نسبت لکھا ہے کہ "ملٹن نگینہ پر نقش نہین بناتا تھا بلکہ سر بفلک پہاڑون کی پیشانی پر مصوری کرتا تھا" اسکی تصویرین اتنی عظیم ہوتی ہین کہ انسان کے تصور کی حدود سے نکل جاتی ہین (مترجم)

نمونہ ظاہر کیا گیا، اور پھر یہی اعلیٰ نمونہ "مغل اعظم" کی صورت مین دکھایا گیا، اور جس وقت فرانس مین والٹیر کا زمانہ آیا تو چین کے شہنشاہ کو بیان کرنے مین بھی یہی انداز اختیار کیا گیا، اور اب تیمور نے وہی جگہ لی جو پہلے "ملک تاتار کے خان اعظم" کو ملی تھی، اور اس خان تاتار کی عظمت یورپ کے ذہن مین مارکو پولو نے پیدا کی تھی، مگر ان سب باتون کو اصلی تاریخ یا اصلی آدمیون سے کوئی تعلق نہ تھا،

جس وقت تک اٹھارہوین صدی کی ابتدا مین پیتے دل کرواہ (Petis de la Corex) نے مولانا شرف الدین علی یزدی کی بڑی تصنیف ظفر نامے کا ترجمہ نہین کیا تیمور کے حالات کی نسبت صحیح علم پیدا نہ ہو سکا،

(۸)

"مونگل" (مغل)

ایشیا سے باہر کے مصنفون نے "مونگل" کے لفظ کو اس قدر مختلف معنی پہنائے ہین کہ شروع زمانے کے حالات کی طرف رجوع کر کے اس کے اصلی مفہوم کو سمجھنے کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے، ابتدا مین "مونگل" "مونگ کو" یا "منگ کو" تھا جس کے معنی "جوانمرد" یا "روپہلی" قوم کے تھے، اس قوم کی اصل تنگوسی اور قدیم ترکون سے تھی، تنگوسی سائبیریا کلان کے اصلی قبائل مین سے ایک قبیلہ تھا، بجز اس تعلق کے کہ "منگ کو" نے چین کا ملک فتح کیا اور کوئی تعلق اس کو اپنے زمانے کے چینیون سے نہ تھا،

منگکو خانہ بدوش تھے، بلند قامت، قوی الجثہ، نوشت وخواند سے قطعی معرا، گلون پر گذر اوقات چراگاہون کی تلاش مین بادیہ گرد، سب بالکل صحرائی تھے، دشت گوبی اور شمال کی ہموار زمینین اُن کا مسکن یا جولانگاہ تھین، اور یہ وہی قوم تھی جسے یونان کے مورخ ہیروڈوٹس نے "سیتھین" لکھا ہے جو ہون اور آلان قومون کے عمزاد تھے، اور ہوتی اور آلانی وہ قومین تھین جنھون نے مغرب کی طرف یورش کر کے یورپ کو ماتم کدہ بنا دیا تھا، یہ لوگ اُس زمانے مین بھی گھوڑون پر سوار ہوتے تھے اور ان مین کے جو لوگ اب باقی ہین وہ بھی مرکب سوار ہین،

چین کے باشندے مدت ہوئی کہ منگکوؤن کو "ہی انگ نو" کہتے تھے یا بھوتون پریتون پر اُن کے نام رکھ چھوڑتے تھے، چینیون نے ان کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کے لیے چین کی

سرحد پر ایک بڑی دیوار بنائی تھی، اور یہ دیوار اسی طرح بنائی تھی جیسے قصہ مشہور ہے کہ اسکندر مقدونی نے اس سے کچھ زمانے پہلے "پورٹی کیسپی" Portae caspiae والی دیوار وحشیون کو اپنی حدود سلطنت سے باہر رکھنے کے لیے بنوائی تھی، ایشیا کی ارض مرتفع کے رہنے والے منگولون کو جو گھوڑون پر سوار ہوتے تھے، گوشت کھاتے اور دودھ پیتے تھے اور خانہ بدوش رہتے تھے ہیروڈوٹس نے "سیتھین" بتایا ہے، رومانی مصنفون نے جو بعد کو آئے اونھین ہون لکھا، اور چینیون نے انھین "ہی انگ نو" کہا، یہ تمام الفاظ ایک ہی نسل کے لیے مستعمل ہوئے ہین "ہی انگ نو" کے معنی بحیثیت مجموعی تمام خانہ بدوش قومون کے ہین، یہ ہم نہین کہہ سکتے کہ "ہی انگ نو" کوئی ایسی جماعت قومون کی تھی جو باہم منتظم و متحد تھی، کیونکہ یہ قومین ہمیشہ آپس مین لڑتی رہتی تھین، ۱۱۶۲ء مین چنگیز خان کے زمانے مین اس مجموعہ اقوام یعنی "ہی انگ نو" مین بیسیون قومین شامل تھین، مثلاً مشرق سے مغرب کی سمت مین لیجیے تو تنجو کے آبا و اجداد تاتاری، مونگل (مغل)، کریت (قریت)، جیلیر اور ایغور سب کا شمار "ہی انگ نو" ہی مین تھا، چنگیز خان نے جو "مونگل" کا سردار تھا باقی قومون پر غلبہ حاصل کیا اور ان قومون سے سلطنت مونگل یا مغل کا قلب و صدر پیدا کر دیا،

چنگیز خان مغلون کی سلطنت کا بانی تھا، تمام مغل اس کے سب سے پہلے متبعین مین تھے، پھر خانہ بدوش قومین مجموعی طور پر ایسی قومین تھین جنکو چنگیز خان نے سب سے پہلے اپنا مطیع بنایا، ان کی مدد سے چین فتح کر کے وہان اپنا عمل دخل کیا، پھر ان خانہ بدوش قومون اور چینیون کی مدد سے وسط ایشیا کے ترکون کو مغلوب کیا، اور اس کے بعد باقی دنیا کے ایک بڑے حصے کو فتح کر لیا،

۱۱۶۲

پس "مونگل" یا "منگل" (یا مغل) کے معنی آجکل دو مفہوموں مین سے کسی ایک مفہوم کے ہین، اوؐ دو مفہوم یہ ہین، "مونگل" (یا مغل) اُسے کہتے ہین جو مونگل کی سلطنت عظمیٰ کا جسکا وجود بارہوین اور تیرہوین صدی عیسوی مین تھا باشندہ ہو، یا اصلی قوم "مونگل" کی اولاد سے ہو، ہم نے اس آخری معنون مین مونگل (مغل) کا لفظ استعمال کیا ہے[1]

---
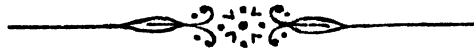
[1] اس بحث کو پوری طور پر مطالعہ کرنے کے لیے دیکھو ای، ایچ۔ پارکر E. H. Parker کی کتاب "تاتاریون کے ایک ہزار برس" نیز "چین کی تاریخ قدیم" مؤلف فریڈریخ ہرتھ Fredriech Hirth نیز ابوالغازی بہادر خان کی "تاریخ ونسب تاتار" (کیمبرج میڈیول ہسٹری جلد چہارم)۔ مصنف،

(۹)

تاتار

لفظ تاتار مین مونگل (مغل) سے بھی زیادہ مختلف چیزون کی آمیزش کردیگئی ہے، شروع مین تاتار ایک مختصر سی خانہ بدوش قوم کا نام تھا، یہ قوم مونگل خاص کے مسکن سے مشرق مین رہتی تھی، اور مونگل سے بہت مشابہ تھی، ہمین یہ نہین معلوم کہ لفظ تاتار کی اصل کسی پرانے سردار قبیلہ تاتور کے نام سے ہے، یا چینی اصطلاح "تا۔تا" اس کا ماخذ ہے[1]،

تاتار ایک ایسی خانہ بدوش قوم تھی جو چینیون سے بہ نسبت اور غیر قومون کے سب سے زیادہ قریب بود و باش رکھتی تھی، اس لیے چینیون نے تمام خانہ بدوش قومون کا نام تاتار رکھدیا، یہ نام برقرار رہا اور چینی اب تک اس کا تلفظ تاتار ہی کرتے ہین، اس نام کو ایسا استحکام ہوا کہ یورپ کے مورخون نے اس کو جملہ اقوام خانہ بدوش کے لیے استعمال کیا، باوجودیکہ شروع کے یورپین جو تیرھوین صدی عیسوی مین تاتاری سلطنت مین پہنچے تھے ان کو مغلون نے آگاہ بھی کیا کہ جب مغلون کا تذکرہ کرنا ہو تو انھین تاتار نہ کہا جائے کیونکہ تاتار تو وہ قوم ہے جسے مغلون نے فتح

[1] آجکل کے محققون کا میلان خاطر یہ ہے کہ لفظ تاتار کو اسکی اصلی صورت تتار پر پھر قائم کردیا جائے، دلیل اسکیلئے یہ پیش کیجاتی ہے کہ لفظ تار جو ایک بامعنی لفظ ہے جب اسکی تکریر کرکے تار تار کہتے ہین تو اسکے معنی مین زیادہ زور پیدا ہوجاتا ہے، چینیون کی زبان سے چونکہ ر کا حرف ہر جگہ صاف ادا ہوتا تھا اسلیے وہ تار تار کو تا تار کہتے تھے، شروع زمانے کے یورپین سیاحون نے بھی ہمیشہ تار تار لکھا ہے، بجانب دیگر عربی اور فارسی مورخون نے کبھی تاتار نہین لکھا اور آجکل کے تاتاری بھی اسکا لفظ اسطرح نہین کرتے، تتار جو مادہ ہے اس کے معنی پھرنے والے یا اٹھنے والے کے ہین، یا ممکن ہے یہ مادہ تیر یا تور ہو جو توران اور ترکی مین پایا جاتا ہے، مگر یہ امر مشتبہ ہے۔ (مصنف)

کیا ہے، اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ بارہوین صدی عیسوی کے برطانیہ مین نارمن لوگ اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ ان کو سیکسن کہا جائے، (کیونکہ نارمن نے سیکسن کو فتح کیا تھا) مغلون سے مغلوب ہو کر ۱۳۰۰ء کے بعد تاریخی مقاصد کے لیے تاتار مفقود ہو جاتے ہین؛ اور مغلون کی سلطنت کے مسلح لوگون مین مل جل کر ان مین کوئی خاص تمیز نہین رہتی،

ایشیائی طبیعت کا خاصہ ہے کہ وہ ایک شئے کو اس شئے کے نام سے زیادہ با وقعت سمجھی، یورپین موزخون کے نزدیک چنگیز خان مغلون کا شہنشاہ تھا لیکن چنگیز خان کی رعایا اس کو خاقان یعنی خان اعظم تمام دنیا کا سمجھتی تھی، چنگیز خان کا نام زبان پر لانا بے ادبی سمجھا جاتا تھا اصل چیز جو اس کے پاس تھی وہ سلطنت تھی، نام کوئی چیز نہ تھا، مغل اور تاتار خاصکر اس زمانے مین کتابت نہ جانتے تھے، غیر ملکون کے لوگ ان کے ہان کاتب کی خدمت پر رہتے تھے، اور تحریر کی زبان تقریر کی زبان سے مختلف تھی، مغلون کی طرف سے جو تحریرین یورپ مین آئین ، ان مین کاتبون نے خاقانون کے نام اس طرح لکھے، (۱) جگہ خالی چھوڑ دی (۲) "زمین پر خدا کا نائب" (۳) "عالم کا فرمانروا" (۴) "کل نوع بشر کا شہنشاہ" "مغل" کا لفظ کہین استعمال نہین کیا گیا، مارکو پولو جب سیاحت سے واپس آیا تو تار تار یا تار تری کا لفظ اپنے ساتھ لایا،

ان کے ماسوا اور حالات سے ہم لاعلم ہین، روسیون نے جنھین سب سے پہلے اور بہت مدت تک ان خانہ بدوش فاتحون سے واسطہ رہا، شروع سے تاتار کا لفظ استعمال کیا اور ابتک یہی لفظ بولتے ہین، مصنف ہوورتھ کا خیال ہے کہ مغلون کی سرکردگی مین پہلا لشکر جو روس کو فتح کرنے اٹھا اس کے قراول مین تاتاریون کی فوج تھی، روسیون سے تعلق ہونے پر یورپ والون نے بھی تاتار کا لفظ بولنا اختیار کرلیا، اور چین کا نام ختائی (خطائی) رکھتے تھے، انھین جب ہی معلوم ہوا، کیتھے

(خطائی) کا لفظ بعد کو متروک ہوگیا لیکن جب مغلون کی ماتحتی مین خانہ بدوش قومون نے دنیا مین گشت لگانا شروع کیا تو ان قومون کا نام تاتار لیا گیا اور اب تک یہی نام لیا جاتا ہے اسکو بدلنے کا وقت اب نہین رہا برلاس کے قبیلے یعنی تیمور کے آباو اجداد کے قبیلے کو اصلی تاتاریون سے جو جھیل بیار کے کنارے اور مقامات مین شکار کھیلا کرتے تھے کوئی واسطہ نہ تھا، برلاس کے آدمی جسقدر یکسانی اُن لوگون سے رکھتے تھے جنھین ہم قدیم ترک کہتے ہین اور کسی سے نہ رکھتے تھے،

لیکن برلاس کے آدمیون کے لیے بھی ہمارے پاس تاتار سے بہتر کوئی لفظ نہین ہے، مولنا شرف الدین علی یزدی نے بھی یہی لفظ برتا ہے اور میر خوند اور خوند امیر بھی یہی لکھتے ہین،

ابو الغازی خان نے بھی برلاس کو تاتار لکھا ہے اور ایرانی اور عرب مصنفین نے جو بعد کو آئے تاتار اور ترک دونون لفظ استعمال کئے ہین، آجکل کے محققون مین سر ہنری ہوورتھ اور ایڈورڈ جی براؤن نے بھی تاتار لکھا ہے لیکن لیون کاہون اور آرمینیوس وامبرے نے بہت وثوق کیساتھ برلاس کو ترک کہنا صحیح سمجھا ہے اسکی وجہ انھی کو معلوم ہے،

اس کتاب مین ہم نے تاتار کا لفظ استعمال کیا ہے نسلی یا تاریخی حیثیت سے نہین، بلکہ اس خیال سے اور لفظون سے یہ لفظ تیمور کی قوم والون کو بیان کرنے کے لیے بہتر معلوم ہوا، بہرکیف اصل مطلب انسان سے ہے نام کوئی چیز نہین ہے جتہ (چغتائیہ) اور سیر آوردہ (قپچاق) کو ہمنے مغل لکھا ہے کیونکہ اب تک یہ قومین خانان مغل کی اولاد کے زیر فرمان چلی آتی ہین[1]،

---

[1] زیادہ حالات کے لیے دیکھو ہوورتھ جلد دوم، نیز کتاب "وسط ایشیا کے ترک" مصنف M. A. Czaplicka (ایم اے زاپلیکا) :- اسلامی خاندانہائے شاہی مصنف لین پول، نیز کزنائٹ زوف (P. Kuznietzoff) کی کتاب "وسط ایشیا کے تمدن اور السنہ" نیز وہ مضامین دیکھے جائین جو ایس ڈبلیو کوئیلے S. W. Koee کے لکھے ہوئے جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے نئے سلسلے کی جلد ۱۴ مین درج ہوئے ہین، (مصنف)

(۱۰)

ترک

سالہا سال سے علمائے لسانیات وانسانیات واثریات نے اور ایسے ارباب سیاست نے جو مسئلۂ ہمہ ترکی کے حامی ہین ترک کے لفظ کو فٹ بال بنا رکھا ہے اور اتنی گرد اڑائی ہے کہ گرد کا فٹ بال سے اور فٹ بال کا گرد سے تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے،

قصّے اور روایتین بکثرت ہین، ایک کہانی بھیڑیے کی مادہ والی ہے، دوسری متبرک روایت ترک بن یافث کی ہے، تیسرا قصہ یہ ہے کہ وسط ایشیا مین ایک بڑی شایستہ سلطنت تھی جو فلزات کی صنعت اور گھوڑون کی پرورش مین ید طولیٰ رکھتی تھی، غرض یہ سب افسانے بہت دلچسپ ہین مگر کوئی بھی ایسا نہین جو از اول تا آخر باور کیا جا سکے، بیان اس حد تک ہوا ہے کہ قسطنطنیہ کے نشانِ ہلال کی جگہ اب یہ تحریک شروع ہوئی ہے کہ بھیڑیئے کا سر سونے کا بنا کر سلطنت کا نشان قرار دیا جائے، مگر ظاہر یہی ہوتا ہے، کہ سنہ عیسوی کی پانچوین صدی سے پہلے ترکون کا حال کچھ بھی کسی کو معلوم نہ تھا،

پانچوین صدی عیسوی کے بعد البتہ "ہی انگ نو" کے مجموعہ اقوام سے ایک قوم جدا ہو کر جبل الذہب" (کوہ التائی) مین جو چین اور گوبی کے بیچ مین تھا آباد ہو گئی، اس قوم کے خاندانون کو اسینہ کہتے تھے، کبھی کبھی وہ ترک بھی کہے جاتے تھے، ترک کے معنی لوہے کی ٹوپی (خود) کے ہین یا تو اس خود پوشی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ جہان وہ رہتے تھے

اس کے قریب ایک پہاڑ گنبد کی شکل کا تھا، انھین ترک کہنے لگے، یہ بھی بیان ہوا ہے کہ چینی ترک کو تاؤ کی کہتے تھے کیونکہ ر کا تلفظ چینیون سے ہوتا نہ تھا لیکن تاو کے معنی چینی زبان مین ناپاک کتے کے ہین اور غیر ملک کے کتون کو جس کی شہادت اکثر یورپ مین بخوبی دے سکتے ہین چین کے لوگ اب تک تاؤ کہتے ہین، یہ صاف نہین معلوم ہوتا کہ چینیون نے کبھی یہ نقطہ خانہ بدوش اسینہ کو اپنی نسبت کہتے سنا تھا، اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چین کے لوگ اسینہ کو گالیان دیا کرتے تھے

بہرکیف یورپ کے محققون نے چین کی تاریخی کتابون سے زیادہ تر استفادہ کر کے اسینہ کے قرابتدار قبیلون کو اسی نسلی نام | یعنی ترک سے موسوم کر دیا، اور نہ ہی انگ قوموں کے مجموعے سے جو قبیلے مشرق کی طرف آباد تھے ان مین ایغور اور جبلیر کو بھی ترک ہی کا نام دیدیا گیا، مغرب کی طرف ہمارے دوست قرلوق، قنقلی، قراقلماق، قپچاق[1] تھے جن سے سیر اوردہ کی افتاد ہوئی، یہ بھی ترک کہلائے گئے،

یہ لوگ ترک اس وجہ سے کہلائے گئے کہ وہ سب ایک ہی زبان بولتے تھے جسے اب ترکی کہتے ہین، لیکن یہ قسطنطنیہ کی ترکی زبان نہ تھی، شروع مین اس شہر کی بعض بولیان مغلون کی بولیون سے بہت مشابہ تھین،

غرض اس طرح سے یورپ کے مصنفون نے ترک کا نام اپنی تصنیفون مین رائج کر لیا جس نام کو ایک چھوٹے سے قبیلے کے لیے صحیح تسلیم کیا تھا اس کو متعدد بڑے بڑے قبیلون پر عاید کر دیا، یہ بات ایسی تھی جیسے لیتھوانیہ کے بادشاہ کا ایک قصہ یاد آتا ہے، یہ بادشاہ جس وقت عیسائی ہوا تو اس نے اپنی قوم والون کو بھی ایک ایک گروہ مین نامزد کر کے

[1] قرلوق، برفستان کے رہنے والے، قنقلی، اونچی گاڑی، قراقلماق، کالی ٹوپی، قپچاق، صحرائی،

۲۶۶

اصطباغ کے لیے طلب کیا، جب اصطباغ شروع ہوا تو ایک گروہ کو پیٹر اور دوسرے گروہ کو پال کا نام دے دیا،

بہرصورت ترک خشکی کی سمت مین چین کی سرحد پر موجود تھے، گوشت خوار تھے، ریشم کے کپڑے پہنتے تھے اور دودھ پیتے تھے، ان مین جو جوانمرد ہوتے تھے ان کو بہاتور (بہادر) کہتے تھے، شہزادیان خاتون کہلاتی تھین، اور بادشاہون کا لقب خاقان ہوتا تھا، کمانین ان کے پاس سینگھ کی ہوتی تھین اور ان کے تیرون سے زہ سے چھٹنے کے بعد ایک مسلسل آواز پیدا ہوتی تھی، اور اُن کا جھنڈا "وغ طوغ" کہلاتا تھا یعنی اسپرمیٹریئے کا سر بنا ہوتا تھا، اور یہ سونے کا ہوتا تھا، اور یہ جھنڈا الن خاقان (یعنی گرگ خاقان) کا نشان ہوتا تھا، صرف بادشاہ ہی اس قسم کا رایت رکھ سکتا تھا، اور صرف اسی کو یہ حق حاصل تھا کہ دن بھر مین پانچ مرتبہ اپنا نقارہ بجوائے ان خاقانون مین ہم تیمور کے بزرگون کو بھی دیکھتے ہین،

یہ حالت ساتوین صدی عیسوی مین تھی جبکہ مغل چمڑا پہنتے تھے، مچھلی اور اور جانورون کا گوشت اور ناپاک چیزین کھاتے تھے، یہ اس وقت بھی بسیر یعنی شمالی ملک مین رہتے تھے جو اب ہم سائبیریا کہتے ہین، اس کے بعد کے واقعات بہت پیچیدہ شکل رکھتے ہین، یہ بڑے بڑے قبیلے جن مین سوائے زبان کے جسے ہم "ٹرکش" کہتے ہین اور کوئی بات ایک سی نہ تھی بہت سی وجوہ سے جنہین زیادہ تر لڑائی بڑا سبب تھی اپنی اپنی جگہ سے ہٹ کر آگے بڑھتے رہے، (یہ "ٹرکش" زبان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بگڑی ہوئی سنسکرت کے حروف مین یا سریانی کتابت مین لکھی بھی جاتی تھی،)

ان قبیلون نے نقل مکان کیا اور مغرب کی طرف جاکر دور دور تک پھیل گئے، وسط ایشیا

کی وسیع زمین پر مختلف سلطنتین قائم ہوئین، قائم ہو کر مل گئین اور ملکر جدا جدا ہوتی رہین، مگر ہر حال مین ایک قسم کی نظری سیادت چین کے بادشاہ کی اُن پر قائم رہی | اور اس کے ساتھ ہی عربون کی نئی نئی قوت نے بھی اُن کو مغلوب کرنا چاہا، یہ نام نہاد ترک بت پرست تھے، ایغور، قرلوق اور قراختائی سب کے عروج کے دن اپنے اپنے وقت پر آئے، پھر چنگیز خان کے مغل وارد ہوئے اور اونھون نے ان قبیلون کو پراگندہ کیا اور پھر انھی مین سے اکثر قبائل کو اپنے اردو مین شامل کیا،

مگر ان تمام قبیلون نے اپنے نام برقرار رکھے، گو ان نامون مین جب ایک قبیلہ دوسرے قبیلے مین شریک یا شرکت کے بعد علٰحدگی اختیار کرتا تھا تبدیلیان ہوتی رہتی تھین، ان مین سے بعض مثلاً قرغیز اور قریت اب تک موجود ہین، برلاس تمام لڑائیون مین شریک ہوتے تھے، ماوراء النہر مین ان کے قدم جم گئے تھے، ایک روایت مشہور ہے کہ برلاس کے سردارون مین سے ایک شخص خانان مغل مین سے ایک بڑے خان کا قراچار یعنی سپہ سالار تھا۔

اس زمانے مین (یعنی چنگیز خان کی موت کے بعد تیمور کے پیدا ہونے سے پہلے) وہ قبیلے جنھین مورخون نے ترک کا نام دیا تھا اور جنکے پڑوسی انھین تاتار کہا کرتے تھے برائے نام مغل کہلانے لگے تھے، لیکن اسکاٹ لینڈ کے جرگون کی طرح یہ قبیلے بھی اپنے خاندان کا نام ہرگز نہ چھوڑتے تھے، یہ لوگ مختلف زبانون کے حروف مین اپنی زبان لکھنے لگے تھے، اور ان مین سے اکثر قبیلے مسلمان ہو گئے تھے، جو مسلمان نہین ہوئے تھے وہ بودھ مت رکھتے تھے مختلف ملکون کی کتب تواریخ مین اُن کا تذکرہ ہوا اور تقریباً ہر جگہ وہ باعث آزار ثابت ہوئے، تیمور نے ان قبیلون مین سے اکثر کو اپنا مطیع کر لیا،

۲۶۷

پس معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ترکی سلطنت یا ترکون کی قوم فی نفسہ کبھی کوئی وجود نہ رکھتی تھی عثمانلی صحرا گرد ترکمان تھے جو کسی صاحب حکومت خاندان کی اولاد نہ تھے۔ انھون نے اپنی قوت بازو سے ملک فتح کئے، یورپ مین اور مغربی ایشیا مین اکثر شادیان کین، انکی زبان زیادہ تر عربی اور فارسی سے مرکب ہے، پس عثمانلی کبھی ترک نہ تھے،

شہر صور کے ولیم نے جو جنگہاے صلیب کا مورخ ہے اس چیستان کو ٹھیک حل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ترک کے معنی آقا کے اور ترکمان کے معنی آوارہ گرد کے ہین،

عثمانلیون کو عجیب مشکل کا سامنا تھا، یورپ والے انھین ترک کہتے تھے یہانتک کہ ایک وقت ایسا آیا کہ ان کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا ترک ہونا تسلیم کرین، جس ملک کو ہماری تاریخون مین ٹرکی لکھا جاتا ہے وہ اس کے رہنے والون کے لیے ٹرکی نہ تھا، آج سے دس برس پہلے تک اس کا نام "عثمانلی ولایت" تھا،[1]

۲۶۸

---

[1] اس بحث کو زیادہ دیکھنا ہو تو لیون کاہون اور ای۔ ایچ۔ پارکر اور ابو الغازی بہادر خان کی تصانیف دیکھو، آر میتوس وامبیرے کی کتاب "ترک" اور ای۔ چاداتیس کی کتاب "مغرب کے ترک" ہربرٹ ایڈمز گبنز کی کتاب "عثمانی سلطنت کی بنیاد" بھی پڑھنی چاہئے، (مصنف)

(۱۱)

شیخ الجبل

یورپ کا مشہور سیاح مارکوپولو جس وقت ایران مین سیاحی کرتا تھا تو حسن صباح اور اس کے معتقدون کے متعلق اسنے بہت سے قصے سنے تھے، یہ لوگ حشیشین کے نام سے مشہور تھے، مارکوپولو نے جو کچھ حال ان کا لکھا ہے اس مین رنگ آمیزی نہین ہے بلکہ وہ بہت کچھ اصلیت پر مبنی اور قابل ملاحظہ ہے، مارکوپولو لکھتا ہے کہ

"علاو الدین[1] ان کی زبان مین شیخ الجبل[2] کہلاتا تھا، شیخ الجبل نے دو پہاڑون کے

[1] پہاڑی قلعون کے فرمانروا جنھون نے حشیشون کے خنجر کا خوف پیدا کر کے اپنی حکومت قائم کی تھی "شیخ الجبل" کہلاتے تھے، یہان متن مین جو عبارت ہم نے درج کی ہے وہ وینس کے مشہور سیاح مارکوپولو کے سفرنامے سے نقل کی ہے اور یہ سفرنامہ وہ ہے جسے یول کورڈیر نے شایع کیا تھا، (مصنف)

[2] فرقہ اسماعیلیہ کے ایک گروہ کی نسبت "حشیشین" کا ہتک آمیز لفظ یورپ کے صلیبی مجاہدون کی ایجاد ہے، اسلامی تاریخ مین اس لقب سے کوئی گروہ یاد نہین کیا گیا، صوبہ جبال کے شہر قزوین سے شمال مغرب مین اور صوبہ رودبار کی سرحد سے ملے ہوئے پہاڑی علاقے مین تقریباً پچاس قلعے ایسے تھے جن پر اسماعیلیہ کا یہ گروہ حکومت کرتا تھا، انکی ایک پوری ریاست قائم ہو گئی تھی جس کے آٹھ فرمانروا گذرے ہین ہر ایک کا لقب شیخ الجبل ہوتا تھا، علاؤالدین جس کا یہان ذکر آیا ہے ساتوان شیخ تھا، اس نے ۶۱۸ھ ۱۲۲۱ء ہجری سے ۶۵۳ھ ۱۲۵۵ء تک قلعہ الموت مین حکومت کی تھی، دیکھو اسلامک انسائیکلوپیڈیا جلد اول صفحات ۴۹۱، ۴۹۲، لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی انگریزی صفحات ۲۲۰-۲۲۱- (مترجم)

بیچ مین ایک وادی کو دونون طرف سے بند کر کے اسمین ایک پر فضا باغ لگایا، یہ باغ اس قدر خوشنما تھا کہ ایسا کسی نے نہ دیکھا ہوگا، اس مین طرح طرح کے پھلون کے درخت اور عالیشان مکانات اور محل تھے، یہ محل اسقدر پر تکلف و پر تجمل تھے کہ بغیر دیکھے ان کی خوشنمائی کا اندازہ نہین ہو سکتا تھا، تمام عمارتون مین سونے کا کام اور نفیس گلکاری کی گئی تھی،

"اور یہان نہرین تھین جنمین شیر و شراب، شہد و آب مصفا ہر وقت جاری رہتا تھا، اور دنیا کی حسین ترین عورتین یہان موجود تھین جو ہر قسم کے ساز بجانے گانے اور ناچنے مین بڑی مشاق تھین، اور رقص ایسا کرتی تھین کہ دیکھنے والے مسحور ہو جاتے تھے، شیخ الجبل اپنے معتقدون کو یہ باور کرا دیتا تھا کہ یہی مقام اصلی فردوس ہے۔

"شیخ نے یہ باغ مسلمانون کی بہشت کے نمونے پر بنوایا تھا، اور اسمین بہت سی ایسی چیزین مہیا کی تھین جنکا اصلی بہشت مین بھی موجود ہونا بیان کیا جاتا تھا، شراب، دودھ، شہد اور پانی کی نہرین تھین اور حورین تھین جو بہشت کے رہنے والون کو خوش کرتی تھین، ادھر کے مسلمان سمجھتے تھے کہ بہشت حقیقت مین یہی ہے،

"لیکن سوائے ایسے شخص کے جسے شیخ الجبل "فدائی" بنانا چاہتا ہو یہان کسی اور کے داخل ہونے کی اجازت نہ تھی، باغ کے دروازے پر ایک قلعہ تھا، یہ ایسا مضبوط تھا کہ تمام دنیا بھی حملہ کرے تو فتح نہ ہو، اور وادی بہشت مین جانے کا راستہ سوائے اس قلعہ کے کہین اور سے نہ تھا، شیخ کے دربار مین اس کے ملک کے چند نوعمر ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے، یہ بارہ برس کی عمر سے ۲۰ برس کی عمر تک ہوتے تھے، اور سب حربی کام سیکھنے کے شوقین ہوتے تھے، ان لڑکون کو شیخ بہشت کے قصے سنایا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ نوعمر اسکی بات

۲۷۰

کا ایسا ہی یقین کرنے لگین جیسے کسی پیغمبر کی امت اپنے پیغمبر کا یقین کرتی ہے، رفتہ رفتہ یہ لوگ شیخ کو واقعی اپنا پیغمبر ماننے لگتے تھے، اس کے بعد شیخ اُن لوگون کو اپنی بہشت مین لیجاتا تھا مگر ایک وقت مین چار چھ یا دس سے زیادہ کو نہین لیجاتا تھا، وہان لیجانے سے پہلے وہ ان کو کوئی ایسی چیز پلا دیتا تھا کہ وہ غافل سو جاتے تھے، غافل ہو جانے کے بعد شیخ کے حکم سے لوگ انھین اٹھا کر بہشت مین پہنچا دیتے تھے، جب ان کی آنکھ کھلتی تھی تو دیکھتے تھے کہ بہشت مین موجود ہین،

"پس جب وہ جاگے اور دیکھا کہ جگہ بہت ہی پر فضا اور خوشنما ہے تو وہ سمجھے کہ بہشت حقیقت مین یہی ہے، پھر خوبصورت عورتون نے اُن سے خوب جی بھر کر لطف اٹھائے اور جو کچھ اُن مردون نے اُن سے چاہا وہ انھون نے پیش کیا، یہ مرد ایسے خوش تھے کہ اپنی مرضی سے کبھی اس جگہ سے باہر نکلنا گوارا نہ کرتے تھے،

"یہ بادشاہ جسے ہم شیخ کہتے ہین بڑی شان و شوکت کا دربار رکھتا تھا، اور اس نے پہاڑون کے بے وقوف باشندون کو یقین دلا رکھا تھا کہ وہ پیغمبر ہے، اور جب اپنے کسی کام کو کسی حشیشی کو بھیجنا ہوتا تھا تو وہ حکم دیتا تھا کہ بہشت مین جو جوان لڑکے موجود ہین ان مین سے کسی کو وہ چیز پلا کر جسکا مین نے اوپر ذکر کیا ہے پہلے بے ہوش کیا جائے اور پھر اس حالت بیہوشی مین اسے وہان سے اٹھا کر شیخ کے محل مین حاضر کیا جائے،

"غرض جب بہشت سے نکل کر ایسے آدمی کو ہوش آتا تھا تو وہ دیکھتا تھا کہ شیخ کے محل مین ہون، بہشت مین نہین ہون، اس کے بعد اسے شیخ کے روبرو لاتے تھے، حشیشی شیخ کو نہایت ادب سے سلام کرتا تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ وہ اس وقت ایک سچے پیغمبر کے سامنے

۲۷۱

حاضر ہے، اس کے بعد شیخ اس سے پوچھتا کہ "تم کہان سے آئے ہو"، وہ جواب دیتا، بہشت سے آرہا ہون، اور وہ بہشت بالکل ایسی ہی ہے جسکا مسلمانون سے وعدہ ہوا ہے"۔ اور وہ بہشت کا حال اس طرح بیان کرتا کہ دربار مین جو لوگ حاضر ہوتے انھین بھی بہشت مین جانے کا شوق پیدا ہو جاتا،

"پس جب شیخ کو ضرورت ہوتی کہ کسی ملک کے بادشاہ کو ہلاک کرا دے تو وہ اس نوجوان فدائی سے کہتا کہ اچھا، تم جاؤ اور فلان شخص کو ہلاک کر دو، اور جب تم اُسے ہلاک کر کے واپس آؤ گے تو میرے فرشتے تم کو بہشت مین لے جائینگے اور اگر تم اس کام کو انجام دینے مین مر گئے تو بھی مین اپنے فرشتون کو بھیجکر تمھین بہشت مین واپس پہنچا دونگا، شیخ ان باتون کا اس آدمی کو یقین دلا دیتا تھا، اسلیے کوئی حکم اس کا ایسا نہ ہوتا تھا جس کے بجا لانے مین یہ آدمی کسی خطرے سے ڈرتا، کیونکہ اس کی بڑی خواہش یہ ہوتی تھی کہ جس بہشت کو چھوڑ کر آیا ہے کسی طرح پھر اسمین پہنچ جائے، غرض اس طریقے سے شیخ الجبل جسکو چاہتا تھا مروا ڈالتا تھا، اور یہی وجہ تھی کہ ملکون کے بادشاہ اس سے بیحد خوف مین رہتے تھے اور وہ شیخ کے مطیع اور باجگذار ہو جاتے تھے تاکہ شیخ ان پر مہربان رہے[1]،

[1] ایشیا کے جن مشاہیر کو فدائیون کے خنجر نے ہلاک کیا انکی تعداد بہت تھی، اس مین مصر کا ایک خلیفہ، حلب، دمشق، اور موصل کے بادشاہ اور فرمانروا تھے، طرابلس کا عیسائی بادشاہ ریمنڈ اور سنت سرات کا عیسائی حاکم کونرید بھی انہی مقتولون مین شامل تھا گو مدت تک کونرڈ کی نسبت یہ سمجھا گیا کہ انگلستان کا بادشاہ رچرڈ جو جنگ صلیب مین شریک ہوا تھا اسکا قاتل تھا، بہرحال فدائیون سے یہ سخت غلطی ہوئی کہ انھون نے مغلون کے ایک شہزادے کو مار ڈالا، اس پر مغلون نے برہم ہو کر فدائیون کے بہت سے قلعون کو بالکل غارت کر دیا، مغلون کے بعد تیمور نے فدائیون کا بالکل ہی خاتمہ کر دیا، زیادہ معلومات حاصل کرنے ہون تو دیکھو مارکو پولو کا سفرنامہ جسے یول کورڈیر نے شائع کیا ہے، نیز اوڈورک (Odoric) کا سفرنامہ اور جوائن ولا (Joinvilla) کی تاریخ نیز رشید الدین کی تاریخ شاہان مغلیہ ایران جسکا ترجمہ کواترمیری نے کیا ہے، (مصنف)

(۱۲)

تبریز کا عظیم الشان شہر

انسان جب تک اپنے تصور پر پورا زور نہ ڈالیگا ایشیا کے اس رفیع الشان شہر کی وسعت کا اندازہ کرنا غالباً مشکل ہوگا، زمانہ حال میں وہ ایک شکستہ حال اور سوتا ہوا شہر معلوم ہوتا ہے، گویا ولایت آرمینہ اور بحر خزر کے علاقے کے وسط میں دبا پڑا ہے، اس کا نام اب اتنا بھی مشہور نہین جتنا کہ اس کے ہمسایہ شہر موصل کا ہے جسکا تذکرہ آجکل سرکاری کاغذات مین مٹی کے تیل کے حقوق کی بحث مین ہوا ہے،

تیمور کے زمانے مین تبریز (جسے پرانے یورپ کے مورخون نے بعض اوقات توریز لکھا ہے) تمام دنیا کی تجارت کا مخزن تھا، یہان خراسان کی بڑی سڑک جنوب کی سڑک سے ملتی تھی، جو بغداد و فارس سے ہوتی ہوئی خلیج فارس تک گئی تھی، جن لوگون نے تبریز کو اس زمانے مین دیکھا تھا جب انھی کی نظر پیدا کرکے اس شہر کو دیکھا جائے گا تو اس کی پوری شان و عظمت کا اندازہ ہوگا،

مارکو پولو لکھتا ہے، زمانہ ۱۲۷۰ء کے قریب کا ہے "توریز (تبریز) ایک بہت بڑا اور خوشنما شہر ہے۔۔۔۔۔۔ اس کا موقع اتنا اچھا ہے کہ بغداد، ہندوستان اور گرم سیر ملکون کا مال تجارت یہان آتا ہے، شہر مین ارمنی، نسطوری، یعقوبی، جرجانی، ایرانی آباد ہین، اور خاص تبریز کے باشندے ہین جو مسلمان ہین"

وینس کے محافظ خانون کے کاغذات مین پڑھتے ہین کہ ۱۳۴۱ء مین جنیوا کے لوگون کا تبریز مین ایک بڑا کارخانہ تھا جس کا انتظام چوبیس تاجرون کی ایک انجمن کے سپرد تھا، اس کارخانے سے مطلب کوئی پتلی گھر نہین ہے بلکہ ایسے گودام سے مراد ہے جہان تجارت کا مال جمع رہتا ہے،

رشید الدین مشہور ایرانی مورخ جو ۱۳۱۸ء مین گذرا ہے لکھتا ہے کہ تبریز مین سلطان غازان خان ایلخانی کے دربار مین بڑے بڑے علمائے حکمت وہئیت جید فاضل اور مورخ ہر مذہب وملت، طریقے اور فرقے کے موجود تھے، اور ولایت ختا، ہندوستان، کشمیر، تبت کے لوگ ایغور اور دیگر ترکی قومون کے لوگ عرب اور افرنجی بھی وہان نظر آتے تھے

ابن سعید اور مستوفی کی کتابین پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مضافات شہر کی باہر والی فصیل کا دور ۲۵۰۰۰ قدم تھا، اور اسکی مسجدون، مدرسون، بیمارستانون کی عمارتون کے روکار کاشیکاری سے آراستہ اور مزین تھے، بلکہ اکثر عمارتین سنگ مرمر یا سنگ آہک کی تھین، مکانات کی تعداد ۲۰۰۰۰۰ تھی، مسافرون کیلیے سرائین ان کے علاوہ تھین جس کے معنی یہ ہوئے کہ باشندون کی تعداد ساڑھے بارہ لاکھ کے قریب تھی، پڑھنے مین آتا ہے کہ چالیس ہزار آدمی صرف ایک زلزلے مین مرے تھے،

ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ مشک اور عنبر کے بیچنے والون کا ایک ایک بازار علحدہ تھا اور جب وہ جوہریون کے بازار مین سے گذرا تو زرق برق لباس پہنے غلام تاتاری بیگات کو جواہرات ملاحظہ کراتے تھے، جواہرات کی چمک ایسی تھی کہ آنکھین خیرہ ہوتی تھین،

فرااودیرک (Fra. oderic) نے ۱۳۲۰ء مین اپنے سفرنامے مین تحریر کیا کہ مین

۲۷۳

آپ سے کہتا ہون کہ تمام دنیا مین سب سے بہتر شہر تجارت کے لیے تبریز ہے، ہر شے یہان
کثرت سے دستیاب ہوتی ہے اور ہر چیز یہان کی ایسی عجیب ہے کہ جب تک کوئی اپنی انکھون
سے نہ دیکھے، سننے کا یقین نہین آسکتا.......... یہان کے عیسائی بیان
کرتے ہین کہ یہ شہر جسقدر مالگذاری کی رقم اپنے بادشاہ کو دیتا ہے وہ اس رقم سے زیادہ ہے
جو فرانس کا ملک اپنے بادشاہ کو ادا کرتا ہے،

سترہوین صدی تک شاردین (Chardin) نے اسکے باشندون کی تعداد کا اندازہ
درانحالیکہ اس وقت کمی ہوگئی تھی ۵ لاکھ باون ہزار کیا تھا،

تبریز سمرقند سے بڑا تھا جس کی فصیلین مضافات سے قطع نظر کرکے دس ہزار قدم کا دور
رکھتی تھین بکلاویجو کہتا ہے کہ ارک سمرقند مین ڈیڑھ لاکھ آدمی تھے، ارک سے اسکی مراد صرف
شہر سمرقند کے قلعے سے ہے،

(۱۴)

کلاویجو اور تبریز

کلاویجو بادشاہ قشتالیہ کا وزیر تبریز سے گذرا تھا، اس نے اس شہر کے پورے حالات لکھے ہین، تیمور کی حکومت جن شہرون پر تھی ان مین صرف چند شہر ایسے ہین جنکے حالات صاف طور پر بیان ہوئے ہین، اور اُنہی چند شہرون مین ایک تبریز بھی ہے، اس شہر مین تیمور کا پہلا داخلہ کلاویجو کے وارد ہونے سے صرف پندرہ برس قبل کا ہے،

کلاویجو کا بیان قابل توجہ ہے نہ صرف اس لحاظ سے کہ ایشیا کے ایک عظیم الشان شہر نے ایک یورپین کے دل پر کیا اثر پیدا کیا بلکہ اس اعتبار سے بھی کہ تیمور مین اتنی صلاحیت تھی کہ ایک بڑے شہر کو فتح کرکے اسے سلامت ہی نہین رکھ سکتا تھا بلکہ اسے بارونق بھی بنا سکتا تھا، یورپ کی تاریخون مین خصوصیت کے ساتھ ایک سے زیادہ عمارتون کے نام ایسے بیان ہوئے ہین جنھین تیمور نے جلا کر خاک کر دیا، مگر واقعہ یہ ہے کہ ان کے آثار اب تک سلامت ہین اور کوئی علامت ظاہر نہین ہوتی کہ وہ کبھی جلائے گئے تھے، اس مین کلام نہین کہ تیمور کی فوجکشی تباہی مین ہیبت ناک ہوتی تھی، مگر ہم اس بات کو یاد رکھ سکتے ہین کہ جس شہر کے لوگ بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لیتے تھے ان کے شہر کو کسی طرح کا نقصان نہین پہنچایا جاتا تھا، تقریبًا ہر فتح کے بعد تیمور نے عمارات عامہ کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا، مسجدین، خانقاہین، آب رسانی کی تعمیرات، مدرسے، مقبرے کہین منہدم نہین کئے گئے، اور زیادہ تر صورتین ایسی تھین کہ جن

شہرون یا عمارتون کو مسمار کرایا اُن کے مسمار ہونے کے بعد انھین ازسرِ نو تعمیر کرنے کا حکم دیا،
ہم اکثر ایشیا کے سیاحون کے بیان سے معلوم کرتے ہین کہ تیمور کے مرنے کے بعد شہر کثرت سے
آباد اور خوشحال تھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑائی کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا تھا، لیکن یورپین
تاریخون مین انھی شہرون کی صورت ہمارے سامنے جلے ہوئے کھنڈرون کی پیش کیجاتی ہو
اس غلط فہمی کی ایک وجہ بھی ہے، یورپ کے سیاح زیادہ تر ان ملکون سے واقف
تھے جو سمرقند سے بہت دور تھے مثلاً جنوبی روس، مغربی ایشیائے کوچک، شام کا ساحل، ایران
کا سب سے زیادہ جنوبی حصہ اور ہندوستان، ان ملکون مین نقصان کی تلافی کرنے مین تیمور
کو کوئی دلچسپی نہ تھی، بلکہ یہ مقامات تو ایسے تھے کہ جو چیز یہان کی پسند آئی اٹھا کر سمرقند پہنچا
دی گئی، یہ تیمور کی ایک سیاسی مصلحت تھی کہ سرحد کو ویرانہ بنا کر مرکزِ سلطنت سے تعمیرات
کا سلسلہ شروع کرے | یہی مصلحت شاہ رخ کی سلطنت کے زیب و زینت، شان و شوکت
کا باعث ہوئی، یہ سلطنت ایران اور سمرقند اور اس ملک کو شامل کرتی تھی جسے آجکل افغانستان
کہا جاتا ہے، ایران کے فن تعمیر کا عہدِ زرّین شاہ رخ کی سلطنت نے پیدا کیا تھا، جس نے غزنی
سے لے کر تبریز تک یعنی ایک ہزار میل تک (اور یہ فاصلہ یورپ خاص کے طول کا نصف ہی)
ہزارہا عالیشان عمارتین تیار کرا دین، جس رقبے پر تیمور نے عمارتین بنوائین اس کو بھی یورپ
کا نصف رقبہ سمجھنا چاہئے، اور اس رقبے مین سوائے تبریز کے باقی حصون سے یورپ مدتون
تک ناواقف رہا،[1]

۲۷۵

[1] اس کتاب مین اس بات کی کہین عمداً کوشش نہین کی گئی ہے کہ تیمور کی طبیعت کے ظالمانہ پہلو یا غارتگری سے
چشم پوشی کیجائے، لیکن گذشتہ زمانے مین تیمور بار بار ہمارے سامنے اس شکل مین پیش کیا گیا ہے کہ غارتگری

کلاویجو کہتا ہے، کہ:-

"دائین طرف کے پہاڑون سے ایک بڑا بہتا ہوا دریا شہر کو آیا ہے، اور یہان آکر اس کا پانی بہت سی نہرون اور نالیون مین تقسیم ہو کر شہر کے گلی کوچون مین سے گذرا ہے، راستے اور سڑکین باقاعدہ اور پاک صاف ہین، اور ان کے کنارے بڑی بڑی عمارتین ہین جنمین بہت سے دروازے ہین اور ان دروازون پر افسر نگران رہتے ہین، یہان بہت سی چیزین مثلاً کپڑا، ریشم، روئی اور اور اشیا، فروخت ہوتی ہین، اس شہر مین تجارت بکثرت ہوتی ہے،

"ایک جگہ دکاندار خاص خاص قسم کی خوشبوئین اور عورتون کے لئے طرح طرح کے رنگ فروخت کرتے ہین، یہان عورتین آکر سر مین تیل اور منہ پر غازہ ملتی ہین، یہ عورتین راستے مین سپید برقع پہنکر چلتی ہین، چہرے پر باریک جالی گھوڑے کے بالون کی بنی ہوئی پڑی ہوتی ہے

"بڑی عمارتون کو پچیکاری اور فیروزی سنہری کام سے جو یونان کا ساختہ ہے آراستہ کیا ہے

(بقیہ حاشیہ ۴۲۸) مین نہایت سخت وحشی اور کٹے ہوئے سرون کے مینار چننے مین اعلیٰ درجہ کا معمار تھا چونکہ یہ شکل اسکی بار بار پیش کیگئی ہے اسلیے اسکی اصلیت معلوم کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے یعنی اس بات کی کوشش کرنے کو دل چاہتا ہے کہ کسی طرح معلوم تو ہو کہ واقعی وہ کیسا آدمی تھا، اس زمانے کا ایک مورخ مختصر طور پر تیمور کی نسبت لکھتا ہے کہ تیمور چنگیز خان سے زیادہ سفاک اور ظالم تھا" اسکے ساتھ ہی مستشرق ہمین بتاتے ہین کہ تیموریون مین جو تہذیب تھی وہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کی تھی،

اب اسکے برعکس ایک مثال لیجئے، کتاب الف لیلی کے ہم شکر گذار ہین جسنے ہمارے دل پر یہ نقش پیدا کیا ہے کہ ہارون الرشید بڑا ہی فیاض اور اچھا بادشاہ تھا لیکن ایشیا کی تاریخین پڑھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ جور وظلم مین وہ تیمور سے کسی طرح

کم نہ تھا، فرق صرف اتنا خیال مین آسکتا ہے کہ تیمور کے جور وظلم بڑے پیمانے پر تھے اور ہارون الرشید کے چھوٹے پیمانے پر، سر ولیم میور نے لکھا ہے کہ "ہارون الرشید کے نام کو ایک اتفاقی اور فوری درخشندگی جس چیز نے بخشی وہ مشرقی افسانون کی دلفریبی تھی"

(مصنف)

یہان کے لوگ بیان کرتے ہین کہ یہ عالیشان عمارتین بڑے بڑے دولتمندون کی بنائی ہوئی ہین، ہر امیر آدمی کی کوشش تھی کہ دوسرے سے بہتر اور زیادہ خوشنما عمارت تیار کرائے، اور اسی مین مالدار اپنی دولت صرف کرتے تھے، ان بناؤن مین ایک عالیشان محل ہے جسکے گرد چہار دیواری ہے، یہ بہت ہی خوشنما اور بڑی لاگت کا محل ہے، اسمین متعدد دالان اور رواق ہین، بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان اویس نے اس عمارت کو اُس روپیہ سے بنوایا تھا جو بادشاہ بابل نے اُسے دیا تھا، اور یہ زر کثیر تھا،

۲۷۶

"تبریز بڑا دولتمند شہر ہے، اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تجارت کا مال جو یہان سے گذرتا ہے اسکی مقدار کثیر ہے، کہتے ہین کہ اگلے زمانہ مین یہ شہر اب سے بھی زیادہ آباد تھا، لیکن اب بھی اسمین دو لاکھ سے زیادہ مکانات ایسے ہین جو آباد ہین، یہان بہت سے بازار ہین جنمین صاف ستھرا پکا ہوا گوشت طرح طرح کی شکل مین بکتا ہے، اور میوے بھی بکثرت فروخت ہوتے ہین،

"اس شہر کے بازارون اور کوچون مین بہت سے حوض ہین جن مین فوارے چھوٹتے رہتے ہین، گرمی کے موسم مین ان حوضون مین برف کے ٹکڑے ڈالدیئے جاتے ہین اور حوض کی منڈیر پر پیتل اور تانبے کے کوزے رکھے ہوتے ہین کہ جسکا جی چاہے آئے اور برف کا پانی پیے، تبریز کے حاکم کو داروغہ کہتے ہین، اس حاکم نے سفیرون کا بہت عزت اور اخلاق سے خیر مقدم کیا،

"یہان بہت سی مسجدین بڑی شاندار اور خوشنما موجود ہین، اور حمام اسقدر اعلیٰ درجے کے ہین کہ مجھ یقین ہے کہ دنیا مین کہین دوسری جگہ نہونگے، جسوقت سفیرون نے اس شہر سے رخصت ہونا چاہا تو اُنکے لیے اور انکے ہمراہیون کیلئے گھوڑون کا انتظام کر دیا گیا، بادشاہ وقت نے اسی شہر تبریز سے گھوڑون کے ہر وقت تیار رہنے کا حکم دے رکھا ہے، تاکہ جو لوگ اسکے پاس آنا چاہین وہ شبانہ روز ڈاک بٹھا کر سفر کرین، ڈاک کا انتظام تمام سڑک پر سمرقند تک برابر جاری ہے،

(۱۴)

امیر کا خیمہ و خرگاہ

کلاویجو نے امیر تیمور کے کپڑے کے محلون مین سے ایک محل کا حال خوب بیان کیا ہو اس نے اس محل کو ایک رفیع الشان "پاویلیون" یعنی سراپردہ لکھا ہے،

"بادشاہ کا سراپردہ عرض مین سو قدم تھا، اس کے چار گوشے تھے، اور چھت گول مثل گنبد کے تھی، اور بارہ چوبون پر قائم تھا، ہر چوب کی مٹائی اتنی تھی جتنا ایک مرد کا سینہ ہوتا ہے، اور اس پر سنہری اور نیلا اور اور طرح کا رنگ بھرا تھا، جس وقت سراپردہ نصب کیا جاتا تھا تو گاڑیون کے پہیون کی وضع کی بڑی بڑی چرخیان بہت سے آدمی مل کر پھراتے تھے، ہر طرف رسیان موجود رہتی تھین تاکہ خیمے شامیانے نصب کرنے مین اُن سے مدد ملے، سراپردے کی گنبد نما چھت سے ریشم کے پردے اس طرح لٹکائے جاتے ہین کہ انکی محرابین سی بنجاتی ہین، سراپردے کا عرض و طول یکسان ہوتا ہے اور باہر کے رخ سائبان ہوتے ہین اور کم سے کم پانسو طنابین کھنچی ہوئی نظر آتی ہین، اندر ایک بڑا سرخ رنگ کا قالین جس پر زرتار کا کام تھا بچھا تھا، چارون گوشون پر چار عقاب بنے تھے جو پر سمیٹے تھے، شامیانے کے باہر کا رخ ریشمین کپڑے کی سیاہ سپید اور زرد دھاریون کا تھا،

اس عالیشان شامیانے کے ہر گوشہ پر ایک اونچی چوب تھی جس کے اوپر کے سرے پر ایک تانبے کا گولا اور گولے کے اوپر ہلال تھا، اور گنبد نما چھت کی چوٹی پر ریشمین کپڑے

کی ایک برجی بنی ہوئی تھی، اور چھت کی منڈیر کنگورے دار تھی، داخلہ کے لیے ایک خاص دروازہ تھا،

یہ سراپردہ یا شامیانہ اس قدر وسیع اور بلند تھا کہ دور سے دیکھنے والون کو وہ ایک عالیشان سنگین قصر معلوم ہوتا تھا، اور اُسے دیکھ کر حیرت ہوتی تھی، اور وہ اتنی خوشنما چیز تھی کہ اوسے بیان کرنا ممکن نہین،

(۱۵)

بڑا گنبد

تیمور کی زندگی سے پہلے ایرانی طرز تعمیر کے گنبد نوکدار قسم کے ہوتے تھے، مگر وہ اپنے قاعدے سے اوپر کو خوبصورت گولائی لیتے ہوئے نہین اٹھتے تھے، شروع زمانے مین جو عمارتین تیمور نے بنوائین اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس طرز مین کوئی تبدیلی نہین پیدا کی گئی تھی، لیکن "بی بی خانم" اور خود تیمور کے مقبرے مین جسے "گور امیر" کہتے ہین خوبصورت گولائی لیے ہوئے گنبد بنائے گئے، اور اسی وضع کے گنبد ہندوستان مین مغل بادشاہون کی عمارتون مین بعد کو تعمیر ہوئے، اور اس زمانہ کے بعد روس مین بھی ایسے ہی گنبد بنائے گئے مگر وہان گولائی کے پھیلاؤ مین زیادتی کر دیگئی،

کے-اے-سی-کرسیول نے اپنی کتاب مین جسکا نام "ایران مین ارتقائے تعمیر گنبد کی تاریخ ہے" لکھا ہے کہ اس قسم کے گنبد ہندوستان کے مقبرون مین تیمور کی نظر سے نہین گذرے ہونگے کیونکہ شمالی ہندوستان کے مقبرون مین گنبد کا یہ طرز اُس وقت تک اختیار نہین کیا گیا تھا، گول گنبد اگر کہین تھا تو وہ صرف دمشق مین خلفائے بنی امیہ کی بنائی ہوئی جامع مسجد مین تھا، لیکن وہ لکڑی کا تھا اور جب شہر مین آگ لگی جس سے سارا شہر جل گیا تو یہ چوبی گنبد بھی نذر آتش ہو گیا، یہ گنبد بہت بڑا اور عالیشان تھا، میدان مین دور سے نظر آتا تھا، اور تیمور نے اپنا خیمہ ایک ماہ تک ایسی جگہ نصب رکھا جہان سے وہ اچھی طرح نظر آتا رہی،

یہ ممکن نہین کہ تیمور پر اس گنبد کا اثر نہ ہوا ہو، کیونکہ تعمیر کے حسن و قبح کو پرکھنے کا مادہ تیمور کی طبیعت مین بہت تھا، تیمور کے زمانے مین یہ گنبد اسلام کے عہد وسطیٰ کی عمارتون مین سے تھا، زیادہ احتمال اسکا ہے کہ ہندوستان کے گنبدون کو نہین بلکہ اس دمشق والے گنبد کی بعض خصوصیات کو اس نے سمرقند مین نقل کرایا، اسکا ثبوت بہت کافی موجود ہے کہ فن تعمیر مین تیمور کو ایک خاص مذاق حاصل تھا، پرانی دہلی کی جامع مسجد کو دیکھکر تیمور کے دل پر بہت اثر ہوا تھا اور اس کا ایک لکڑی کا چھوٹا سا نمونہ بھی تیار کراکے اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تھا قطب کے مینار کی بھی اس نے بہت تعریف کی تھی اور دہلی سے کاریگر اس خیال سے ساتھ لے گیا تھا کہ سمرقند مین اسی شکل کا ایک مینار تعمیر کرائے گا، مگر یہ ارادہ پورا نہ ہوا،

مسٹر کریسول بیان کرتے ہین | کہ مقبرۂ بی بی خانم کے گنبد کی پیمایش اور دمشق والے گنبد کی پیمایش جو جل گیا تھا ایک ہی سی ہے اور بی بی خانم کا مقبرہ پہلی عمارت ہے جو دمشق سے تیمور کی واپسی پر سمرقند مین تیار کیگئی، اسکی تعمیر مین دو تین برس صرف ہوئے، اور اس مین کچھ شبہہ نہین کہ اسکے گنبد مین دمشق والے گنبد کی نقل اتاری گئی تھی جس کی مثال کہین اور نہ تھی،

ابن بطوطہ اس گنبد کی نسبت کہتا ہے کہ شہر آپ کسی سمت سے آیئے یہ گنبد ہر چیز سے اونچا ہوا مین معلق نظر آتا ہے،

اس دمشق والے گول گنبد کے طرز کو تیمور کی قدرشناسی نے ہمیشہ کے لیے دنیا مین محفوظ کر دیا، اور اپنی دولت بیکران کی مدد سے اس نے دوسرا نمونہ اس کا تیار کرا دیا، اور

[1] جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۱۲ء،

اسی طرز پر دوسرے ملکون مین تیمور کی اولاد نے اپنی عالیشان عمارتون مین گنبد تعمیر کرائے
ہندوستان کے مغل بادشاہ جو تیمور کی اولاد تھے اس گنبد کو ہندوستان مین لے آئے،
اور یہان سب سے پہلے اس کی شکل مقبرۂ ہمایون بادشاہ کے گنبد مین نظر آئی اور اسکا
آخری جلوہ سب سے زیادہ حسین صورت مین "تاج محل" کے روضے مین آج تک نظر
آرہا ہے،

(۱۶)

کٹے ہوئے سرون کے مینار (کلّہ مینار)

دشمنون کو قتل کرکے ان کے سرون کے مینار تعمیر کرنے کا طریقہ یورپ کی تاریخون مین تیمور کے ساتھ مخصوص سمجھا گیا ہی، یہ مینار نگارستانِ خونریزی ضرور تھے مگر سخت مکروہ اور ہولناک، تاریخ کے صفحون مین بھی وہ ایسے ہی کریہ منظر اور ہیبت خیز ظاہر کئے گئے ہین، لیکن اسے معاملات مین تیمور کی نسبت کوئی فیصلہ آجکل کے نرم و حلیم قواعد تمدن کے مطابق نہین کیا جا سکتا،

تیمور ہی کے زمانے کو لیجئے تو دریافت ہوگا کہ شاہانِ ہرات اور ان کے علاوہ اور بادشاہون نے بھی اپنی فتوحات کی یادگار مین ایسی عمارتین تیار کی تھین، تیمور مین اور ان مین فرق صرف پیمانے کا تھا، تیمور کے مینار بڑے ہوتے تھے اور ان کے چھوٹے،

یہ ہی کیفیت قتل عام کے وقوعون کی تھی، یہ بات نہ بھولنی چاہئے کہ تیمور ایسی جگہ رہتا تھا جہان رحمدلی بزدلی کی علامت سمجھی جاتی تھی، اُس کے زمانے مین یورپ کے بادشاہ بھی رحمدلی کی طرف کچھ زیادہ متوجہ نہ تھے، انگلستان کے شہزادہ بلیک پرنس نے لیموگ کو اس طرح ذبح کیا جیسے مذبح مین بھیڑ بکریان ذبح کیجاتی ہین، برگنڈی کے بادشاہ چارلس نے دینانت کے مقام پر آدمیون کو اسطرح صاف کیا جیسے بھیڑیا بھیڑون مین گھس کر سب کا صفایا کر دیتا ہے، ایجن کورٹ مین انگریزون نے فرانسیسی قیدیون کو محض اس غرض سے

قتل کر دیا کہ اُن سے فراغت پانے پر لڑائی کی آخری شکل بہتر ہو جاتی تھی، نیکوپولس مین انگریز، جرمن اور فرانسیسی مجاہدانِ صلیب نے سربی اور ترکی قیدیون کو لڑائی شروع کرنے سے پہلے ہلاک کر دیا، تیمور کے قتل عام مین خصوصیت صرف اتنی تھی کہ وہ اورون کی بہ نسبت بڑے پیمانے پر ہوتا تھا،

کرنل سائیکس نے بہ دلائل بیان کیا ہے کہ تیمور نے قتل عام کا جہان جہان حکم دیا فنونِ جنگ کے اعتبار سے وہان ایسا ہی حکم دینا قطعی ضروری اور لازمی تھا، اِس خیال کی صحت بہت مشتبہ ہے لیکن یہ بات بالکل صاف نظر آتی ہے کہ اپنے زمانے کے اور بادشاہون سے تیمور کہین زیادہ درگذر کرنے والا شخص تھا، قصہ مشہور ہے کہ جب کسی قلعے کا محاصرہ کیا جاتا تھا تو پہلے دن امیر کے خیمہ کے سامنے جو عَلَم نصب ہوتا تھا اس کا پھریرا اسپید ہوتا تھا کہ قلعے والون کو معلوم ہو جائے کہ اگر وہ اطاعت قبول کرینگے تو انکی جان و مال کو سلامتی دیجائیگی، دوسرے دن پھریرے کا رنگ سرخ ہوتا تھا جس کے معنی یہ ہوتے تھے کہ اب اطاعت قبول کی تو ان کے افسر اور حاکم صرف قتل کئے جائین گے، اس کے بعد پھریرے کا رنگ سیاہ ہوتا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اب سوائے مرکر دفن ہونے کے ان کے لیے کوئی بات باقی نہین رہی، اس روایت کے لیے کوئی سند نہین ہے، لیکن جو کچھ بیان ہوا ہے وہ تیمور کی طبیعت اور مزاج کا مقتضیٰ معلوم ہوتا ہے،

ہرات کے محاصرے مین پہلی بار رعایت اور نرمی کی گئی لیکن دوسری مرتبہ شدت سے سختی عمل مین آئی، اسی طرح بغداد پہلی مرتبہ سر بہا ادا کر کے چھوٹ گیا، دوسری بار بالکل تباہ کر دیا گیا، پڑھنے مین آتا ہے کہ اورگنج کے شہر کو منہدم کر کے اینٹون اور پتھرون کا ڈھیر

بنا دیا، لیکن بعد کو اُسے از سرِ نو تعمیر کرنے کا حکم دیا،

اگر تیمور مین وہی ظلم و سفاکی ہوتی جو چنگیز خان مین تھی تو دوبارہ محاصرے کی نوبت ہی نہ آتی، لیکن جہان بغاوت ہوتی تھی وہان رحم کرنا تیمور مطلق نہ جانتا تھا،

خود تیمور کے ساتھ جو لوگ رہتے تھے ان کو تیمور کبھی ظالم نہین معلوم ہوا، صرف اُس کے دشمن اُسکو ظالم اور جفاکار سمجھتے تھے، ایشیا کے مورخ تیمور کے کارنامون کی شان و حشمت سے بحث کرتے ہین، اُسکے ظلم سے بحث نہین کرتے، ان مورخون مین صرف ابن عرب شاہ ایسا ہے جسے تیمور سے نفرت تھی، تیمور دوسرون کی جانین تلف کرتا تھا مگر اپنی جان کی بھی اُسے پروا نہ تھی،

(۱۷)

تیمور کی طبیعت و خصائل

انتہا درجے کی نفرت اور انتہا درجے کی محبت جیسی تیمور کے ساتھ ظاہر کی گئی ایسی کسی دوسرے بادشاہ کے ساتھ ظاہر نہین ہوئی، تیمور کے دربار کے دو بڑے مورخ گذرے ہین، ایک نے اسکو شیطان بتایا ہے دوسرے نے لکھا ہے کہ اسکی مثل کوئی عالی مقام اور عالی ظرف کبھی پیدا ہی نہین ہوا،

ابن عرب شاہ لکھتا ہے کہ وہ ایک بے رحم قاتل، مکر و فریب مین استاد کامل اور عداوت و انتقام مین خدا کا قہر تھا،

مولانا شرف الدین لکھتے ہین کہ ہمت و شجاعت نے اسکو تمام تاتار کی شہنشاہی پر ممتاز کیا اور تمام ایشیا کو اسکے زیر نگین کر دیا چین کی سرحد سے یونان تک . . . . . . جسقدر امور سلطنت پیش آئے اس نے بذات خود انجام دیئے، ایک وزیر تک نہ رکھا، جو کام اٹھایا اسمین کامیاب ہوا، سوائے ان کے جنھون نے اسکی اطاعت نہ کی وہ ہر شخص کے حق مین فیاض و خلیق نکلا، متمردون کو اس نے سختی سے سزا دی، عدل گستری اُسکا شیوہ تھا، اور اسکی سلطنت مین جس حاکم نے رعایا پر ظلم کئے وہ حاکم بغیر سزا پائے نہ رہ سکا، علم کا قدردان تھا اور اہل علم کی عزت کرتا تھا، جو بات کرنے کی ہوتی اُسے خود ہی بے خوف و خطر ہو کر سوچتا اور جو سوچتا وہی کرتا، جو لوگ اسکی خدمت کرتے تھے ان پر مہربانیان کرتا تھا،

آجکل کے مصنفون مین سر پرسی سائکس اور لیون کاہون بھی وہی رائے رکھتے ہین جو مولانا شرف الدین رکھتے تھے، اور آرمینیوس وامبیرے کا بھی یہی خیال ہے، لیکن پروفیسر براؤن تیمور کی نسبت سر جان ملکم کی رائے نقل کرتے ہین، اور وہ رائے یہ ہے کہ

"جس قسم کا سالار فوج تیمور تھا لازم تھا کہ فوج اسکی پرستش کرتی، اہل فوج کے علاوہ اور جسقدر رعایا تھی اسکی رائے کی تیمور کو پروا نہ تھی، اِس بادشاہ کا مقصد زندگی یہ تھا کہ فاتح کی حیثیت سے شہرت حاصل کرے، اگر کسی بڑے شہر کو جلا کر خاک کر دیا ہے یا کسی ولایت کے لوگون کو عمدًا قتل کر دیا ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی تھی کہ ایسے فعل سے عام طور پر ایک ہیبت ناک اثر ایسا پیدا ہو جائے گا کہ اس سے حصول مقصد مین آسانی ہو جائے گی۔ . . . . . .

. . . . تیمور گو دنیا کے بڑے لڑنے والون مین اعلیٰ ترین درجہ رکھتا تھا، لیکن بادشاہون | مین وہ بدترین بادشاہ تھا، لائق تھا، بہادر تھا، فیاض تھا، لیکن شہرت کا خواہان، سخت گیر اور ظالم تھا، اپنی ذاتی شان وشکوہ اور حصول ناموری کے مقابلے مین وہ ہر ایک ذی حیات کی خوشی کو پرِ کاہ سے زیادہ نہ سمجھتا تھا، اسکی قوت اور سطوت کا قصر عالیشان کوئی بنیاد نہ رکھتا تھا، اس کی ذاتی شہرت نے اس قصر کو سلامت رکھا، لیکن جب مرا تو سلطنت بھی اس کے ساتھ مٹ گئی، کچھ ٹکڑے اس کے اس کی اولاد کے قبضے مین برائے چندے رہے، ہندوستان مین البتہ تیموریون کی بادشاہی کچھ مدت تک قائم رہی اور اس ملک مین (یعنی ہندوستان مین) کچھ مٹے ہوئے آثار مغلون کی گذشتہ شان وعظمت کے پائے جاتے ہین، تیمور مین ہم کو انسانی بزرگی سے کے تدریجی زوال کی مثال ملتی ہے، اور ہم حیرت کرتے ہین کہ چند صدیون نے تیمور گورگان کی اولاد کو گھٹا کر

۲۸۲

Blochet]

ایران کا ایک بادشاہ اور اس کا وزیر
شکستہ عمارت اس زمانے کی لڑائیوں اور غارت گری کا پورا نمونہ ہے

کس درجے پر پہنچا دیا[1]؛

[1] میلکم نے یہ عبارت اس وقت لکھی تھی کہ ہندوستان کے تخت پر ایک برائے نام تیموری بادشاہ موجود تھا۔ میلکم بھی پروفیسر براؤن کی طرح ایران کے ساتھ خاص دلچسپی رکھتا تھا۔ تیمور کی نسبت اسکا یہ قول فیصل محض اس حیثیت سے تھا کہ تیمور ایران کا فاتح تھا۔ اس کتاب مین کوشش اس بات کی کی گئی ہے کہ امیر تیمور کو اس نظر سے دیکھا جائے جس نظر سے اس کے لوگ اُسے دیکھتے تھے۔ قیدیون کی آنکھون سے جو اس سے نفرت کرتے تھے یا یورپ، ایران اور ہندوستان کے مورخون کی نگاہ سے اُسے نہ دیکھا جائے، (مصنف)

(۱۸)

تیمور اور مذہب

یہ ظاہر ہے کہ تیمور متقی و پرہیزگار مسلمان نہ تھا، بلکہ ایسے لوگون مین اس کا شمار تھا جو مذہب مین اپنے ہی خیال کے پیرو ہوتے ہین، یقین کے ساتھ نہین کہا جاسکتا کہ مذہب کی نسبت حقیقت مین اس کا کیا خیال تھا، لیکن یہ امر کہ وہ مسلمان تھا اور اسلامی حمیت اور اسلام کی ترقی کا جوش اسکی طبیعت مین بھرا تھا اسقدر بار بار بیان ہوا ہے کہ ہم کو اس بیان کی تصدیق کے لیے شہادت تلاش کرنی ضروری ہے، خود تیمور کے کام سب سے بڑی شہادت ہین،

دوسرے مسلمان بادشاہون کی طرح تیمور نے کوئی اسلامی لقب اختیار نہین کیا، مثلاً جیسے ہارون نے "الرشید" کا لقب اختیار کیا یا کسی بادشاہ نے اپنا نام "نور الدین" رکھا تیمور نے یہ کچھ نہین کیا، یہانتک کہ اپنے فرزندون کو بھی کوئی اسلامی لقب نہین دیا، ایک کا نام جہانگیر رکھا دوسرے کا شاہ رخ[1]، اس کے پوتون کے نام خود اس کے رکھے ہوئے نہ تھے، اُن مین البتہ

[1] اس قصہ کا کوئی ثبوت نہین ہے کہ تیمور نے اپنے اس فرزند کا نام شطرنج کی ایک چال پر رکھا تھا، اور اسکی وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب وہ یہ چال چل رہا تھا تو اس وقت کسی نے فرزند کے پیدا ہونے کی خبر سنائی تھی، یہ ظاہر ہے کہ شطرنج کی دو اصطلاحون کو جوڑ کر یہ نام بنایا گیا تھا، یعنی شہ مات کے پہلے لفظ کو ایک مہرے کے نام سے جسے آجکل رخ کہتے ہین مرکب کر دیا تھا، اوپر کی عبارت لکھنے کے بعد تیمور کی اولاد کے شجرۂ نسب مین مین نے اسلامی لقب دیکھے جنکا پرانی تاریخون مین مثلاً ظفر نامے مین ذکر نہین ہے (مصنف)

(معلوم ہوتا ہے کہ متن مین اس پورے فقرے کے لکھنے مین مصنف کتاب نے کافی توجہ اور

اسلامی لقب نظر آتے ہین جیسے پیر محمد وغیرہ،

تیمور نے کبھی سر کے بال نہین منڈوائے، سر پر کبھی عمامہ نہین رکھا، اور نہ کوئی لباس ایسا پہنا جس کا اسلام نے حکم دے رکھا ہو[1]۔ تیمور اور اس کے تاتاریون کو متصل ملکون کے لوگ نیم مسلمان کہتے تھے، اور ان مین اکثر اُسکو بے دین یا کافر بھی کہتے تھے۔ اسلام کے سچے پیشوا خلفائے مصر اور عثمانی سلاطین ترک تھے، یہ دونون تیمور کو کافر اور وحشی سمجھتے تھے، درآنحالیکہ تیمور وحشی نہ تھا، اور یہ دونون اسکو ایسا دشمن جانتے تھے جس سے خوف کرنا لازم تھا، تاتاری قوم نئی نئی مسلمان ہوئی تھی، مگر پکے مسلمان ہونے سے پہلے تاتاری کورے سپاہی تھے،

۲۸۵

تیمور نے یورپ کے عیسائی بادشاہون سے | دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہے، ترکون نے عیسائیون کی دوستی قبول کرنے سے انکار کیا، تیمور نے مراسلات مین اپنے تئین بادشاہ اسلام نہین لکھا، حالانکہ تمام مسلمان بادشاہ اپنے کو ایسا لکھتے تھے۔ اسلام کے مقدس مقامات مثلاً مشہد مکے یا بیت المقدس کی طرف اُسنے کوئی توجہ نہین کی، البتہ جب لڑائیون پر کوچ کرتا ہوتا تو مشائخ اور بزرگان اسلام کے مزارون پر حاضر ہوتا، معلوم نہین طبیعت مجبور کرتی تھی یا اسمین کوئی سیاسی مصلحت سمجھتا تھا،

یہ واقعہ کہ وہ نماز روزے کا پابند تھا، مذہب کے متعلق جو عمارات ہوتی تھین انکو محفوظ رکھتا تھا، مسجدین اپنے طرز کے مطابق تعمیر کراتا تھا اُس سے کوئی خاص معنی پیدا نہ ہوتے تھے، کیونکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۲) احتیاط سے کام نہین لیا، شاہ رُخ کو چھوڑ کر باقی تینون بیٹون کے پورے نامون مین اسلامی الفاظ موجود ہین، جہانگیر کا لقب غیاث الدین تھا، میران شاہ کا لقب جلال الدین تھا، اور عمر شیخ کے نام مین اسلام کے ایک بڑے پر جلال بزرگ کا نام شامل تھا، پوتون کے نامون مین ایک نام پیر محمد تھا، یہ نام تھا لقب نہ تھا، (مترجم)

[1] مصنف کے نزدیک غالباً جبتک یہ سب چیزین نہ دیکھی جائین کسی مسلمان کی نسبت یہ نہین کہہ سکتے کہ وہ مسلمان ہی، تیمور کے مذہب مین ضعف دکھانے سے مصنف کی غرض یہ معلوم ہوئی ہو کہ یورپکے ناظرین کو اس سے زیادہ دلچسپی پیدا ہو، (مترجم)

اُس زمانے مین یورپ مین بھی لوگ روزمرہ کی زندگی قواعد کلیسہ کی پابندی کیساتھ بسر کیا کرتے تھے، عمارات عامہ مین مسجدین، مدرسے، خانقاہین، مقبرے ہوا کرتے تھے، انکو اگر ڈھا تا تو مذہب کی بیحد توہین سمجھی جاتی، تیمور کی فوج کے زیادہ تر سپاہی پکے مسلمان تھے، اور تیمور اپنے کامون مین اُن کا پاس خاطر ملحوظ رکھتا تھا،

دو موقعون پر اُسنے ایسا کیا تھا کہ قلعہ فتح کر کے فوج مخالف مین سے مسلمانون کی جان بخشی کی اور عیسائیون کو قتل کر دیا، اس کے یہ معنی ہو سکتے تھے کہ عیسائیون سے اُسے تعصب تھا لیکن یہ بات نہ تھی کیونکہ اس معرکے مین عیسائیون نے خاصکر تاتاریون کو بہت نقصان پہنچایا تھا، اور تیمور نے اونکو قتل کر کے لوگون کی تنبیہ کیلئے ایک مثال قائم کرنی چاہی تھی، بجانب دیگر کم سے کم تین مرتبہ ایک مرتبہ موسکو کے قریب، دوسری مرتبہ قسطنطنیہ کے قریب اور تیسری مرتبہ ہندوستان مین ایسا موقع آیا کہ وہ غازی کا لقب اختیار کرتا، مگر ایسا نہین کیا، گرجستان کے عیسائی اسکے راستے مین حائل ہوئے اور اُسنے انھین پامال کر ڈالا، ازمیر (سمرنا) ایشیائے کوچک کا بڑا زبردست مقام تھا (عیسائیون کا یہان بہت زور تھا) تیمور بڑھا اور اسے فتح کر کے غارت کر دیا،

صاف شہادت موجود ہی کہ سمرقند اور تبریز مین یہودیون، نسطوری عیسائیون اور ملکی عیسائیون کی آبادیان موجود تھین، اور انکے گرجا بھی تھے، ایک مرتبہ تیمور نے عیسائیون کے ایک بڑے اسقف کو اپنا سفیر بنا کر یورپ کی عیسائی سلطنتون مین بھیجا، لیکن قطعی دلیل اور اسکی بنا پر فیصلہ تیمور کی نسبت وہی ہی جو اسکے مسلمان مداح و مورخ نے کیا ہی، اِس مورخ نے ہر ممکن طریقے سے تیمور کو سچا اور پکا مسلمان ثابت کیا ہی، مسلمانون مین بعض کا خیال ہی کہ تیمور سنی تھا، بعض کہتے ہین کہ وہ شیعہ تھا، تیمور خود اپنے نام کے آگے "بندۂ اللہ" کے سوا اور کچھ نہین لکھتا تھا،

۲۸۹

فہرست کتب

(۱)

مآخذ

حکومت کے آخری زمانے میں تیمور نے اپنے دربار کے عالموں کو حکم دیا کہ روزانہ حالات و واقعات کی یادداشتیں لکھکر تیار رکھا کریں * — چنانچہ ان لوگوں نے ایغور (ترکی) اور فارسی میں یادداشتیں تیار کیں —

* براؤن ۱۸۳ - بورڈات ۲۰۰ - بلوچٹ ۸۸ - مولاناشرف الدین لکھتے ہیں کہ تیمور اپنے ساتھہ کاتب رکھا کرتا تھا جو واقعات قلمبند کرتے رہتے تھے - شرفا اور امراء سے بھی جو کسی بڑے واقعہ کے وقت موجود ہوتے تھے توقع کی جاتی تھی کہ اِس واقعہ کی سرگذشت وہ محفوظ و منضبط رکھینگے- غرض کاتبوں اور امراء کی یادداشتیں سب یکجا کرلی جاتی تھیں - اور امیر تیمور "بہت صبر سے خود اِن تحریروں کو ترتیب کرتا — اور پھر اپنی موجودگی میں بطریقہ ذیل انکی صحت کی طرف سے اپنا اطمینان کرتا — (خوانندہ - دانندہ - اور نویسندہ تین قسم کے لوگ حاضر رہتے - اِنمیں سے پہلے) ایک خوانندہ کسی یادداشت کو اُٹھاکر پڑھتا — اور پڑھنے میں وہ کسی اہم واقعہ پر پہنچتا یا کوئی تذکرہ قابل غور آجاتا تو پڑھتے پڑھتے ٹھہر جاتا - اب (دانندے یعنی) ایسے گواہ جنھوں نے اِس واقعہ کو بچشم خود دیکھا تھا اپنا بیان پیش کرتے— اِسپر امیر خود واقعہ کی صحت کو جانچتا — اور گواہوں کے بیان کا مقابلہ کاتبوں کی تحریروں اور امراء کی یادداشتوں سے کرتا اور نویسندوں کو خود بتاتا کہ کس طور پر اس واقعہ کو لکھیں - جب نویسندے لکھہ لیتے تو پھر انکے لکھے کو اس غرض سے پڑھواتا کہ کہیں کوئی بات کھٹکتی تو نہیں - یا کہیں کسی اضافے یا کمی کی ضرورت تو نہیں"- تاریخ تیموربیگ (دیباچہ مصنف)
(ظفرنامے کی جلد اول کے صفحات ۲۴-۲۵-۲۶ بھی ملاحظہ ہوں — مترجم) —

اس طریقے سے جو تحریریں تیار ہوئیں انہیں تیمور نے ایک عالم کے سپرد کیا جسکا نام نظام شمس تھا اور سنہ ۱۴۰۰ ع میں وہ تیمور کے دربار میں داخل ہوا تھا - نظام شمس کو ہدایت ہوئي کہ اس سرمایہ معلومات سے تیمور کے عہد کي ایک تاریخ بہت سادي اور سلیس عبارت میں لکھے - چنانچہ نظام نے تیمور کي وفات سے ایک سال پہلے تالیف ختم کي اور ظفرنامے کے نام سے اسے بادشاہ کي خدمت میں گذرانا - یہہ تاریخ فارسي زبان میں لکھي گئي تھي - اور اسکے صرف ایک نسخے کا ہمیں علم ہے کہ وہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے لیکن ابھي تک کسي نے اسکا ترجمہ نہیں کیا ہے —

ایران کے ایک جید عالم مولانا شرف‌الدین علي‌یزدي نے ایک دوسري تاریخ لکھي - یہہ بزرگ امیر تیمور کے ساتھہ سفر میں رہے تھے اور آخري لڑائیوں میں بھي موجود تھے - یہہ تاریخ بھي فارسي میں لکھي گئي اور اسکا نام بھي ظفرنامہ رکھا گیا - اسمیں مولانا شرف‌الدین نے نظام شمس کے ظفرنامے کے کل بیانات مع تفصیل کے دوبارہ تحریر کر دئیے تھے - اور تیمور کي وفات تک جس قدر حالات پیش آئے تھے اور وفات کے بعد کے کچھہ واقعات لکھکر کتاب ختم کي تھي- مولانا موصوف سلطان شاہرخ کے درباري تھے - جو کچھہ لکھا اس سلطان کي سرپرستي میں لکھا-لیکن انکي تالیف کو جس چیز نے بدنما کر دیا وہ یہہ ہے کہ تیمور کے ہر کام کي انہوں‌نے تعریف کي ہے اور عبارت میں مبالغے اور تکلف کو درجہ انتہا پر پہونچا دیا ہے - مگر مفصل واقعات و بدائع کي دولت سے یہہ تالیف مالامال ہے - یہہ کتاب سنہ ۱۴۲۵ ع میں ختم ہوئي تھي - سنہ ۱۷۲۲ ع میں پیٹیے دل کروہ (Petis de la Croix) نے اسکا ترجمہ فرانسیسي زبان میں کیا اور اس ترجمہ سے اسکا ترجمہ انگریزي میں ہوا جو سنہ ۱۷۲۳ ع میں "تاریخ تیموربیگ موسوم بہ‌تمرلین اعظم بادشاہ تاتارو مغول" کے نام سے لندن میں شایع کیا گیا —

مولانا شرف‌الدین علي‌یزدي کے ظفرنامے سے پیشتر سنہ ۱۴۱۲ ع- سنہ ۱۴۱۴ ع میں محمد بن فضل‌الله مستوفي کي تالیف "اصح‌التاریخ" لکھي گئي تھي - اسکے بعد سنہ ۱۴۲۳ ع سنہ ۱۴۲۴ ع میں تیمور کے

ایک پوتے کے حکم سے حافظ آبرو نے " زبدۃالتواریخ " لکھی - یہہ بہت بڑي تالیف ھے جسکا طرزبیان بہت شستہ ھے لیکن نہ وہ ابھي تک چھپي ھے اور نہ کسي نےاسکا ترجمہ کیا ھے —

ان کتابوں کے بعد احمدابن عرب شاہ کي کتاب " عجائب‌المقدور في اخبار نواب تیمور " * لکھي گئي - احمدابن‌عرب شاہ سلطان احمد جلائر بادشاہ بغداد کے کاتب تھے - بغداد فتح کرنے پر تیمور انکو اپنے ساتھہ بغداد سے سمرقند لے آیا تھا - اس کتاب میں تیمور کو برا لکھا ھے اور بعض مقامات تو بالکل ھجو اور مذمت کا حکم رکھتے ھیں- طرزبیان جامع اور سلیس ھے - آخري زمانے کي لڑائیوں کے تفصیلي حالات اور تیمور کے خصائص کے متعلق مصنف کے خیالات کے لحاظ سے یہہ کتاب بہت ھي قابل قدر ھے - اسي طرح تیمور کے بعد سمرقند کے حالات بھي اسمیں خوب بیان ھوئے ھیں - اسکا ترجمہ لاطیني زبان میں سموایل مانجر (Samuel Manger) نے کیا تھا جو سنہ ۱۷۶۷ع سنہ ۱۷۷۲ع میں لیووارڈیي (Leovardiae) میں شایع ھوا تھا - فرانسیسي میں بھي اسکا ترجمہ ھے لیکن پوري توجہ کے ساتھہ نہیں ھوا ھے- مترجم کا نام پیري واٹیر (Pierre Vattier) ھے-سنہ ۱۶۵۵ع میں پیرس میں یہہ ترجمہ شایع ھوا تھا —

ایشیا کے مصنفوں نے جس قدر تاریخیں تیمور کي بعد کو لکھیں وہ زیادہ تر انھي چار تاریخوں پر جو اوپر بیان ھوئي مبني ھیں-اُنمیں ایک میر خواند کي روضۃالصفاء ھے- میر خواند کا انتقال سنہ ۱۴۹۸ع میں ھوا - دوسري تاریخ میرخواند کے پوتے خواند امیر کي حبیب السیر ھے - خواند امیر کا انتقال سنہ ۱۵۲۵ع میں ھوا - حبیب‌السیر سے تیمور کے متعلق بہت عمدہ معلومات حاصل ھوتي ھیں خاصکر مصر و شام سے تیمور کے معاملات بہت واضح طور پر اس تاریخ میں بیان ھوئے ھیں - دي ھربي‌لوت (D' Herbelot) نے اس تالیف کا خلاصہ اپني کتاب "لاببلیوتھیکا اوري‌انٹال" (La Bibliotheque orientale) میں کیا ھے جو سنہ ۱۷۸۰ع میں شایع ھوئي تھی —

۲۹۱

* کتاب‌عجائب المقدور فی اخبار تیمور لافاضل الادیب شہاب‌الدین احمدبن محمدبن عبداللہ الدمشقي الانصاری معروف بابن عرب شاہ —

مشرقي تحقيقات کے معمون ميں سب سے بڑي چستان تيمور کے " تزوک " اور " ملفوظات " هيں جنکي نسبت کہا جاتا هے کہ تيمور نے حود انهيں لکھا تھا - سترهويں صدي عيسوي کي ابتدا ميں ايک شخص ابوطالب حسيني فارسي کي ايک بڑي تاليف لئے هندوستان ميں وارد هوئے - اور بيان کيا کہ يهہ تاليف يعني تزوک و ملفوظات خود امير تيمور کے لکھے هوئے هيں - جب انکو ديکھا گيا تو بهت صاف اور اصلي معلوم هوئے - ليکن ڈيڑهہ سو برس سے انکے مستند غير مستند هونے کا مسئلہ متنازع فيه چلا آتا هے —

مستند هونے کے دلائل يهہ هيں - (۱) تاليف کے متن سے اسکا مستند هرنا ثابب هوتا هے - (۲) جس شخص کو يهہ تاليف دستياب هوئي کوئي وجه نهيں کہ اس نے خود اسے لکھکر تيمور سے منسوب کيا هو - (۳) ايشيا کے عالموں نے اس وقت بهي اسے مستند مانا اور اب بهي مستند مانتے هيں - اور اسکا طرز تحرير اس قدر مختصر صاف اور شستہ هے کہ کسي ايراني مصنف يا ايشيا کے تاريخ نويس سے اس قدر سادگي اور صراحت ظاهر نهيں هوتي —

مخالف دلائل يهہ هيں - (۱) عهد نويس مورخوں ميں سے نظام شمس يا مولانا شرف‌الدين نے تزوک يا ملفوظات کا تذکرہ اپني تاريخوں ميں مطلق نهيں کيا هے - (۲) اس مکان کو مانکر کہ تيمور کي وفات کے بعد دو سو برس تک يهہ تاليف کهيں دبي پڑي رهي يهہ کہا جا سکتا هے کہ تاليف کا صاف فارسي ترجمه پيش کيا گيا هے - اصل تاليف جسکا يهہ ترجمه هے کبهي پيش نهيں کي گئي —

يورپ ميں ملفوظات اور تزوک قلمي نسخوں کي صورت ميں لائے گئے - اور سنہ ۱۷۸۳ع ميں ميجر ڈيوي (Major Davy) اور جوزف وائٹ (Joseph White) نے فارسي متن اور اسکا انگريزي ترجمه اس نام سے شايع کيا - " سياسي اور فوجي قوانين جنهيں تيمور اعظم نے جسے غلطي سے تمرلين کہا جاتا هے خود اپنے قلم سے لکھا - " سنہ ۱۷۸۷ع ميں پروفيسر لنگلس (Professor Langlés) نے اسکا ترجمه فرانسيسي ميں شايع کيا —

سنہ ۱۸۳۰ع ميں ميجر چارلس استيوارٹ (Major Charles

Stewart) نے لندن میں " ملفوظات تیموری " یا " مغل شہنشاہ تیمور کے خودنوشتہ سوانح جنہیں ابوطالب حسینی نے چغتائی ترکی زبان سے فارسی میں منتقل کیا " - شایع کیا —

انیسویں صدی کے آخری دہم تک ان ملفوظات کا مستند ہونا بالعموم تسلیم ہوتا رہا۔ارمینیوس وامبرے (Arminius Vambèry) اور لیون کاھون (Lèon Cahun) کو کبھی انکی صحت و اصلیت میں کلام نہ ہوا - لیکن اب اخیر دس سال کے محقق اسکو مستند نہیں مانتے ریو (Rieu) انکو مستند ماننے سے انکار کرتا ہے - براؤن (Browne) اور بووات (Bouvat) کو انکی اصلیت میں کلام ہے -

کوئی نئی شہادت موافق یا مخالف ابھی تک پیش نہیں ہوئی ہے- لیکن یہہ بعیداز احتمال ہے کہ-تیمور نے یہہ کتاب خود لکھی ہو اور یہہ امر اور بھی بعیداز قیاس ہے کہ اگر تیمور نے یہہ کتاب لکھی تھی تو مولانا شرف‌الدین یا اس زمانے کے اور مورخوں کو اسکا علم کیوں نہ ہوا - انہوں‌نے اسکا ذکر تک نہیں کیا ہے - تین موافق دلیلوں میں سے دو کا جواب اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ابوطالب حسینی شاھجہاں کے زمانے کا مصنف ہے اور شاھجہاں تیمور کی اولاد میں تھا اور اسنے تزوک اور ملفوظات کی مثل کتاب کو جب وہ اسکے جد کی لکھی ہوئی بتائی گئی تو بہت پسند کیا ہوگا - رہا کتاب کا طرز بیان تو وہ غالباً بابر کی تزوک کی نقل ہے اور بابر ہندوستان کا پہلا مغل بادشاہ شاھجہاں کے دادا کا دادا تھا —

تیسری دلیل کہ خود ملفوظات ہی اپنے مستند ہونے کی دلیل ہیں اسکا کوئی جواب تشفی بخش نہیں دیا گیا - جواب اگر دیا جا سکتا ہے تو ان اصلی تحریروں اور یادداشتوں کو دیکھکر دیا جا سکتا ہے جو تیمور کے کاتبوں اور امراء نے تیار کی تھیں اور جنکے کچھہ اجزا نظام شمس کو دئیے گئے تھے - مگر وہ تحریریں اور یادداشتیں ایسی گم ہوئی ہیں کہ تلاش سے بھی نہیں ملتیں — *

---

* کتاب ہذا کے مصنف نے ملفوظات کا مقابلہ تزک بابری سے ارسکن کے ترجمہ کے ذریعے کیا ہے اور بعض مقامات پر دونوں کے طرز بیان کو ایک‌سا پایا - لیکن اگر ملفوظات کو آج سے دو سو برس پہلے

۲۹۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۹)

کے ایک مصنف کی جعل‌سازی سمجھا جائے تو پھر ذیل کی مشکلات معلوم نہیں کیونکر حل کی جا سکتی ہیں - (۱) بعض باتیں ملفوظات میں مکرر آئی ہیں اور یہہ ظاہر نہیں ہوتا کہ لکھنے والے کو اسکا علم ہے کہ وہ ایک ہی بات کو دوبارہ لکھہ رہا ہے جسسے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں سے ترجمہ کر رہا ہے یا ایسے مواد سے کام لے رہا ہے جو اسکا بنایا ہوا نہ ہو ۔ (۲) ملفوظات میں صاف صاف بیان ہوا ہے کہ تیمور " ترا " یعنی اس زمانے کے شاہان مغل کی اولاد سے نہ تھا — مولانا شرف‌الدین اپنی کتاب میں اس مضمون سے بالکل ہی گریز کر گئے ہیں — پس یہہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ مصنف جو تیمور کا بڑا ستایش‌گر تھا وہ اپنی تصنیف میں تیمور کی نسبت ایسی بات لکھے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ اپنی تصنیف اوسکو تیمور کے اولاد میں سے ایک بادشاہ کے سامنے پیش کرنی تھی —

اس کتاب میں ملفوظات کے مضامین کو یہہ نہیں سمجھا گیا ہے کہ وہ تیمور کے لکھے ہوئے ہیں — بعض واقعات کی نسبت لکھا گیا ہے کہ بظاہر وہ مستند ہیں — (مصنف)—

۲۹۳

(۲)

یورپین ماخذ اور سیاح

Bergeron, Pierre. Relation des voyages en Tartarie Plus un traicté des Tartares, de leur origine, maeurs, religion, conquestes, Empire, Chams, Hordes. Avec un abrégé de l'histoire des Sarasins. Paris, 1634.

یعني تاتاري میں سفر کے حالات - نیز ایک مضمون تاتاریوں کي بابت جسمیں انکي اصل رسم و رواج، مذهب. فتوحات اور سلطنت انکے خانون اور اردوں کا ذکر هے مع خلاصه تاریخ ساراسین - پیرس سنه ۱۶۳۴ع (اپنے زمانے کي نهایت عمده کتاب هے - لیکن افسوس هے که بہت کم دستیاب هے - مصنف کتاب هذا کے مجموعه کتب میں یهه کتاب موجود هے اور وه اسکي بہت هي قدر کرتا هے - اس فهرست میں نصف سے زیاده کتابیں ایسي هیں جو اس کتاب میں بیان هوئي هیں)-

Clavijo, Ruy Gonzalez De. Narrative of the Embassy of Ruy Gonzalez de Clavijo to the Court of Timur, at Samarkand, A. D. 1403-6. Translated by Clements R. Markham. Hakluyt Society, 1859.

کلاویجو - رائے گونزالیزدي - تذکره سفارت رائے گونزالیزدي کلاویجو بدربار تیمور درسمرقند سنه ۱۴۰۳ع - ۱۴۰۶ع - مترجمه کلیمنٹس آر - مارکهم - هیکلویت سوسائیٹي سنه ۱۸۵۹ع (اسپیني وزیر کي لکهي هوئي یهه نهایت هي قابل قدر سرگذشت هے - وزیر موصوف تیمور کے آخري زمانے میں اسکے دربار میں دورودراز کا سفر کرکے پهنچاتها)—

Contarini. Travels to Tana and Persia, by Josafa Barbaro and Ambrogio Contarini-Hakluyt Society 1873.

سفرتانا اور فارس - مصنف جوسافا باربارو اور امبروگیو کونٹاریني —

De Sacy, Silvestre. Mémoire sur une correspondance inédite de Tamerlan avec Charles VI-Mémoires

de l'Acadèmie des Inscriptions et Belles-Letters, Tome Sixieme. Paris, 1822.

یعني غیرمطبوعه مراسلات جو تیمور اور بادشاه چارلس ششم کے درمیان هوئے (کتبوں اور ادبیات پر ایک کتاب جلد ششم) (تلخیص خطوط و مراسلات مابین تیمورو بادشاه فرانس - ڈي ساسي کا خیال هے که تیمور کا خط جنگ انکوریه کے پہلے کا لکھا هوا هے)—

Froissart. Chroniques. Paris, 1835.

(مفصل حالات جنگهائے صلیب بمقابله ترک)—

Haithon, John. Les Fleurs des histoires de la terre d'orient compillées par frére Hayton .... cousin du Roy Darménie. Translated by Nicholas Salcon. Paris, 1475.

مشرق زمین کي منتخب کہانیاں مولفه فریر هیٹن عمزاد رائے ڈارمیني جنہیں نکولس سالیوں نے ترجمه کیا - پیرس سنه ۱۴۷۵ ع (اس زمانے میں جو معاملات مشرق میں پیش آرهے تھے اُنکا نہایت قابل قدر تذکره هے)—

Historia Tartarorum. In Mss. Leyden.

تاریخ تاتار - قلمي نسخه لیدن —

Perondino, Pietro. Magni Tamerlanis Scytharum imperatoris vita. Florence, 1553.

Podesta, Baptista. De gestis Tamerlanis.

یعني تیمور کے کارنامے —

(یهه کتاب مثل مسبوق‌الذکر کتاب اهل یورپ کے ابتدائي خیال کے مطابق هے اور اسمیں ترکي مآخذ سے عبارتیں نقل هوئي هیں)—

Rieu, C. P. H. Catalogue of Persian MSS. in British Museum. London, 1879-83.

فهرست قلمي نسخه جات فارسي برٹش میوزیم مرتبه ریو - سي - پي - ایچ لندن سنه ۱۸۷۹ ع — ۱۸۸۳ ع

(فارسي مآخذ اور "ملفوظات تیموري" سے اسمیں بحث کي گئي هے) —

۴۹۴

Schilt berger, Johannes. Gefangeuschaft in der Turkey. Frankfort, 1557. Published by Hackluyt Society, 1879.

یعني جوهانس شلت برگر کي غلامي اور سفر کے حالات - (ایک نوجوان جرمن کي یهه بے ڈهنگي سی داستان هے - جنگ نیکوپولس میں یهه شخص قید هو گیا تها - پهلے تیمور کے فرزند کي خدمت میں رها پهر تاتارخاں ایدکو کي ملازمت کي)—

Seadeddin. Tajul-Twarikh. Translated by (Kollar) Seaddini annales Turcici usque ad Murad. Vienna, 1755.

سعدالدین کي تاج التواریخ جسے کولرنے ترجمه کیا - مطبوعه واینا سنه ۱۷۵۵ ع—

Sévèrac, Jourdain Catalani. Mirabilia Descripta sequitur de Magno Tartaro. Translated by Cordier, Les Merveilles de L'Asie. Paris, 1925.

Turner, T. Hudson. Unpublished Notices of the Times of Edward I and of his Relations with the Moghul Sovereigns of Persia. Arch. Journ. VIII. London, 1851.

تي هڈسن ٹرنر - ایڈورڈ اول بادشاه انگلستان کے زمانے میں چند غیر مطبوعه حالات اور بادشاه موصوف کے تعلقات ایران کے شاهان مغلیه سے - ارکیولوجیکل جرنل جلد ۸ - مطبوعه لندن سنه ۱۸۵۱ ع —

———

(۳)

۲۹۵

ایشیائی ماخذ ثانیه

Abulghazi Bahadur Khan. Historia Mongolorum et Tartarorum nunc primum tatarice edita. Kazan, 1825.

ابوالغازي بهادرخاں کي کتاب تاریخ جسمیں ولایت متصل بهرخرز کے خانان تاتار کے حالات هیں اور جو تیمور کي وفات کے دو سو برس بعد ایک ازبک خاں نے لکهي هے —)

Babar. Memoirs, translated by Leyden and Erskine. London, 1826.

تزک بابري مترجمه لیڈن و ارسکن -

(تیمور کي اولاد میں هندوستان کے سب سے پہلے بادشاه بابر کے ان خود نوشته سوانح میں تیمور کے کاموں کا ذکر بهي جابجا آتا هے- یهه کتاب اسوجه سے زیاده قابل قدر هے که اسمیں سمرقند کے حالات اور تیمور کے بعد جو عهدزرین ادبیات کا آیا تها اسکے حالات بخوبي ملتے هیں)

Haidar, Mirza. Tarikh-i-Rashidi. Edited by E. Elias, translated by E. Denison Ross. London, 1895.

تاریخ رشیدي مصنف حیدرمرزا - جسے ای ایلیاس نے شائع کیا اور ای ڈینیسن روس نے ترجمه کیا - لندن سنه ۱۸۹۵ ع —

(اس کتاب میں ایک مغل‌خاں نے اپني هي قوم کے تاریخي حالات لکهے هیں - ترجمه نهایت نفیس هے) —

Ibn Batuta. Travels, translated by Defrèmery and Sanguinetti. Paris, 1853.

ابن بطوطه کا سفرنامه جسکا ترجمه ڈی فریمری اور سانگوفیتي نے کیا - پیرس سنه ۱۸۵۳ ع

(ابن بطوطه ایران اور ماوراءالنهر میں سے اسوقت گذرا جب تیمور پیدا هوا تها) —

Ibn Khaldoun. By Baron de Slane. Journal Asiatique, IV Serie, III.

ابن خلدون-بیرن ڈي سلین-جرنل ایشیاٹک جلد ۴ - سلسلہ ۳

(اسمیں مصرکے اس مشہور مورخ اور تیمور کے ملاقات کا ذکر ہے جو دمشق میں ہوئي تھي) —

Ibn Khallikan. Vie des hommes illustres de l'islamisme. Published by Baron de Slane.

Khwand Amir. Histoire des khans moguls de la Transoxiana. Defrémery, Paris, 1853.

خواند امیر - ماوراءالنہر کے خانان مغل کي تاریخ - مطبوعہ پیرس سنہ ۱۸۵۳ع —

Meynard, Barbier De, Extraits de la Chronique Persane D'Herat. Journal Asiatique, V Serie, XVII.

باربیردي میناڈ- جرنل ایشیاٹک جلد پنجم سلسلہ ۷ —

Mir Al Chir Nevaii. Extraits et traduction. Journal Asiatique V Serie, VII.

(۴)

عام تاریخیں

۲۹۶

Bouvat, Lucien. L'Empire Mongol (2 ème phase). Paris, 1927.

بوواث - لیوسین - سلطنت مغل - پیرس سنه ۱۹۲۷ع

(چنگیز خاں کے بعد مغلوں کي سلطنت کا خلاصه احوال هے) -

Cahun, Lèon. Introduction a l'histoire de l'Asie: Turcs et Mongols, des origines á 1405. Paris 1896.

کاهون ل.ون تاریخ ایشیا کا دیباچه - ترک اور مغل اور انکي اصل سنه ۱۴۰۵ع تک پیرس سنه ۱۸۹۶ع -

(تیمور کے متعلق جو باب لکها هے اسمیں ترکوں کو اس قدر سراها هے که مضمون بدنما هو گیا هے - مگر ایک بڑے عالم کا نقطه نظر هے) —

De Guignes. Histoire générale des Huns des Turcs des Mogols. Paris, 1756.

دی گوئن - هن ترک و مغل کي عام تاریخ پیرس سنه ۱۷۵۶ع

(یهه اپنے زمانے کي اس مضمون پر جامع کتاب هے) —

Ferishta. A History of the Rise of the Mahommedan Power in India till the year 1612 A. D. Translated by J. Briggs. Calcutta, 1910.

فرسته - سنه ۱۶۱۲ع تک هندوستان میں مسلمانوں کي سلطنت کا عروج اور اسکي تاریخ - مترجمه جے - برگز - کلکته سنه ۱۹۱۰ع

(هندوستان کے شاهي خاندانوں کي مفصل تاریخ)—

Gibbons, Herbert Adams. The Foundation of the Ottoman Empire. New York, 1916.

هربرٹ ایڈیمز گبنز کي کتاب عثمانلي سلطنت کي بنیاد نیویورک سنه ۱۹۱۶ع
(عثمانلیوں اور بایزید کے حالات میں آجکل کے زمانے کي اچھي کتاب هے) —

Hammer-Purgstall, J. von. Geschichte des Osmanischen Reiches. Vienna, 1835. Geschichte der Goldenen Horde. Buda, 1840.

(ترکوں اور خانان سیراوردہ کے حالات میں قابل قدر تصانیف هیں - زیادہ‌تر حصر عثمانی اور بنزنطي مورخوں پر کیا گیا هے) —

Howorth, Sir Henry History of the Mongols. London, 1876–88.

سر هنري هوورتهه - مغلوں کي تاریخ - لندن سنه ۱۸۷۹ع-۱۸۸۸ع
(دوسري جلد میں خانان سیراوردہ کے مفصل حالات هیں - شاهان آل‌مظفر اور سلطان احمد کے حالات تیسري جلد میں هیں)—

Lane-Poole, Stanley. The Mohammedan Dynasties. London, 1894.

استینلي لین پول کي کتاب خاندانهائے اسلامي-لندن سنه ۱۸۹۴ع
(اس کتاب میں مختلف شاهي خاندانوں کے شجرہ نسب دئے هیں - تاتاریوں کے حالات میں هوورتهه کي کتاب سے استفادہ کیا هے) —

Levchine, Alexis De. Description des Hordes des Steppes des Kirghiz-Kazaks. Traduite du russe par M. Ferry de Pigny. Paris, 1841.

۲۹۷

Makrisi. Histoire des Sultans Mamlouks de l'Egypte. Translated by M. Quatremère. Paris, 1837.

Malcolm, Sir John. History of Persia. London, 1829.

سرجان میلکم کي تاریخ ایران - مطبوعہ لندن سنه ۱۸۲۹ع
(تیمور کے خصائص کي نسبت جو کچهه لکها هے وہ (یورپین کے نزدیک) بهترین هے) —

Muir, Sir William. The Caliphate: Its Rise, Decline and Fall. London, 1892.

(عربوں کي سلطنت کے حالات تیمور سے پہلے کے هیں)
Price. Chronological Retrospect. London, 1811-1821.
(جلد سوم حصه اول میں تیمور کي لڑائیوں کے خلاصه حالات دئے هیں) —
Rambaud, Alfred. Histoire de la Russie. Paris, 1914.
(لیتھو اینا اور پولینڈ سے روس کے والیان اعظم کے تعلقات خوب بیان کئے هیں) —
Skrine, and Denison Ross. The Heart of Asia, a History of Russian Turkestan and the Central Asian Khanates from the earliest times. London, 1899.
(وسط ایشیا میں جو سیاسي انقلاب هوئے هیں انکي یهه ایک عمدہ سرگزشت هے) —
Sykes, Lieut. Col. P. M. A History of Persia. London, 1915.
لفتنت کرنل سائکس کي تاریخ ایران - لندن سنه ۱۹۱۵ع -
* (تیمور کے حالات کا خلاصه اس زمانه کا کیا هوا اچھا هے اسکے جنگي کارناموں کا بھي ذکر هے اور اسکے زمانے کي عمارتوں کي قدر داني کي هے) —
Vambéry, Arminius. History of Bokhara, from the earliest period down to the present. London, 1873.
وامبري کي تاریخ بخارا قدیم زمانے سے لیکر زمانه حال تک کے حالات —
(امیر تیمور کے حالات میں دو باب هیں - مگر کچھه ناهموار سے هیں-زیادہ توجه سے نهیں لکھے گئے - لیکن باتوں کو صحت کے ساتھه سمجھنے کا رنگ پیدا هے) —
Weil, Gustav. Geschichte de Chalifen mannheim. 1846-1862.
گستاف وائل کي تاریخ خلافت —
Wolff. Geschichte der Mongolen. Breslau, 1872.

* ان تاریخوں میں سوائے وامبري اور میلکم کے تیمور کی نسبت کم گفتگو کي هے - البتہ وامبري اور میلکم نے کسي قدر مفصل بحث کی هے - (مصنف)—

(۵)

سمرقند اور آثار قدیمہ

Blanc, E. Antiquités de Smarkande. Revue des Deux Mondes, 1893.

سمرقند کے آثار قدیمہ مولفہ اي بلنک -

Mausolée de Tamerlan a Samarkande. Académie des Inscriptions et Belles-Lettres, 1896, pp. 272-303.

Bouvat, Lucien. Essai sur la civilisation timouride Journal Asiatique, April-June 1926.

لوسین بووت کا مضمون متعلق تمدن تیموري - جرنل ایشیاٹک بابتہ ماہ اپریل جون سنہ ۱۹۲۶ع

(تیموري سلطنت کے رسم و رواج اعمال و افعال کا ایک مختصر اور نہایت مفید بیان ھے) —

Cresswell, K. A. C. The History and Evolution of the Dome in Persia.

کے-اے-سي کریسول کي کتاب تاریخ وارتقاء تعمیر گنبد درایران-

Journal Royal Asiatic Society, 1914.

Crozier. Les Monuments du Samarkande de l'èpoque des Timourides. Paris, 1891.

کروزیر کي کتاب تیموریوں کے زمانے کي سمرقند کي یادگار عمارتیں —

Curtis, William Eleroy. Turkestan: "The Heart of Asia"

کرٹس کي کتاب " ایشیا کا دل " ترکستان —

New York, 1911.

Khanikoff, N. De. Samarkand. Bull. de la Soc. de Geog. 1896, V. Serie, T. XVII.

Leclerq, Jules. Les Monuments de Samarcande. Soc. Roy. Belge de Geog. Bull. XIII, 1890, VI, pp. 613-32.

Le Strange, Guy. The Lands of the Eastern Caliphate—Mesopotamia and Central Asia from the Moslem Conquest to the Time of Timur. Cambridge, 1905.

لي اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقي - بوناميه - اور وسط ایشیا - اسلامي فتح سے زمانہ تیمور تک کیمبرج سنہ ۱۹۰۵ع (نہایت هي قابل قدر کتاب هے - تیمور کي شمالي سلطنت کو چھوڑکر اسمیں تمام شہروں سڑکوں اور تجارت کے حالات هیں - ایشیائي ماخذوں سے مثلاً بطوطہ - مستوفي ابوالفدا وغیرہ وغیرہ سے حالات لئے گئے هیں-)
(اس کتاب کا ترجمہ اُردو میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں پروفیسر جمیل الرحمن صاحب ایم- اے کا کیا هوا طبع هو رها هے - مترجم)—

Mordowtzeff, D. In the capital of Temerlan. Picturesque Russia, 1901, I. (In Russian.)

۴۹۹

مورڈوزٹ کي تالیف دارالسلطنت تیمور- روس کے دلکش اور پراثر مقامات سنہ ۱۹۰۱ع (روسي زبان میں هے) —

Radloff, W. W. Ancient Architectural remains in Samarkand. Mem. I. R. G. S. 1880 VI (In Russian).

ریڈلوف کي کتاب سمرقند کي پراني عمارتوں کے بقیہ آثار (روسي زبان میں هے)—

Schuyler, Eugene. Turkistan, Notes of a journey in Russian Turkistan Khokand, Bukhara and Kuldja. New York, 1876.

یوجین شولر کا سفرنامہ روسي ترکستان - خوکند - بخارا اور کلجا - نیویورک سنہ ۱۸۷۶ع (کھنڈروں کے حالات کے علاوہ پروفیسر شولر نے وامبري کي تاریخ پر بھي ایک بڑي موثر تقریظ کي هے) —

(۶)

متفرق کتابیں

Backer, Léon. L'Orient au moyen age.

لیون باکر کي کتاب مشرق بعہدوسطے -

Barthold, W. Turkestan down to the Mongol Invasion. Oxford, 1928.

بارتھولد-ترکستان کے حالات مغلوں کي فوجکشي کے زمانے تک-
(پروفیسر بارتھولد کي تصنیف "خاند انہائے ترکستان" سے جو روسي زبان میں ہے یہہ کتاب ترجمہ کي گئي ہے - اِسمیں ایک مختصر مگر نہایت مستند بیان اون مآخذ کا جس سے تیمور کے سوانح زندگي معلوم ہوسکتے ہیں)

Beazley, Charles Raymond. The Dawn of Modern Geography. London, 1897-1906.

بیزلي کي کتاب جغرافیه حال کي ابتدا -
(چودھویں اور پندرھویں صدي عیسوي میں جن سیاحوں نے ایشیا میں سیاحت کي اُنکا تذکرہ ہے اور کچھہ حالات مختصر سے شہروں کے بھي ہیں) -

Bell, M. S. The Great Central Asian Trade Route from Peking to Kashgar. Proc. R. G. S. 1890.

وسط ایشیا کا بڑا تجارتي راستہ پیکنگ سے کاشغر تک مصنفه ایم - ایس - یل -

Blochet, E. Introduction á l'histoire des Mongols de Fadl Allah Rashid ed Din. Leyden, 1910.

فضل‌اللہ رشیدالدین کي تاریخ مغول کا دیباچہ مولفه بلوچت - لنڈن سنه ۱۹۱۰ع
(تیمور اور شاہان منگ سے جو خط و کتابت ہوئي اُسکا مفصل تذکرہ)-

Bretschneider, E. Notes on the mediaeval geography and history of Central & Western Asia. Journal of the North China Branch R. A. S.

برت‌شنایڈر کي کتاب ایشیاء وسطے اور مغربي ایشیا کا جغرافیه اور تاریخ زمانه وسطے میں جیسا تها —

Browne, Edward G. A History of Persian Literature under Tartar Dominion (A. D. 1265-1502). Cambridge, 1920.

تاتاریوں کي سلطنت کے زمانے کي تاریخ ادب فارسي (سنه ۱۲۶۵ ع سے سنه ۱۵۰۲ ع تک) مطبوعه کیمبرج سنه ۱۹۲۰ ع —

(یهه بڑي قابل قدر کتاب هے-اِسمیں ایرانیوں اور تاتاریوں کے ادب کا موازنه کیا گیا هے تیمور کے متعلق بحث مختصر هے)

Cahun, Léon. Formation territoriale d l'Asie Timur et le Second Empire Mongol. (L'Histoire Generale E. Lavisse and A. Rambaud).

ایشیا کي سلطنتیں - تیمور اور مغلوں کي دوسري سلطنت مصنفه لیون کا هون -

Czaplicka, M. A. The Turks in Central Asia, Oxford, 1918.

ایشیائے وسطے میں اتراک مولفه زاپلیکا -

(اِس تصنیف میں فهرست کتب بهت جامع هے)

Dubeux, Louis. Tartarie. Paris 1840.

لوي دوبے کي کتاب "تاتاري" پیرس سنه ۱۸۴۰ ع

Encyclopædia Britannica, eleventh edition. (Articles on Mongols, Golden Horde, Turks, Samarkand. Henry IV of England, Baghdad, Moscow.)

انسائیکلو پیڈیا بري ٹینیکا - گیارهواں ایڈیشن (حسب ذیل مضامین - مغل - سیراوردہ ترک - سمرقند - هنری - چهارم بادشاہ اِنگلستان - بغداد - موسکو) -

Hellwald, Frederick von. The Russians in Central Asia. A critical examination down to the

present time of the geography and history of Central Asia. (Translated by Theodore Wirgman) Lonon, 1874.

فریدرک حون هلوارڈ کي کتاب "روسي وسط ایشیا میں - وسط ایشیا کے جغرافیه اور تاریخ پر ایک تنقیدي نظر گذشته سے حال تک (مترجمه تهیوڈوروِرگمان) لندن سنه ۱۸۷۴ ع -

Holden, Edward S. The Mogul Emperors of Hindustan. New York, 1895.

ایڈورڈ ایس هولڈن کي کتاب هندوستان کے شاهان مغل مطبوعه نیویارک سنه ۱۸۹۵ ع -

Manouchi. The History of Tamerlane the Great, Emperor of the Mogols and Tartars. With an Account of his Court. London, 1722.

(کم مفید هے) -

Margat. Histoire de Tamerlan, Empereur des Mogols et Conquerant de L'Asie. Paris, 1739.

Neve, Felix. Exposè des guerres de Tamerlan et de Schah-Rokh dans l'Asie centrale. Bruxelles, 1860.

(یهه کتاب اس لئے قابل قدر هے که اسکي بنیاد طامس مزدوفي)-

Popowski. The Rival Powers in Central Asia. London, 1893.

وسط ایشیا میں مدمقابل قوتیں - مطبوعه لندن سنه ۱۸۹۳ ع مولفه پوپاوسکي —

Rickmers, W. Rickmer. The Duab of Turkestan. Cambridge, 1913.

رکمرز کي کتاب دوآب ترکستان - کیمبرج سنه ۱۹۱۳ ع
(تیمور کے ملک کے طبعي حالات)—

Schlumberger, G. L. Byzance et Croisades. Paris, 1927.

جي-ایل-شلم برگر کي کتاب بیزنطیه اور جنگهائے صلیب مطبوعه پیرس سنه ۱۹۲۷ ع

(اس کتاب کے دو باب ایسے هیں جن میں قیصر مانیول کي پریشان‌گردي کا حال که یورپ کے بادشاهوں کے پاس کہاں کہاں طلب امداد میں گیا اور اسکي عدم موجودگی میں قسطنطنیه کو ترکوں سے محفوظ رکھنے کے حالات بہت مکمل طریقے پر اور نئے انداز سے بیان کئے گئے هیں)—

Stein, Sir Marcus. Serinda, Oxford, 1921. Archaeology of Central Asia and Western China.

سر مارکوس اسٹائن کي کتاب ایشیا وسطے اور مغربي چین کي اثریات آکسفورڈ سنه ۱۹۲۱ع

Yule, Sir Henry. Cathay and the Way Thither. Hakluyt Society: 2nd Series, Nos. 33, 37, 38 & 41.

ملک ختا اور وهاں جانے کا راسته - مولفه سر هنري یول مطبوعه هیکلوٹ سوسائیٹي دوسرا سلسله - شمار ۳۳-۳۴-۳۸- ۴۱—

(پرانے سیاحوں کے سفر اور راستوں سے اچھي بحث کي گئي هے)

۳۰۴

Zimine, L. Details of the death of Timur. (Protocols and Communications of the Archaeological Society of Turkestan, VIII year).

ایل زیمني کي کتاب " تیمور کي موت کے تفصیلي حالات "—

(مجلس اثریات ترکستان کے روزنامچے اور مراسلات سال هشتم)

(خاص خاص مضامین کن کن کتابوں میں آئے هیں - بووت کي کتاب میں حالات تیمور کے ایراني ماخذ سے بحث کي گئي هے - زاپلیکا کي کتاب میں ترکوں اور تاتاریوں کي ابتدائي تاریخ اور سمرقند کے آثار قدیمه بیان هوئے هیں - گبنز میں عثمانیوں کي جنگ اور یورپ میں انکے قبضے سے بحث کي هے - نقشوں کے لئے لي اسٹرینج کي کتاب نہایت عمده هے - هوورتهه کي جلد اول ایک عام نقشه تیمور سے قبل کے زمانے کا دیا هوا هے - اور مرزا حیدر کي کتاب اس زمانه کا ایک بہت اچھا نقشه ایشیائي وسطے کا موجود هے) -

———

(۷)

تصویروں کے ماخذ

Blochet, E. Peintures de manuscrits arabes, persanset turcs de la Bibliothéque Nationale. Paris.

ببولوتھیک نیشنال پریس میں عربی اور ترکی قلمی کتابوں کے مصور- مصنفہ بلاوچت -

(اس تالیف میں تصویروں کا ایک مجموعہ ہے جس سے ایران اور ترکی کے رسم و رواج کا حال خوب نظر آتا ہے -)

Martin, F. R. Painting and Painters of Persia, India and Turkey. London, 1912.

ایران ہندوستان ترکی کی مصوری اور مصور-لندن سنہ ۱۹۱۲ع

(اس کتاب کی تصویروں میں تیمور اور اسکے جانشینوں کے زمانے کے حالات خوب نظر آتے ہیں - اور ایرانی اور ہندوستانی استادوں کی تصویروں کی نقل بجنسہ دی گئی ہے) —

Schulz, Ph. Walter. Die Persische-islamische Miniatur-malerei. Leipzig, 1914.

(اس زمانے کے رسوم اور عادات کے حالات ارڈن کی ضخیم کتاب سے بھی بڑے پیمانے پر تاحد امکان دکھائے گئے ہیں) —

Sykes, Lieut. Col. P. M. A History of Persia. London, 1915.

لفٹننٹ کرنل سائکس کی تاریخ ایران - لندن سنہ ۱۹۱۵ع

(ویرست چاگن نے تیمور کے مقبرہ کی اندر اور باہر کی تصویریں اور سمرقند کے مناظر کے نقشے جس قدر بنائے تھے انکی نقلیں اس کتاب میں درج ہوئی ہیں) —

Wetzel, H. E. Persian and Indian Paintings in the Museum of Fine Arts, Boston. "Art in America," Vol. 3. New-York, 1915.

ایچ - ای - ویلتزل کی کتاب " ایرانی اور ہندوستانی تصاویر جو بوسٹن کے عجائب خانہ فنون لطیفہ میں موجود ہیں -" فن لطیف امریکہ میں - جلد ۳ - نیویورک سنہ ۱۹۱۵ع
(مغلی اور قدیم ایرانی فنون لطیفہ کے متعلق دلچسپ بحث کی گئی ہے) —

اشاریہ

ہدایت

اس اشاریہ مین جن صفحات کا حوالہ ہے وہ کتاب کے حاشیہ کے صفحات ہین پیشانی کے نہین ہین ،حاشیہ کا صفحہ دیکھنے سے نفط ملیگا،

ط

د

غ

ف

گ

ل

ہ

ی

ختم شد

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۱	رواداری	روادوی	۸۳	۱	خواب	خوب
۱۶	۱۷	انگلیون	الگنیون	۱۰۵	۸	مغرب	مضطرب
"	"	گھوڑے	گھوڑے کا	۱۱۱	۵	زخمون	جیمون
۲۷	۱۰	ہین	مین	۱۱۵	۱۶	امرائے تیمورکو	امرائے تیمور
۴۲	۱۳	حطریسوری	خضرسیوری	۱۲۲	۶	ختامی	ختائی
۴۶	۲	اردو معلّے	اردوے معلّے	۱۴۰	۴	گوک	کوک
۴۶	۸	کیبخت	کیبخت	۱۴۷	۱۲	سخاوت	بغاوت
۴۶	۱۷	لعتق	تغلق	۱۵۲	۱۴	واعیان	والیان
۴۷	۹	کے حضور	کی حضور	۱۵۳	۱۴	آق آوردہ	آق اوردہ
۴۹	۱۶	قنجاق	قبچاق	۱۵۷	۵	چلاکر	جلاکر
۵۱	۱۹	۱۳۶۰ء/۷۶۲ سے سنہ ۷۷۱/۱۳۶۹	۷۶۲/۱۳۶۰ء سے سنہ ۷۷۱/۱۳۶۹ء	۱۶۶	۱۴	مینگ	مینک
۶۶	۱۴	گمان	کمان	۱۸۱	۱۴	(اورال)	(دیورال)
۷۳	۴	لشکر کے	لشکر	۱۸۴	۱۳	تولوجن	تولو جن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۶	۱	سوا	سوار	۳۶۵	۱۶	توننیان	تونئیان
۱۹۳	۱۰	بعض	بعض نے	۳۷۱	۱۱	اس	اُس
۱۹۸	۱۷	ہو	ہوا	۳۷۴	۳	جانا	جاتا
۱۹۸	۱۷	خرز	خزر	۳۷۷	۶	مرنے سے	مرنے سنے
۲۰۰	۱۲	دیتے	دئے	۳۹۰	۱۰	مختصر تھا	مختصر
۲۰۰	۱۵	اُس نے	اس سے	۳۹۶	۶	تیمور	تمور
۲۰۱	۸	تین سے	زمین سے	״	۱۰	تیمور	تمور
۲۰۱	۱۸	منظو	منظور	۴۰۱	۳	بیان اور ہیولی (منقولی)	بیان اور ہیولی (مقولی)
۲۰۴	۲	پیش	پیشی	۴۰۲	۱۵	نہ پڑتا	نہ پڑتا کہ
۲۰۷	۴	ایرانی	ایران	۴۰۵	۱۸	اذرن حسین	اوزون حسین
۳۱۹	۲	اوالعزم	الوالعزم	۴۱۴	۱۸	KOEE	KOELLE
۳۲۶	۱۵	ایلدرم نے	ایلدرم	۴۳۶	۶	اسے	ایسے
۳۴۳	۱۳	گین	گبنز				